

حجراتِ اسلام

میری لائبریری
(۲۲۳)

میری لائبریری میں سے تائخ و سوانح کی دوسری کتابیں

ابوبکر صدیق اکبر، محمد حسین ہیکل	الزہرا، عمر ابوالنصر
حلال و حرام (قرآن کی روشنی میں)	الحسین، عمر ابوالنصر
عطا اللہ پالوی	الہارون، عمر ابوالنصر
مانیس زمانیس، ڈیل کارنگی	المامون، شبلی نعمانی
اتالیس بڑے آدمی، ڈیل کارنگی	خالہ سیف اللہ، ابو زید شلبی
کامیاب لوگوں کی دلچسپ باتیں، ڈیل کارنگی	عمر بن عبد العزیز، احمد زکی صفت
ولیم فاکٹر، ولیم وان اکوئر	امیر معاویہ، انیس زکریا
ارنست ہمنگورے، فلپ یگ	ابو ذر غفاری، عبد الحمید حیدرہ السحار
ہمارے غازی ہمارے شہید، آغا اشرف	سلطان محمد فاتح، محمد مصطفیٰ صفت
ایک جنگ ایک المیہ، آغا اشرف	قلو پطرہ، آر تھر ویکل
دیدہ بنیائے قدم، محمد سلیم ضیا	روپ متی، قیاض حسین
نصر و شیریں زبان، آقبال صلاح الدین	سلطانی محلوں کے راز، عبد المذاق ملیح آبادی
غازی علم الدین شہید، میاں محمد ابوالفتح	تذکرہ (باطل کے خلاف جہاد)
شیخ عبدالقادر جیلانی، غلام حیدر سہیل	ابوالکلام آزاد
عبداللہ بن عمر، سلام اللہ صدیقی	رابعہ بصری، وداو السکا کینی
عبداللہ بن عباس، سلام اللہ صدیقی	امام زین العابدین، عبد العزیز سید الاحل
ہرچے منہ، مجیب الرحمن شامی	دنوں بڑے مسلمان، محمد اسماعیل پانی پتی
نشان راہ و منتظم واقعہ کربلا، سید عبد الحمید	عمر فاروق اعظم، محمد حسین ہیکل

اجتماعِ ملتِ اسلامیہ

اسلامی اتحاد و ارتباط کے ایک عظیم دستاویز

اسلامی سربراہ کا نفرِ منقہ لاہور کا تاریخی جائزہ و رد واد

آغا شرف

مکتبہ میری کے لائبریری کے لاہور



۲۹۷۶.۴۳

۵ مہ ۳

۱۹۳۲۶

DATA ENTRY

میری لائبریری میں پہلی بار
ناشر — بشیر احمد چودھری، ڈاکٹر مکتبہ میری لائبریری لاہور
طابع — فیڈرل پریس لاہور
بار اول — ۲۰۰۰

۱۱۱۱۱۱

میتغ و مفکریت الحاج مولانا کوثر تیارزی وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات
کے نام

زچاک سینہ آہے می تولیم
کتا تم حرف ماسے می تولیم
محبت نامہ پرواز است امروز
شرر بر برگ کاسے می تولیم

○



درجہ اولیٰ

Rs. 30/-

شرم آید از بضاعت بے قیمت و لیک
در شہر آبگینہ فروش است و جوہری



ترتیب

۱۷	قائد اعظم کا پیغام
۲۱	ابتدائیہ
۲۲	✓ اتحاد بین المسلمین
۳۵	صدر مملکت کا پیغام
۳۷	✓ موقر عالم اسلامی
۴۵	کلامی امن اسلامی کانفرنس کا نصب العین ہے
۴۹	بیت المقدس اور مسلمان
۵۱	بیت المقدس
۵۲	تنظیم آزادی فلسطین
۷۶	پیغمبروں کی سرزمین
۹۸	جہاد فی سبیل اللہ
۱۱۸	دلدار گدیہ
۱۳۷	ایک خواب جو حقیقت میں ڈھل گیا
۱۴۴	لاہور — شہر اسلام
۱۴۹	ملت کے نشان
۱۶۰	اسلامی ممالک کے موجودہ سربراہوں کے حالات زندگی
۱۷۲	اسلامی ممالک کا تعارف
۲۸۱	عالم اسلام کی فوجی قوت
۳۱۱	عالمی اسلامی بنک
۳۱۳	اسلامی کانفرنس کی تیاریاں
۳۲۹	✓ اسلامی سربراہ کانفرنس
۳۳۰	اقتناجیہ
۳۴۴	اسلامی سربراہ کانفرنس پر وزیر اعظم بھٹو کی تقریر
۳۴۶	اجتماع ملت اسلامیہ
۳۵۵	پیغمبر اسلام
۳۵۷	اسلام
۳۶۲	القرآن

۳۶۸	اسلامی ممالک سے وفد کی آمد
۳۷۱	وفد کے قائدین کے بیانات
۳۸۲	وزرائے خارجہ کے اجلاس
۳۸۸	بنگلہ دیش کو سربراہ کانفرنس میں شریک کرنیکی آخری کوشش
۳۹۱	سربراہوں کی آمد
۳۹۶	اسلامی سربراہوں کا شاندار استقبال
۴۰۵	پیغامات
۴۱۱	نماز جمعہ
۴۱۸	پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا
۴۲۲	کانفرنس کا افتتاحی اجلاس
۴۳۶	شیخ مجیب الرحمن اسلامی کانفرنس میں
۴۴۰	سربراہوں کی تقاریر
۴۴۹	اسلامی سربراہ کانفرنس کی قراردادیں
۴۵۳	اعلان لاہور
۴۵۹	شالامار باغ میں مسلمان سربراہوں کا والہانہ استقبال
۴۶۲	معزز مہمانوں کے واپسی کے وقت تاثرات
۴۶۷	سربراہوں کی بیگمات اور مہمان خواتین کے تاثرات
۴۷۵	اسلامی کانفرنس کے سربراہوں اور وفد کی واپسی
۴۷۸	قذافی سٹیڈیم، صدر قذافی کی تقریر
۴۹۸	عظمت کے نشان (شاہ فیصل)
۵۰۴	معمار قذافی سیف الاسلام
۵۰۹	میزبان قمر الاسلامیہ جناب بھٹو
۵۱۵	سفر اخوت
۵۲۸	قائد انقلاب - قائد عوام



ومثل الامة الاسلامية كذلك
 مثل شجرة طيبة اصولها عقائد الاسلام
 وفروعها واغصانها الاعمال الصالحة و
 اثمارها في الدنيا الاستقامة والغلبة لاهلها
 وابعاد الفتنه و اظهار الاسلام على الاديان
 الباطلة - و اثمارها في الآخرة القرب من
 الله تعالى و رضوانه الذي هو غاية
 المرام - و حدائقها و بساطتها الامم
 المسلمة في الدّول الاسلامية

ترجمہ

اور امت مسلمہ کی مثال بھی یہ نہیں ہے۔ جیسا پاکیزہ درخت، اس کی جڑیں
 اسلامی عقائد ہیں اور اس کی شاخیں اور ٹہنیاں اسلامی نیک اعمال
 اور پھل حتیٰ پر استقامت اور غلبہ دنیا میں تمام باطل دینوں و دستوروں،
 پر اور آخرت میں اس کا پھل اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضامندی
 جو خاص مدعا و مقصود ہے اور اس کے باغ و بوستان تمام اہل اسلام
 ہیں اسلامی ملکوں میں

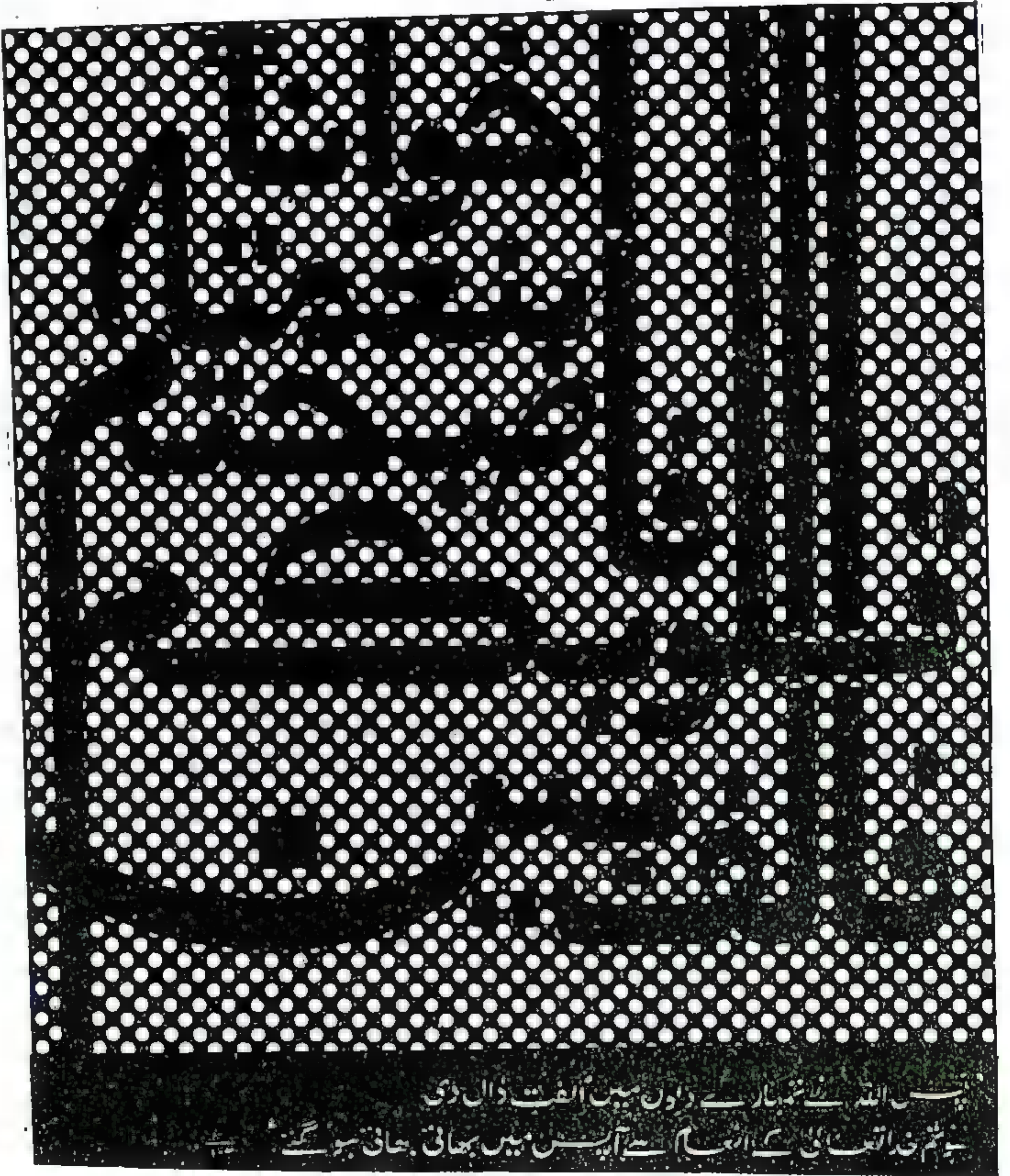


قال الله تبارك وتعالى :

«إِنَّهَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ - وَقَالَ

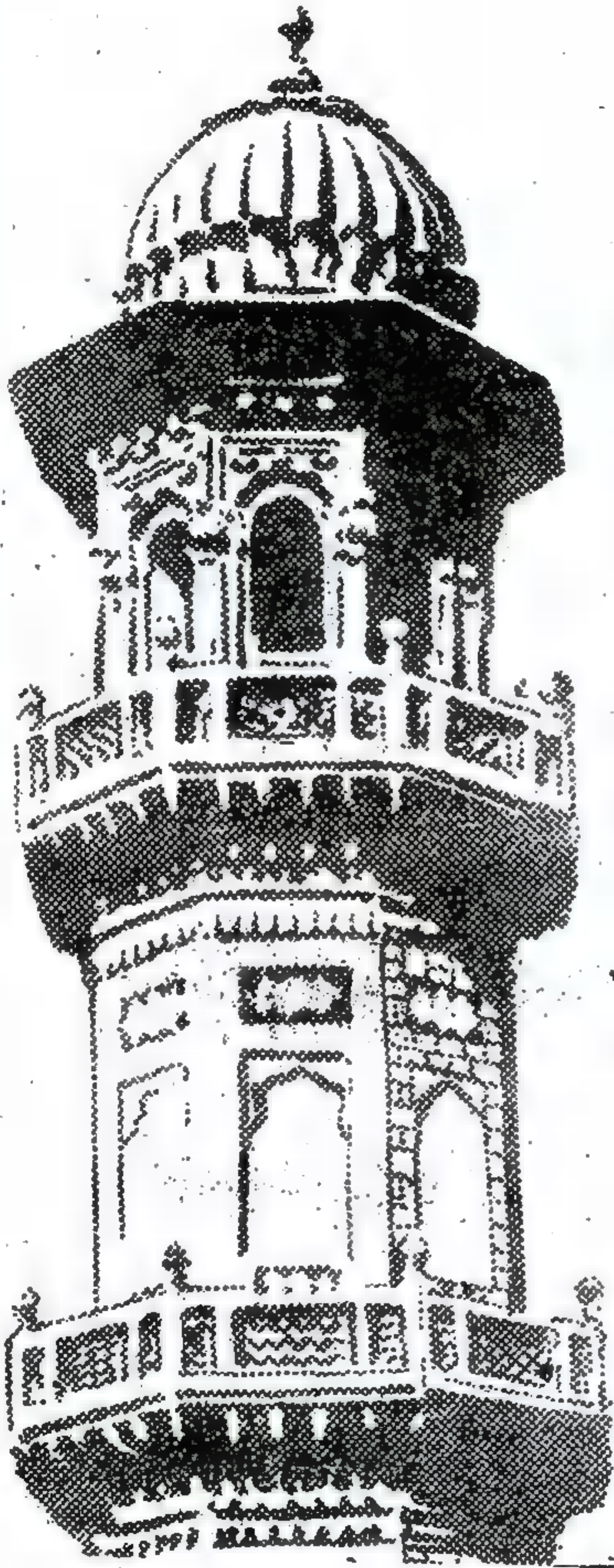
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا
تَتَّبِعُوا خُطُوَةَ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُرْ عَدُوٌّ
مُبِينٌ - وَقَالَ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا
وَلَا تَفَرَّقُوا - وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا
وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَ
أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ -

(ترجمہ) ۱۔ خالق کائنات کا فرمان ہے۔ "یقیناً ایماندار تمام
بھائی بھائی ہیں۔" موجد کائنات نے فرمایا۔ اے ایمان والو مذہب
اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو،
کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" اسی نے فرمایا۔ اللہ کی رسی کو سب
مل کر تھام لو اور تفریق میں نہ پڑنا، اور ان کی طرح نہ ہونا، جو
فرقے بن گئے اور اختلاف میں پڑے بعد از آنکہ ان کے پاس
کھلی ہدایت آئی ایسے ہیں جن کے لئے عذاب عظیم ہے۔



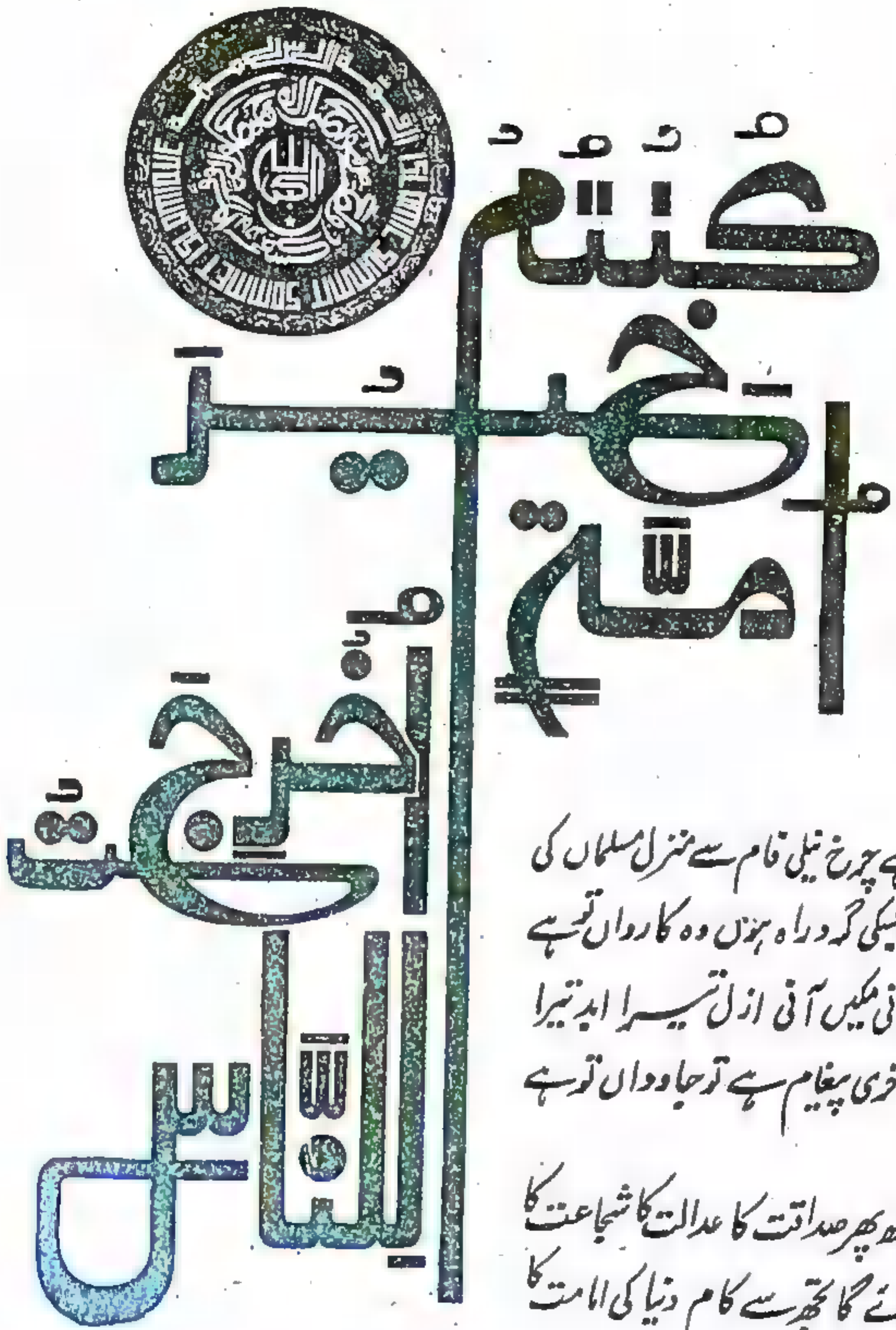
پس اللہ نے تمہارا سے داؤں میں الفت ڈال دی
سو تم خدائے الٰہی کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے





فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
رسول اکرم صلیم خاتم النبیین نے فرمایا
مسلمان

ایک جسم کی طرح ہیں۔ جس طرح
جسم کے ایک عضو کو تکلیف
ہو تو پورا جسم بچار اور تکلیف سے
بیقرار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک
مسلمان کی تکلیف سے تمام مسلمان
بے آرام ہو جاتے ہیں۔



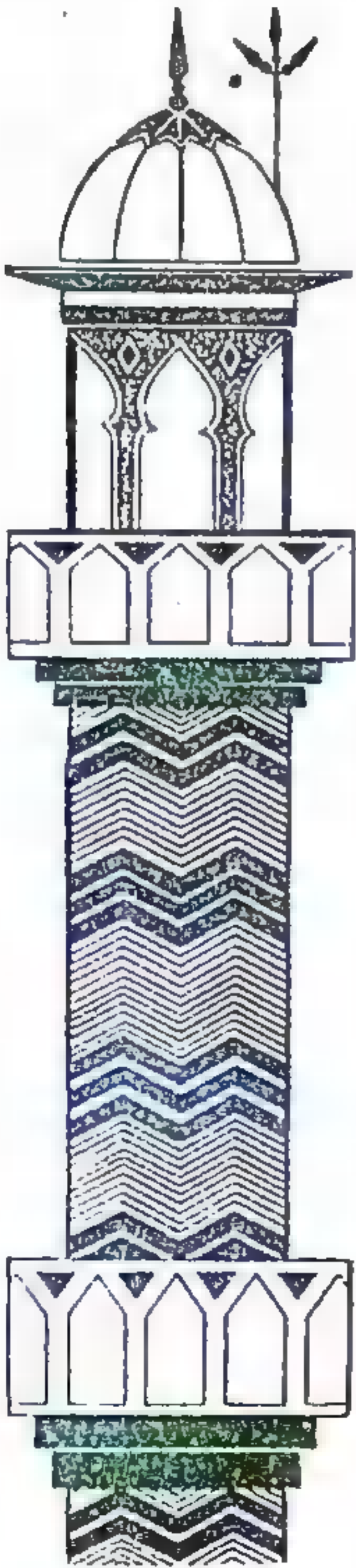
پس ہے چرخ نبی قام سے منزل مسلمان کی
تسارے جسکی گہ دریاہ ہوں وہ کارواں تو ہے
مکان فانی میں آئی ازل تیسرا بد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

حکیم امت علامہ اقبالؒ



کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
 بود آں ترک شیرازی دل تیرینہ و کایل را
 اگر عثمانیوں پر کرہ عثم لڑتا تو کیا عثم ہے
 یہ شاخ ہاشمی کہنے کو ہے پھر برگ و پر پیدا
 صبا کہتی ہے بونے گل سے اپنا ہم سفر پیدا
 کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا
 شاعر اسلام علامہ اقبال



قائد اعظم محمد علی جناح کا پیغام

اتحاد عالم اسلام کے لئے قائد اعظم محمد علی جناح نے ہر دو
میں آواز بلند کی۔

اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قائد اعظم بولا کرتے تھے
اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے
اسلام نے ہمارے ثقافتی اور تہذیبی ماضی اور ہماری گزشتہ
روایات کو عرب دنیا سے اتنا وابستہ اور گہرا کر رکھا ہے
کہ اس امر میں تو کسی قسم کا کسی کو شبہ ہی نہ ہونا چاہیے، کہ
ہم عربوں اور ان کے مسائل اور مقاصد سے مکمل ترینے
ہمدردی رکھتے ہیں۔

دشرق اردن کے سفیر کے استقبال میں قائد اعظم کی تقریر دسمبر ۱۹۴۷ء

قائد اعظم محمد علی جناح نے اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ وضاحت بھی کر دی کہ
 ”ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے
 کے لئے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل
 کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔“

۱۲ جنوری ۱۹۴۸ء پشاور

رسول اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے
 قائد اعظم نے فرمایا :

”میں ایک عاجز ترین، انتہائی خاکسار، بندہ ناچیز اتنی عظیم
 ترین مہتی کو بھلا کیا اور کیسے نذرانہ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے عظیم رہنما تھے۔ عظیم دانشور
 تھے۔ عظیم پیشوا تھے۔ عظیم مقرر تھے۔ عظیم سیاست دان تھے۔
 عظیم حکمران تھے۔“

اپنے پیغام عید الفطر ۲۷ اگست ۱۹۴۸ء کو انہوں نے فرمایا :

”تمام اسلامی مملکتوں کو عید مبارک ہو۔ میرا عید کا پیغام سوائے
 دوستی اور بھائی چارے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ ہم سب
 یکساں طور پر خطرناک اور کھٹن دور سے گزر رہے ہیں یہی
 اقتدار کا جو ڈرامہ فلسطین، انڈونیشیا اور کشمیر میں کھیلا جا رہا
 ہے وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہیے۔
 ہم اسلامی اتحاد ہی کے ذریعے دنیا کے مشورہ خانوں میں
 اپنی آواز کی قوت محسوس کر سکتے ہیں۔“

قائد اعظم محمد علی جناح



اهلاً وسهلاً مرحباً

إِنَّ الْجُمُعَةَ الذِّينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَاحِدٍ وَكِتَابٍ وَاحِدٍ
وَرَسُولٍ وَاحِدٍ لِيَجِدُوا أَحْلًا لِمَشَاكِلِهِمُ الدُّوَلِيَّةِ
دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مُتَّجِهَةٌ إِلَى الْمُسْلِمِينَ
فَعَلَى الْمُسْلِمِينَ جَمِيعًا أَنْ يَجْتَهِدُوا أَنْ لَا تَقْلُتَ مِنْ أَيْدِيهِمْ
هَذِهِ الْفُرْصَةُ الذَّاهِبَةُ - نَدْعُو اللَّهَ أَنْ يَهْدِيَنَا إِلَى الصِّرَاطِ
الْمُسْتَقِيمِ وَنَتَوَسَّلُ إِلَيْهِ بِنَبِيِّهِ الْحَبِيبِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
أَنْ يَسْمَحَ عَلَيْنَا بِالْعَزْمِ وَالذَّبَاتِ فِي مَقَاصِدِنَا الصَّالِحَةِ
وَأَنْ يُبَارِكَ هَذَا الْجُمُعَةَ بِالْفَوْزِ وَالْفَلَاحِ (أَمِينَ)

مكتبة ميرزا لا تيريز



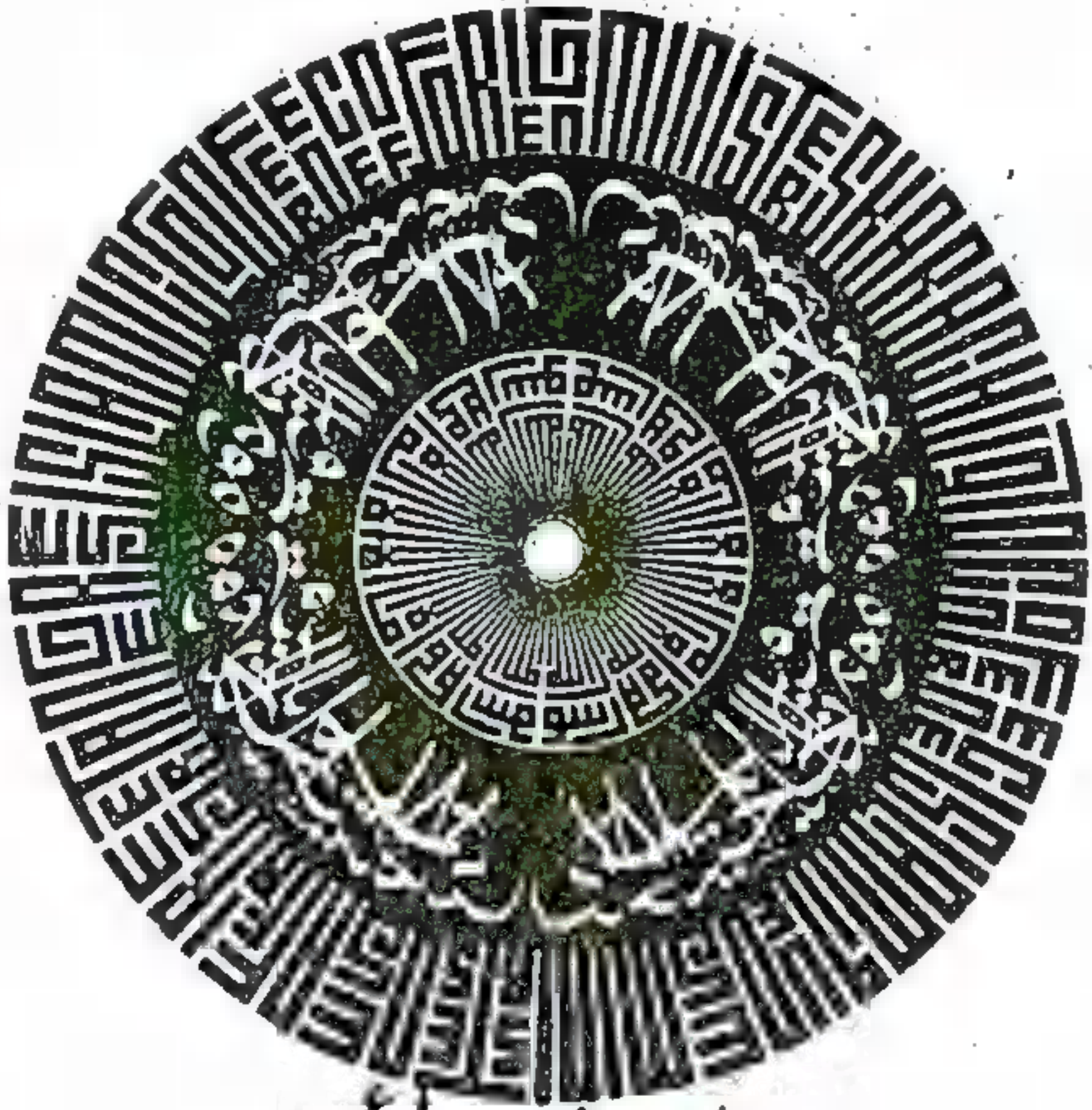
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اھلاً وسھلاً
مرحباً

اسلامی کانفرنس کے شاندار موقع
پر عالم اسلام کے رہنماؤں کو
لاہور کے تاریخی شہر میں ہماری
طرف سے دلی خوش آئند

Unity

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی ہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زور حیدر، فقر پور، صدق سمانی
(اقبال)



استدائیہ

برہم ہوں بھلیات کہ ہوا تیسے خلاف ہوں
کچھ بھوسے ہو اہتمام گلتاں کریں گے ہم

۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو مسجد اقصیٰ سے اچانک سرفیگک شعلے اٹھنے لگے۔ مسلمانوں کے قبلہ اول میں آتش زنی کے اس واقعہ نے پورے عالم اسلام میں غم و غصے کی لہر دوڑا دی۔ تو اسی ماہ کی آخری تاریخوں میں قاہرہ میں عرب ممالک کے وزرائے خارجہ کا اجتماع ہوا، جس میں فیصلہ کیا گیا کہ سعودی عرب اور مراکش کو اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس منعقد کرنے کا اہتمام سونپا جائے۔ اس سے اگلے ماہ یعنی ستمبر میں جدہ کے مقام پر سعودی عرب اور مراکش کے وزرائے خارجہ کا اجلاس ہوا، جس میں سربراہ کانفرنس کی تیاریاں کرنے کی ایک کمیٹی تشکیل کی گئی۔ اس کمیٹی میں پاکستان، سعودی عرب، ایران، ملائیشیا، نائیجیریا، صومالیہ، مراکش شامل تھے۔

دو ہفتوں کے اندر یعنی ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء کو رباط میں مسلم ممالک کی پہلی سربراہی کانفرنس

شروع ہوئی، جس میں ۲۴ ممالک نے حصہ لیا۔ رباط کا نفرنس کے فیصلے کے مطابق مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس ۲۳ تا ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء کو جدہ میں ہوئی۔ اسے پہلی کانفرنس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کانفرنس میں اسلامی جنرل سیکرٹریٹ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

دوسری اسلامی کانفرنس ۲۶ تا ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء کراچی میں منعقد ہوئی۔

تیسری اسلامی کانفرنس ۲۹ تا ۳۱ مارچ ۱۹۷۲ء جدہ میں منعقد ہوئی جس میں دوسری اسلامی کانفرنس کے فیصلوں کے مطابق بین الاقوامی مسلم خبر رساں ایجنسی کے قیام کی منظوری دی گئی اور دوسری متعدد اہم تجاویز پر غور کے علاوہ اسلامی کانفرنس کے منشور کی منظوری دی گئی۔

چوتھی اسلامی کانفرنس ۲۴ تا ۲۷ مارچ ۱۹۷۳ء کو لیبیا کے دوسرے دار الخلافہ بن غازی میں منعقد ہوئی۔ جس میں کئی اہم مسائل زیر غور آئے۔ ان میں فلپائن کے مسلمانوں کی امداد کے لئے فنڈ، پاکستانی جنگی قیدیوں کا مسئلہ، ازی ٹیریا کی تحریک آزادی کی حمایت وغیرہ شامل تھے۔

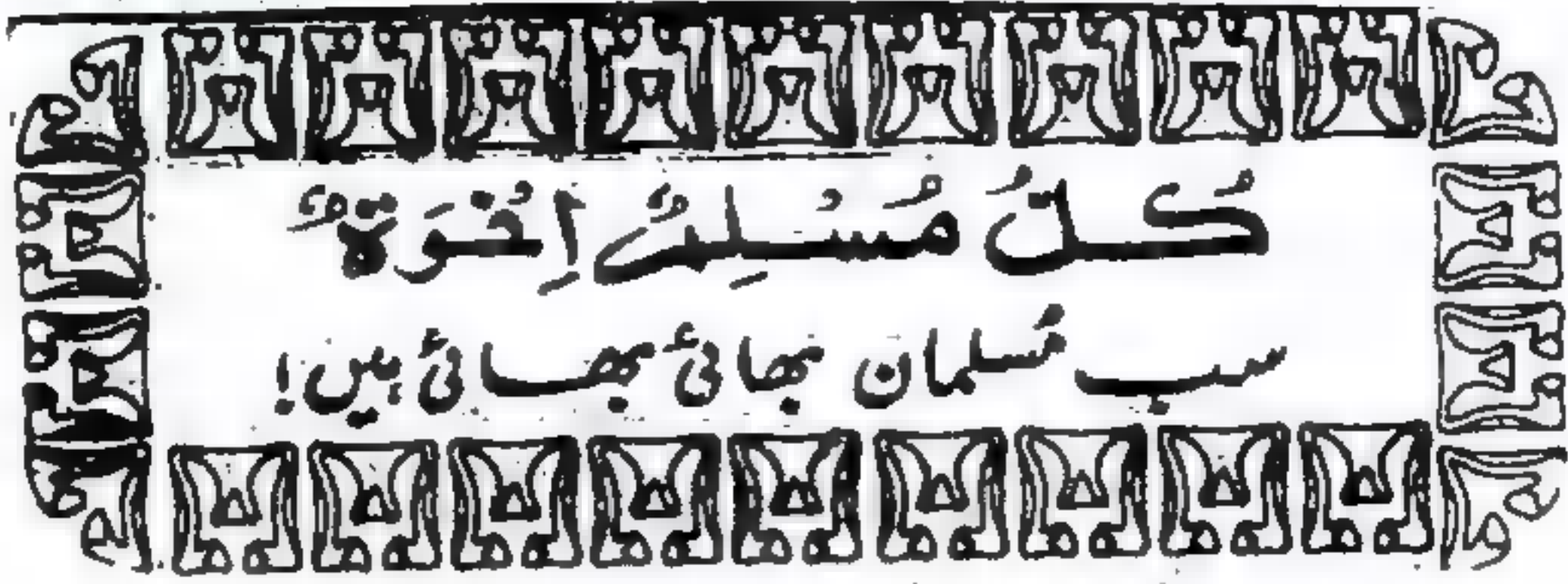
✓ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد سابق سیکرٹری جنرل تنکو عبدالرحمن نے تجویز پیش کی کہ دوسری سربراہی اسلامی کانفرنس پاکستان میں منعقد کی جائے اور سعودی عرب کے شاہ فیصل اور پاکستان کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو اس کے محرک ہوں۔

اکتوبر میں عرب اسرائیل کی جنگ نے یہ ثابت کر دیا کہ دنیا بھر اسلام اور عرب ممالک کی طاقت کا راز اتحاد میں ہے۔ دوسری سربراہی کانفرنس کا مقصد عرب ممالک کے مقاصد کے لئے پورے عالم اسلام کی تائید و حمایت حاصل کرنا ہے۔ وزیر اعظم نے اس تجویز کی پر زور اور دلی حمایت کی۔ جلالہ الملک شاہ فیصل نے بھی اس کی پر زور تائید کی۔ اس کے بعد سیکرٹری جنرل تنکو عبدالرحمن ۲ تا ۵ نومبر ۱۹۷۴ء پاکستان میں تشریف فرما رہے اور اس تجویز کی تفصیلات پر تبادلہ خیال کیا۔ اس کے بعد وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کئی اسلامی ملکوں کے سربراہوں کو وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے کانفرنس میں شرکت کرنے کی دعوت دی۔

اور یہ ان کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ تیس سے زائد مسلمان ممالک کے سربراہ لاہور کے تاریخی شہر میں منعقد ہونے والی تاریخ ساز اور سنگ میل کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اہل پاکستان کے لئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ حرم کے پاسباں اور مسلمان ملکوں کے حکمران اسلامی کانفرنس پر لاہور میں جمع ہوئے۔

یہ عظیم الشان اجتماع لاہور میں طاقوت کے خلاف جہاد اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے ایک مضبوط مرکز ثابت ہو گا۔ اور پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے عالم اسلام کے اتحاد اور اسلامی سربراہ کانفرنس کے انعقاد کے لئے جو سر توڑ کوششیں کی ہیں آئے والے وقت کا نتائج نگار انھیں درخشندہ حروف میں رقم کرے گا۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں پہلی بار عالم اسلام کی نامور شخصیتیں، برگزیدہ ہستیاں اور ذیشان سلطان و حکمرانوں ایک ساتھ لاہور میں جمع ہوئے۔ تاریک بر اعظم کے دوسرے کنارے سے لے کر درہ خیبر کے اس پار سے فرزندان توحید ایک جذبہ، ایک نصب العین، ایک لائحہ عمل، ایک قرارداد ایک عظیم منشور، ایک یقین محکم اور مقصد عظیم لے کر پاکستان آئے تھے۔ یہ ایک عظیم النظیر تاریخی اور ملی اجتماع تھا۔

اہل پاکستان کے لئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ انھیں ملت اسلامیہ کے برادر مسلمان ملکوں کے رئیسوں، حکمرانوں، سلطانوں، شہنشاہوں، رہنماؤں اور لیڈروں کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ یہ اسلامی کانفرنس، اس کا بین ثبوت ہے کہ اسلامی ملکوں کا مستقبل انتہائی تابناک ہے۔ یہ اسلامی کانفرنس مسلمانان عالم کے اتحاد کی نقیب ہوگی، انشا اللہ۔



اتحاد بین المسلمین

ایک خدا — ایک رسول — ایک کتاب

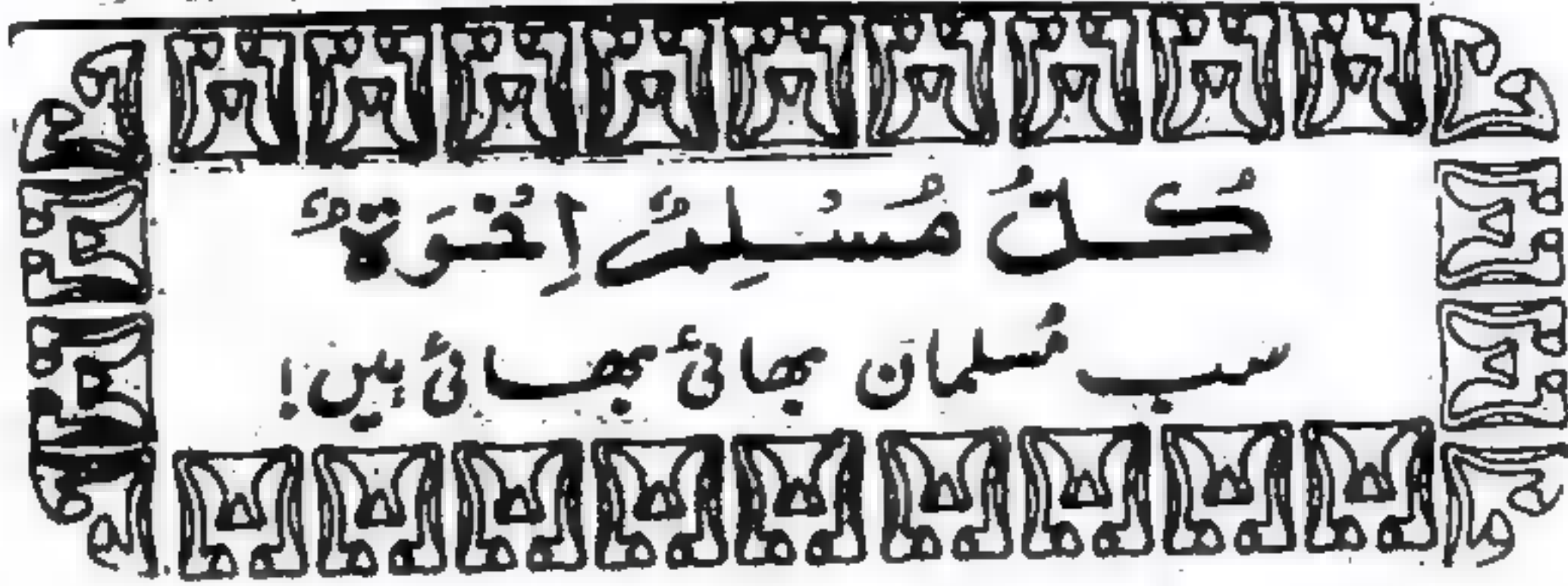
اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں۔ رنگ اور زبان کی تفریق کو وہ ایک نشان ضرور تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد قرار نہیں دیتا۔ انسان کے تمام دینی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ اہل رشتہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے۔ وہ ایک ہے۔ پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ اگرچہ سمندر کے طوفانوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے دور دراز گوشوں اور جنس و نسل کی تفریق نے ان کو ایک دوسرے سے جدا ہی کیوں نہ کر دیا ہو۔ یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور داعی اسلام کی دعوت تھی۔ جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا۔ مگر صحرائے افریقہ میں بھی اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل بقیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیدار چین سے شہیدان لا الہ الا اللہ کی بازگشت گونجی۔ یہ تمام دنیا کی مختلف قومیں زمین کے دور دراز گوشوں پر بسنے والی آبادیاں گریا ایک ہی گھر کے عزیز تھے۔ یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی تھی ہر وہ انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا۔ اس برادری میں شامل ہو گیا۔ خواہ مصری ہو، خواہ نائیجیریا کا حبشی، خواہ فلسطینیہ کا تعلیم یافتہ ترک۔ اگر وہ مسلم ہے تو اس ایک خاندان توحید کا فرد ہے، عضو ہے جس



کا گھرانہ کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ تمام قومیں اس کی عزیز ہیں۔ دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں لیکن یہ رشتہ اسلام کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جائے۔ بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام خون اور نسل کے باندھے ہوتے پیمان وفاق ٹوٹ جائیں۔ مگر جو رشتہ — چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے، ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے اور ایک پاکستانی یا ہندوستانی مسلمان کو مکہ معظمہ کے مسلمان سے پیوست اور ایک جان کرتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اسے توڑ سکے۔ اور اس زنجیر کو کاٹ سکے۔ جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسان کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے جکڑ دیا ہے۔ جب سے اسلام دنیا میں موجود ہے یہ اخوت اور وحدت بھی موجود رہے گی اور یہ اخوت خوں نشاں ہلال کی صورت میں اسلام کے معرض وجود میں آنے سے لے کر اب تک یہ اعلان کرتی چلی آرہی ہے کہ اگر کسی ایک بھی مسلمان پر تلوار اٹھائی گئی تو دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کی تلواریں اس کی حمایت میں یکایک اٹھ جائیں گی۔ یہ اخوت مسلمان کی میراث ہے، ورثہ ہے۔

ذیل میں ہم وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ایک بہت اہم اور پرافض تقریر سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ یہ تقریر انھوں نے ۲۲ فروری ۱۹۷۸ء کو یونیورسٹی آف جنوبی کیلے فورٹیا میں اس وقت کی تھی جب وہ طالب علم تھے۔ تقریباً انتیس برس سے قبل جناب بھٹو نے اسلامی مالک کی فیڈریشن (FEDRATION) کے قیام پر زور دیا تھا۔ جناب بھٹو نے اپنی اس تقریر میں کہا:

ہمارا اسلامی ورثہ! میں کیسے اپنے اس ورثہ اسلامی کی تاریخ کا ذکر شروع کروں ہمارا اسلامی ورثہ بہت قیمتی ہے۔ اب میں یہ بات کیسے واضح کروں کہ آپ کی تہذیب ہماری تہذیب نے کیسے جذب کی۔ یا دونوں تہذیبوں میں کوئی ایسا نقطہ اتصال بھی موجود ہے۔ کہ جہاں یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی یا ہماری تہذیب میں کوئی مماثلت بھی تھی کچھ لوگوں کا کہنا کہ اختلافات جلیبی جنگوں سے شروع ہوا ہے، بعض دوسرے لوگوں کا کہنا ہے



اتحاد بین المسلمین

ایک خدا — ایک رسول — ایک کتاب

اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں۔ رنگ اور زبان کی تفریق کو وہ ایک نشان ضرور تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد قرار نہیں دیتا۔ انسان کے تمام دینی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ اہل رشتہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے۔ وہ ایک ہے۔ پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ اگرچہ سمندر کے طوفانوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے دور دراز گوشوں اور جنس و نسل کی تفریق نے ان کو ایک دوسرے سے جدا ہی کیوں نہ کر دیا ہو۔ یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور داعی اسلام کی دعوت تھی۔ جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا۔ مگر صحرائے افریقہ میں بھی اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل بقیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیوار چین سے شہیدان لا الہ الا اللہ کی بازگشت گونجی۔ یہ تمام دنیا کی مختلف قومیں زمین کے دور دراز گوشوں پر بسنے والی آبادیاں گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے۔ یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی تھی ہر وہ انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا۔ اس برادری میں شامل ہو گیا۔ خواہ مصری ہو، خواہ نائیجیریا کا حبشی، خواہ فلسطینیہ کا تعلیم یافتہ ترک۔ اگر وہ مسلم ہے تو اس ایک خاندان توحید کا فرد ہے، عضو ہے جس

کا گھرانہ کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ تمام قومیں اس کی عزیز ہیں۔ دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں لیکن یہ رشتہ اسلام کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جائے۔ بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمان وفاق ٹوٹ جائیں۔ مگر جو رشتہ — چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے، ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے اور ایک پاکستانی یا ہندوستانی مسلمان کو مکہ معظمہ کے مسلمان سے پیوست اور ایک جان کرتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اسے توڑ سکے۔ اور اس زنجیر کو کاٹ سکے۔ جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسان کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے جکڑ دیا ہے۔ جب سے اسلام دنیا میں موجود ہے یہ اخوت اور وحدت بھی موجود رہے گی اور یہ اخوت خوں نشاں ہلال کی صورت میں اسلام کے معرض وجود میں آنے سے لے کر اب تک یہ اعلان کرتی چلی آرہی ہے کہ اگر کسی ایک بھی مسلمان پر تلوار اٹھائی گئی تو دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کی تلواریں اس کی حمایت میں یکایک اٹھ جائیں گی۔ یہ اخوت مسلمان کی میراث ہے، ورثہ ہے۔

ذیل میں ہم وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ایک بہت اہم اور پرافض تقریر سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ یہ تقریر انھوں نے ۲ فروری ۱۹۷۸ء کو یونیورسٹی آف جنوبی کیلے فورنیا میں اس وقت کی تھی جب وہ طالب علم تھے۔ تقریباً انتیس برس قبل جناب بھٹو نے اسلامی مالک کی فیڈریشن (FEDERATION) کے قیام پر زور دیا تھا۔ جناب بھٹو نے اپنی اس تقریر میں کہا :

ہمارا اسلامی ورثہ! میں کیسے اپنے اس ورثہ اسلامی کی تاریخ کا ذکر شروع کروں ہمارا اسلامی ورثہ بہت قیمتی ہے۔ اب میں یہ بات کیسے واضح کروں کہ آپ کی تہذیب ہماری تہذیب نے کیسے جذب کی۔ یا دونوں تہذیبوں میں کوئی ایسا نقطہ اتصال بھی موجود ہے۔ کہ جہاں یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی یا ہماری تہذیب میں کوئی مماثلت بھی تھی کچھ لوگوں کا کہنا کہ اختلافات جلیبی جلیبی گوں سے شروع ہوا ہے، بعض دوسرے لوگوں کا کہنا ہے

کہ قسطنطنیہ کی خوزیز جنگوں میں تہذیبی تبدیلیوں کا سراغ مل سکتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تہذیب کی تبدیلی کا آغاز حبشیوں کے اسپین کو فتح کرنے کے بعد ہوا۔ یہ باتیں بھی عام ہیں کہ مغرب اور مشرق کی تہذیب کا انحطاط سر تھا مسوے راڈ کے دور سے شروع ہوا جب اس نے ہندوستان کے شہنشاہ جہانگیر سے پنجے لڑانا شروع کئے۔ ان تمام باتوں سے پردہ اٹھانے کے لئے اسلامی تاریخ کے کسی ایک نہ ایک تابناک دور سے روگردانی کے مترادف ہوگا۔ مثلاً حضرت عمر کی لافانی شخصیت۔ خالد بنے ولید کی طاقت و عسکری حیثیت۔ اکبر کی دانائی اور فراست۔ طارق ص کی شجاعت کے علاوہ حضرت علی، حضرت ابو بکر اور عامر وغیرہ کی نادر روزگار شخصیات کا ذکر کئے بغیر ہی اسلامی ورثہ پر گفتگو کرنی پڑیگی ہیں اب کیسے یہ جزآت کر سکتا ہوں۔ کہ اسلامی ورثہ پر بات کروں اور ان اعلیٰ کردار اور باعث افتخار شخصیات کا ذکر بھی نہ آئے..... ہماری زندگیوں میں مغربی تہذیب کا اثر صلیبی جنگوں کے بعد ہی آیا۔ میں آج کی گفتگو میں اسلام کے کمال اور ثنائستگی کو اپنے ظاہر ثنائستگی کے مطابق آپ پر واضح کرنے کی سعی کروں گا۔ کیونکہ میں اسلام کے کمالات کو ذاتی طور پر تسلیم کرتا ہوں اور اس میں کچھ کار نمایاں کرنے کا متمنی ہوں۔ کیونکہ میں مسلمانوں کی کسی بھی ناکامی کو اپنی ذاتی ناکامی سمجھتا ہوں اور مسلم دنیا کے انحطاط کو اپنا تہذیبی انحطاط تصور کرتا ہوں۔ کیونکہ مسلم دنیا کے لئے یہ ایک حقیقت واضح ہے کہ ان کا اتحاد نزاع اور پھوٹ کا شکار ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہی مسلمانوں کا شیرازہ بکھ رہا ہے۔ یہ بات شاید آپ کے لئے حیران کن ہو لیکن یہ ایک حقیقت ضرور ہے آج مسلمانوں میں اگر کوئی رابطہ قائم ہے وہ صرف مذہب کا ہے۔ اس مذہبی تاریخ کا ہے جس سے ان کا ماضی وابستہ ہے۔ اور اسی وجہ سے صرف مسلمان ایک دوسرے سے قریب ہیں یا ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اور یہی مذہب کا ایک اہم ترین حصہ ہے یہی خیال مسلمانوں کے باہمی ملاپ کی وجہ سے جغرافیائی حدود کے اندر بھی ایک حد فاضل ہے جو مسلمانوں کو یورپ سے لے کر ایشیا کے دور دراز علاقوں تک آپس میں منسلک کئے ہوئے ہے۔

میں یہاں اس لئے موجود نہیں کہ آپ پر اسلام کی تبلیغ کروں یا آپ کو اسلامی طاقت اور اتحاد سے ڈراؤں۔ میں تو صرف آپ کو اسلام سے روشناس کرانا چاہتا ہوں جو ماضی میں ایک چمکتا اور دمکتا مذہب تھا۔ آج بھی جس کی خوشبو باقی ہے۔ اور اس کی خوشناتی رہتی۔ دنیا تک قائم رہے گی۔ اسی لئے ہم اسلام کے مستقبل پر کسی خاص نقطہ نظر سے غور کرتے ہیں۔ مجھے یہ بات بھی آپ پر عیاں کر دینی چاہیے۔ کہ جب کہ میں مذہب پر آپ سے گفتگو کر رہا ہوں کہ میں بھی کوئی پارسیا یا دیندار مسلمان نہیں۔ میں باقاعدگی سے نماز ادا نہیں کرتا۔ میں پورے روزے بھی نہیں رکھتا۔ نہ ہی میں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ میں ایک گناہ گار مسلمان ہوں۔ لیکن میں اسلام کے ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی ورثے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ میں آپ سے اسلامی عقائد کی خصوصیات کے بارے میں گفتگو نہیں کروں گا۔ صرف میں اسلام کی سیاسی اور ثقافتی ترقی کا ذکر کروں گا۔

صنعتی انقلاب سے پہلے اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا جو مغربی اور مشرقی طاقتوں کے لئے ایک چیلنج رہا۔ مشہور مورخ ٹائٹس لیبے کہتا ہے کہ کیونززم کے ارتقاء سے صدیوں سے قبل تک ہمارے آباؤ اجداد کے لئے اسلام ہی ایک خطرہ تھا۔ سولہویں صدی میں اسلام نے مغربی دنیا کے لوگوں کے دلوں میں وہی مقام حاصل کر لیا تھا۔ جو بیسویں صدی کے لوگوں میں کیونززم نے حاصل کیا۔ آج کے کیونززم کی طرح اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا جو لوگوں کے لئے ایک دو دھاری تلوار تھا اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مادی دماغ یا بڑی ڈھال موجود نہ تھی۔

مسلمانوں نے آرٹ، کلچر، فلاسفی اور سائنس کے میدان میں بڑی کامیابی حاصل کی اب میں کیسے حافظ سے اقبال تک کے زمانے کا مختصر حال بیان کروں۔ میں آپ کو کیسے یہ کہوں کہ آپ دُزارک کہ فنون لطیفہ ملاحظہ کریں۔ اور پھر مسلمانوں کے کلچر کی داد دیں۔ چاہے یہ فن آپ کو یروشلم کی مسجد میں دکھائی دے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنوائی یا لاہور کے بادشاہی مسجد میں یا دہلی کی جامع مسجد کی تعریف کریں یا فتح پور سیکری کا تاریخی شہر پیغمبر اسلام کے پروانوں نے جہاں جہاں بھی اپنی حکومت قائم کی یا جہاں ان کا اثر رہا انہوں

نے اپنی روایات کو پھیلایا۔ اور ایسی اسلامی روایات قائم کیں۔ ایسی یادگاریں جیسی قاہرہ میں یروشلم میں، بغداد میں لاہور اور دہلی میں دکھائی دیتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شاندار مسجد مسجد حسینی اور دہلی کا قطب مینار ایسی عظیم یادگاریں ہیں۔ جو مسلمانوں کے تخلیقی ذہن اور کلچر کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

✓ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسلمانوں کے بڑے کارنامے ہیں جن میں تلج محل مسلم فن تعمیرات کا ایک قابل فخر کارنامہ ہے جس کو ہم روحانی جذبات کے تحت LOVE "IN MARBLE" کہہ سکتے ہیں۔ لاہور کا شالیہار باغ اور کشمیر کا شاط باغ جو اپنے خوب صورت باغات، احاطوں اور ٹھنڈی آب و ہوا، قدروں اور پھولوں کے ساتھ دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ جی ایتھ ویلزن نے لکھا ہے کہ مغلوں کے زمانے کے فن کارانہ تعمیرات کے نمونے آج بھی بہت دیکھے جاسکتے ہیں جب بھی لوگ ہندوستان کے آرٹ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں مغلوں کا عظیم دور آجاتا ہے۔ اس جنگِ یہ بات باعثِ دلچسپی ہوگی کہ جب تک مغلوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ بہت وحشی اور غیر مہذب تھے اور ان کے جنگجو آباء نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تو وہ چنگیز خاں سے زیادہ مہذب اور باوقار ہوتے گئے۔

مسلمانوں نے علم اور تناسس کے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اب میں ان کا تذکرہ کروں گا۔

الانہر یونیورسٹی دنیا میں سب سے بڑی طالب علموں کی آماجگاہ ہے۔ اور اس کو مسلمانوں کی تہذیبی ورثے کی یادگار بھی کہا جاسکتا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان ہی اس کو بڑا رتبہ ہے اس کے بعد استنبول کی یونیورسٹی ہے۔ اس کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کا دارالعلوم تھی۔ حیدر آباد دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی بھی مسلمانوں کی مشہور درسگاہ ہے اس کی بہترین عمارت اور شاندار محرابوں کو دیکھئے۔

جنگِ عظیم اول کے دوران برصغیر کے مسلمانوں نے ترکی کے مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا تھا اور جب ۱۹۱۱ء میں ترکی پر حملہ ہوا تو برصغیر کے مسلمانوں میں ترکوں کے

محابت اور ہمدردی کا جذبہ دیدنی تھا۔ ایک عظیم ہمدردی کی لہر تھی جو مسلمانوں میں دوڑ گئی ان دنوں برصغیر کے مسلمان لیڈروں میں محمد علی جوہر اور ان کے بھائی نے ترکوں کی حمایت کی۔ مسلمانوں کا جذبہ برقرار رکھنے کی پاداش میں گرفتار کئے گئے۔ خلافت تحریک نے مسلمانوں میں اسلامی ملک اور قوم کے برادرانہ تعلقات کی نیرو رکھی۔ مسلم اخوت بڑھی۔

علامہ اقبال (جو پاکستان کے ایک نامور شاعر تھے) نے ترکوں کی قسمت پر مسلمانوں کے جذبات کی عکاسی کی۔ اور جب کمالے پاشا کا انتقال ہوا تو مسلمانوں میں غم و یکس کی لہر دوڑ گئی۔ میں ان دنوں بہت چھوٹا تھا لیکن مجھے یاد ہے کہ میرے نوکر نے جس کے آنکھوں میں آنسو تھے مجھے بتایا کہ کمالے پاشا کا انتقال ہو گیا ہے اس نے مجھے بتایا کہ یہ خبر سننے سے اچھا تو یہ ہوتا کہ مجھے بتایا جاتا کہ میرا بیٹا مر گیا ہے۔ کمالے پاشا کو موت نہیں آئی ہے۔

اسی طرح انڈونیشیا اور عرب ممالک کے مسلمانوں کے لئے برصغیر ہی نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں میں برادرانہ اخوت کا جذبہ پایا جاتا ہے جنگ عظیم دوم کے بعد ہم اپنے ملک میں ایران کے بحرانی حالات پر اہمیت دیتے تھے اور ہم کو بڑی خوشی ہوئی کہ دنیا کے مسلمانوں ہماری نوزائیدہ مملکت کے بارے میں اتنی برادرانہ اخوت کا جذبہ رکھتے ہیں۔

اخوت اور بھائی چارے کے جذبات سے لبریز وزیر اعظم

بھٹو کی ایک اور ولولہ انگیز تقریر درج ذیل ہے :

رئیس الوزراء ذوالفقار علی بھٹو دیلن

فی السراء والضراء، فی الحرب والسلام نحن مع العرب دائما

جنگ ہو یا امن ہم ہر حالت میں
عربوں کے ساتھ ہیں

۲۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو پارلیمنٹ میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بحث پر اختتامی تقریر

کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے سربراہی کانفرنس کے

متعلق پاکستان کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا :-

”جناب سپیکر! اب میں سربراہی کانفرنس کے سوال پر آتا ہوں۔ میں حزب اختلاف کے اراکین اور سرکاری بیچوں پر تشریف فرما اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ان جذبات کے لئے شکر گزار ہوں جن کا اظہار انہوں نے اس کانفرنس کے متعلق کیا ہے مشرق وسطیٰ کے تصادم میں پاکستان نے ہمیشہ عرب ممالک کی تائید کی ہے۔ اسرائیل کے ساتھ اس تصادم میں پاکستان ہمیشہ اپنے دوستوں کے ساتھ رہا ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس تصادم میں ہم نے اس سے کہیں زیادہ کیا ہے جس کی توقع کسی ایسی مملکت سے کی جاسکتی ہے جس کے حالات ہم جیسے ہوں۔ جو دھمکیوں کی زد میں ہو۔ یہیں فخر ہے کہ ہم نے ایک منصفانہ مقصد کی تحقیر ہی بہت خدمت کی ہے۔ اپنے عرب بھائیوں کی مدد کی ہے۔ اگر ماضی میں کوئی ایسی بات ہو گئی تھی جس نے ۱۹۵۶ء میں سوئڈن کے بحران کے موقع یا کسی اور مسئلے پر کوئی غلط فہمی پیدا کر دی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر ہم نے اپنے عرب بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ جس دوستی، جس مستحکم جذبے اور جس خلوص کا مظاہرہ کیا ہے اس نے اس غلط فہمی کو دور کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کے بعد کوئی جنگ نہ ہوگی لیکن اگر ہوئی تو ہمارے موقف میں سرمو فرق نہیں آئے گا۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو ہم عرب عوام کے منصفانہ موقف کی تائید و حمایت کے لئے اس سے بھی زیادہ مدد کریں گے۔ اور خواہ بڑی یا چھوٹی طاقتوں کا رویہ کچھ بھی ہو۔ یہ ہمارا ایمان ہے یہ ہمارا عہد ہے اور ہم اسے پورا کریں گے یہ پاکستانی عوام کے محسوسات ہیں۔“

جب فلسطینی عوام نا انصافی کا شکار ہوئے تو یہ ایک عظیم المیہ تھا۔ نا منصفی کی اس سے بڑی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ ۱۹۴۸ء میں مشرق وسطیٰ میں جو کچھ ہوا اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو گا؟ یہ نا انصافی کی انتہا تھی۔ یہ ایک عظیم قوم کے ساتھ جنگ دلانہ عمل تھا عربوں میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے عرب ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کے عرب نہیں۔ وہ ۱۹۵۶ء یا ۱۹۶۷ء کے عرب بھی نہیں، یہ واضح ہو چکا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان سے ہونے والے انصاف کا راستہ نہیں روک سکتی۔ انھوں نے پچیس سال سے زائد

عرصے کے لئے مصائب برداشت کئے ہیں۔ وہ چار جنگوں میں سے گزر چکے ہیں انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا ہے۔ اور آج وہ ایک بیدار قوم ہیں۔ انہوں نے دنیا کو دکھا دیا ہے کہ ان کی تہذیب بھرپور اور عظیم ہے انہوں نے دنیا کی طاقتوں کو ایک رات میں بدل کر رکھ دیا ہے آج مغربی دنیا جو مشرقی دنیا پر ایسے تسخر کی نظر ڈالتی تھی جو حقارت سے خالی نہ تھی مشرقی دنیا کے وسائل کی محتاج ہے۔ عرب اقوام کے وسائل کی محتاج کون ہیں جن کے پاس دولت ہے اور کون ہیں جو اس سے محروم ہیں؟ ہم صدیوں سے دولت سے محروم چلے آئے ہیں۔ آج عربوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ مغرب اپنی تمام تر دولت کے باوجود ایک نہایت اہم دائرے میں تلاش محض ہے۔ ہم عربوں کی سعی و جہد کو سلام کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہر جگہ ہو یا امن ہم ہر حالت میں ان کے ساتھ ہیں۔ موجودہ اسلامی سربراہی کا نفرنس پاکستان میں عربی عوام کے منصفانہ اور لائق احترام موقف کے ساتھ اسلامی اتحاد اور استحکم تائید کا اظہار کرنے کے لئے منعقد ہو رہی ہے۔

ہم اس کانفرنس کا میزبان بننے پر فخر محسوس کریں گے یہ کانفرنس کیونکہ تیس یا اس سے زائد ممالک کی کانفرنس ہے اور کیونکہ ہمیں ہر مملکت سے انفرادی طور پر انعقاد کی متفق علیہ تاریخوں کے لئے باہمی مشورے کرنا تھے۔ اس لئے تاریخ کا تعین قدرے مشکل ہو گیا تھا۔ ایک موقع پر ہم نے سمجھا کہ ۱۵ جنوری کو کانفرنس کا انعقاد ممکن ہو سکے گا لیکن دو یا تین سربراہان مملکت کی مصروفیات کی وجہ سے ان سب نے استدعا کی ہے کہ کانفرنس کو فروری کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔

آج مجھے پاکستان کی قومی اسمبلی کو کانفرنس کی تاریخوں کے متعلق مطلع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ یہ وہ تاریخیں ہیں جن کی حتمی منظوری دی جا چکی ہے۔ ان پر تمام مسلمان ممالک متفق ہیں۔ جیسا کہ آپ حضرات کو علم ہے، کانفرنس لاہور میں ہوگی۔ سب سے پہلے وزیرائے خارجہ ۱۵ اور ۲۰ فروری کو اجلاس کریں گے۔ ۲۰ فروری کو کوئی اجلاس نہیں ہوں گے کیونکہ اس دن سربراہان مملکت کی تشریف آوری شروع ہو جائے گی اور قدرتی طور پر وزیرائے خارجہ ان کے استقبال کے لئے جائیں گے۔ ظاہر ہے ہم بھی ان سے ملاقات کے لئے وہاں موجود ہونگے

سربراہان مملکت کی کانفرنس ۲۲ فروری کو شروع ہو جائے گی اور دو دنوں تک جاری رہیگی۔ ضرورت پڑی تو تین دنوں تک بھی جاری رہ سکتی ہے۔ لاہور خوب صورت شہر ہے اس کے باشندے گرجوش بھی ہیں اور باشکوہ بھی، میں جانتا ہوں کہ وہ مسلمان قائدین ہمارے دوستوں اور بھائیوں کا شاندار استقبال کریں گے۔ ہم پاکستان میں اپنے مہمانوں کے قیاموں کو خوش آمدند اور باآسائش بنانے کے لئے اپنی میزبانہ روایات کے عین مطابقت ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ہم اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ یہ کانفرنس بین الاقوامی اہمیت کی حامل ہوگی۔ ہم سب کو امید ہے اور ہماری دعا ہے کہ کانفرنس مسلم اتحاد، مسلم یک جہتی اور سب سے بڑھ کر مشرق وسطیٰ کے تصادم کو منصفانہ اور باعزت طریقے سے حل کرنے کے کام کو آگے بڑھانے میں مدد دے گی۔ یہ کانفرنس کا مقصد ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کانفرنس اس مقصد کو آگے بڑھانے میں عرب سربراہی کانفرنس سے ایک قدم آگے بڑھ سکے گی۔

عالم اسلام کے جلیل القدر رہنما لاہور میں ایک عصر آفریں اجتماع کے لئے یکجا ہوئے۔ پاکستان کو بڑی مسرت اور فخر ہے کہ اس مہتمم بالشان اجتماع کے لئے اس کی سر زمین کو منتخب کیا گیا۔ پاکستان خود برصغیر میں اسلامی قومیت کے تصور کی پیداوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ہر مرحلے پر اور ہر معاملے میں اسرائیل کی شدید ترین مخالفت کی ہے۔ اس نے جیہودی مملکت کو تسلیم کرنے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنے سے ہمیشہ انکار کیا ہے اسے خوشی یہ ہے کہ موثر لاہور میں منعقد ہوئی۔ جہاں شاعر مشرق علامہ اقبال نے اسلامی نشاۃ ثانیہ اور اتحاد بین المسلمین کا روح پرور درس دیا۔

قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان قائم کر کے اسے عملی شکل دی اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اس مملکت کو استحکام بخشا۔

۲۲ فروری ۱۹۷۴ کو پاکستان میں دنیائے اسلام کے جو زعماء تشریف لائے وہ بلاشبہ مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں ان کا سیاسی اور اقتصادی نظام جدا جدا ہے۔ ان کی زبانیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں رنگ اور نسل کے اعتبار سے بھی وہ مختلف ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ سب ایک ہیں ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں ان کا ماضی

مشترک ہے۔ ان کے مستقبل کے عزائم یکساں ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایک خدا — ایک رسول — اور — ایک قرآن پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ ایک ایسے رشتہ اخوت میں منسلک ہیں جو تمام امتیازات اور اختلافات سے بالاتر ایک ابدی رشتے میں منسلک ہیں۔

توحید کی تسبیح کے یہ دانے اب تک بچھڑے ہوئے تھے۔ کچھ تو اسلام کے دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اور کچھ مسلمانوں کی اپنی کوتاہیوں کے باعث۔ لیکن اسلامی اتحاد کی تڑپ امت محمدی کے ہر حلقہ بگوش کے دل میں ہمیشہ موجود رہی ہے۔ آج یہ خواب ایک حقیقت بن رہا ہے۔ آج ہمارے دل اس یقین سے معمور ہیں کہ ہم پھر ایک عظیم طاقت بن جائیں گے اور جبر و استبداد، جارحیت اور استعماریت کا سرکچل کر دنیا میں امن، انصاف اور انسانی مساوات کا بدل بالا کریں گے۔

عالم اسلام اگرچہ اس وقت تک سیاسی طور پر متحد نہیں رہا۔ لیکن جغرافیائی اور روحانی طور پر اسے ہر دور میں ایک وحدت کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ہم ایک ہوں یا نہ ہوں ہمارے دشمنوں نے ہم کو ایک ہی سمجھا ہے، غیر مسلم طاقتیں ہر دور میں ہر علاقے کے مسلمانوں کے ساتھ یکساں طور پر معاندانہ سلوک کرتی رہی ہیں لہذا ان کا مقابلہ اور اپنے مسائل خود آپ حل کرنے کے لئے اب متحد ہو چکے ہیں۔

اس تاریخ ساز اجتماع نے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان متحد ہیں اگر کفر طرقت واحد بن سکتا ہے تو ملت اسلامیہ بھی اللہ کی رسی کو تھامنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ تاریخ نے ہم کو نادر موقع دیا ہے۔ اسرائیل کے قیام کے بعد پہلی بار صیہونیت کو پسپا ہونا پڑا ہے اور ہمارے سرفروشی بھائیوں کے جذبہ جہاد کی بدولت دنیا بھر کے مسلمانوں میں یہ اعتماد افزا احساس بیدار ہوا ہے کہ وہ بھی ایک عالمی طاقت ہیں۔ اب اس طاقت کو موثر اور بار آور بنانا ہمارا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو بے اندازہ وسائل سے مالا مال کیا ہے ابھی تک یہ دولت ہمارے دشمنوں کی طاقت اور خوشحالی کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔ اب ہمیں خود اس سے

استفادہ کر کے اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں ایک ساتھ سیاسی، سفارتی، اقتصادی اور فوجی محاذ پر لڑنے کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔ ہمیں قبلہ اول کی بازیابی اور عرب سرزمین کو جیہ ہونیوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے ان کے شانہ بشانہ لڑنے کو تیار رہنا چاہیئے۔ اس کے لئے ہمیں خود اپنی قوت پر انحصار کرنا ہو گا۔ اقوام عالم کی طاقت کا راز محض ان کے اسلحہ اور مال و دولت میں نہیں ان کے اتحاد میں مضمر ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مومر لاہور دنیائے اسلام میں ایک نئے قوت آفریں اور تاریخ ساز اتحاد کا نقطہ آغاز ثابت ہوگی۔

مسلم اتحاد زندہ باد
مسلم اتحاد پائندہ باد



صدرِ پاکستان جناب فضل الرحمن چودھری کا

پیغام

ارشاد نبوی ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تیرہ سو سال قبل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی اشتراک عمل کا جو سبق دنیا کو دیا تھا، عالم اسلام کو چاہیے کہ وہ بنی نوع انسان کو اسی اخوت کا درس دے مجھے امید ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اسلامی سربراہ کانفرنس اسے عملی شکل میں ڈھالے اور عالم اسلام کو اتنی طاقت دے کہ وہ ہر قسم کے چیلنج کا مقابلہ کر سکے۔ مجھے یقین واثق ہے کہ اس تاریخی کانفرنس کے فیصلے عالمی اہمیت کے مسائل کے تصفیے خصوصاً بیت المقدس اور مشرق وسطیٰ میں منصفانہ اور باعزت امن کے قیام اور ان امور کے متعلق اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد میں مددگار ثابت ہوں گے۔ پاکستان کانفرنس سے منعقد کرنے کے اعزاز پر فخر مند ہے۔ اور ہر پاکستانی کو اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے اظہارِ محبت کا موقع ملنے پر خوشی ہے اور مجھے یقین ہے

کہ وہ پاکستان میں قیام کے دوران اپنے معزز مہمانوں کی خوشی اور آسائش کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کریں گے۔

اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہو گا کہ ساری دنیا کی نگاہیں اس کا نقشہ پر لگی ہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ اس کے نتائج سے مسلمان ملکوں کا اتحاد مضبوط ہو گا۔ اور دنیا میں امن کو فروغ ملے گا۔

موتمر عالم اسلامی

رابطہ عالم اسلامی

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ہمارے سربراہ اسلامی اتحاد اور مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے لئے متحدہ جدوجہد کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں، اس موقع پر ہم پاکستانی جسے قدر خوشی منائیں کم ہے۔ کیونکہ اسلامی اتحاد کے لئے سب سے زیادہ کوششیں برصغیر کے مسلمانوں نے کیں ہیں اس ضمن میں موتمر عالم اسلامی کے سیکرٹری جناب انعام اللہ خاں کے ایک انٹرویو سے اقتباسات درج ذیلے ہیں جس سے یہ سمجھنے میں بہت آسانی ہو جائے گی کہ موتمر عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے گذشتہ ۵۰ سالوں سے اتحاد اسلامی کے لئے کیا کچھ ہوتا رہا ہے۔

عالم اسلام اپنی جگہ پر ایک مستقل دنیا ہے اس کی اپنی قدریں اور اس کا اپنا اخلاقی ضابطہ ہے۔ اس کے اپنے حرام اور حلال کے اصول ہیں۔ اس کے اپنے جائز و ناجائز کے قوانین ہیں۔ مختصر یہ کہ ایک ایسی دنیا ہے جو عقیدہ اعمال آئین اور ضابطہ کے نقطہ نگاہ سے ایک منفرد دنیا ہے۔ عالم اسلام بحر الکھل سے بحر متوسط تک مختلف ممالک پر مشتمل ہے۔ اس کی جغرافیائی ساخت پر غور کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے ساری دنیا کو کمر سے پکڑ رکھا ہے۔ اس وسیع و عریض علاقے میں تقریباً ۴۶ ممالک ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت اکیاون فیصد سے سو فیصد ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں بیشتر ممالک ایسے ہیں جہاں ۳ سے لے کر ۴۵ فیصد تک مسلمان آباد ہیں۔ ان ممالک میں مختلف رنگ و نسل اور

مختلف زبان بولنے والے لوگ شامل ہیں لیکن رنگ اور نسل اور زبانوں کے مختلف ہونے کے باوجود وہ سب کے سب کلمہ طیبہ کی لڑی میں پروے ہوئے ہیں۔ یعنی ان کا عقیدہ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب پر ہے۔ یا یوں سمجھیے سارا عالم اسلام ایک وسیع و عریض گھر ہے اور یہ اسلامی ممالک اس گھر کے مختلف کمروں کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن آج کا عالم اسلام دشمنان اسلام کی فکری اور نظری سازشوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ بڑی طاقتوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اور مسلمان اپنے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے سے مسلسل ہٹتے جا رہے ہیں۔ لیکن خدا کا شکر ہے آج مسلمان متحد ہونے کی طرف پھر متوجہ ہو رہے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد عالم اسلام کا نقشہ اور اس کے حالات انتہائی دلسوز اور تکلیف دہ ہو گئے۔ اس وقت تک ترکی، ایران اور یمن کے علاوہ کوئی علاقہ آزاد نہیں تھا۔ اس پر آشوب دور میں جبکہ عالم اسلام کے مرکز یعنی خلافت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہو چکا تھا اور ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ اسلامی ممالک کے بعض مسلم اکابرین ان حالات کا بغور مطالعہ کر رہے تھے اور اس بات کی کوشش کر رہے تھے کہ مسلمانان عالم ایک مرتبہ پھر کسی ایک مرکز پر جمع ہو جائیں۔ حضور رسالتؐ کے زمانے میں فطرتاً مسلمانوں کا مرکز ذات اقدس ہی رہی تھی۔ آپؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں کا مرکز خلافت میں منتقل ہو گیا تھا۔ گو یہ مرکز بڑا کمزور تھا لیکن اس کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان خلیفہ ہی کو اپنا رہبر تسلیم کرتے تھے مگر ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد یہ مرکز بھی جو برائے نام تھا بالکل نیست و نابود ہو گیا اور پورا عالم اسلام ایک مہیبت تاریکی میں ڈوب گیا۔ ایسے میں چند مسلمان رہنما جن میں انڈونیشیا کے عمر شوکر دینیو تو مراکش کے عبدالکریم خطابی، مصر کے محمد عبیدہ اور علامہ رشید رضا ہندوستان سے مولانا محمد علی جوہر اور علامہ اقبال میدان عمل میں اتر آئے، تاکہ مسلمانوں کو ایک پھر متحد کر سکیں۔

پہلی مقرر

دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ۱۹۲۶ء میں مسلمانان عالم کا پہلا اجتماع مرحوم شاہ عبدالعزیز ابن سعود کی دعوت پر مکہ معظمہ میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر یہ مسلم رہنما سر جوڑ کر بیٹھے تاکہ

اتحاد کے لئے کوئی مرثد کارروائی کی جائے۔ اس موتمر (کانفرنس) میں جن لوگوں نے شرکت کی ان میں عمر شہد کہ دغیتہ، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی مفتی، کفایت اللہ، علامہ سید سلیمان ندوی، مفتی اعظم فلسطین، محمد امین الحسینی، علامہ رشید رضا، الحاج شیخ اسمعیل الحافظ شیخ ازہر محمد الطواہری ترکی سے ثروت بے وغیرہ نے اس موتمر میں شرکت فرمائی۔

دوسری موتمر

مسلمانان عالم کی دوسری عالمی موتمر مفتی اعظم فلسطین کی دعوت پر بیت المقدس میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں جن علما کرام اور قائدین نے شرکت کی۔ ان میں عراق کے اکبر آیات اللہ کاشف العطاء، ایران سے ضیا الدین طبائی، رجوعہ کو ایران کے وزیر اعظم ہوتے، شام سے شکر القواہلی، رجوعہ شام کے صدر چنے گئے، لبنان کے ریاض الصالح (رجوعہ) میں لبنان کے وزیر اعظم ہوتے، مصر سے سلو باپاشا، جارجیا روس (روس) ترکستان سے سعید شامل، غیاث بیگ اور برصغیر ہندو پاک سے علامہ اقبال، مولانا شوکت علی، مولانا شفیق داؤدی اور مولانا غلام رسول مہر نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں علامہ اقبال نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

مسلمانوں کو اس وقت جس شدت سے اتحاد کی ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ اس اجلاس میں مفتی اعظم فلسطین نے مسلمانان عالم کو یہودی خطرے سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔ اس موقع پر موتمر کے باقاعدہ عہدہ دار بھی مقرر کئے گئے جن میں مفتی اعظم فلسطین کو موتمر کا صدر اور علامہ اقبال کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔ علامہ اقبال کے پاس یہ عہدہ ان کی وفات تک رہا۔ اسی کانفرنس میں یہ بات بھی طے کی گئی کہ مسلمان خواہ کہیں کا بھی ہو وہ ایک ہی امت کا جز ہے۔ موتمر نے کانفرنس کے اختتام پر اپنا ایک سیکرٹریٹ قائم کرتے کا اعلان کیا۔ اس سیکرٹریٹ نے اپنے وفد مختلف اسلامی ممالک کو بھیجے۔ اسلامی اتحاد کی تحریک جاری تھی کہ ۱۹۳۹ میں دوسری عالمی جنگ شروع ہو گئی۔ جس کی وجہ سے مفتی اعظم کو جو سامراجی طاقتوں کے سب سے بڑے دشمن خیال کئے جاتے تھے فلسطین چھوڑنا پڑا۔

مفتی صاحب ضیا الدین طبائی کی مدد سے جرمنی پہنچ گئے۔ اور وہاں سیاسی پناہ حاصل کر لی۔ مفتی صاحب نے عالم اسلام کے لئے بڑے نمایاں کارنامے انجام دیئے تھے۔ عراق میں انگریزوں کے خلاف اور انڈونیشیا میں ڈچوں کے خلاف جدوجہد میں سرگرم حصہ لیا۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ درست ہوگا کہ انڈونیشیا کی آزادی میں مفتی اعظم کا زبردست ہاتھ رہا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد حالات نے ایسا پلٹا دکھایا کہ بیشتر اسلامی ممالک آزاد ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں سب سے بڑی اسلامی مملکت یعنی پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ پاکستان کے قائم ہو جانے سے اس بات کی زبردست امید ہو چلی تھی۔ کہ اب عالم اسلام کے لئے اتحاد کی راہیں بڑی حد تک ہموار ہو جائیں گی اسی خواہش کے پیش نظر فروری ۱۹۴۷ء میں پاکستان میں پہلی اور ویسے تیسری مقرر منعقد ہوئی۔

تیسری مقرر

اس کانفرنس کا افتتاح الحاج خواجہ ناظم الدین نے فرمایا تھا جو اس وقت پاکستان کے گورنر جنرل تھے اس کانفرنس میں پاکستان کے جو حضرات قابل ذکر تھے ان میں علامہ شبیر احمد عثمانی، پروفیسر ابوبکر حلیم خواجہ شہاب الدین اور عبداللطیف بادانی تھے۔ اس کانفرنس کی بہت زیادہ اہمیت اس لئے بھی تھی کہ یہ کانفرنس ایک طویل عرصے کے بعد ہو رہی تھی۔ اس موقع پر جن مسلمان نمائندوں نے اس میں شرکت کی تھی انہوں نے کہا کہ عالمی مسلمانوں کی اس مقرر کو اب مستقل بنیادوں پر قائم ہو جانا چاہیے۔ نیز اس کو مکہ کی پہلی مقرر عالم اسلامی کے نام پر "مقرر عالم الاسلامی" کے نام سے موسوم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اسی اجلاس میں یہ طے ہوا کہ دو سال بعد کراچی میں اس سے زیادہ نمائندہ مقرر لائی جائے۔

جناب انعام اللہ خاں نے بتایا مقرر عالم اسلامی نے مسئلہ کشمیر کے لئے بڑی بھرپور کوششیں کی ہیں چنانچہ اس سلسلے میں سارے عالم اسلام کے مسلمانوں سے دستخط کروائے ایک میل لمبا خریطہ یعنی (SCROLL) اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو پیش کیا تاکہ اقوام متحدہ کے رکن ممالک کو پتہ چلے کہ مسئلہ کشمیر کو سارے عالم اسلام کی تائید حاصل ہے اس

اسکول پر جہاں مفتی اعظم کے دستخط تھے۔ وہاں انڈونیشیا کے وزیر اعظم کے بھی دستخط تھے۔ اس اسکول کے بارے میں عالمی اخبارات نے لکھا تھا کہ یہ ٹاک ہوم اپیل کے بعد سب سے بڑی اور سب سے موثر عوامی اپیل تھی اس خریطہ پر دس لاکھ سے زیادہ لوگوں نے دستخط کئے جن میں تقریباً سارے ہی اسلامی ممالک کے لوگ شامل تھے۔

چوتھی موثر

مؤتمر عالم اسلامی کا چوتھا اجتماع ایک بار پھر کراچی میں منعقد ہوا، جس کا افتتاح خان یاقوت علی خان وزیر اعظم پاکستان نے فرمایا تھا۔ اس کانفرنس میں عالم اسلام کی کئی ممتاز شخصیات نے حصہ لیا تھا۔ جن میں صومالیہ کے صدر عدنان عبداللہ عثمان تیرنس کے جناب حبیب برقیہ قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ جن لوگوں نے شرکت کی ان میں ڈاکٹر عبدالوہاب اعزام سفیر مصر تھے۔ ان کی قیادت میں ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ذمہ مؤتمر کے معاملات کو طے کرنا تھا۔ اس کانفرنس میں کئی اہم فیصلے ہوئے تھے۔ اس موقع پر خان یاقوت علی خان نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا :

پاکستان اس لئے نہیں قائم ہوا کہ دنیا کے نقشے پر ایک اور رنگ بکھر جائے۔ بلکہ پاکستان اس لئے قائم ہوا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرے۔ یاقوت علی خان نے کہا تھا اتحاد عالم اسلامی پاکستان کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ اس کانفرنس میں یہ بات بھی طے کی گئی تھی کہ کسی بھی ایک مسلم ملک پر حملہ سارے عالم اسلام پر حملہ تصور کیا جانا چاہیے۔ پانچویں ایک ہلکی سی جھلک ہم نے ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں دیکھی۔ اس وقت پاکستان پر بھارت کے حملہ سے سارا عالم اسلام یوں محسوس کر رہا تھا کہ جیسے اس پر حملہ ہو گیا۔ ۱۹۵۷ء کی موثر میں یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ تمام مسلم ممالک کے شہریوں کے لئے ویزے کے پابندی ختم کر دیں بالکل اسی طرح جس طرح آج کل اقوام متحدہ اپنے ملازمین کے لئے جو پاسپورٹ جاری کرتی ہے وہ اقوام متحدہ کے تمام رکن ممالک کے درمیان کارآمد ہوتا ہے اسی کانفرنس میں یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ ہر مسلمان کو مسلم ورلڈ سٹیشن شپ دی جائے۔ یعنی ہر مسلمان

ہر مسلم ممالک کا شہری تسلیم کیا جائے۔

ایک تجویز یہ بھی رکھی گئی تھی کہ اسلامی ملکوں کی ایک دولت مشترکہ قائم کی جائے تاکہ تمام مسلم ممالک ایک ہی مرکز کے تحت رہیں۔ ۱۹۵۱ء میں ہونے والی کانفرنس میں مسلم تجویز اکیسویں کے قیام کی تجویز پیش ہوئی تھی۔ جو اب ۱۹۷۰ء کے مسلم وزراء نے خارجہ کی کانفرنس میں باقاعدہ منظور کر لی گئی ہے۔ چنانچہ مسلم نیوز انٹرنیشنل کے نام سے اس ادارہ نے بھی کام شروع کر دیا ہے۔ اس کانفرنس نے اسلامی تہذیب و ثقافت کی ایک تلاش بھی منعقد کی گئی تھی جس میں کئی مسلم ممالک نے اپنے ثقافتی مثال لگائے تھے۔

پانچویں موتمر

۱۹۶۲ء میں بیک وقت مسلم رہنماؤں کے دو اجتماعات منعقد ہوئے، ایک بغداد میں اور دوسرا مکہ شریف میں۔ بغداد میں جو کانفرنس ہوئی وہ موتمر عالم اسلام کے سلسلے ہی کی کانفرنس تھی۔ البتہ مکہ معظمہ میں جو اجتماع ہوا اس کا نام مذوا تھا۔ لیکن بعد میں اس کا نام ”رابطہ العالم الاسلامی“ رکھا گیا جس کا صدر دفتر مکہ معظمہ میں قائم کیا گیا۔ اس ادارے کو شاہ فیصل کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان حج بیت اللہ کے موقع پر ایک دوسرے سے استفادہ کر سکیں اور حج کے اجتماع کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنایا جاسکے۔ ادھر دوسری طرف بغداد میں جو موتمر عالم اسلامی شروع ہوئی۔ اس میں بہت سی تجاویز کے ساتھ ایک تجویز یہ بھی منظور ہوئی تھی کہ اسلامی ممالک جلد از جلد ایک انٹرنیشنل اسلامک ڈیولپمنٹ بنک قائم کریں۔ لہذا وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں یہ تجویز منظور کر لی گئی اور ایک مسلم بنک قائم کر لیا گیا ہے۔

چھٹی موتمر

۱۹۶۳ء میں صومالیہ کے صدر مقام مورغادیشو میں منعقد ہوئی اس کانفرنس میں پہلی مرتبہ کھل کر مسلم سربراہوں سے اپیل کی گئی کہ وہ آپس میں مل کر بیٹھیں اور مسلمانوں کے

مسائل کو طے کرنے کے لئے سرکاری سطح پر کام کا آغاز کریں۔ اس کانفرنس میں یہ بھیجے
 نعرہ بلند کیا گیا کہ افریقہ مسلمانوں کا براعظم ہے۔ اس کانفرنس میں مسلمان سربراہوں سے
 کہا گیا تھا کہ جب غیر جانبدار ممالک کے سربراہ آپس میں مل سکتے ہیں جب سوشلسٹ
 ممالک کے سربراہ اپنی تنظیم قائم کر سکتے ہیں تو ہم مسلمان سربراہ ایک جگہ اکٹھے کیوں
 نہیں ہو سکتے تو ہم مسلمان کیوں متحد نہیں ہو سکتے۔ جبکہ ہمارے متحد ہونے کے امکانات
 سب سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ہم سب کا بنیادی عقیدہ ایک خدا۔ ایک رسولؐ اور
 ایک کتاب پر ہے۔ اس موقع پر صومالیہ کے صدر سے گزارش کی گئی تھی کہ وہ مسلمان
 ملکوں کے سربراہوں کو خطوط لکھ کر اسلامی اتحاد کے لئے آمادہ کریں۔ چنانچہ صد صوبہ
 نے مسلم سربراہوں کو خطوط لکھے۔

ساتویں موتمر

موتمر عالم اسلام کا ساتواں اجلاس اسرائیلی مملکت کے قریب ترین ملک اردن کے
 شہر عمان میں اس وقت ہوا جبکہ اسرائیل کے ساتھ چھ روزہ جنگ میں بیت المقدس
 مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اس اجلاس میں موتمر کے ارکان نے مسلمانوں سے کھل
 کر اپیل کی کہ وہ متحد ہو جائیں۔ ورنہ وہ دن دور نہیں جب اسرائیلی عفریت مکہ معظمہ اور
 مدینہ منورہ پر بھی قبضہ کر لے گا۔ اس موقع پر موشے دایان کے وہ دعائیہ الفاظ پڑھ
 کر سنائے گئے جو اس نے دیوار گریہ کے سامنے کہے تھے۔ موشے دایان نے دیوار
 گریہ کو تھام کر کہا تھا :

”ہم نبیر کا بدلہ لیں گے۔ اور خدا تو نے ہم کو یروشلم تو دلا دیا۔ لیکن
 یثرب اور بابل (عراق) پر ابھی دشمنوں کا قبضہ ہے۔“

رابطہ عالم اسلامی کا نفرش

موتمر عالم اسلامی اور رابطہ عالم اسلامی دو علیحدہ ادارے ہیں یہاں ہم رابطہ عالم اسلامی

کی کانفرنس کے متعلق کچھ تفصیلات بتانا چاہتے ہیں۔

رابطہ کی یہ کانفرنس مکہ معظمہ میں منعقد ہوئی جس کا افتتاح شاہ فیصل نے فرمایا۔ انھوں نے اس موقع پر کھل کر اسلامی اتحاد یک جہتی اور استحکام کا نعرہ لگایا اور اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے بیشتر ممالک کے بذات خود دورے کئے اور وہ اس سلسلے میں پاکستان بھی تشریف لائے تھے وہ جن ملکوں میں نہیں جاسکے وہاں انھوں نے اپنے سفیر بھیجے اور مسلمان ملکوں کو متحد کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ شاہ فیصل کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان متحد ہو کر ملت واحد بن جائیں ان کی خدمات اس سلسلے میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ انھوں نے مسلمانوں اور مسلمان ملکوں کو بیدار کرنے کے لئے زبردست جدوجہد کی۔

—



اسلامی اتحاد و یگانگت کے اس عظیم مظاہرے پر جناب مولانا کوثر نیاز علی
مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات نے جو کچھ فرمایا اس کے اقتباسات درج

————— ذیل ہیں —————

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کا پاکستان میں انعقاد ہمارے لئے ایک بہت
بڑا اعزاز ہے اور اس پر ہم جس قدر فخر کریں کم ہے۔ یہ کتنی خوشی کا مقام ہے
کہ انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک کے علاقوں میں بسنے والے ستر کروڑ سے زیادہ
مسلمانوں کے نمائندے ۲۲ فروری کو ہمارے درمیان لاہور میں جمع ہو رہے ہیں تاکہ
عالم اسلام سے روارکھی جانے والی نا انصافیوں اور مظالم خصوصاً بیت المقدس کے
مسئلہ اور مشرق وسطیٰ کے بحران کا حل تلاش کر کے اس کے لئے لائحہ عمل تیار کیا جائے

میں اس کانفرنس کے شرکائے کرام کو اپنی طرف سے اور پوری ملت اسلامیہ پاکستانیہ کی طرف سے اہلاً و سہلاً مرحبا کہتا ہوں اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیل کے ساحل سے خاک کا شغرتک کے مسلمانوں کو اتحاد و اجتماع کے اس مستحکم رشتے میں پرو دیئے جو تقریباً ۱۴ سو سال پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا اور جس نے خون، قرابت اور نسل کے امتیازات کے تمام تار و پود ادھیر کر صرف ایک کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی برقی روپور سے عالم اسلام میں دوڑا دی تھی۔

اس سے پہلے ایسی ہی ایک سربراہی کانفرنس دسمبر ۱۹۶۹ء میں، رباط میں منعقد ہوئی تھی، یہ وہ وقت تھا جب اگست ۱۹۶۹ء میں اسرائیل نے اپنے مذموم ارادے کے تحت مسجد اقصیٰ میں آتش زنی اور اسے نقصان پہنچانے کا اقدام کیا تھا۔ رباط کانفرنس میں مسلم اتحاد کے لئے ابتدائی طور پر ایک سیکرٹریٹ کی تجویز رکھی گئی تھی اور پاکستان میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس اسی کا اگلا قدم ہے۔ کیونکہ رباط کانفرنس اور لاہور کانفرنس کے انعقاد کا نقطہ تحریک باہم مربوط ہے۔ پہلی کانفرنس بیت المقدس اور عرب اسرائیل تنازعہ کی وجہ سے بلائی گئی تھی اور اب دوسری کانفرنس اسرائیل کی طرف سے ۶ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو شام و مصر پر زبردست حملے، جنگ کے نتائج اور اس کے بعد پیدا ہونے والے بحران پر غور کرنے کے سلسلہ میں منعقد ہو رہی ہے۔

یہ کانفرنس اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی ہے کہ یہ پاکستان کے اس تاریخی اور عظیم شہر لاہور میں منعقد ہو رہی ہے جہاں مغربی استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اور اپنی ایک علیحدہ آزاد اور خود مختار ریاست حاصل کرنے کے لئے ۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم محمد علی جناح کی زیر قیادت قرار داد پاکستان منظور کی گئی تھی۔ جو بالآخر قیام پاکستان پر منتج ہوئی۔ یہ اتفاق کی بات نہیں بلکہ دلی رجحانات، فکری احساسات و جذبات کا عکس تھا۔ کہ اسی اجلاس میں قیام پاکستان کی قرار داد سے قبل قائد اعظم نے فلسطین کے عرب بھائیوں کی بحالی کے لئے ایک علیحدہ قرار داد اجلاس میں رکھی اور منظور کرائی تھی اگرچہ اس وقت بابائے قوم کی طرف سے وہ صرف ایک قرار داد تھی جو ان کے دل کی

اتھا گہرائیوں کی نشاندہی کرتی تھی اور جسے پاکستان کی سیاسی بنیاد کا پتہ چلتا تھا مگر قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے جذبات و احساسات کا صحیح اندازہ کر کے اسے کانفرنس کے انعقاد کے لئے راہ ہموار کی جس میں فلسطین کی آزادی، بیت المقدس کے تقدس، عرب اسرائیل جنگ کے اثرات اور عالم اسلام کے تمام مسائل پر بحث ہوگی اور جس شہر میں قائد اعظم نے عالم اسلام کے مسائل سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا تھا اسی شہر میں قائد عوام کی کوششوں سے اتحاد عالم اسلام کا نقشہ مرتب صورت میں سامنے آئے گا۔

جناب بھٹو نے اس وقت نہ صرف قوم کو مایوسی کے اندھے غار سے نکالا۔ بلکہ اس انتہائی مفید اور کارآمد خارجہ پالیسی پر تیزی سے عمل شروع کر دیا، جس کی بنیاد بحیثیت وزیر خارجہ انھوں نے ۱۹۶۰ میں رکھی تھی اور جس میں مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے مسلم ممالک کے ساتھ بہتر اور برادرانہ تعلقات پر خاص توجہ مرکوز کی گئی تھی۔

چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لئے صدر کی حیثیت سے جناب بھٹو نے بیسن ملکوں کا دورہ کیا۔ جن میں ایران، ترکی، مراکش، الجزائر، تیونس، لبیا، مصر، شام، متحدہ عرب امارتیں، کویت، عراق، لبنان، اردن، سعودی عرب، صومالیہ، سوڈان، ایٹھوپیا، نائیجیریا، گنی اور مارشیس شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جن ملکوں میں نہ جاسکے۔ وہاں اپنے خاص نمائندے بھیجے۔ پھر ۱۹۷۲ء میں بحیثیت وزیر اعظم وہ متعدد عرب اور افریقی ملکوں کے دورے پر گئے۔ اور ان ملکوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کو مستحکم کیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی سربراہی کانفرنس کوئی مذہبی کانفرنس نہیں ہے اور اس کے انعقاد کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے خلاف محاذ آرائی کی جائے بلکہ جیسا کہ رباط کانفرنس میں اس کے انعقاد کے وقت اظہار کیا گیا تھا اس کانفرنس کا مقصد بھی ساری دنیا کے مسلمانوں پر توڑے جانے والے مظالم خصوصاً فلسطین اور عربوں پر کی جانے والی زیادتیوں کے خلاف آواز بلند کرنا ہے کہ اس کانفرنس کا عظیم مقصد یہ ہے کہ تمام دنیا میں امن و آشتی کی فضا قائم کی جائے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ پورا عالم اسلام بے انتہا معدنی ذخائر سے مالا مال ہے۔ لیکن مغربی استعمار نے آج تک مسلمانوں کو ان ذخائر سے وہ فائدہ حاصل نہیں کرتے دیئے جو اس سائنسی دور کے لئے ضروری ہیں۔ جن کے بغیر مسلم ممالک کی ترقی کا کوئی خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ مجھے امید ہے کہ اس کانفرنس میں ان خامیوں اور کمزوریوں کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔ اس طرح مسلمان اس منزل کو بہت جلد پالیں گے جو ان کے لئے مقدر ہو چکی ہے اور دنیا میں تیسری عظیم طاقت کے لئے جو خلا محسوس کیا جا رہا ہے، وہ پُر ہو جائے گا۔ جس سے پوری دنیا کو امن و سکون اور آزادی و خود مختاری کی نفاذات میں سانس لینے کا موقع میسر آ جائے گا۔ میں نے اپنی مختصر سیاسی زندگی میں تاریخ عالم کا جو مطالعہ کیا ہے اور دنیا کے دکھوں اور تکلیفوں کو اپنے طور پر سمجھنے کی کوشش کی ہے اس کا ایک ہی سبب اور ایک ہی حل میرے سامنے آیا ہے جسے میں اپنے الفاظ میں اس طرح ادا کروں گا۔

”مغربی استعمار کا جواب
عالم اسلام کا اتحاد۔“

بیت المقدس اور مسلمانوں

مقامات مقدسہ اسلامیہ کے سلسلے میں بیت المقدس اور اس کی سرزمین کا مسند مسلمانوں کے لئے اس سے کم اہمیت نہیں رکھتا جس قدر حرم مکہ اور حرم مدینہ کا۔ اسلام نے صرف تین مقامات کی بہ نیت طاعت و ثواب سفر کرنے کی اجازت دی ہے۔ ان میں جس طرح مکہ و مدینہ کا نام ہے اسی طرح بیت المقدس کا بھی۔ مسلمانوں کے لئے یہی تین مقام سب سے زیادہ مقدس و محترم ہیں۔ اور انہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان کی زیارت کے لئے نیت کر کے اپنے وطنوں سے نکلتے ہیں۔ سفر کی تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ اس کے معاوضے میں ان کے لئے بڑا ہی اجر ہے۔ بڑا ہی ثواب ہے۔



مسلمانوں نے ہمیشہ اس سرزمین مقدسہ کی خدمت و وراثت کو اللہ کی طرف سے

ایک مخصوص عطیہ و امانت سمجھا اور اس کی حفاظت کو حرمین کی طرح ساری دنیا کے حکومت و فرمانروائی سے بھی زیادہ عزیز و محبوب سمجھتے رہے۔ یہی دینی اعتقاد تھا جس نے مسیحی جہاد کی ان آٹھ لڑائیوں کو کامیاب ہونے نہ دیا۔ جس میں تمام یورپ کی طاقت اکٹھی ہو گئی تھی۔ حالانکہ وہ وقت مسلمانوں کی پولیٹیکل طاقت کے عروج کا نہ تھا۔ تنزل و انحطاط کا تھا اور تمام عالم اسلام مختلف حکومتوں میں متفرق ہو چکا تھا۔ پس اگر آج پھر ازمنہ مظلمہ کی تاریخ دہرائی جائے گی۔ اور اسلام کی جگہ اسے مسیحیت یا یہودیت کے زیر اثر رکھنے کی کوشش کی جائے گی تو مسلمانان عالم کے لئے ناممکن ہو گا کہ وہ خاموش رہ سکیں۔



مسلمانوں کی دینی زیارت گاہ ہے ان کا مقدس اولین قبلہ ہے۔ ان کی مذہبی وابستگی ان کے ایمان و مذہب کا جزو ہے، اگر وہاں یہودیوں کا قہر و غلبہ اور اقتدار قائم رکھا جائے تو یہ صرف مسلمانوں کی آبادیوں ہی کو نہیں بلکہ ان کی شریعت کو چیلنج ہے۔ ان کے ایمان و اعتقاد کا مذاق اڑانا ہے اور مسلمانوں کو مجبور کرتا ہے کہ یا تو اسلام کی جانب سے اس چیلنج کو قبول کر لیں یا اس کی اطاعت و حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔

لیکن جب تک دنیا میں ایک بھی مسلمان موجود ہے اس کی اطاعت و حمایت سے دستبرداری کسی طرح ممکن نہیں۔ آٹھ صلیبی و صیہونی جنگیں کیا اس کی حرمت و حفاظت کے لئے اگر آٹھ لاکھ جنگیں بھی لڑنی پڑیں تو مسلمان لڑیں گے۔ قبلہ اول کی بحالی کے لئے وادی سینا کے ہر فردے کو اپنے لہر سے رنگ دینا اور مصلوب ہر جانا ہی ہر مسلمان کا مقصد حیات ہے جب تک وہ حرم محترم کی عزت و حرمت پر کٹ نہ مرے اس کا ایمان کامل ہی نہیں ہوتا۔

بیت المقدس جسے یہودی اور عیسائی "یروشلم" یا "یروشلم" عرب "القدس" اور ترک "قدش شریف" کہتے ہیں۔ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں تینوں کے لئے مقدس و محترم ہے اس لئے کہ اس قدیم ترین شہر میں کبھی یہودیوں کا "مبیکل سلیمانی" ہوتا تھا۔ یہیں حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ اور یہی مسلمانوں کا قبلہ اول ہے

تھا۔ نماز میں مکہ معظمہ کی طرف منہ کرنے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمان بیت المقدس
ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہی وہ مسجد اقصیٰ ہے جہاں سے رسول
اکرمؐ براق پر سوار ہو کر معراج پر تشریف لے گئے تھے اور جس کے بارے میں قرآن
مجید کے پندرہویں پارے شریف سورۃ "بنی اسرائیل" کی پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ

"ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو لے گیا اپنے بندے
کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد و
نواح کو ہم نے برکت دی تاکہ اسے اپنی شان دکھائیے۔"

مشہور مورخ طبری کے بیان کے مطابق جب ریح الثانی ۶۱۰ھ میں مسلمانوں نے عیسائیوں
سے بیت المقدس فتح کیا تو خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے اور انھیں
اس مقام کی تلاش ہوئی جہاں سے رسول اکرمؐ معراج پر تشریف لے گئے تھے یعنی مسجد اقصیٰ
کی۔ مورخین کے بیان کے مطابق انہوں نے اس مقام کو کڑے کرکٹ کے ڈھیروں میں
چھپا پایا۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی صفائی شروع کر دی۔ اور پھر وہ مسلمانوں
بھی جو ان کے ساتھ تھے صفائی میں شریک ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر نماز ادا کی اور ایک وسیع و عریض مسجد تعمیر کرائی جس میں
بیک وقت تین ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ علاوہ ازیں ایک بڑا سا گنبد بھی بنوایا جسے
"قبۃ الصخریٰ" کہتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ سارا مقام جس میں قبۃ الصخریٰ اور مسجد اقصیٰ
واقع ہیں "حرم شریف" کہلاتا ہے۔ قرون اولیٰ میں مسجد اقصیٰ کا اطلاق تمام حرم پر ہوتا
تھا مگر اب جنوب کی طرف واقع مسجد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

بیت المقدس ہے چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مولد و مامن رہا ہے پھر رسول اکرمؐ یہاں سے
معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے یہ شہر مسلمانوں کے لئے انتہائی متبرک و مقدس
ہے۔ حدیث شریف میں جن تین مسجدوں کی زیارت کے لئے سفر کا حکم دیا گیا ہے ان میں
ایک مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) بھی ہے باقی دو مسجد الحرام (مکہ معظمہ) اور مسجد نبویؐ ہیں

اموی دور تک یہ رواج عام ہو گیا کہ مسلمان تہذیبہ بالاتینوں مسجدوں کی زیارت کے لئے سفر کرنے لگے، بیت المقدس کی حرمت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ خلیفہ عبد الملک نے بیت المقدس میں حرم شریف کی زیارت کی۔

خلیفہ عبد الملک کو بیت المقدس سے بڑی عقیدت تھی اس نے قبتہ الصخری کی ازبہ تعمیر کرائی۔ اس نے اس مقصد کے لئے جو رقم مخفی کی تھی وہ مصر سے وصول ہونے والے سات سال کے مالیت کے برابر تھی۔ گنبد پرانے ہی مرنے کا بنایا گیا لیکن اس قدر خوب صورت کہ غیر مسلم بھی دیکھ کر عیش عیش کر اٹھے۔ اور اسے عربوں کا حیرتناک کارنامہ کہنے لگے۔ گنبد کی کارنس پر کرنی رسم الخط میں یہ عبارت کندہ کی گئی :

”اللہ کے بندے اور مسلمانوں کے امیر عبد الملک نے ۷۲ھ

میں تعمیر کرایا۔ اللہ قبول کرے۔“

علاوہ ازیں خلیفہ عبد الملک نے قیمتی پتھر کی شاندار مسجد بھی بنوائی جو الانصلی کہلاتی ہے۔ اس مسجد کو دو مرتبہ زلزلہ سے زبردست نقصان پہنچا۔ پہلی مرتبہ اس کی مرمت خلیفہ المنصور نے ۱۱۷ھ میں کرائی اور اس کے دس برس بعد المہدی نے اس طرح خلیفہ المنصور نے قبتہ الصخری کی بھی مرمت کرائی تھی اور اس کے ارد گرد چار دیواری بنوائی۔ یروشلم پر مسلمانوں کی حکومت عیسائیوں پر سخت گراں گزرتی تھی۔ پھر اہل یورپ کو عربوں کی ترقی سے بھی کد تھی لہذا یورپ کے تمام عیسائی بادشاہ انگلستان کے بادشاہ شیردل رچرڈ کے جھنڈے تلے جمع ہوئے اور بیت المقدس پر حملہ آور ہوئے اور اس پر قابض ہو گئے اپنے قبضے کے دوران انھوں نے قبتہ الصخری کو گرجا میں تبدیل کر دیا اور اس میں قرآن گاہ وغیرہ بنا دیں۔ اسی طرح انھوں نے مسجد انصلی کو محل میں بدل دیا اور اس کا طول و عرض کم کر دیا۔

تنظیم آزادی فلسطین

تحریک آزادی فلسطین کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی طاقتوں نے اپنے مخصوص مفادات کے تحت مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے قیام کی صورت میں عربوں کی پیٹھ میں پھرا گھونپنے کی کارروائیاں شروع کر دی تھیں۔ ابتدا میں عربوں سے کا رد عمل غیر منظم احتجاج اور لڑائی کی صورت میں تھا۔ اگرچہ اس جدوجہد میں اسے ۱۹۴۸ء کی پہلی عرب اسرائیل جنگ کا نام دیا جاتا ہے۔ فلسطینی عربوں کے ساتھ متعدد عرب حکومتیں بھی متاثر تھیں لیکن ان حکومتوں پر برطانوی اثر و رسوخ کی وجہ سے فلسطینی تحریک آزادی مزید مشکل اختیار نہ کر سکی۔ اور عرب عوام نے فلسطین کے جسم سے اسرائیل کا ناسور ختم کرنے کی جتنی بھی کوششیں کیں ان کا انجام ناکامی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ کافی عرصہ تک تحریک فلسطین کی قیادت شکر القواٹلی کے ہاتھ میں رہی۔ جو مصر کے مرحوم صدر ناصر کے بڑے حامی تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شکر القواٹلی کی حکمت عملی فرسودہ ہو گئی اور فلسطینی انقلاب کی قوتوں کو مناسب طریقے سے متحرک نہ کر سکے چنانچہ انھیں تحریک آزادی فلسطین سے الگ کر دیا گیا۔

یوم جنوری ۱۹۶۵ء کا دن تحریک آزادی فلسطین کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دن اسٹیج کا قیام عمل میں آیا۔ اس تنظیم کے قائد یا سرعزات مقرر ہوئے جنہوں نے اپنی فراست اور سمیت سے انقلاب فلسطین کو ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔ انقلاب فلسطین کی قیادت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اسے انقلاب کو دنیا کے انقلاب کا ایک حصہ قرار دیا۔ اس کے نتیجے میں فلسطینی مجاہدوں کو دنیا بھر کی انقلابی اور ترقی پسند قوتوں کی حمایت اور مدد حاصل ہو گئی۔

۱۹۵۶ء میں نہر سوئز پر اسرائیل، فرانس اور برطانیہ کے حملے اور ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ نے انقلاب فلسطین کو ایک نئی جان بخشی۔ ان واقعات نے ثابت کر دیا کہ اسرائیلی جارحیت پسندوں کا مقابلہ صرف مسلح جدوجہد ہی سے کیا جاسکتا ہے چنانچہ آج فلسطینی حریت پسند اس حقیقت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے خون کی شمع سے دنیائے انقلاب میں روشنی پھیلاتے جا رہے ہیں۔ وہ اسرائیل کی مسلح جارحیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جبکہ اسرائیل اب تک عربوں پر چار جنگیں ٹھونس چکا ہے۔

پہلی جنگ

اسرائیلی نے عربوں کے خلاف پہلی جنگ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو پھڑپھڑائی۔ اس جنگ کے دوران اس نے مشرقی یروشلم کے علاوہ عربوں کا کافی بڑا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا اس نے چھ ہزار سات سو مربع کیلومیٹر قبضہ چین لیا اور اپنا کنٹرول بیس ہزار سات سو مربع کیلومیٹر تک پھیلا دیا۔ اس نے دس لاکھ عربوں کو ان کے گھروں سے نکال باہر کیا، اور ان کی ساری دولت اور زمین اپنے تصرف میں کر لی۔ یہ جنگ جاری تھی کہ اقوام متحدہ نے ۲۴ فروری ۱۹۴۹ء کو جنگ بندی کرادی۔ مگر اس جھگڑے کا کوئی حل پیش کرنے سے قاصر رہی۔

دوسری جنگ

اسرائیل کے عربوں کے خلاف دوسری جنگ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو شروع کی۔ جب مصر نے نہر سوئز کو قومی ملکیت میں لیا تو مغربی سامراج بڑا برہم ہوا۔ اسرائیل نے یہ موقع غنیمت جانا اور اس نے مصر پر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ ۲۹ اکتوبر سے ۶ نومبر تک جاری اور اس دوران اسرائیل نے غازہ اور سینائی پر قبضہ کر لیا۔ اس کی اس جارحیت پر ہر جگہ غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور اسے مجبوراً ۱۹۴۹ء کی جنگ بندی سرحد پر لٹنا پڑا۔ لیکن اس نے اس علاقے پر ۸ مارچ ۱۹۵۷ء تک اپنا قبضہ برقرار رکھا۔

تیسری جنگ

اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں اپنی جارحانہ سرگرمیاں تیز کر دیں اور اپنے آپس پاس کے عرب ملکوں کو خوفزدہ کرتے لگا۔ اسے مغربی استعمار نے اتنا طاقتور بنا دیا تھا کہ وہ اپنے عزائم کی تکمیل میں کسی چیز کو اپنی راہ میں حائل نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے شام، اردن اور مصر کی سرحدوں پر اپنی فوجیں جمع کر دیں۔ اور ۵ جون ۱۹۶۷ء کو کس نے تینوں ملکوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا غیر متوقع تھا اور اتنی رازداری سے کیا گیا تھا کہ عرب ملکوں کو خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ چھ دن کی لڑائی میں اسرائیل نے پوری سنائی پر قبضہ کر لیا اور وہ ہنر سونپہ کے کنارے جا پہنچا۔ اس نے دریائے اردن کے مغربی کنارے کے تمام حصے پر قبضہ کر لیا۔ اور گولان کی پہاڑیوں اور غازہ پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ اس نے اس جنگ کے دوران عربوں کے مزید پینسٹھ ہزار مربع کلومیٹر پر قبضہ کر لیا اور پانچ لاکھ مزید عربوں کو ان کے گروں اور زمینوں سے نکال باہر کیا۔ اقدام متحدہ اور سلامتی کونسل کھڑی منہ دیکھتی رہ گئی اور اسرائیلی جارحیت کا ایک بھرپور دار عالمی امن و انصاف کے چہرے پر پڑا۔

چوتھی جنگ

اسرائیل کے منہ کو خون لگ چکا تھا اور وہ ایک بھوکے بھیڑیے کی طرح ہر طرف غراتا پھرتا تھا۔ اس نے عربوں کے خلاف اپنی جارحانہ کارروائیاں جاری رکھیں اور ۶ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو مصر اور شام پر پھر حملہ کر دیا، لیکن اس دفعہ عرب جاگ رہے تھے اور اسرائیلیے ان پر شب خون مارنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسرائیل کو اپنی فضائیہ پر ناز تھا لیکن عربوں نے اس کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اسرائیل کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کی پارلیمنٹ لائن جرمنی اور فرانس کی دفاعی لائنوں سے بھی زیادہ مضبوط ہے لیکن مصری افواج نے اس کا یہ غرور بھی توڑ دیا اور ہنر سونپہ پارہ کر کے پارلیمنٹ لائن کی دھجیاں بکھیر دیں۔ وہ صحرائے سینا میں کافی دور بڑھ گئیں۔ اور ہنر سونپہ کے کنارے دوبارہ ان کا علم لہرانے لگا۔ گولان کی پہاڑیوں پر

بھی اسرائیل کو خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ اور شام نے اس کی اندھا دھند بمباری کے باوجود اسے منہ توڑ جواب دیا۔ اس جنگ میں تمام دنیائے اسلام نے عربوں کے موقف کی بھرپور حمایت کی اور اسرائیل پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اسے اپنی جارحیت کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ اقوام متحدہ نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پھر جنگ بند کرادی لیکن یہ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا ہے۔ اور اس وقت تک حل نہیں ہو گا جب تک اسرائیل ان عرب علاقوں کو خالی نہیں کر دیتا جس پر اس نے جارحانہ قبضہ کیا تھا اور فلسطینی عربوں کو دوبارہ اپنا وطن اور اپنی ریاست نہیں مل جاتی :

ہندو مت

تاریخ و تہذیب و تمدن
منہر زخمی و زخمی

نہت عشر
خیر بر شیر نش
دجوز جری ہے۔۔۔
نہ پوری کائنات

UNIVERSE OF

و MATTER

س کے اندر جو کچھ
بھی ہے خود انسان
کے اندر ہے۔

نیشے کے

الفاظ میں انسان ایک
ایسا حیوان ہے جس

تے ہنوز اپنے ماحول سے مطابقت پیدا نہیں کی۔ وہ کائنات کی لامحدود و نامعلوم
قوتوں کے مابین مقید ہے۔ ان کے گھیراؤ میں ہے۔ بالفاظ دیگر وہ لامحدود و نامعلوم
قوتیں اس کے گھیراؤ کئے ہوئے ہیں اور انسان ان کے ہاتھ میں ایک کھلنا ہے۔
عالم رنگ و بو (WORLD OF SCENT AND HUE) کی وسیع و عریض

پہنائیوں و گہرائیوں میں۔ زمانی و مکانی حیثیت سے اس کی ذات، اس کی ہستی نہایت ہی محدود و مختصر ہے لیکن اس کے باوجود ایک لامحدود قوت و حیات اس کے اندر متحرک و متلاطم ہے۔ جو اس کو ماحول کی قوتوں کا سامنا کرنے۔ ان سے مصالحت کرتے ان کو تسخیر و مسحور کرتے اور ان سے حریفانہ کش مکش پر مائل رکھتی ہے۔

حیات کی اس بنیادی قوت (DRIVING FORCE) کی تعبیر کرتے ہوئے ڈاروین اس کو عزم للبقا (WILL TO LIFE) قرار دیتا ہے۔

نیٹشے کے نزدیک یہ لامحدود بنیادی قوت اپنی ماہیت و نوعیت کے اعتبار سے محض عزم للبقا نہیں بلکہ عزم قوت و اقتدار (WILL TO POWER) سے عبارت ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال اس قوت کو عزم تسخیر سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ اس عزم تسخیر کا راز جوہر انسانی اور کس کی کشود میں پنہاں و پوشیدہ ہے۔

طبیعیات کے موجودہ انکشافات کے مطابق مادی جوہر (ATOM) جو بظاہر کس درجہ صغیر و حقیر ہوتا ہے کہ طاقت و رزخ و مہینوں کی مدد بھی انسانی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی۔ اپنی ماہیت کے اعتبار سے طاقت و توانائی کا ایک ایسا سرچشمہ ہوتا ہے کہ اگر کسی طرح کس جوہر کی شکست عمل میں لائی جائے۔ اور کس کی پوشیدہ توانائی کو اظہار و انتشار کا موقع ملے۔ تو ایک حقیر جوہر کا دھماکا (EXPLOSION) بھی کہہ ارض کے ایک حصہ کو جلا کر خاک کر سکتا ہے۔

اقبال کے نقطہ نظر سے انسانی ہستی کا حال کچھ ایسا ہی ہے۔ خفہ حالت میں انسانی مرتا (MONAD) یا انسانی جوہر بھی ایسا ہی افتادہ پڑا ہوتا ہے۔ جیسے ریختان میں ریت کے بے شمار ذرے جن کا وجود و عدم وجود دنیا کے لئے برابر ہے لیکن جب کسی انسانی جوہر میں دھماکا پیدا ہوتا ہے۔ اور مخصوص حالات کے تحت اس کے اندر کی بے پناہ توانائی کو نمود کا موقع مل جاتا ہے۔ اور اگر موقع نہ بھی ملے تو وہ توانائی خود موقع پیدا کر لیتی ہے۔ کیونکہ طاقت کی یہ فطرت ہے، یہ کلیہ ہے کہ اس کے مظاہرے سے نہیں روکا جاسکتا ہے وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے وہ ایک ایسا آتش نشان

ہے۔ کہ بوجھل پتھر اور چٹانیں اس پر چاہے کتنا ہی دباؤ ڈالتے ہوئے اس کے گر جتے
چمکتے پھرے ہوئے لاوے کا راتہ روکنے کی کوشش کیوں نہ کریں لیکن وہ پھٹ
کر رہتا ہے اور دنیا میں ایک تھلکہ مچانے اور تاریخ عالم کا رخ بدل دینے کا باعث
ہوتا ہے۔ انسان کی شخصیت کو جوہر انسانی کے اس دھماکے سے تشبیہ دی جاسکتی
ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے اکثر اشعار میں انسانی جوہر میں مضمر بے پناہ توانائی کی طر
اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

اپنی اہلیت سے ہر آگاہ لے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے
کیوں گرفتار طلسم بیچ مقدار ہی ہے تو
دیکھ تو پرشیدہ نجد میں شوکت طرغاں بھی ہے
علامہ اقبال اسی سے متعلق بال جبریلؑ میں کہتے ہیں۔
خود جلوه بدست و خلوت پسند
سمندر ہے اک بوند پانی میں بند
اور جاوید نامہ میں اسی خیال کو یوں ادا کیا ہے۔

اے زاہد ظاہر ہیں گیرم کہ خودی فانیت
لیکن تو مٹی بینی طرغاں بہ حباب اندر
انسانی جوہر کے مشتعل و متلاطم ہو جانے کی حالت میں اس کے بیکراں و بے پایاں
ہو جانے کی طر اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جو کم آب
اور آزادی میں بحر بے کراں ہے زندگی

اس نقطہ نظر سے اسلامی فلسفہ حیات وہ طریق عمل (PROCESS) ہے جس
کی بدولت شخصیت انسانی کو وہ گہرائی و گیرائی حاصل ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی ذات
سے پوری کائنات کی سمت پھیلنے لگتا ہے اور کہ جس کی وجہ سے انسانی جوہر جو

لائتنا ہی توانائی کا حامل ہے۔ متحرک و متموج ہوتا ہے۔ جس طرح چاند کی چمک سذر میں جوار بھاڑوں کو بیدار کر دیتی ہے۔ اسی طرح اسلامی فلسفہ حیات انسان کے اندر سوئی ہوئی اس کی جبلی قوتوں کو بیدار کر کے اس کو ایک مافوق الانسان (SUPERMAN) بنا دیتا ہے۔ مافوق الانسان — ملٹی مین (MULTI MAN) اور اسلام — دین خدا — وہ ڈھانچہ جس میں مافوق الانسان ڈھلتے ہیں۔ اس کے بس ایک ہی لمس سے انسان مرد مومن بن جاتا ہے — نیٹشن کا مافوق الانسان ہے اقبال کا مرد مومن ہے۔

اسلام کے نزدیک شخصیت انسانی یا خودی (IG O) قوت ہادیہ (ENERGY) DIRECTIVE کی ایک اکائی ہے اور یہ پوری کائنات جوہری اکائیوں کا ایک طلسم ٹھہری جس کا سرچشمہ خدا کی قوت ہادیہ یا قوت آمرہ (DIRECTIVE ENERGY) ہے۔ اس کی روح رواں ہے۔ اس کے ہر خلیے میں جاری و ساری ہے چنانچہ قرآن حکیم میں سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵ میں اس کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔

قلے الروح من امر رقیب

اور اس راز سے آگاہ ہونے کے لئے انسان کے لئے خود آگاہی شرط ہے کیونکہ جس انسان نے خود کو سمجھ لیا۔ جوہر خودی کو سمجھ لیا اور خود کو سمجھنے کی لگن انسان میں پیدا کرنے والی قوت عشق سپہ عشق ہی وہ بنیادی جذبہ حیات (LIFE FORCE) ہے جسے ڈارون اور شوپن ہار عزم للبقا سے مرعوم کرتا ہے۔ عشق اقبال کے نزدیک نیٹشن کے عزم قوت کی طرح ایک جذبہ بلند ہے۔ وہ عظمت و کمال کے حصول کا جذبہ ہے جو خام حالت میں۔ ناپختگی میں۔ ادھر رسد پہن میں۔ نامکمل ہونے کی صورت میں، ایک اندھے ارادے (BLIND WILL) کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ شوپن ہار نے بھی کہا ہے۔ لیکن جب جذبہ عشق میں پختگی و پائیداری آجاتی ہے یہ پاتہ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے تو ایک عظیم قوت بن جاتا ہے اور فرشتے بھی حیران و ششدر رہ کر سوچنے لگتے ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن سبائے۔ پھر یہ جذبہ بقول حکما و فلاسفہ نظام عالم

کو درہم برہم کر کے قانون الہی کی روشنی میں عالم انسانیت کی تشکیل جدید کے نصب العین میں اپنا اظہار ڈھونڈتا ہے۔ اظہار قوت یعنی اسلام کا نصب العین انسان تکوین کائنات میں بیش از بیش حصے کو خدا کا تقرب حاصل کرتا ہے اور مقرب بن جاتا ہے۔

بقول اقبال قلب روح یا نفس مستعرفہ (APPRECIATIVE SELF) انسان کی اصل یا حقیقی ہستی ہے۔ اور اس کی مادی ہستی صرف اسی روح کا ظاہر و مرتی ہو جانا ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان کی مادی ہستی قلب و روح کے بے شمار مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔

بجان من کہ جان نقش تن انگینخت

ہوائے جلوہ این گل را دور کرد

اقبال کے نزدیک حیات انسانی کا صحیح ارتقا یہ ہے کہ وہ اپنی ہستی کی اقلیم قلب تک رسائی حاصل کرے اور قلب کے مقابلہ کی تکمیل کے لئے زندہ رہے۔ قلب یا روح کا مقصد و قرب الہی کا حصول ہے اور یہ ارتقاء ذات ترویج خودی کے ذریعہ ممکن ہے۔ جبکہ قرب الہی حاصل کرنے کے لئے انسان دو متضاد و مختلف قوتوں

سے دوچار ہوتا ہے۔ پہلی قوت روح ہے۔ دوسری مادہ یا فطرت۔ ایک اس کے شعور کی اعلیٰ سطح کا اقتضا ہے اور دوسری اس کے بطون سے باہر طبعی دنیا کے تقاضے اور مزاحمتیں۔ ایک اس کی شخصیت کا اعلیٰ جوہر (HIGHER PRINCIPLE)

ہے جو زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہے۔ دوسرا اس کی شخصیت کا ادنیٰ جوہر ہے جو زمان و مکان کی بندشوں کا پابند ہے اور اسے اس کے ساتھ متخارب و متضاد قوتوں سے خائف کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے دل میں اس کی قوتوں کے بارے میں نفی کا احساس پیدا کرتا ہے۔

اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ انسان کو اس کی فطرت کی اس زبردست منفی قوت سے نجات دلائی جائے۔ اور اس کی جگہ اس کو ایک زبردست اثباتی قوت۔ قوت ایمان۔ قوت توحید۔ قوت اسلام سے معمور کر دے۔ قرآن پاک

کے نزدیک انسان کے اخلاقی ارتقا کی اعلیٰ ترین منزل وہ ہے جہاں وہ خوف و غم سے مکمل طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ مختلف موقعوں پر انسان کو خوف و غم سے آزاد ہونے کی ہدایت کی گئی ہے۔

”قلنا لا تخف انت انت الاعلیٰ“

(ہم نے کہا تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے)

اسلام کے بنیادی اصول ”لا الہ الا اللہ“ میں اسی نصب العین کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ لا الہ الا اللہ کی منفی قوت کی پہچان کئی کرنے والا اصول ہے اور الا اللہ توحید یا ایمان کی اثباتی قوت ہے۔ مرد مومن خدا کے کسی قوت کسی نصب العین کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور ہر غیر اللہ کے مقابلہ میں لا الہ کی شمشیر بے نیام سے مسلح ہوتا ہے۔ ایک صاحب خودی کی حیثیت سے مرد مومن نہ صرف اللہ کے سوا تمام قوتوں کو ناقابل تسلیم قرار دیتا ہے بلکہ وہ اللہ کے سوا تمام قدروں اور تمام احصام کو توڑ کر رکھ دیتا ہے جہاں کہیں زندگی غلامی و خوف کی منفی قوتوں میں گھٹ کر رہ گئی ہو۔ ان سے آزاد دے اور نجات کا دار و مدار اسی امر پر ہے کہ لا الہ کا اصول انسان کی رگ و پے میں سرایت کر جائے۔ یہ اصول انسان کی خفہ طاقتوں کو بیدار کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ اور اسی کے سوز سے انسانی جوہر میں جوہری توانائی پیدا ہوتی ہے۔ لا الہ کی قوت غیر اللہ کی قوتوں کو درہم برہم کر کے انسان کو ایک نئی قوت و شخصیت بخشی ہے اس کو ایک نئے سراپے میں ڈھال دیتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کا اصول حیات کی سب سے بڑی منفی قوت خوف سے انسان کو آزاد کرتا ہے اور کسی غیر اللہ شے، کسی قدر، کسی نصب العین کو انسان کے لئے قابل تسلیم قرار نہیں دیتا۔

اسلام کے مثالی انسان کے نزدیک غیر اللہ کا خوف شرک ہے اور غیر اللہ کے مقابلے میں ”لا“ کی شمشیر سے حملہ آور ہونا اس کا مسلک حیات عظمت و صداقت کے لئے زندہ رہنا اس کا مقصد حیات، خواہ اس جدوجہد میں اسے زندگی ہی کیوں نہ قربان

کہ دینا پڑے۔

غیر اللہ کے خوف کو خود زندگی کی قیمت پر بھی روانہ رکھنا اور اس کے مقابلے میں ہر حال میں شمشیر بکھٹ ہو کہ لڑٹ پڑنا ہی انسان کامل۔ مرد مومن۔ مرد خدا کا مسلک ہے۔ جس کا ایک عظیم الشان نمونہ حضرت شبیر کی زندگی میں ملتا ہے۔

تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزو ست
بامن بیا کہ مسلک شبیرم آرزو ست

اور فلسطین کا جانیاز مرد حر۔ مرد مومن یا سر عرفات بھی ایک بلند پایہ شخصیت کا حامل ہے۔ اور اسلام کی نصب العین سیرت پر پورا اترتا ہے۔

یا سر عرفات — عرب کے لوگ جسے ابو عمار بھی کہتے ہیں — ہاں وہی

یا سر عرفات — الفتح کا عظیم سربراہ — خدا کا ایک نڈر مجاہد —

خوف و خطر جس کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا۔ تلواروں کی جھنکار جس کا آلی ترانہ ہے اور تلوپوں کی گھن گرج جس کا نعرہ عربیت جس نے اپنی پوری زندگی کو تحریک آزادی فلسطین کے نام بیع کر دیا ہے۔ جو سر وادی سینا خود مصلوب ہو جائے گا اور یا پھر صیہونیوں کو ان کی وحشت و بربریت سمیت ہمیشہ کے لئے مصلوب کر دے گا جس نے رب کعبہ کی قسم کھائی ہے کہ یا وہ خود نہ رہے گا یا پھر دلیرانہ یہ نہ رہے گی جس کی اینٹوں سے سینکڑوں تباہ و برباد، بے گھر، بے زر، ننگے بھوکے، لٹے پٹے زخمی اور بیمار فلسطینی عرب بچوں، عورتوں، جوانوں، اور بوڑھوں کے آنسوؤں کا سیلاب ہر وقت ٹھوکتا رہتا ہے۔

دلیرانہ یہ — وہ نامتی دلیر جس کو چھو کر یہودی اب تک روتے ہیں کہ

اکھوں تے وہ مقامات بلند کھو دیئے جو ان کے خدانے اکھیں دیئے تھے۔ اور یہ ہمیشہ روتے ہی رہیں گے۔ یہ وقتی فتح و نصرت کے ترانے اور شادیاتے تو محض وقت کی سفلہ پروری ہے۔ وقت آئے گا کہ خدا کی یہی وہ سرکش و باغی قوم یہود ہوگی اور دنیا بھر کی دولت و ظلمت کے طوق اس کے گلے میں ہوں گے۔

تھانہ اب خوش ہے وقت آگیا ہے کہ یہ دیوار گرے یہ ہی اس پوری قوم پر آسمان بن کر گرے گی۔ اور یہ پوری قوم اس کے طے میں دب کر رہ جائے گی۔

اسی دیوار گرے کے قریب یروشلم کے ایک محلے ہی میں یا سرعزقات کا گھر تھا جو اب نہیں ہے۔ اسرائیلی بل ڈوزروں نے اسے پیوست زمین کر دیا ہے۔ ان کی توپوں کی اندھا دھند گولہ باری نے فلسطینی عربوں کے گھروں کی اینٹ اینٹ علیحدہ کر دی، نہتے مظلوم لوگوں پر پیغامِ بم برسائے۔ ان کو ٹینکوں تلے کچلا اور سنگینوں کے کچوکے لگا کر بومی طرح گھائل کیا۔ بے گناہ عورتوں کی عصمت دری کی۔ فلسطین کی نالیوں میں پانی کی طرح مسلمانوں کا خون بہا۔ لیکن یہ خون رائیگاں نہ جائے گا۔ زندہ قومیں اپنی آزادی کی نزاکت دیا کرتی ہیں۔ قوموں کی تاریخ میں ایسے ایسے موڑ بھی آجایا کرتے ہیں جسکے انھیں آگ اور خون سے کھیلنا پڑتا ہے لیکن زندہ قومیں خون کی یہ ہولی کھیلنے سے نہیں گھبرایا کرتیں۔

ہزاروں چاند تاروں کا خون ہوتا ہے

تو ایک صبح اجالوں کی مسکراتی ہے

مگر خون کی یہ ندیاں جوبی قوموں کے آگے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک نہیں سکتیں

اور نہ آگ کی دیواریں ان کے رستے میں حائل ہو سکتی ہیں

دشت اثیار میں کب آبلہ پا رکتے ہیں

کون سے بند سے سیلاب و فوارکتے ہیں

خون کا یہ سیلاب اگر اور تیز و تند ہوتا جا رہا ہے تو کچھ پرواہ نہیں۔ آگ کی

یہ دیواریں اگر اور بلند ہوتی جا رہی ہیں تو بے شک ہو جائیں۔ ظلم و استبداد کے اندھیرے

اگر اور گہرے ہوتے جا رہے ہیں تو ہو جائیں یہ اس سحر کو نہ روک سکیں گے جس کا

نیا آفتاب نئے افق سے مخترب ابھرنے والا ہے اور ابھر کر رہے گا۔ اندھیروں

اور آندھیوں کی کرنی پیرش اسے نہیں روک سکتی

کرشی رات نے روکی ہے تاروں کی چمک

کس کی دیوار سے سمٹی ہے چنبیلی کی مہک

الفتح والعاصفہ کے فدائیوں کا یہ نعرہ حریت جس نے پوری کائنات میں ایک
ہلچل مچا دی ہے اب خاموش نہ ہو گا۔ گردنیں کاٹ بھی دو گے تو لہو بولے گا۔ مسجد
اقصیٰ کو غسل طہارت کے لئے اگر شہیدوں کی لہو کی ضرورت ہے تو لہو حاضر ہے۔ یہ
لہو بیت المقدس کی سرزمین کو نذرانہ عقیدت ہے لیکن یہودیوں کے لئے موت کا پیغام
صیہونیت کے ہیکل کے دروازے پر تباہی و بربادی کی سب سے پہلی اور آخری دھمک
الفتح والعاصفہ کے فدائیوں کی فتح کا پیغام، مژدہ جانفزا ہے

کب تک اس شاخ گلستاں کی رگیں ٹوٹیں گی

کوئٹہ آج نہیں پھوٹیں تو کل پھوٹیں گے

بیت المقدس ہمارا ہے، ہمیشہ ہمارا رہے گا۔ اس سرزمین کے ساتھ ہمارا جو جہانی
و روحانی گہرا رشتہ ہے۔ اسے تیر دھار تلوار یہ نہیں کاٹ سکتیں۔ اور نہ بموں
کے دہاکے اسے ہم سے علیحدہ کر سکتے ہیں اور نہ ٹینکوں کی یورش ویلغار اس نورانی
راستے کو مٹا سکتی ہے جو ہمارے دلوں سے بیت المقدس تک جاتا ہے اور نہ ان
کھڑکیوں کو بند کیا جاسکتا ہے جو ہماری آنکھوں سے مسجد اقصیٰ میں کھلتی ہیں اور نہ یروشلم
کا وہ دروازہ ہی ہم پر بند ہو سکتا ہے جو صلیبی عمارتوں میں حق نے فتح کر کے
باطل پر بند کر دیا تھا۔ اس فتح عظیم کی یاد ہمارے ہر سانس میں بسی ہوئی ہے اور ہمارے
دل کی ہر دھڑکن یہی صدا دے رہی ہے۔

فلکوں پہ سجاتے ہوئے زخموں کے نگینے

آئیں گے کسی روز تیرے شہر میں ہم بھی

اور تیرا شہر میرا شہر ہے، اس لئے کہ میں تیرا ہوں، اور یہ وہ رشتہ ہے، جو
لاذوال ہے۔ لافانی ہے۔ بڑا مضبوط و محکم ہے، عقیدت و ارادت اور محبت و
رابطہ باہم کی یہ چٹان جہاں کھڑی ہے وہیں کھڑی رہے گی۔ کائنات کا سب سے بڑا زلزلہ
بھی اسے نہیں ہلا سکتا۔ وقت کی یہ آندھیاں آئیں ہیں، گزر جائیں گی۔ اس کے ایک

ذریعے کو بھی منتشر نہ کر سکیں گی۔

۱۹۴۸ء میں جب اسرائیل اور مصر کی جنگ ہوئی تو یاسر عرفات کی عمر بیس برس کے لگ بھگ تھی۔ اس معرکہ میں اس نے آرٹلری یعنی توپ خانہ کے ایک سپاہی کی حیثیت سے حصہ لیا۔ جنگ کے بعد وہ فراد یونیورسٹی موجودہ قاہرہ یونیورسٹی میں سول انجینئرنگ کی تعلیم کے لئے داخل ہوا۔ یونیورسٹی میں فلسطینی طلباء کی فیڈریشن کے صدر کی حیثیت سے اس نے کئی اہم کامائے انجام دیئے۔ گریجویٹیشن کے بعد یاسر عرفات کو بیت کے ایک قومی نظریات کے حامل رسالے کو ایڈٹ کرتا رہا۔ ۱۹۵۵ء میں وہ قاہرہ کے فوجی افسر کی تربیتی ٹرینی اکیڈمی میں داخل ہوا۔ جہاں اس نے آرٹلری وے پنر (ARSONAL WEAPENS) یعنی آتش گیر بارودی ہتھیاروں اور بارود سے متعلق ڈیپلوما حاصل کیا۔ اس کو فوج میں لیفٹنٹ کی حیثیت سے کمیشن لے لیا جیسے چند ہی ہفتے بعد ۱۹۶۹ء کی جنگ شروع ہو گئی۔ جس میں مصر کو شکست ہوئی اور ہٹسورینز بند کر دی گئی۔ ابوعمار یاسر عرفات ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور بیت المقدس پر اسرائیلی جبر و استبداد کو کسی بھی صورت میں تسلیم نہیں دیکھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ یاسر عرفات نے ۱۹۵۰ء میں فلسطینی طالب علم اور جوڈیلے جواڑوں کے حبس منظم و متحد کئے جو اندرون اور بیرون ملک الجہازری گوریلوں کی تکنیک کا مطالعہ و مشاہدہ کر رہے تھے۔ یاسر عرفات نے ان شعلوں کو بچا کر کے ایک ایسے آتش کدے میں منتقل کر دیا۔ جس میں مستقبل قریب میں دنیا دیکھے گی۔ کہ صیہونی وحشت و بربریت کو دکر خودکشی کرے گی۔ ان شعلوں میں کیا کچھ ہے یہ فقط ابوعمار یاسر عرفات کے دور میں آنکھیں دیکھ رہی ہیں جو دن رات چوبیس گھنٹے سیاہ رنگ کے شیشوں کی گال میں چھپی رہتی ہیں۔ سیاہ رنگ کے شیشوں میں مستور آنکھوں میں جوش جہاد کی چمک ہے۔ عزم و استقلال کی پختگی ہے۔ اور فدا میں الفتح کی فتح و نصرت کی خوش خبری۔ وہ مطمئن ہے اسے یقین محکم ہے کہ فتح آخر فدا میں کی ہوگی۔ اس کے ہر تڑپ پر ہر وقت ایک الہی مسکاہٹ کھیلتی رہتی ہے۔ وہ بات بات پر انگلیوں سے وی (V) کا نشان بناتا ہے۔ V. FOR (VICTORY) اس کی مسکاہٹ خطبہ جہاد ہے کہ فتح جرات و عزیمت سے ملا کرتی ہے

سوچنے روٹے اور بیوہ عورت کی طرح بین کرنے سے نہیں ملا کرتی۔ فتح بے عزتی کے غلاموں کی ملکہ اور جرات و ہمت کے آقاؤں کی کینز ہے۔ بزدل قسمت سے فتح کی بھیک مانگتے ہیں اور جبری قسمت کے منہ پر تھپڑ مار کر فتح کو اپنی ملک اور حق سمجھتے ہوئے زبردستی حاصل کرتے ہیں۔

زمین پر ریٹگتے ہوئے حقیر کیڑوں کی طرح صرف حرکت کرتے اور سانس لینے کا نام زندگی نہیں ہے آزادی اور اختیار سے محروم ہو کر پامال گھاس کے مانند جنیا انسانیت کی موت ہے۔

یاسر عرفات کی تنہا ہے۔ دعا ہے، کہ اس کے اہل وطن جیتیں۔
لیکن غلام بن کر نہیں۔ آقا بن کر۔ کتے کی طرح نہیں۔
شیر کی طرح۔ انھیں انتقام لینا ہو گا۔ اسرائیلیوں سے۔
اسلام کے بدترین بدخواہوں سے۔ آزادی فلسطین کے غاصبوں سے۔
جبر و استبداد کے نمائندوں سے۔ الفتح کے فدائین فتح۔ اور۔
مکمل فتح چاہتے ہیں۔ ارض مقدس پر اسرائیلیوں کے تسلط و قبضہ کے دریغ
ان سے کوئی صلح کوئی معاہدہ نہیں کریں گے۔ فتح فلسطین کے بغیر یہ غیر
مساوی صلح پست ہمتی کا اظہار ہے کسی ہو گا۔ ذلت کی پرستش کا معاہدہ ہو گا۔ عربوں
کو اپنی تہہ بن کا انتقام لینا ہو گا۔ اپنے بدترین دشمن سے بھی اور جو یہ نظارہ
دیکھ کر اپنی جحزانہ خاموشی سے اس کی تائید کر رہے ہیں۔ ان سے بھی۔

یاسر عرفات فلسطینی مسائل کے گرداب میں ڈٹی ہوئی ایک سرطیندو
سرفیٹک چٹان کا نام ہے۔ یاسر عرفات ظلم کی سیاہ رات میں اپنے ہی
خون سے جلتا ہوا وہ چراغ ہے۔ جس کی روشنی میں آنے والے وقت
کا قاتل نگار۔ الفتح تحریک آزادی کی تاریخ کا ایک ایک لفظ
خون اور آگ سے لکھ رہا ہے اور اس تاریخ کے نقطہ دو باب ہیں۔ بیت
المقدس اور فتح۔

جب سویت کی جنگ ختم ہوئی تو یاسر عرفات نے الفتح کی بنیاد اسی غرض و
 غایت سے رکھی تھی۔ الفتح کا پورا نام ————— الحركة التحریر الفلستین ہے۔
 الفتح ایک انقلابی قوت کے مظاہرے کا نام ہے۔ الفتح اسرائیلیوں کے خلاف
 ایک جہاد مقدس کے نام سے مشہور زمانہ ہوئی ہے۔

الفج

۱۹۶۳ء تک الفج ابتدائی تیاریوں میں منہمک رہی۔ ۱۹۶۴ء میں الفج پہلی بار حرکت میں آئی۔ اسرائیل کی واٹر پمپنگ سٹیشن کو سبتاژ کیا۔ اور ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد الفج نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ مقبوضہ فلسطین کے فلسطینیوں پر ایک بار پھر لبرپی شدت کے ساتھ ظلم و ستم کا بازار گرم ہوا۔ کفار نے وہاں کے ہر مسلمان کے لئے ہر بازار کو بازار طائف بنا دیا تو الفج کے فدائیوں نے قدم قدم پر دشمن دیں کے ساتھ پیچہ کشی کی تو دشمن بوکھلا گیا۔ جس شخص کے بارے میں یہ ذرا بھی شبہ ہو جاتا کہ الفج کے فدائیوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے۔ اسرائیلی درندے اسے گولی مار دیتے تھے۔ مگر فلسطین کی آزادی کے لئے جان کی بازی لگانے والے فدائیوں اور فلسطینیوں نے ظلم و ستم کی اس تاریک رات میں اپنی بہادری اور ایشاد کے خون کے چراغ روشن کئے۔ کم سن بچے تک الفج میں شریک ہونے لگے۔ تربیتی کیمپوں میں بچوں اور بالغوں کی تربیت وسیع پیمانے پر شروع ہو گئی۔

الفج کے تربیتی کیمپوں میں چھوٹے چھوٹے کم سن بچے فوجی مشقوں اور گوریلا جنگوں کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ان میں لڑکے بھی ہیں اور لڑکیاں بھی۔ ان میں سے بعض شہیدوں کی اولاد ہیں۔ امریکی سامراج اور اسرائیل کے خلاف ان کے دل بھرے ہوئے ہیں۔ وہ جوش جہاد میں تربیتی تمام سختیاں مہنسی خوشی سے برداشت کرتے ہیں ان کو فلسطینی سرفروشنوں اور آگ و خون سے کھیلنے والے مجاہدوں کی جنگ و جہاد کے قصے اور خونچکاں داستانیں سنائی جاتی ہیں۔ ان کو مصنفہ جنگوں کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔ تربیت کے دوران میں اسرائیلی دستوں کو توڑنا اور ان میں گھس جانا، ڈلفینس

لائق توڑنا، دشمن کے گشتی دستوں سے بچنا، راستے کی رکاوٹوں کو روندنا اور دشمن کے چوکیوں پر ہلہ بول کر قبضہ کرنے کی ان کو تربیت دی جاتی ہے۔ ان کو ہر ہفتے ایک با طویل مارچ یعنی بڑی لمبی پریڈ کرنا پڑتی ہے۔ — (LONG MARCH) —
جب یہ ننھے مجاہد مارچ کرتے ہیں تو ایک انقلابی ترانہ گاتے ہیں :

ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔
ہمیں یہ دھن ہے کہ اپنے وطن کو آزاد کرائیں۔
دنیا کی کوئی طاقت ہمیں فتح حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔
ہم انقلابی نیچے ہیں۔
ہم فرزند اسلام ہیں
رائفل ہمارے ہاتھ میں ہے۔

انتقام کے لئے
انتقام — انتقام — انتقام
ہمیں قسم ہے ہم شکست کا داغ دھو کر رہیں گے۔
ہم سرزمین وطن سے دشمنوں کو نکال دیں گے۔
پھر ایک نیا آفتاب نکلے گا۔
ہم جس کے منتظر ہیں وہ دن ضرور آئے گا۔
پھر تمام بھیڑیوں کے دانت ٹوٹ جائیں گے۔
ہمیں قسم ہے ہم شکست نہ کھائیں گے۔

یہی ہے ہمارا منشور ————— (احمد غنصا)

الفتح کا منشور

- خالص اور آزاد فلسطینی ارادہ و عمل کی روشنی میں کام کرنا اور ہر طرح کی بیرونی رہنمائی، تحیمہ برداری اور جھجکاؤ کو ماننے سے انکار کرنا۔

کسی بھی عربی ریاست کی وحشی سیاست سے تعرض نہ کرنا بشرطیکہ مذاہیان عرب کی مجاہدانہ کوششوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

فلسطین کی آزادی کو وطنی جہاد قرار دینا اور یہ سمجھنا کہ اس کے لئے تمام تر قوتوں اور گروہوں کو ایک مرکز پر جمع کرنا ضروری ہے اور اس بات پر یقین رکھنا کہ اس مسئلہ کا واحد حل فلسطین میں مہاجرین کا دوبارہ آباد ہونا ہے۔

مسلح اور فداکارانہ جدوجہد کو تمام گروہوں میں پھیلانا اور فروغ دینا اور فلسطین میں اس کے گوریلا دستوں کو کامیاب بنانا۔

فلسطین اور تمام عرب عوام میں مسلح جدوجہد اور بغاوت کے ذریعے اسرائیل کے خلاف انقلاب رونما کرنا۔ اس لئے کہ ہماری یہ تحریک اگرچہ ایک پہلو سے صرف فلسطین سے تعلق رکھتی ہے تاہم اپنی گہرائی اور نتائج کے اعتبار سے ہر لحاظ سے ایک قومی تحریک ہے۔

فلسطین کی تحریک آزادی کو دوسرے تمام معاملات کے مقابلے میں سرفہرست رکھنا تمام عالم عربی میں مثبت اور ایجابی قوتوں سے کام لینا تاکہ فلسطین کی اس تحریک کو کامیاب بنایا جائے۔

باقاعدہ جنگ کی حکمت عملی کو اپنانے سے اس بنا پر کہ یہ کرنا کہ سردست استعماری قوتوں سے صیہونیت کے وجود کو ہمارے ملک میں قائم کر رکھا ہے اور وہ اس کی تائید و حمایت پر آمادہ ہیں۔

فداکارانہ اور مسلح تحریک الفتح کو کامیابی اور کامرانی کا واحد اور قطعی ذریعہ سمجھنا اور اس بات پر یقین رکھنا کہ طویل جدوجہد کے بعد عربوں کو دوبارہ فلسطین میں بسانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جو بیرونیوں نے ہمارے لئے پیدا کر دی ہیں اس بات پر یقین رکھنا کہ پورے عالم عربی کا امن مطلوب ہے۔ تمام مذاہیر اختیار کر کے سامراج کے ظلم سے نجات حاصل کرنا، خواہ وہ کسی شکل میں

ہر اور صیہونی اثر و نفوذ کو ختم کرنا۔

جب کوئی شخص الفتح کا رکن بننے کے لئے جاتا ہے تو اس کو لکڑی کا ایک ڈبہ دے دیا جاتا ہے جس میں خون بس بس کر باہر نکل رہا ہوتا ہے اس ڈبے میں کسی کتے کو ہلاک کر کے ڈال دیا جاتا ہے تو وارد کو تباہا جاتا ہے۔ اس ڈبے میں ایک ساتھی کی لاش کے ٹکڑے ہیں تم اسے اٹھا کر سامنے لے جاؤ اور وہاں سے پھر سڑے پاس لے آؤ۔ تو وارد کو اس امر کی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ کوئی سوال کر سکے، اگر وارد کو کتے آجاتے یا وہ کسی کمزور سے کا اظہار کرے تو اس کو کسی آسان کام پر لگا دیا جاتا ہے۔ اسے گوریوں میں شامل نہیں کیا جاتا اگر وہ اپنی اس پہلی آزمائش میں کامیاب ہو جائے تو پھر اردن، شام، لبنان اور عراق میں بھیجے ہوئے الفتح کے کسی کیمپ میں اس کو گوریلا لڑائی کی تربیت کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔

بعض مبصروں اور دانشوروں کا خیال ہے کہ الفتح کے گوریلے چینی انداز جنگ اور مادے تنگ کی تعلیمات سے بڑے متاثر ہوتے ہیں یہ تجزیہ غلط ہے۔ جہاں تک نظریاتی وابستگی کا تعلق ہے۔ الفتح کے فدائیوں نے موزمبیق میں پیدا ہونے والے حبشی دانشور، فرانز فنیٹن سے سب سے زیادہ اثر قبول کیا ہے۔ فرانز فنیٹن کی تصنیف - THE WRETCHED

OF THE EARTH موجودہ دور میں بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ تہاں پال سارتر نے اس کا طویل دیباچہ لکھا تھا اردو میں یہ کتاب "کشتگان خاک" کے نام سے شائع ہو چکی ہے،

فرانز فنیٹن کا نظریہ یہ تھا کہ تو آبادیاتی نظام میں کچلے ہوئے عوام کی نجات صرف اس میں ہے کہ وہ مسلح بغاوت کریں۔ اس سے کچلے ہوئے لوگ احساس کمتری سے بھی نجات حاصل کر لیں گے اور اپنے ظالم آقاؤں اور مستبدوں کو بھی ٹھکانے لگا سکیں گے۔

الفتح کے کارناموں کی تفصیل بڑی طویل ہے اپنی مختصر سی تاریخ میں الفتح نے بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں۔ اسرائیل جیسی بڑی قوت الفتح اور یاسر عرفات کے نام سے کاٹتی ہے۔ یاسر عرفات کے بارے میں اسرائیل کے خفیہ فوجی محکمے نے دوبارہ حکومت کو مطلع کیا کہ یاسر عرفات اسرائیل کی حدود میں موجود ہے۔ بھاری تقری کے ساتھ یاسر عرفات کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ دونوں بار اسرائیل کو بچہ دیکر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

الفج نے جن حالات میں جنم لیا وہ انسانی تاریخ کا بڑا المناک موڑ ہے۔
 ہم ان مذاہن کو سلام کرتے ہیں جو اپنے خون سے تاریخ آزادی فلسطین لکھ رہے ہیں
 پائری اور ثانوی سکولوں میں پڑھنے والی ان پانچ ہزار لڑکیوں کو سلام کرتے
 ہیں جنہوں نے اسرائیل کے خلاف غزہ میں ایک عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ جن کا جلوس گلیوں
 اور بازاروں سے گزرا۔ جنہوں نے اسرائیل کے خلاف مردہ بادل کے نعرے لگائے۔ جو
 اسرائیل کی فوج سے بھڑکیں۔ جنہوں نے اسرائیلی فوج کے بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں پر
 پتھر پھینکے۔ اسلام سورۃ اصحاب فیل کی زندہ تفسیر و

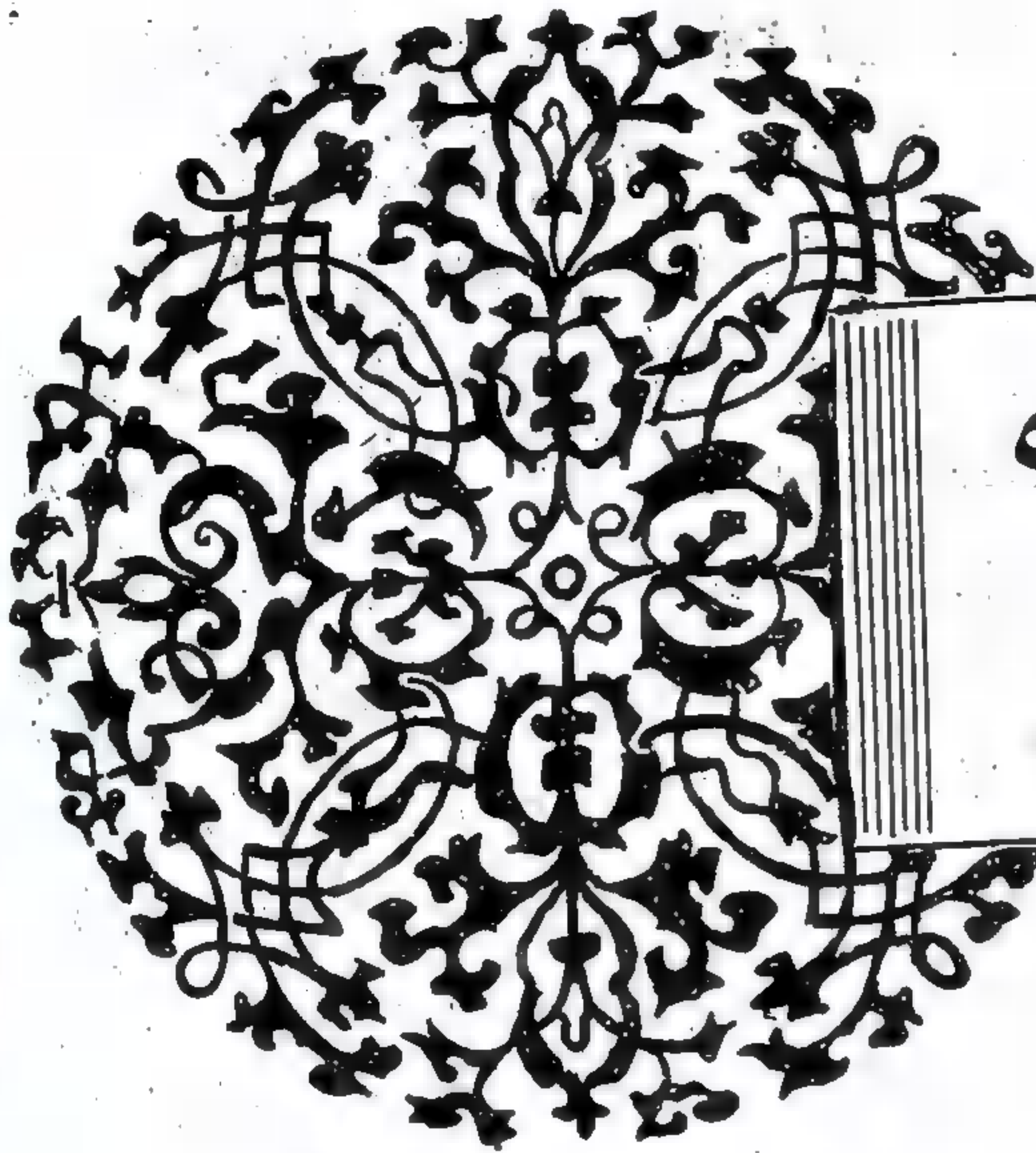
ہم ان چار فلسطینی لڑکیوں کو سلام کرتے ہیں۔ جن کو نابلس کے مظاہرے میں
 اسرائیلیوں نے گرفتار کر لیا۔ ان کو فوجی عدالت میں پیش کیا گیا۔ تو ان کی آنکھوں میں غم کی
 چمک تھی اور چہرے پر جہاد کا جمال و جلال۔ انہوں نے بڑے فخر سے عدالت کو بتایا کہ
 وہ الفج کی رکن ہیں۔

ہم ان لڑکیوں کو سلام کرتے ہیں جنہوں نے بیروا اور رملہ میں پر جوش مظاہرے کئے۔
 ہم ۲۸ برس کی فاطمہ بنادی کو سلام کرتے ہیں جو نرس تھی اور جنگ آزادی کا آغا
 ہوا تو نرسنگ چھوڑ کر رائل سنہیال لی۔ جو ان دنوں مقبوضہ بیت المقدس میں جرم جہاد
 کی پاداش میں دشمن کی قید کی آہنی سلاخوں میں بند ہے۔

ہم ان غازیوں اور مجاہدوں اور شہیدوں کو سلام کہتے ہیں جنہوں نے آزادی
 فلسطین کی خاطر اپنا خون بہایا۔ شہید ہوئے اور شہید ہونے کو سر سے کفن باندھے تیار کھڑے
 ہیں الفج اور اس کے مذاہن کو سلام کہتے ہیں۔

ہم پیغمبروں کی سرزمین پر اترنے والی آیہ جہاد ابوعمار یا سرعفات کو سلام کہتے

ہیں :



یہودیوں کی سرزمین

بیت المقدس — امت مسلمہ کا قبلہ اول — سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی پہلی منزل — شہر حضرت داؤد — شہر حضرت سلیمان —
شہر مسیح ناصری — طاہوت کے بعد جہاں بنی اسرائیل نے حضرت داؤد کو اپنا بادشاہ بنایا۔ اور
انھوں نے اسرائیلیوں کی دو لاکھ اسی ہزار فوج کے ساتھ حملہ آور ہو کر شہر القدس کو فتح کیا۔
اور صیہون کی پہاڑی پر جشن فتح منایا۔ یہ بیت المقدس کی ایک پہاڑی ہے جسے یہودی مقدس
سمجھتے ہیں اور یہوشلم کو دختر صیہون کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہودیوں کو شہر بدر کہ دیا، تو
پورے فلسطین پر حکمرانی کرنے لگے۔ اس پکس کی سلطنتیں متحد ہو کر حضرت داؤد پر حملہ آور
ہوئیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ یہوشلم تک پہنچیں وادی ریفالم میں شکست کھا کر پسپا ہو گئیں
جس سے فلسطین میں حضرت داؤد کی حکومت اور مضبوط و مستحکم ہو گئی اور انہوں نے بالائی و
تذریں شہر کو لاکھ ایک کہ دیا۔ شہر کے گرد ایک فصیل تعمیر کرائی اور یوں مختلف قبیلوں
میں بٹے ہوئے بنی اسرائیل ایک مرکز پر مجتمع ہو کر ایک قوم بن گئے۔

مصر سے آتے ہوئے حضرت موسیٰ کلیم اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس تبارک و تعالیٰ میں حضرت یوسف کا پیراہن اور ہڈیاں تھیں۔ حضرت موسیٰ فلسطی اسرائیلیوں کو شکست دے کر یہ تبارک و تعالیٰ اپنے ساتھ اشد ودلے گئے تھے۔ حضرت داؤد کی خواہش تھی کہ وہ "تبارک و تعالیٰ کے لئے ایک عظیم ہیکل تعمیر کریں۔ اتنا ہی عظیم اور حسین و جمیل ہیکل جتنا کہ وہ پیغمبر عظیم و جمیل تھا جس کا وہ پیراہن اور ہڈیاں تھیں۔ حضرت داؤد نے اس ہیکل کی تعمیر کے لئے سونا چاندی اور قیمتی پتھر فراہم کئے۔ لبنان سے دیردار کی کھڑی منگوائی۔ لیکن یہ ہیکل حضرت داؤد کو تعمیر نہ کرا سکے البتہ ان کے بیٹے حضرت سلیمان نے تخت نشین ہوتے ہی تعمیر کرایا اور بالکل ایسا ہی جیسا کہ ان کے باپ نے عالم رویا میں دیکھا تھا اور اس معبد کا خاکہ اپنے بیٹے کو سمجھایا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال ۱۰۱۵ اُم میں ہوا۔ جبکہ اس ہیکل کی تعمیر ۱۰۱۷ء میں شروع ہوئی اور سات سال تک جاری رہی۔ دو لاکھ مزدور و معمار دن رات مسلسل کام کرتے رہے۔ یہ ہیکل یہ معبد بالکل اسی جگہ تعمیر ہوا۔ جہاں کہ حضرت داؤد اس کو تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ کتاب سلاطین بائبل کے مطابق یہ ہیکل فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار تھا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان نے ایک عظیم محل بھی تعمیر کرایا۔ کاخ سلیمان سے — اس کی شان و شوکت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ماکولات و مشروبات کے برتن آؤ فریچر تک سونے چاندی کا تھا۔ محل میں کینڑوں اور کارندوں کی تعداد ہزاروں تک تھی۔ ملکہ سبا بقیس اسی محل میں اپنی سپاہ عظیم کے ساتھ شاہانہ تمکنت و طمطراق سے داخل ہوئی تھیں۔ ان کے کارواں میں سینکڑوں اونٹ ایسے تھے جن کے کچا دوس اور محلوں میں فقط عطریات و خوشبویات، بلوریں، عطر دانوں اور کنڑوں میں لاری ہوئی تھیں۔ جن کی تعطریت و عنبریت سے بیت المقدس کی فضائیں مہک اٹھیں۔

کاخ سلیمان میں ایک ایسا شیش محل بھی تھا جیسے شیشے کا طلسمات کہنا چاہیے شیشہ گردوں اور شیشہ سازوں نے کچھ ایسی شیشہ گرمی و شیشہ سازی سے کام لیا تھا کہ جب ملکہ سبا حضرت بقیس اس میں سے گزریں تو طلسم شیشہ گرمی سے مسحور و مسحور ہو کر

رہ گئیں۔ ان کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ پانی میں سے گزر رہی ہیں۔ انھوں نے اپنے زرتاب
لبادے کو پنڈلیوں تک اوپر اٹھالیا۔ کپڑے بھینکنے کا اندیشہ تھا حالانکہ وہ پانی نہ تھا۔
محض طلسم شیشہ گرمی تھا۔ ملکہ صبا حضرت بلقیس کے اپنے ساتھ بے بہا سونا چاندی اور بیش قیمت
جواہرات لائی تھیں۔

حضرت سلیمان نے شہر نپاہ کو مزید مضبوط و وسیع کیا کہ پہلے عظیم کی پہاڑی بھی اس کے
حصار میں آگئی۔ شہر کو پانی کی فراہمی کے لئے دور وادریوں سے نہریں کھودی گئیں چشمے
اور تالاب بنائے گئے ان میں سے "کنزاری کا چشمہ" عہد سلیمان کا یادگار ہے۔ اس
عہد کی یادگار جس میں سلطنت بنی اسرائیل اپنے پورے عروج پر تھی۔

حضرت سلیمان کے انتقال کے بعد اسرائیلی سلطنت دو حصوں میں منقسم ہو گئی جنوبی
سلطنت اور شمالی سلطنت۔ جنوبی سلطنت یہودہ جس میں جنوبی فلسطین اور روم شمالی تھا
اس کا پایہ تخت یروشلم یعنی بیت المقدس اور شمالی سلطنت جو شمالی فلسطین اور شرق اردن
پر مشتمل تھی۔ جنوبی سلطنت کا حکمران اجعام بن سلیمان اور شمالی کا یربعام تھا اس دور میں
بنی اسرائیل فحاشی، حرام کاری، تعیش پرستی، بت پرستی، اصنام پرستی اور اعلام بازی
میں مبتلا ہو گئے۔ ان میں لوطی بھی تھے۔ آستینوں میں بت چھپائے پھرتے تھے۔ دیو مالائی
یونانی دیوی دیوتاؤں کی طرح اپنی صورتوں سے غیر العقول روایتیں اور داستانیں منسوب
کرتے تھے اور خدا کی کتاب توریت و زبور میں رد و بدل کرنے لگے تھے ان کے کاہن
مخصوص مفادات کے تحت توریت و زبور کی آیتوں کو منہج کرنے میں ذرا تامل نہ کرتے تھے
یہ دونوں سلطنتیں یعنی بنی اسرائیل، یہود اور یربعام کی رعایا مدت تک آپس میں بے سریکار
رہی۔ اور خود آپ ہی اپنی تباہی کا باعث بنی۔ بنی اسرائیل کو باہم متصادم و متخارب
دیکھ کر فلسطینیوں نے یروشلم پر حملہ کیا۔ پہلے سے سونا چاندی اور جواہرات لوٹے۔ اور
ان کے بچے اور بیویاں قیدی بنا کر لے گئے۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا جبکہ شاہ بابل
بخت نصر نے قوم یہود کے مکمل استیصال کے عزم سے فوج کشی کی۔ فاتح کی حیثیت سے
شہر میں داخل ہوا۔ شہر کو آگ لگا کر قتل عام شروع کر دیا۔ یروشلم جل کر راکھ کا ڈھیر

بن گیا۔ اس تباہی میں تابوت سیکنہ بھی غائب ہو گیا۔ جس کا آج تک سراغ نہ مل سکا۔ نجات نصرت
نے یہودیوں کے تمام صحیفے نذر آتش کر دیئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ مرد و زن قیدی بنائے
بعد میں ان یہودیوں کو بابل یعنی عراق میں دریائے فرات کے کنارے آباد کیا گیا اور اس
بستی کا نام تل ابیب رکھا گیا۔ اسرائیل کا موجودہ دارالحکومت اسی تل ابیب کی یاد تازہ
کرتا ہے۔ بابل میں اسیری کے ایام میں یہودی تدریت کو یاد کر کے رو دیا کرتے تھے۔
اس تباہی کے پچاس برس بعد تک یروشلم کھنڈر بنا پڑا رہا۔ یہودی زائرین یہاں آتے اور
یروشلم کے کھنڈروں پر بیٹھ کر روتے پٹیتے۔ اسرائیل کی واپسی کی دعائیں کرتے اس دور
غلامی میں دانیال اور عزیز بنی یہودیوں کی رہنمائی کرتے رہے اور زرمبابل جو حضرت
داؤد کی نسل تھا صیہونیت کی پہلی تحریک آزادی و آباد کاری کا محرک بنا۔ اس صیہونی
تحریک کا مقصد کھنڈر ہوئی صیہونی ریاست یروشلم کو دوبارہ حاصل کرنا اور یہیل سلیمانی
کی پھر سے تعمیر کرنا تھا۔

اور پھر ۵۳۶ قبل مسیح ایران کے شہنشاہ خشتر جس کا نام بائبل میں نورس
ہے۔ بابل کو فتح کیا اور یہودیوں کو اپنے وطن فلسطین جانے کی اجازت دے دی۔
۴۳۲ قبل مسیح سکندر اعظم نے فلسطین پر دھاوا بولا۔ اور کہتے ہیں سکندر اعظم کا اسی شہر
میں انتقال ہوا۔ اور اس کی لاش سونے کے تابوت میں بند کر کے اسکندریہ بھیجی گئی۔
۲۰۲ ق م میں انطونیس اعظم شانی نے یروشلم پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا لیکن چار سال بعد
سکندریہ کا جنرل سکریس یروشلم پر قابض ہو گیا۔ لیکن شامی بادشاہ نے یروشلم کے مصریوں کو
یہ شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۷۰ ق م میں ایسی فین نے اس شہر کو تباہ و برباد کیا۔ تو
یونانیوں کے ظلم و ستم کے نتیجے میں مکابی تحریک نے جنم لیا۔ مکابی ایک کاہن تھا۔ جس نے
یونانیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے کامیابی حاصل کی۔ اس نے یہیل سلیمانی کی حرمت
کو بحال کیا اور جشن منایا۔ جس کی یاد یہودی آج تک عید ہنوکہ کی صورت میں مناتے ہیں
۱۶۸ ق م انیسطرس مصری نے یروشلم فتح کیا اور اس کے بعد یروشلم کی تاریخ کا وہ
دور شروع ہوا جس میں ہیرود اعظم کے عہد میں بیت المقدس کو وہ عظمت و جبر و دوبارہ

حاصل ہو گئی جو اسے عہد سلیمانی میں حاصل تھی۔ اسی شہنشاہ کے دربار کی شعلہ نرا اور شعلہ بدلت
 رقاعہ سلومی تھی۔ جو یرمیاہ نبی یعنی حضرت یحییٰ پر دل و جان سے فریفتہ تھی اور گم کردہ راہ
 تھی۔ حضرت یحییٰ سے ازدواجی رشتہ قائم کرنے کی خواہش گار تھی مگر نور اور تاریکی میں کبھی
 رشتہ قائم نہیں ہو سکتا۔ خوشبو بدبو سے منسلک نہیں ہو سکتی۔ کہاں خدا کا ایک برگزیدہ پیغمبر
 اور کہاں ایک بازاری عورت۔ آپ نے انتہائی نفرت سے ایسا کرنے سے انکار کر دیا
 اسے نیکی کا راستہ دکھانا چاہا۔ مگر اس عورت نے پیغمبر سے اپنی محبت کے ٹھکانے جانے
 کا انتقام لیا۔ ہیرود اعظم کی منظور نظر محبوبہ تو وہ تھی ہی۔ اسے درغلا کر بہکا کر قتل پیغمبر
 پر آمادہ کیا تو ہیرود اعظم نے ایک پیغمبر کی زندگی کو ایک بازاری عورت کے بوسے سے
 بھی کم نہ سمجھا اور حضرت یحییٰ کا سر کاٹنے کا حکم دے دیا اور جب پیغمبر کا کٹا ہوا سر ایک
 طشتری میں سلومی کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے پیغمبر کے ہونٹوں کا بوسہ لیتے ہوئے کہا:

”مغز و خود سر انسان، اپنی زندگی میں جن ہونٹوں

کو تو نے اپنے ہونٹوں کے قریب نہ آنے دیا۔ دیکھ

آج وہی ہونٹ تیرے ہونٹوں کو چومتے ہوئے تیری

خود سری پر ہنس رہے ہیں۔“

حضرت عیسیٰ اسی قاتل شہنشاہ ہیرود اعظم کے عہد میں پیدا ہوئے۔ وہ اہل روم کا
 باجوڑ ارتھا۔ وہ یہودی نہیں رومی تھا لیکن یہودیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے
 راہب اعظم۔ کاہن اعظم کی بیٹی سے شادی کر کے مہیکل سلیمانی کی از سر نو تعمیر کئے۔
 حضرت عیسیٰ بارہ برس کی عمر میں بیت المقدس آئے۔ اور خدا کا نبی ہونے کا
 دعویٰ کیا۔ لیکن ان لوگوں نے جناب عیسیٰ کو جھٹلایا۔ ان پر تشدد کیا۔ خاکم بدہنہ انہیں
 دیرانہ سمجھا تو حضرت عیسیٰ نے مہیکل کو دیکھتے ہوئے کہا:

”اس کے ایک اینٹ بھی اپنی جگہ نہ رہے گی۔“

اس کے بعد حضرت عیسیٰ کئی بار ناصرہ سے بیت المقدس آئے۔ یہودیوں اور رومیوں
 کو دعوت حق دی لیکن وہ خدا اور اس کے سچے نبی پر ایمان نہ لائے تو ایک شخص یسوع

نے سیم دزد کے لالچ میں آکر حضرت عیسیٰ کی نشان دہی کی کہ وہ پکڑے اور مصلوب کر دیئے جائیں۔ یہود اسکے یوتی بھی یہودی تھا۔ حضرت عیسیٰ اور ان کے شاگردوں کا لباس کیونکہ ایک سا تھا۔ لہذا رومیوں کو یہ پہچان کرنے میں وقت ہو رہی تھی کہ ان میں حضرت عیسیٰ کون سے ہیں ان کو کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو حضرت عیسیٰ کا نشان دہی کر سکے چنانچہ یہ کام یہود اسکے یوتی نے کیا اور رومیوں سے کہا :

”میں جس شخص کے ہاتھ کا بوسہ لوں گا وہی عیسیٰ ابن مریم ہو گا۔“

حضرت عیسیٰ پکڑے گئے اور مصلوب کر دیئے گئے وہ آزمائش وارورسن میں پورے اترے صلیب کے زخم ابھی تک ہرے ہیں۔ مندل نہیں ہوئے۔ ان سے ابھی تک خدا کے نبی کا خون ٹپک رہا ہے۔ اور یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ وہ دھرقے ابھی تک یہودیوں کے قدموں تلے چبھتے ہوئے متزلزل ہے۔ جس پر ایک پیغمبر کا لہو نہایت بے دریغی اور انتہائی بریت کے ساتھ ٹپکا یا گیا۔ وہ آسمان ابھی تک یہودیوں کے سروں پر چٹکھاڑ رہا ہے اور گر جتے ہوئے بادلوں میں کودتی ہوئی بجلیوں کے کڑے لہرا رہا ہے کہ ابن مریم کا لہو اوپر بھی اچھالا گیا۔ خدا اپنی روح کے قاتلوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ وہ جسم مطہر و اطہر جسے دار پر کھینچا گیا۔ سولی چڑھا کر جس جسم کے ہاتھوں سے پیروں میں میخیں گاڑی گئیں۔ جس کے گروشت کے لوتھڑوں میں نیروں کی انیاں چھبائی گئیں اور جس خون کے تقدس و طہارت کو نہ سمجھتے ہوئے مٹی میں ملا یا گیا۔ اس میں خدا کی روح تھی عیسیٰ روح اللہ ہیں اور خدا یہودیوں کو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ حضرت عیسیٰ کے قتل کی سازش کے مجرم ضمیر سائے شیوں کو۔ حضرت عیسیٰ کے قتل نامے پر اپنی آمادگی کی بہرین لگانے والوں پر رحم کے سارے دروازے بند ہیں۔ وہ اپنی روح کے قاتلوں کو کس دل سے بری کرے گا وہ اپنی متاع روح کے لیٹروں اور مجرموں پر قزو جرم کیسے نہیں لگائے گا۔ وہ ان پر سزا کے دروازے کیوں اور کس لئے بند نہیں کرے گا۔ جبکہ یہ جرم قابل معافی نہیں اس کی عدالت میں اس کے لئے رحم کی کوئی اپلی نہیں ہو سکتی۔ دنیا کا کوئی وکیل اس کیس کی وکالت نہیں کر سکتا۔ اور اگر کبے کا تہ خود

بھی مجرم بن جائے گا۔ اعانت جرم میں اس کی حراست و گرفتاری بھی بہت ضروری ہے اور نہ کوئی ضمانت لی جائے گی۔ اس کیس میں جرح کرنے کی بھی اجازت نہیں اور نہ اظہار وجہ کی گنجائش۔ اور نہ کوئی سفارشی ارادہ سفارش سے اس عدالت میں قدم رکھ سکتا ہے۔ مجرموں کو سزا مل کر رہے گی نہ صرف اس بلکہ دوسری دنیا میں بھی یہودیوں کا یوم حساب قریب ہے۔ عدل و انصاف، قانون و قدرت کے میزان عدلیہ کے ایک پلڑے میں پوری قوم یہود ہے اور دوسرے پلڑے میں حضرت عیسیٰ کا لہو۔۔۔۔۔ اور پھر اس زلزلے میں جبکہ روم کے شاہ ہرقل نے عیسائیوں کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے خسرو شاہ ایران کو شکست دی۔

عرب میں ہلال اسلام اور آفتاب رسالت طلوع ہو چکا تھا عرب کے ریگزاروں کے ہر ذرے میں توحید کی کہکشاںیں جھلکانے لگی تھیں۔ خانہ کعبہ میں پڑے پتھر کے خداؤں یعنی بتوں میں زلزلہ آگیا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا بت شکن آگیا ہے۔ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت گرمی سوچ میں پڑ گئے تھے۔ کہ اب وہ خاک میں لا دیئے جائیں گے۔ دنیا کی جہالتیں اور تاریکیاں ذلت و ظلمت کے گڑھوں میں سمٹتی جا رہی تھیں کہ خدا کا نور زمین پر اتر آیا تھا توحید کا اجالا ہو رہا تھا۔ یہ طلوع اسلام تھا۔ خدا کے دین کا ایک نیا سوریا تھا۔ فرشتے باوجود ہو کر حضرت آمنہ کے در کی چوکھٹ پر اتر رہے تھے، مبارک باد دینے کو۔ ہر جا برو تا ہر سلطان کی سلطنت صفت ماتم بچھا کر بیٹھ گئی تھی کہ اس کے قہر و غلبہ کا جنازہ نکل گیا تھا۔ ہر فرد کی خدائی میں صور اسرافیل پھونکا جا رہا تھا کہ اب یہ جھوٹی خدائیاں نہ چلیں گی۔ کبریاہی تو بس کبریاہی کے لئے ہے۔ کوئی کون ہوتا ہے جو اس کی کبریاہی کو چیلنج کرے۔ اس کی خدائی میں جھوٹا خدا بن بیٹھے۔ یہ آسمان خدا کا ہے۔ یہ زمین خدا کی ہے وہی ہر چیز کا مالک ہے، وہی شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے اور پھر اس کے ہوتے ہوئے وہ کون ہے۔۔۔۔۔ جو شہنشاہی کا دعوے کرے اور جھوٹے یہ دعویٰ کیا یا کرے گا۔ اس کا وہی انجام ہو گا۔ جو شیطان کا ہوا۔ جو فرد کا ہوا۔ شداو کا ہوا، مٹی کے کھلونے اپنے خالق کے سامنے سرکشی دکھا کر ثابت نہیں رہ سکتے۔ خدا اور مخلوق

کے درمیان ایک رشتہ ضرور ہے لیکن مخلوق خالق نہیں بن سکتی اور نہ بند خدا ہو سکتا ہے۔
بشر بشر ہے، خدا خدا ہے۔

حضور انسانوں کو یہی سمجھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ رحمت العالمین بکر
آئے تھے۔ وہ ابو رحمت تھے۔ اور کھل کر برسے۔ کائنات کے ذرے ذرے میں
نئی زندگی آگئی۔ وہ خواب جسے فرشتے بھی آباد نہ کر سکے تھے۔ خدا کی رحمتوں سے آباد
ہو گیا۔ جو پیاسے تھے ان کی پیاس بجھ گئی۔ جو بھوکے تھے ان کا پیٹ بھر گیا۔ جو تنگے
تھے اس محسن انسانیت نے ان کو ڈھانپ دیا اور خود ٹاٹ اور بوریے کے چھتھروں
پر اکتفا کیا۔ ان کے لئے بس اک کالی کالی کافی تھی۔ اس فخر آدمیت و بشریت نے نہ
صرف اپنی اُمت بلکہ پوری انسانیت کے لئے کتنے دکھ اٹھائے، کتنی مصیبتیں بھیلیں، لُٹ
کے بازاروں میں ان پر تنگ باری کی گئی۔ وہ زخمی ہوئے جبکہ انھوں نے دشمنوں کے
زخموں پر بھی مرہم کے بچا ہے رکھے جو گالیاں کھا کر دعائیں دیتے رہے۔ جنگ احد
میں جن کے دو دانت شہید ہو گئے۔ قوم نے جن کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا مگر جادہ استقلال
پر ان کے پاؤں ذرا نہ ڈمگ گئے۔ وہ ہر حال میں خدا سے خوش تھے اور ان کا خدا ان سے
خوش تھا، وہ خدا سے بے انتہا پیار کرتے تھے اور خدا ان سے۔ اور یہ حضور کے ساتھ
خدا کی محبت کی انتہا ہی تو ہے کہ حضور پُر نور پر نبوت کی انتہا کر دی۔ نبوت سے بڑھ کر
خدا کے پیار کی اور کیا سند ہوگی۔ پیار کی اس معراج کو بس یہیں اپنے اس پیارے نبی پر
ختم کرنا تھا۔ لہذا نبوت ہی ختم کر دی۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنے دین کو اپنے حبیب
پر مکمل و اکمل کر دیا۔ اور اپنی کتاب قرآن حکیم سے نوازا۔ جبریلے امین نے وحی لے کر در
رسول پر آتے رہے۔ محبوب کی حباتی محبت کو اور تیز کر دیا کرتی ہے اور پھر حبیب
محبت کے بیکراں سمندر میں جوش آیا تو اپنے حبیب کو گھڑی پل کے لئے اپنے پاس
بلایا۔ سدرۃ المنتہی سے بھی آگے جہاں تاب و قوسین کا عالم تھا۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَشْرَىٰ بِعِيدِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ

الْأَقْصَى الَّذِي بَارَعْنَا خَلْقَهُ لِنُزِيهِ مِنْهُ أَيُّبُنَا ۝

پھر اللہ اپنے رسول کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

واقع معراج کی ایک بڑی راویہ ام ہانی بنت ابی طالب ہیں جو فرماتی ہیں :

” رسول اللہ کو اسری ہمارے گھر سے ہوا تھا اور اس رات عشا کی نماز پڑھ کر ہمارے
ہاں ہی سو گئے تھے۔ فجر سے کچھ پہلے حضور اٹھے۔ جب نماز پڑھ چکے۔ فرمایا اے ام ہانی
میں نے عشا کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی۔ جیسا کہ تم نے دیکھا تھا۔ پھر میں بیت المقدس
میں گیا۔ میں نے وہاں نماز پڑھی پھر اب تمہارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی ہے۔

بیت المقدس کی شرعی حیثیت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ حضور سرور کائنات
صلعم اور مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ اس کے گرد و پیش اللہ تعالیٰ نے برکتیں نازل فرمائیں
مسجد الحرام سے خانہ کعبہ اور مسجد اقصیٰ سے بیت المقدس مراد ہے۔ صاحب روح البیان
نے آیات قرآنیہ کی تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بیت المقدس وحی اور فرشتوں کے
اترنے کا مقام اور انبیاء کرام کے رہنے کی جگہ اور حضرت موسیٰ کے زلمے سے انبیاء کی عباد
گاہ اور انبیاء علیہم السلام کا قبلہ ہے۔ اور قیامت کو مخلوق اسی زمین میں محصور ہوگی اسی
کے نواح میں خدا کا منظر تجلی جیل طور اور اسی میں مقدس وادی طوی ہے، جن کا آیات
ذیل میں خاص عزت و احترام کے ساتھ ذکر ہے :

فلما قضیٰ موسیٰ الأجل و ساریٰ باہلہ النہ من جانب
الطور ناداً قال لاہلہ امنکوا فی السات ناراً تعلیٰ ایتکم
منہا بخرا و عبودۃ من النالکم لصلطون ۵

جب موسیٰ نے مدت پوری کر لی اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے طور کی جانب ،
ایک آگ دیکھی۔ اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید
میں اس کے پاس سے کوئی خیر یا چنگاری لے آؤں تاکہ تم تاپ لو۔ پھر
جب آپ آگ لیتے گئے تو برکت والی زمین میں وادی امین کے کنارے
درخت کی طرف سے آواز آئی کہ لے موسیٰ۔ بے شک میں ہوں۔ اللہ
رب سارے جہانوں کا۔

یہ وادی طوی وہی مقدس وادی ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتیاں
 اتارنے کا حکم دیا گیا تھا جب وہ طور سینا سے نکلتی آگ کے قریب آتے تو پکار گئے۔
 موسیٰ میں ہوں تمہارا پروردگار۔ پس اتار دو اپنی دونوں جوتیاں۔ بیشک تم
 مقدس وادی طوی میں ہو۔

مسجد اقصیٰ

حضرت سرور کائناتؐ نے فرمایا :

صرف تین مسجدوں کی زیارت کے لئے حصول ثواب کی خاطر رخت
 سفر باندھنا چاہیے : مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ۔ مسجد نبوی۔

وہ مقامات مقدسہ جن کی بدولت یہ مقدس شہر مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں
 کا مرکز ہے۔ شہر کی مشرقی پہاڑی موریہ پر ایک احاطہ میں ہیں جسے اہل اسلام حرم
 شریف کے نام سے پکارتے ہیں اور جو بیت المقدس کا مقدس ترین حصہ ہے مسجد الاقصیٰ
 اور قبۃ الصخرہ بھی اسی حرم میں ہیں۔ حرم میں حجۃ حجۃ بلند مقامات ہیں جنہیں مسلمان محراب
 کہتے ہیں۔

حرم شریف کی عمارتوں میں چار ہزار چوبی شہتیر اور سات سو پتھر کے ستون اور پانچ
 سو پتیل کی زنجیریں ہیں۔ ہر ذات ایک ہزار چھ سو نائیس روشن کئے جاتے ہیں اور ان کے
 لئے ایک سو چالیس غلام مامور ہیں۔

شب معراج کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک پر دار اسب
 براق پر سوار تھے۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے جہر میں تھے۔ آپ مکہ المکرمہ سے
 طور سینا گئے وہاں سے بیت لحم پہنچے اور پھر بیت المقدس سے تشریف لائے۔
 ارشاد رسول اکرم صلیعہ ہے :

جس وقت ہم بیت المقدس پہنچے تو حرم کے احاطے میں جبریل علیہ السلام نے مجھ کو
 اتارا۔ اور براق کو ایک کنڈی سے باندھ دیا، جس سے انبیائے سابقہ نے

بھی اپنے گھوڑے باندھے تھے۔

خانہ کعبہ اور گنبد خضرا کے بعد قبۃ الصخرہ مسلمانوں کے لئے مقدس ترین مقام ہے۔ صحرا کے معنی عربی زبان میں چٹان کے ہیں۔ یہ چٹان زمین سے صرت دو گز اونچی ہے۔ یہ وہ آدم سے بھی دو ہزار سال پہلے فرشتے اس کا طواف کر چکے ہیں۔ طوفان نوح کے بعد حضرت نوح کی کشتی جس مقام پر رکی تھی وہ یہی چٹان تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں قیامت کے دن حضرت اسرافیل اسی چٹان پر کھڑے ہو کر صور بھونکیں گے۔ اکثر مفسرین و محدثین کی رائے ہے کہ صحرا بہشت کی چٹانوں پر ہے۔ اسی لئے اس کو بیت الجنت بھی کہتے ہیں۔ اسی چٹان پر ختم المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام نے عبادت کی ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ شب معراج کو اس کے مغربی گوشے پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے یہ گوشہ حضور کی تعظیم سے کانپنے لگا۔ تو فرشتوں نے اسے لرزے نہ دیا۔ دوسرے گوشے پر فرشتوں کی انگلیوں کے نشان ہیں۔

مغارۃ الارواح

قبۃ الصخرہ کے نیچے چٹان کی جنوبی سمت گیارہ سیرھیاں ہیں جو ایک غار میں اترتی ہیں۔ جسے مغارۃ الارواح اور راستہ باب المغارہ کہتے ہیں۔ کہ تمام اہل ایمان کی روہیں حکم الہی سے اسی مقام پر جمع ہوں گی۔ حرم شریف میں ایک چھوٹی سی مسجد عہد مسیح کے نام سے مشہور ہے۔ اسے محراب مریم و زکریا بھی کہتے ہیں۔ فرشتے حضرت مریم کے واسطے موسمی پھل یہاں ہی لایا کرتے تھے۔ محراب زکریا اس کے ساتھ ہی ہے جہاں فرشتوں نے انھیں حضرت یحییٰ کی ولادت کی بشارت دی۔ جبکہ وہ نماز میں کھڑے تھے۔ عہد مسیح میں حضرت مسیح کا پگھوڑا رکھا ہے یہ پگھوڑا پتھر کا ہے۔ حضرت مسیح اسی میں ٹٹائے گئے۔ حضرت عیسیٰ اسی جگہ پیدا ہوئے یہیں دیوار براق ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات براق یہاں باندھا تھا۔

حرم شریف کی مغربی دیوار میں پچاس فٹ کے ایک ٹکڑے کے بارے میں یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ پہلی سلیمانی کے باقیات میں سے ہے۔ چنانچہ یہودی زائرین یہاں آکر آہ و بکا کرتے ہیں۔ اور اسی نسبت سے اس کا نام دیوار گدیہ پڑ گیا ہے اور اسی مقام کو سلمان البراق کہتے ہیں کیونکہ سب معراج سرور کائنات اسی جگہ براق سے اترے اور براق کو باندھا اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس جگہ کی نشان دہی کرنے کے لئے یہاں ایک گول کڑا لگا ہوا ہے ۛ

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب اس مقدس شہر میں داخل ہوئے تو ان کا سب سے بڑا مقصد اس متبرک مقام کی زیارت تھی جسے الصخرہ کہا جاتا ہے جہاں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے راہب صفرونیوس (SOPHRONIUS) سے فرمایا کہ وہ ان کی رہبری کرے اور وہ مقدس جگہ دکھائے۔

راہب سب سے پہلے آپ کو کلیسائے نشور میں لے گیا اور کہا کہ یہی حضرت داؤد کی مسجد ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ خدا کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو جگہ بتائی یہ اس کے مشابہ نہیں۔

پھر راہب صفرونیوس آپ کو کلیسائے صیون میں لے گیا اور کہا کہ یہ حضرت داؤد کی مسجد ہے۔

حضرت عمر نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو۔

اس طرح وہ راہب آپ کو ہر گرجے میں لے گیا اور آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔

آخر کار راہب آپ کو اس دروازے سے لے گیا جس کا نام اب باب المجد ہے۔ سیڑھیوں پر سے کڑا کر کٹ صاف کرنے کے بعد وہ ایک تنگ راستے میں داخل ہوئے جہاں حضرت عمرؓ گھٹنوں کے بل چل کر وسطی دروازے کے پاس آئے اور کھڑے

ہو گئے۔ الصخرہ کی جانب نظر اٹھائی۔ فرمایا
 "قسم ہے اس خدا کے بزرگ و بڑے کہ جس کے قبضہ میں
 میری جان ہے یہی وہ جگہ ہے جو اللہ کے رسول نے
 مجھے بتائی تھی۔"

اس کے بعد آپ نے اس پر ایک مسجد تعمیر کئے جانے کا حکم دیا جسے ۶۹ھ میں
 عبدالملک نے از سر نو تعمیر کرایا اور یہی مسجد اقصیٰ کہلائی۔

حضرت عمرؓ نے کئی دن بیت المقدس میں قیام کیا۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت بلالؓ
 سے اذان دینے کے لئے فرمایا۔

حضرت بلالؓ نے اذان دی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ کا عہد مبارک یاد آ گیا۔
 اور آج بھی ہر مسلمان کے دل میں بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کا نام سنتے ہی اس
 عہدِ زریں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور آنکھوں کے سامنے وہی الوہی منظر کھچ جاتا ہے۔
 کہ چاند شمس کہکشاں در کہکشاں راستے میں بچھتے جا رہے ہیں انبیاء علیہ السلام کی مطہر
 مقدس روحیں نورانی کفن میں لپیٹی ہوئی بیت المقدس میں اتر رہی ہیں۔ نگہت و نور کا یہ
 عالم ہے کہ ہوائیں معطر و معبر ہو رہی ہیں جیسے لاکھوں مشک نافے کھول کر رکھ دیئے
 گئے ہوں۔ ذرہ ذرہ روشن ہے جیسے ہر ذرے کو آفتاب و مانتاب بنا دیا گیا ہو۔ قدم
 قدم پر فرشتوں کے دُود کھڑے رب جلیل کی حمد و ثنا اور تسبیح و تحلیل میں اس کے پیارے
 رسولؐ پر درود و سلام بھیج رہے ہیں۔

مرحبا ——— مرحبا ——— رسول عربی

مرحبا ——— مرحبا ——— صاحب لہلال

صلی اللہ ——— صلی اللہ ——— مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ میں آنیوالے

صلی اللہ ——— صلی اللہ ——— سدرۃ المنتہی سے بھی آگے نکل جانیوالے

رسول اکرم صلعم براق پر سوار چلے آتے ہیں کیا عظیم مرکب ہے اور راکب اس سے
 بھی کہیں زیادہ عظیم تر ہے۔ جبریل امین جلو میں ہیں۔ خدا کے محبوب کی برأت آرہی ہے

آج زماں و مکاں کے بیکراں فاصلے سمٹ کر رہ جائیں گے۔ ہجر کی تلخیاں وصال کی حلاوتوں میں بدل جائیں گی۔ مرکب سے اتر کر وہ جہاں پہلا قدم اٹھائیں گے ابتدا ہوگی جہاں دوسرا قدم رکھیں گے، انتہا ہوگی۔

تصور و تخیل کی آشفستگی و وارفتگی بھی کیا ہی پاکیزہ شے ہے۔ مسلمان کی چشمِ تصور میں صلیب و طلال کے خرمیں معرکے اور محاربے بھی ابھی تک نہیں دھندلائے و کھلائے۔ مجاہد ملت، بطل حریت سلطان صلاح الدین ایوبی کی تلوار کی جھنکار ابھی تک کانروں میں گونج رہی ہے۔ سرفروش و کفن پوش مجاہدوں کے تکبیر کے نعروں سے سرزمینِ یروشلم میں اک زلزلہ آ رہا ہے وہ ناموس اسلام پر کٹ رہے ہیں۔ اور کاٹ رہے ہیں اور یہی ہے مجاہد کا وظیفہ حیات۔ اپنی یا دشمن دین کے خاک و خون میں تڑپتی ہوئی لاش۔ یہی ہے مردانِ خدا کی پہچان۔ کہ جب وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو وہ آفاق میں نہیں، آفاق ان میں گم ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے کہ اسلام کے رکھوالوں نے اس مسجد میں بیٹھ کر وضو کیا تھا۔ نمازیں پڑھی تھیں۔ اور خدا سے اسلام کی فتح کی دعائیں مانگی تھیں اور فتح ان کی تھی۔ حتیٰ باطل سے کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔

میدانِ جنگ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی کیفیت ایک ایسی غمزہ ہاں کی ہوتی تھی جس نے اپنے اکلوتے بیٹے کا داغ اٹھایا ہو وہ ایک صفت سے دوسری صفت تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے۔ خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے پھرتے۔ "یا للہ سلام"۔ "اسلام کی مدد کرو"۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے۔

بیت المقدس جن حالات میں اغیار کے قبضہ میں گیا وہ من حیث القدم مسلمانوں کا ایک ایسا المیہ جسے سامراجی جبار حیت کا نقطہ عروج کہا جاتا ہے تمام دنیا کے مسلمانوں بیت المقدس پر قبضہ اپنے مذہب میں براہ راست مداخلت تصور کرتے ہیں لہذا جبرانیائی

بعد کے بادجو و مسلمانان عالم کس مسئلے پر متفق ہیں اور بیت مقدس کی بحالی و بازیافت کے لئے اسلامی ممالک کے اتحاد کی تاریخی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں اکتوبر ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ سے صورت حال میں جو تبدیلی رونما ہوئی ہے اس سے عرب ممالک کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ اسرائیل سے تصادم دراصل سامراجی و استعماری طاقتوں سے تصادم ہے۔ اور عرب ممالک اسلامی ممالک کے اتحاد و تعاون ہی سے سامراجی طاقتوں کا کامیابی سے مقابلہ کر سکتے ہیں ورنہ موشے دایان، گولڈ ایئر اور تمام یہودی جوہر دنیا میں جہاں کہیں بھی ہیں۔ جزیرہ نمائے عرب کو بارہ اسرائیلی قبائل میں تقسیم کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

عالم اسلام کا پڑھا لکھا طبقہ ایسا ہونا کہ حقیقت سے بے خبر نہیں ہے کہ گزشتہ صدی کے آخر میں یہودیوں نے فلسطین پر غاصبانہ قبضے کے لئے جس سازش کا آغاز کیا تھا اس کا اصل مقصد اسلام کی بین الاقوامی قدرت پر آخری ضرب لگانا تھا۔ ۱۸۹۷ء میں سوئٹزر لینڈ کے شہر بیل میں یہودیوں کی ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس موقع پر یہودی زعمیم ہرتزل نے فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کا منصوبہ بنایا تھا اور اس وقت سے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے یہودی ساہوکار اور سیاست دان اسی مقصد کے لئے کام کرتے رہے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے ابتدا میں اپنے مطالبات کو نہایت معصومانہ انداز میں پیش کیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ تو صرف چند بے وطن یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنا چاہتے ہیں اور یہ مطالبہ اسی شکل میں سب سے پہلے سلطان عبدالحمید کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ سر سلطان آغا خاں مرحوم راوی ہیں۔ یہودی زعمیم نے سلطان عبدالحمید سے سفارش کے لئے انھیں بھی بیچ ڈالا تھا لیکن خلیفۃ المسلمین نے یہ مطالبہ ماننے سے صحت انکار کر دیا تھا۔

اس کے بعد ہرتزل نے بذات خود یہ پیش کش کی کہ فلسطین کی کچھ اراضی اگر یہودیوں کی آباد کاری کے لئے مخصوص کر دی جائیں تو سلطنت عثمانیہ کو اس کا بھاری معاوضہ دیا جائے گا۔ اگرچہ خلیفۃ المسلمین اس وقت شدید مالی مشکلات سے دوچار تھے لیکن انہوں نے اس پیش کش کو حقارت سے مسترد کر دیا حالانکہ اگر وہ یہودیوں سے معاوضہ قبول

کر لیتے تو سلطنت کے تمام قرضے ادا کئے جاسکتے ہیں۔

ان ماسعی میں ناکام ہونے کے بعد یہودیوں نے سیاسی دباؤ کا حربہ استعمال کرنا شروع کیا۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم کے موقع پر عالمی یہودی ساہوکاروں نے قیصر جرمنی سے رابطہ قائم کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ اگر آپ اپنے حلیف سلطان ترکی کو فلسطین کا علاقہ یہودیوں کے حوالے کرنے پر آمادہ کر لیں تو ساری دنیا کے یہودی اپنے مالی وسائل سے مدد دیں گے اور آپ جنگ جیت جائیں گے۔ قیصر جرمنی نے اس پر سلطان سے سلسلہ جنابانی کی تردیدوں سے دھکا سا جواب مل گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف جرمنی کو جنگ میں شکست ہوئی بلکہ سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بھی بکھیر دیا گیا۔

اس کے بعد اسرائیل کے قیام کے لئے بین الاقوامی سطح پر جو کچھ ہوتا رہا اس کی تفصیلات سے عصری تاریخ کا ہر طالب علم کم و بیش آگاہ ہے اور اس کے ساتھ ہی یہودی زعماء کا یہ منصوبہ بھی عیاں ہو چکا ہے۔ کہ وہ اسرائیل کی ان کی حدود پر قانع رہنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ جو اقوام متحدہ نے ۱۹۴۷ء میں متعین کی تھیں۔ بلکہ وہ دریائے نیل سے لے کر دریائے فرات تک کے اس پورے علاقے کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ جس میں جنوب کی طرف مدینہ منورہ اور شمال کی طرف اناطولیہ تک علاقہ شامل ہے۔ اس منصوبے کا انکشاف دراصل شہر کے زمانے میں ہوا تھا۔ جب فرانکفرٹ میں ایک یہودی لیڈر کے گھر سے اس کا نقشہ دستیاب ہوا تھا۔

(عکس نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

چنانچہ آج کل فلسطین کے مسئلے سے متعلق تمام اسلامی مطبوعات میں اس نقشے کا حوالہ دیا جاتا ہے لیکن اسی دوران یہودیوں کے اس سے بھی زیادہ وسیع تر عزائم کا ایک نقشہ خود یہودی ذرائع نے شائع کیا تھا جو اتفاق سے ایک مدت تک مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل رہا۔ اور یہ نقشہ ثابت کرتا ہے کہ یہودی لیڈر پورے جزیرہ نمائے عرب پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

یہ نقشہ جس کا عکس اگلے صفحہ پر دیا جا رہا ہے ۱۹۲۲ء میں ایک یہودی تنظیم کی طرف سے مراکش کے یہودیوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور اس منصوبے کے لئے ان کے چننے کی

اپنی کی گئی تھی۔ نقشے کی پوری عبارت عبرانی زبان میں ہے حاشیہ کے اوپر کی سطریں تو رات کی کتاب اسموئیل دوم سے ماخوذ ہیں اور ان کا ترجمہ یہ ہے۔

اور میں اپنی قوم اسرائیل کے لئے ایک زمین مقرر کروں گا انھیں وہاں پر اس طرح جھاؤں گا کہ وہ ہمیشہ اپنے وطن میں رہیں اور کبھی انہیں وہاں سے ہٹایا نہ جاسکے۔ اور نہ ہی بدکاروں کی اولاد پہلے کی مانند ان پر مسلط ہوگی۔

نقشے کے حاشیے ہیں اوپر دو خطوط کے درمیان تورات کی کتاب لادویوں کی یہ عبارت درج ہے۔ اس لئے کہ زمین میری ہے۔ پھر اس کے نیچے کہنے میں کتاب یسعیاہ سے یہ جملہ نقل کیا گیا ہے، "یہ تیری سرزمین ہے اے عازریل!"

نقشے میں جزیرہ نمائے عرب پر خطوط یہ واضح کرنے کے لئے کھینچے گئے ہیں کہ یہ پورا علاقہ یہودیوں کے لئے ہے۔ انہی خطوط کے درمیان اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے نام لکھے گئے ہیں۔

یہ نقشہ جس سازش کی نشان دہی کر رہا ہے اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن بدقسمتی سے مسلمان مالک میں بھی ابھی تک مغربی افکار سے متاثر لوگ اس کی نزاکت کو پوری طرح محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ دنیا کے ذرائع ابلاغ پر چونکہ یہودی سامہوکاروں کا بہت اثر ہے اس لئے ان کی سازشوں سے متعلق جب بھی کچھ کہا جاتا ہے تو بڑے عالمی اخبارات و جرائد میں ان باتوں کو بے بنیاد پروپیگنڈا قرار دیکر ٹھالی دیا جاتا ہے۔

دریں اثنا یہودی حلقہ اثر اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ دنیا کی بڑی حکومتیں اپنی پالیسی میں ان کا عمل دخل قبول کرنے پر مجبور ہیں۔

مندرجہ بالا نقشہ اور لٹریچر دیکھنے سے یہ بات نہایت وضاحت سے سامنے آتی ہے کہ اسرائیلی دنیا کے مسلمانوں کو عموماً اور جزیرہ نمائے عرب کے عربوں کو خصوصاً مسیحی جہاد سے ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس جنگ میں اس نے مسلمانوں کا قتل عام اور ان کی بستیوں کو نیپام بموں سے بری طرح تاخت تاراج کیا ہے وہ بیت المقدس پر قبضہ جا کر بیٹھ گیا ہے اور مزید جارحیت پر آمادہ ہے وہ اقوام عالم کے سامنے خود کو جابر ح نہیں خارج ثابت

کر رہا ہے اور مسلمانوں کے وہ علاقے جو اس نے جارحیت و تشدد سے ہتھیائے ہیں کسی صورت میں بھی ہاتھ سے چھوڑنے کو تیار نہیں اور نہ اقوام عالم کی طرف سے اس پر اتنا بین الاقوامی بوجھ ڈالا گیا ہے کہ وہ جارحیت سے باز آئے، غاصب نہ بنے اور عربوں کے غضب کئے ہوئے علاقے انھیں ٹھادے۔ بیت المقدس کی بے حرمتی کرتے ہوئے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھیس نہ لگائے۔

بیت المقدس کی سرزمین کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی مقدس و محترم ہے۔ یروشلم کے ساتھ مسلمانوں کی مذہبی و ملی وابستگی ان کا جزو ایمان ہے۔ پیغمبروں کی یہ سرزمین ان کے عقاید جلیلہ و معرکہ کی آماجگاہ ہے۔ جس سے وہ کسی صورت میں بھی دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاغوتی طاقت کا خونیں پنجہ مسلمانوں کے دلوں سے اس سرزمین کے مقامات مقدسہ کی عظمت و جبروت کے نقوش کو ید کہ نہیں مٹا سکتا۔

مسلمانوں کو اپنے قبلہ اولیٰ کی بازیابی اور عرب زمین کو صیہونیوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے اگر طور سینا سے جوئے خوں بھی کاٹ کر لانا پڑی تو وہ لائیں گے۔ اس معرکہ حق و باطل میں اگر آتش کدہ مزود سے سر فلک شعلے اٹھ رہے ہیں تو اولاد ابراہیم بھی موجود ہے۔ مسلمان باطل سے دینے والے نہیں ہیں۔ ہر دور کے مزود و شداد۔ فرعون و بخت نصر ان کا امتحان کر چکے ہیں اور اگر مزید کسی امتحان و آزمائش کا فرعون نے و مزودی طاقتوں کی طرف سے چیلنج ہے تو مسلمان اس چیلنج کو بھی قبول کرتے ہیں وہ بیت المقدس میں تلواریں کے سائے میں ایک بار پھر نماز عشق ادا کرنے کو تیار ہیں۔ وہ بیت المقدس کی آزادی کے لئے اپنی جان تک لڑا دیں گے۔ وہ پھر سرکھٹ معرکہ حق و باطل اور ہنگامہ حرب و پیکار میں اتر آئیں گے۔

اتحاد عالم اسلام کے تحفظ کے لئے ————— قیام امن کی خاطر ————— انسان کے بنیادی حقوق کی بحالی کے واسطے —————

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے انسان کے بنیادی حقوق کا تصور ان کے لئے کوئی نیا تصور نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی نگاہ میں ان حقوق کی تاریخ یاد۔ اینے۔ او

کے چارٹر سے شروع ہوتی ہو یا انگلستان کے میگنا کارٹا (MAGNA CHARTA) سے اس کا آغاز ہوا ہو، لیکن مسلمانوں کے اس تصور کا آغاز بہت پہلے سے ہے۔ مسلمانوں کے لئے اس کی تکوین کسی لیگ یا سیکورٹی کونسل سے نہیں تکوین اسلام سے ہوئی تھی۔ ظہور اسلام سے ہوئی تھی۔

حزمت جاں یا جیتنے کا حق دوسرے انسانوں کی طرح مسلمانوں کو بھی حاصل ہے ہر انسان میں یہ سوچ فطری ہے۔ عین انسانی ہے۔ جیو اور جینے دو۔ اور اب مسلمانوں کو محکوم بن کر نہیں حاکم بن کر اپنی دنیا میں جینے گئے۔ مسلمان نہ کسی کو غلام بنانا چاہتے ہیں نہ کسی کا غلام بن کر جینا پسند کرتے ہیں۔ اسلام میں غلام بننے یا غلام بنانے کا کوئی تصور نہیں ہے اسلام اور پیغمبر اسلام غلاموں کو غلامی کی ذلت و ظلمت سے نکال کر آفا بنانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی بدعت غلامی تھی۔

اسلام آیا تو اس نے دنیا کے ہر گوشے میں غلاموں کو نظام معاشرت کا ایک جزو و حقیر دیکھا۔ یہ انسانی مساوات کا پیامبر اس انسانی ذلت کو کس طرح باقی رہنے دے سکتا تھا۔ اس نے متبداً انسانوں کو لٹکایا اور کہا ذرا سوچو تو یہی کہ انسان کا دوسرے انسان کو اپنی ملکیت سمجھ لینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ تمام انسان انسان ہونے کی حیثیت سے مساوی حیثیت رکھتے ہیں یہ انسانی شرف و تکریم کے خلاف ہے۔ کہ انسان کو انسان نہ سمجھا جائے۔ آزادی انسان کا شرف اولین اور کس کا پیدائشی حق ہے۔ انسانیت کی دنیا میں غلامی باقی نہیں رہ سکتی۔

مسلمان مذہباً اور فطرتاً صلح کل ہیں۔ دوسرے انسانوں پر چاہے وہ کسی بھی مذہب و ملت سے ہوں طرار اٹھانا نہ تو اس کے مذہب میں شامل ہے اور نہ اس کے دین کی تعلیم۔

مسلمان کسی بھی قوم و ملت کے استحصال کے لئے تو بیع پسندانہ عزائم نہیں رکھتے اور اس کے ساتھ ہی دنیا نے اسلام کے کسی حصے کو کسی پر اغیار کے تسلط و اقتدار کو بھی برداشت نہیں کرتے۔

مسلمانوں کی ملی وحدت — اتحاد — یگانگت — یک جہتی — یکسانیت ان کا مسلک حیات اور فلسفہ حیات ہے۔ وہ اپنے اتحاد کو کسی قیمت پر اور کسی صورت میں بھی

پارہ پارہ نہ ہونے دیں گے۔ اتحاد ملت اسلامیہ کی یہ اینٹیں جو آپس میں پیوست ہو کر یکجا ہو رہی ہیں آئے والے وقت میں اسلامی عظمت و جبروت، شان و شوکت، ثروت و صولت۔ جلال و جمال کا ایک عظیم مہیکل تعمیر کریں گی۔

مسلمان خود ختم ہو جائیں گے لیکن اپنی اسلامی حیثیت کو ختم نہ ہونے دیں گے مسلمان بس مسلمان ہیں۔ ان کا دین اسلام ہے۔ مذہب اسلام ہے۔ لا دینیت در اصل دینی لائقیت ہے جس کی اسلامی قوانین و ضوابط میں کوئی گنجائش نہیں۔ مسلمان اسلامی شعار سے روگردانی نہیں ہمیشہ اسلامی شعار کی بجا آوری کرتے رہیں گے۔

بیشتر اسلامی ممالک آزاد ہیں۔ خود مختار ہیں اور جو نہیں ہیں، وقت آگیا ہے کہ وہ بھی آزاد و خود مختار ہو جائیں گے۔

شکست کھا کے رہے گی چراغ سے ہر شام
اس میں دہم و ٹھٹھیک کی گنجائش نہیں۔ یہ حقیقتیں مشکوکات نہیں یقینات میں سے ہیں۔
آئیے امیری آنکھوں کے سفینوں میں چلے آئیے گا۔
بیاد رکشتی چشم نشیں و سیر عالم کن

انقلابات و تبدلات کے نئے افق سے نیا آفتاب نکلا ہے۔ نیا سویرا۔ مسلمانوں کی نفید اگر موت کی غید نہیں تو ان کو جاگ ہی جانا چاہیے اور وہ جاگ گئے ہیں۔
یہ بیداری مسلمانوں کی دنیا میں اور ان کی زبان میں ایک عظیم انقلاب کا نام ہے۔ مسلمانوں کی دنیا میں ایک ایسے دور کا آغاز ہو چکا ہے کہ اس میں عہد گزریا عصر مہیائی کا کوئی سامری سیاست کی شعبہ بازی یا ذہن کی بازی گری نہ دکھ سکے گا وہ لمحہ شوق وہ ساعت دیدار جس کا مدت سے انتظار تھا دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ وہ خواب جس کے شرمندہ تعبیر ہونے کی کوئی امید نہ تھی حقیقت کے ایک تاج محل میں ڈھل چکا ہے انوث کی ایک جوئے شیر بن گیا ہے۔ مایوسیوں کے بادل چھٹ گئے ہیں۔ نصرت و کامرانی کا چاند نکل آیا ہے۔ اس سے پہلے جو کچھ ناممکنات میں سے تھا۔ اب ممکنات میں سے ہے اور تمام ممکنات اجالا ہی اجالا ہو رہا ہے۔ گہری سوچوں کے اندھیرے

اور سناٹے دم توڑ چکے ہیں۔ بطحا و یثرب سے ہر اپنی گنگنائی چلی آتی ہیں۔
 تزانہ ملت — اسلام — اخوت — اتحاد — تنظیم — تنظیم معاشرہ —
 تنظیم ذات — تنظیم خود — مسلمانوں کو منظم ہو جانا چاہیئے۔
 آزاد مسلمانوں کو محکوم مسلمانوں کے استخلاص کے لئے ان کے شانہ بشانہ لڑنے کو تیار
 رہنا چاہیئے۔ مسلمانوں کو اپنی قوت و استعداد پر انحصار کرنا ہو گا۔ زندہ و تابندہ اقوام عالم
 کی طاقت کا راز محض ان کے اسلحہ اور مال و دولت میں نہیں ان کے اتحاد میں مضمر و مخفی ہے
 جب کفر اسلام کو للکارنے لگے۔ جب باطل حق پر اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ حملہ
 آور ہو جائے۔ جب لادینیت اپنے تمام مساوی وسائل تخریب و تباہی برپا کرنے لگے
 دین حق پر یورش و یلغار کر دے۔ جب اعلائے کلمۃ الحق کو ایک سیاسی جرم سمجھا جانے
 لگے۔ اور دین الہیہ کی تبلیغ و اشاعت کی پاداش میں زبانیں کاٹ دینے اور گردنوں میں
 طوق و سلاسل ڈال دینے کی دھمکیاں ملنے لگیں۔ جب کسی متنازعہ فیہ امر کو افہام و تفہیم
 سے طے کرنے کے سب دروازے بند و مسدود ہو جائیں اور حق و انصاف کا تقاضا پورا
 ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ جب عالمی ضمیر جھنجھوڑے جانے کے باوجود خواب غفلت
 سے بیدار نہ ہو۔ جب صلح و آشتی کی ہر تحریک کچل دی جائے۔ جب امن و امان کے پرچم
 کو پھاڑ کر فتنہ و فساد کی آگ میں جلا دیا جائے۔ جب صلح و آشتی کے لئے آگے بڑھے
 ہوئے ہاتھوں کو ٹھٹھک کر اکھین تلوار سے پکڑنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس وقت جہاد
 فرض ہو جاتا ہے۔

جہاد — جہاد نقطہ پر کار حیات ہے۔ جہاد اسلام کی روح اور دین کا
 نقطہ ماسکہ ہے لیکن اس کے متعلق اس قدر غلط فہمیاں پھیلانی گئی ہیں اور پھیلائی جا رہی
 ہیں کہ حقیقت جہاد گمراہی و لاعلمی کے پردوں میں چھپ گئی ہے لہذا حقیقت جہاد کا صحیح
 مفہوم قرآن کریم کی روشنی میں دیکھنے کے لئے ان پردوں کو اٹھانا ہو گا۔ جو اس پر
 ڈال دیئے گئے ہیں۔

جہاد فی سبیل اللہ

لفظ جہاد کی تفسیر و تشریح یہاں اس لئے کی جاتی ہے کہ یہ لفظ جوش جنوں کا ہم معنی و ذومعنی نہ ہو کہ رہ جائے اور پڑھنے سنتے والوں کی آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ یہ تصویر، یہ عکس، یہ نقش کھچ کر رہ جائے یا وہ لوگ جہاد جن کے مذہب میں کوئی شے نہیں ہے یہ سمجھنے لگیں کہ مذہبی دیوانوں کا ایک بھپہ ہوا گروہ یا جیس ننگی تلوار یہ ہاتھ میں لئے بکیر کے نعرے لگاتا اور جہاد جہاد کا شور مچاتا خوں ریزی کے لئے — جدال و قتال کے لئے مخالفین پر مطلق سمنڈر کی طرح چڑھا چلا آتا ہے کیونکہ مسلمان قوم کے متعلق پہلے ہی ایسے بہت سے خوشچکاں افسانے اور دہشت ناک داستانیں تراشی جا چکی ہیں کہ یہ مصرعہ مشہور زمانہ ہے

بوتے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

بہر حال جہاد فی سبیل اللہ کا ان خوشچکاں افسانوں اور وحشت و بربریت کی داستانوں سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ذاتی غرض و غایت کے لئے جدال و قتال کے قصوں اور نسلی تلافی و بہتری کی خاطر قہر و غلبہ کے تصبیروں سے اس کا کوئی واسطہ ہے۔

جہاد کا ترجمہ خونریزی وہی شخص کہے گا جو فراست ایمانی اور بصیرت قرآنی سے بے بہرہ ہوگا۔ گمراہ ہوگا جس نے حقیقت قرآنی کو نہ سمجھا ہوگا۔ قرآن جہاد سے متعلق کھلے الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ جنگ اور جہاد میں بڑا فرق ہے۔ بعد مشرقین ہے۔

جہاد میں کسی کے سر پر تلوار کھینچ کر نہ تو بجبر و کراہ اس سے کسی چیز کو منوانا ہی جائز ہے اور نہ قدرت کا ناجائز استعمال روار کھا گیا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے، جہاد ایک خالص دینی مسئلہ ہے اور اسلام مذہب نہیں دین ہے اور خاص خدا کا دین ہے جس میں دونوں عناصر

شال ہیں مذہب اور حکومت بھی۔

اور خدا کے دین کا ترجمان ہے قرآن حکیم، جس نے اس ایک بڑے اہم دینی مسئلہ کی تفسیر و تشریح خدا کی زبان سے — اور — خدا کی زبان میں آیات متبرکہ و مقدسہ میں نہایت وضاحت سے کر دی ہے۔ اور یا پھر اس کے مطالب و معانی معلوم کرنے کے لئے اور قرآن شناسی کے لئے صاحب قرآن کی سیرت و حیات طیبہ پر غور کرنا ہوگا۔ جس کی ذات با برکات نے دین حق کی حمایت میں زخم کھاتے اور زخم لگاتے ہوئے معرکہ بدر و حنین میں امت کو یہ بتا دیا کہ جہاد کسے کہتے ہیں۔ اور یا پھر سید الشہداء سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ان جہاد آفریں و جہاد افروز خطبات کو دیکھیں جو امام عالی مقام نے اپنے شرکائے جہاد سے ایمان افروز خطاب کرتے ہوئے میدان کربلا میں دیئے۔ ان سے آپ کا موقف ظاہر ہے کہ آپ نے حصول سلطنت کے لئے نہیں جنگ کی تھی بلکہ ایک جابر و قاهر سلطان اور اس کی سلطنت کے سامنے اعلیٰ کلمۃ الحق کیا تھا کہ مومن و مجاہد کبھی ایسی حکومت برداشت نہیں کرتا جو حدود اللہ سے تجاوز کر جائے۔ دین حق میں حدود اللہ سے کسی بات کا متجاوز ہونا کفر ہے۔ جسے داعی الی الحق کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید نے عظمت اور بزرگی کے مدارج پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح الفاظ میں بتایا کہ وہ لوگ جو غیر حق کے مقابلے میں صفت آرا ہوتے ہیں اور خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ خدا کے نزدیک اعلیٰ تر مراتب کے حامل ہیں۔ بمقابل ان کے جو جہاد میں حصّہ نہیں لیتے۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أُولِي الْعَزْمِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَفْضَلُ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكَأَلَّا رَعَدَ اللَّهِ أَجْسَنَىٰ فُضِّلَ الْمُجَاهِدُونَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا
وَدَرَجَاتٍ مِنْهُمْ وَمَغْفِرَةٌ رَحِيمَةٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

(سورة الساء آیت ۹۵، ۹۶)

رجو لوگ معذور نہیں تھے اور جہاد سے رکے بیٹھے رہے وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے، جنہوں نے جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ خدا نے جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والوں کو گھر بیٹھنے والوں پر درجے کے اعتبار سے فضیلت دی ہے۔ اور ویسے تو ہر نیک کام کرنے والے کے لئے خدا نے ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو جہاد نہ کرنے والوں پر بڑے اجر کے ذریعہ بزرگی دی ہے یہ خدا کے مقرر کردہ درجے ہیں اور اس میں مغفرت اور رحمت کی نشانیاں ہیں اور خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حدیث الجہاد رہبانیتہ الاسلام کے حوالے سے اس نکتہ کی صراحت کی گئی ہے کہ اسلام میں ترک دنیا کی کوئی صورت اگر جائز ہے تو وہ یہ نہیں ہے کہ انسان دنیا کو ترک کر کے خاتواہ نشینی یا حجرہ نشینی اختیار کر لے بلکہ وہ صورت یہ ہے کہ انسان ترک دنیا کر کے شمشیر بکف میدان میں نکل آئے اور غیر حق پر ٹوٹ پڑے۔ اس خصوص میں قرآن کا نقطہ نظر صحیح نہایت واضح ہے :

مَلْبِقَاتِلٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ
وَمَنْ يَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلْيُقَاتِلْ وَيُغْلِبْ فَسَوْفَ لَهُ نَافِلَةٌ
أَجْرًا عَظِيمًا
(سورہ النساء آیت ۷۴)

وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے میں دنیاوی زندگی بیچ ڈالی انہیں چاہیے کہ وہ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور جو بھی راہ خدا میں جہاد کرے گا تو چاہے وہ قتل ہو یا غالب آیا۔ ہر حال میں خدا اسے عنقریب بہت بڑا اجر دے گا۔

جہاد مومن سنت پیغمبری ہے۔ اسوۂ شیری ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاد کی نوعیت دفاعی ہونی چاہیے یا جارحانہ۔ تو قرآنی تعلیم کی روش سے جنگ و جہاد کی دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ، جہاد کی نوعیت عام طور پر تو دفاعی ہے لیکن

بروقت ضرورت مصلحانہ بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً اگر کسی قوم کی بد اخلاقی اس درجہ بڑھ جائے کہ اس سے دوسری قوموں کے اخلاق بگڑانے کا اندیشہ ہو تو ہمسایہ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ بزور شمشیر اس قوم میں سے خرابی دور کرنے کے لئے اس پر خروج کرے۔ چنانچہ شہید ملت سلطان میپو نے مالا بار کے وحشی باشندوں سے کہا تھا کہ تم لوگ بجائے بوہنے پھرنے کے کپڑے پہنا شروع کر دو ورنہ میں بزور شمشیر تمہیں کپڑے پہننے پر مجبور کروں گا۔

اور جہاد کی موخر الذکر صورت یعنی مصلحانہ جہاد کے متعلق قرآن کا نقطہ نظر آیات ذیل سے واضح ہے جن میں نزع انسانی کی فلاح دہبود کی خاطر اور انسانوں کو ظالم و سار پوتوں سے رہائی دلانے کی خاطر جہاد کی تلقین کی گئی ہے :

وما لکم تغاتلون فی سبیل اللہ والمسنفقین من الرجال والنساء والوالدان الذین یقولون دینا اخوینا من ہدۃ القریبۃ الظالم اھنما واصیل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیراً ۵ (سورۃ النسا آیت ۷۵)

اور تمہیں کیا ہو گیا کہ جہاد نہیں کرتے، حالانکہ مظلوم و بے بس آدمی، عورتیں اور بچے پکار رہے ہیں کہ اسے ہمارے رب ہیں اس شہر سے جس کے رہنے والے ہم پر ظلم ڈھا رہے ہیں نکال اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی بنا کر بھیج دے اور اپنی طرف سے ہمیں کوئی مددگار عطا فرما

انسان اور کائنات سے متعلقہ اسلام کا یہ بنیادی مفروضہ کہ فطرت میں خوف پایا جاتا ہے اور اسلام کا نصب العین انسان کو اس منفی قوت سے آزاد کرنا ہے۔ انسان کی مابعد الطبیعیاتی ماہیت سے متعلق بھی اسلام کے تصور کو واضح کر دیتا ہے کہ خوف وہ قوت ہے جو انسان پر حکومت کرتی اور اس کی شخصیت کی نشوونما میں مزاحم ہوتی ہے تو پھر انسان اپنی ماہیت کے اعتبار سے قوت کی ایک اکائی، ایک توانائی، ایک عزم اور لامتناہی قوت کا ایک جزو مرہ ہے۔ جس کی تدریجی کشادگی اور پھیلاؤ ہی کو تمام انسانی

مسابی کا نصب العین ہونا چاہیے۔ دوسرے الفاظ میں انسانی شخصیت اسلام کے نقطہ نظر سے لاتناہی توانائی اور قوت حیات سے معمور ایک ایسا جوہر (ATOM) ہے جس کی مکمل کشادگی یا جس کی پرکشیدہ توانائی میں دھماکا پیدا کرنا اسلام کے نزدیک انسان کے اخلاقی ارتقا کا نصب العین ہے۔ اقبال نے انسان کی لاتناہی حققتہ توانائی کو بیدار کرنے والی اس تعلیم کا ذکر کیا ہے۔

می کند اندیشہ را ہشیار تر
دیدہ بیدار را بیدار تر
اعتبار کوہ باشد کا۔ را
قوت شیراں دہد روباہ را
خاک را اوج ثریا می دہد
قطرہ را پہنائے دریا می دہد

اور یہی وہ رمز حیات ہے جس کو پالینے سے انسان مرد کامل۔ مرد فقیر۔ اور صاحب خودی ہو جاتا ہے، صاحب سیف ہو جاتا ہے اس کی شخصیت دونوں اہم عناصر نار خودی اور نور خودی سے بہراندوز ہوتی ہے اور پھر وہ ایک صاحب دل خانقاہ نشین ہی نہیں ہوتا بلکہ ایک صاحب دل حکمران ایک صاحب دل سپہ سالار بھی ہوتا ہے پھر وہ سوائے خدا کی ذات کے کسی سے خوف نہیں کھاتا۔ اس کے سجدوں میں روح کائنات جنبش کرتی ہے پھر اس کی قوت و سطوت شورش عالم کا خاتمہ کرتی ہے۔ اسے مرد کامل کے یہ نمونے خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں اور جناب حیدر کرار۔ جناب شبیر اور جناب صدیق اکبر اور جناب فاروق اعظم کی حیات طیبہ میں موجود ہیں۔ یہی وہ جوہر ہے جس کی مکمل کشادگی اور پرکشیدہ توانائی میں جب دھماکا ہوا۔ تو اس مسلک حیات سے حضرت عمر فاروق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے فاتح عالم اور خیر کشا مرد کامل کسے شخصیت پیدا ہوئی۔ اور جہاد ہی وہ دھماکا ہے اور رمز لا الہ الا اللہ اس کی محرک۔

الجہاد سنام الدین۔ جہاد دین کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ الحدیث اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اصطلاح جہاد فعل جاہد سے مشتق ہے (مصدق جسد) جس کا مطلب ہے سعی ینغ کرنا۔ قرآن مجید نے بھی جہاد کو سعی و کوشش کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ مثلاً سورۃ النعام میں دیکھئے۔ شریعت میں جہاد کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں اپنی بساط کے مطابق انتہائی کوشش کرے۔ اللہ کا دین پھیلانے اور اس کے کلمے کو دنیا بھر میں سر بلند کرے۔ جو شخص جہاد کرے اس کا اجر یہ ہے کہ نجات حاصل کرے گا۔ اس لئے جہاد بہشت کی جانب خدا کی مقرر کی ہوئی راہ مستقیم ہے۔

اگر جہاد کا وسیع مفہوم یعنی سعی ینغ پیش نظر رکھا جائے تو اس سے لازماً رزم و پیکار کے معنی نہیں نکلتے۔ اس لئے کہ اللہ کی راہ میں سعی ینغ پر امن ذرائع سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور تشددانہ ذرائع سے بھی۔ جہاد کو مذہبی تبلیغ کی ایک شکل بھی قرار دیا جاسکتا ہے یہ تبلیغ رضا مندانہ طریق پر بھی ہو سکتی ہے اور تلواریں کے ذریعے بھی۔

فقہانے مومن کے لئے فریضہ جہاد کی پچا آوری کے چار طریقے بتائے ہیں :-

جہاد بالقلب۔ جہاد باللسان۔ جہاد بالید اور جہاد بالسیف۔

قلبی جہاد یہ ہے کہ انسان شیطان کا مقابلہ کرے یہ جہاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس درجہ اہم تھا کہ اسے جہاد اکبر قرار دیا گیا۔ دوسرا زبان سے جہاد اور تیسرا ہاتھ سے جہاد جہاد حق کی تائید و حمایت اور باطل کو مٹانے کے لئے کئے جاتے ہیں چوتھا جہاد جنگ کے مترادف ہے اس کا تعلق غیر مومنوں اور دشمنان دین کے خلاف لڑنے سے ہے۔

جنگ خواہ کسی قانونی نظام کے رسمی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے شروع ہو اور جاری رکھی جائے یا کسی خاص مذہب کے احکام یا معاشرے کے معمولات کے مطابق باقاعدہ اور مستقل ادارہ بن جائے تو یہ شروع ہو جاتی ہے۔ ایک گروہ کے خلاف دوسرے سے خون کا بدلہ لینے کے جوش و خروش میں یہی خیال کار فرما تھا اور سطور اپنی کتاب سیاسیات میں بعض جنگوں کو طبعاً جائز و مشروع قرار دیتا ہے۔ رومیوں نے

اجوائے جنگ کے لئے ایک مجلس بنالی تھی جو بیس ممبروں سے مرکب تھی اور ایک آدمی اس کا صدر یا کارفرما تھا۔ اس کے لئے جنگ کے تمام اصول منضبط کر دیئے گئے تھے تاکہ کہیں راہ حق و انصاف سے انحراف کا امکان باقی نہ رہے قرون وسطیٰ کے مسیحی ملکوں میں سینٹ آگسٹائن اور ایسوراٹیلیلی مشروعیت جنگ کے متعلق سرو کے نظریے سے متاثر ہوئے۔ سینٹ ٹامس اکویناس سے اسلامی تصنیفات سے آگاہ تھا۔ اس نے مشروع جنگ کے متعلق جو نظریہ قائم کیا وہ اسلامی نظریہ جہاد کے اصول پر قائم تھا۔

گروٹئیس کو موجودہ قانون اقوام کا بانی سمجھا جاتا ہے اس نے اپنا قانونی ڈھانچہ مشروع جنگ کے نظریہ قانون طبعی کے زیر اثر مرتب کیا۔ اگرچہ انیسویں صدی کا نظریہ جنگ سابقہ صدیوں کے نظریات کے مقابلے میں طبعی قانون سے کم متاثر ہوا۔ تاہم جنگ مشروع کا تصور پہلی عالمگیر جنگ کے بعد جنگ کے خلاف قانون قرار دیتے کی شکل میں نمایاں ہوا اور کہا گیا کہ صرف جارحانہ اقدام کرنے والے کے خلاف جنگ کی اجازت ہونی چاہیے اگرچہ یہ امر تصور جنگ کے ارتقا میں زمانہ قدیم سے بار بار سامنے آتا رہا ہے لیکن اسلام کے قانونی نظام میں اس نے خاص حیثیت اختیار کر لی۔ اس لئے کہ اسلام میں قانون اور مذہب کے درمیان اتحاد ہے قانون مقاصد دین کے حصول کا راستہ مقرر کرتا ہے اور مذہب قانون کے لئے سامان تصدیق بہم پہنچاتا ہے۔

مسلمانوں کے نظریہ قانون میں اسلام اور شرک یعنی خدا کی ذات میں کسی دوسری ذات کو شریک کرنا دنیا میں پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ امام اور ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ کلمہ حق کے علاوہ کا سرو سامان کرے وہ کتمان حق نہ ہونے دے۔ دوسرے لفظوں میں جہاد شرک کے خلاف ایک دستاویز ہے اور تمام غیر مسلموں کو اس کا ہدف بننا چاہیے جو اسلام کو مسترد کریں۔ نیز ذمیوں کو جو جزیہ نہ دیں لہذا جہاد کو اسلام اور شرک کے درمیان ایک مستقل منازعت قرار دیا جاسکتا ہے۔

اسلام میں جہاد کو نہ صرف مشرکین کی تادیب کے لئے روار کھا جاتا ہے بلکہ مصالحہ سلطنت کے لئے بھی۔ اس لئے کہ عمل جہاد میں وظیفہ جہاد میں بجائے خود مسلمانوں کی

برتری اور تسلط مضمحل ہے اور کلمہ حق کی سر بلندی کے ساتھ خدا کا سیاسی اقتدار بھی قائم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد اگرچہ بہت اہم ہے لیکن اسے پانچ ارکان اسلام میں شامل نہیں کیا گیا کہ پانچ ارکان اسلام کا نفاذ لازماً حکومت کی طرف سے نہیں ہوتا لیکن جہاد خاص مقاصد کے پیش نظر حکومت و امامت ہی کی طرف سے نافذ ہوتا ہے۔ فنی اصطلاحات میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ پانچ ارکان انفرادی فرائض ہیں۔ فرض عین ہے جیسے نماز روزہ جن کی پابندی ہر مومن پر فرداً و شخصاً فرض ہے۔ اگر وہ ان فرائض کو پورا نہ کرے تو تعزیر کا مستوجب ٹھہرے گا۔ اس کے برعکس جہاد کو تمام فقہاء اجتماعی فرض قرار دیتے ہیں۔ جو قوم پر بہ لحاظ قوم فرض ہے مسلمانوں پر اچانک حملہ ہو جائے تو جہاد تمام مردوں، عورتوں اور بچوں پر یکساں فرض ہو جاتا ہے گویا یہ فرض کفایہ ہے جو مسلمانوں پر اجتماعاً واجب ہے۔ اس سلسلے میں دو ٹکٹے خاص اہمیت رکھتے ہیں: اول مدعا یہ تھا کہ یہ فرض تمام مومنوں کے لئے لازماً ادا کرنا ضروری نہیں اس لئے کہ تمام کے تمام مومنوں کی بھرتی فوج میں نہ ممکن العمل تھی اور نہ قرین مصلحت۔ بعض مومنوں کے لئے غذا اور اسلحہ تیار کرنے میں مصروف ہو جانا ضروری تھا۔ سنگڑے، اندھے اور بیمار جہاد کے لئے بلائے نہیں جاسکتے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جہاد کو شخصی فریضے کی جگہ اجتماعی بنا دینے سے اس بات کا امکان پیدا ہو گیا کہ جہاد پیسے امت اور پھر حکومت کے ہاتھ میں ایک موثر حربہ بن گیا اور اس اہم فرض عامہ کے ادا کرنے کا جو اجر ہے اس پر بھی مذہب کے دروز مستند ماخوذوں یعنی قرآن و حدیث میں خاص زور دیا گیا ہے۔ اور علمائے دین نے اپنے خطبات میں یہ حقیقت واضح کرتے رہتے ہیں۔ جہاد میں شرکت کرنے والا مارا جائے تو شہید، زندہ رہے تو غازی۔ اور شریک جہاد کے لئے بہشت کا حاصل ہوتا بدرجہا یقینی۔ شہدا زندہ و جاوید ہیں۔ یوم حساب کو حساب کتاب کے بغیر بہشت میں جاتی گے۔

روایت ہے کہ بہشت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے مہیا کئے ہیں اور جہاد میں مجاہد کی ایک ضرب کہ سال کی عبادت سے افضل قرار دیا ہے اور مجاہد کی یہ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان چنگاریوں کی قسم کھاتا ہے جو میدان جنگ میں

بھاگتے مجاہد کے گھوڑے کے سموں سے پھتروں سے ٹکراتے سے نکلتی ہیں۔

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جہاد تشدد کا کوئی وقتی مظاہرہ ہے بلکہ یہ ترویج و ترویج عوامل کی پیداوار ایک ایسا عمل ہے جسے اسلامی عقائد اور فقہ نے تشدد کو ختم کرنے کے لئے تشکیل کیا۔ اس طرح جہاد کو اسلام کے حقیقی مقاصد کی تکمیل کا آلہ کار سمجھنا چاہیے۔ اسلام کی عالمگیری اور آفاقیت کا ہمہ گیر عقیدہ سمجھنا چاہیے جسے مومنوں پر ایک مسلسل جنگ کی حیثیت سے واجب کہ دیا گیا ہے تاکہ دارالسلام کی حفاظت کی جائے۔ اور دارالحرب کو جہاد کے ذریعے سے ناپید کر دیا جائے۔

فقہائے اسلام نے غیر مسلموں کے خلاف جہاد اور مسلمانوں کے خلاف جہاد میں فرق کیا ہے۔ خواہ وہ راہ ایمان سے منحرف ہو چکے ہوں یا انہوں نے اختلافی عقائد کا اظہار کرتے ہوئے امام اور اس کے نائبین کی اطاعت سے سرتابی حاصل کر لی ہو۔ ایسے لوگوں کے خلاف جنگ و جہاد جائز ہے اور اس کو پانچ عنوانات میں تقسیم کیا ہے :

۱۔ ردّ — مذہب سے پھر جانے والوں کے خلاف جہاد

۲۔ یعنی — سرکشی اور عصیان کے خلاف جہاد

۳۔ محاربین کے خلاف جہاد

۴۔ الرباط — سرحدوں کی حفاظت کے لئے جہاد

۵۔ اہل کتاب سے جہاد

ردّ و دشمنی اختیار کر سکتی ہے ایک شکل یہ ہے کہ مسلمان اسلام سے روگرداں

ہو جائے تاہم دارالحرب میں شامل نہ ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مومنوں کا گمراہ اسلام کا حلقہ ارادت گردن سے نکال پھینکے اور دارالعرب میں شامل ہو جائے۔ یا کسی علاقے میں اپنا مستقل دارنیا لے۔ اگر مرتدین اسلام کی طرف لوٹنے سے انکار کر دیں اور لڑائی شروع

ہو جائے تو اس کے اجرا کے لئے وہی قواعد و ضوابط استعمال ہوں گے۔ جو دارالحرب میں

رہنے والے لوگوں سے جنگ کے لئے ضروری سمجھے جاتے ہیں لیکن انہیں ان کی بیویوں

اور لونڈیوں کو غلام نہ بنایا جائے گا۔ اور نہ ان کی جائیدادیں ضبط ہو کر مال غنیمت متصرف ہوگی

البتہ جو جنگ میں مارے جائیں ان کی جائدادیں حکومت بطور ”اپنے قبضے میں لے لے گی۔“

رودت کا نہایت اہم واقعہ وہ تھا جو آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد بعض قبائل عرب میں پیش آیا۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر نے پہلے انھیں دعوت دی کہ اسلام کی طرف لوٹ آئیں جو نہ لوٹے ان سے سخت جنگ پیش آئی اور حضرت خالد بن ولید نے خاصی بڑی تعداد کو جلائے جانے کی سزا دی۔ اہل رودت کے قائدوں کو سخت ترین سزائیں دی گئیں ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا گیا۔

بغنی بھی دراصل شقاق ہی کی ایک شق ہے کہ اہل شقاق امام کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں سے اتار نہ پھینکتے تھے۔ تو ان کے خلاف جنگ نہ کی جاتی تھی اور وہ دارالسلام میں امن کی زندگی بسر کرنے کے مجاز تھے۔ تاہم امام کا فرض قرار دیا گیا۔ کہ اہل بغنی کو فہام و تفہیم کے ذریعے سے اختلافات دور کرتے اگر وہ انکار کرتے اور شریعت کی مطابقت کے لئے تیار نہ ہوتے تو ان کے خلاف جنگ کی جاتی۔

اس سلسلے میں خوارج کی مثال پیش کی جا سکتی ہے جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانے میں اختلاف کیا تو انھیں تین رعایتیں دی گئیں :

۱۔ وہ مسجدوں میں نماز ادا کرتے رہیں۔

۲۔ ان کے خلاف جنگ نہ کی جائے۔

۳۔ انھیں دارالسلام میں رہنے کی اجازت ہوگئی۔

لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے خلاف اقدام کرنا پڑا اور ان کی قوت کو جنگ نہروانے میں کچل کر رکھ دیا گیا۔ جب اللہ کا رسول اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو امام یا خلیفہ اس کی جگہ لیتا ہے اس طرح عملاً امام ہی حکومت میں مرکز اختیار قرار پاتا ہے اور وہ اپنے احکام کے نفاذ کی غرض سے جہاد کا اعلان بھی کر سکتا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ بغنی شقاق و عیبدگی کے معنی میں اختیارات امام کی نفی بن جاتی ہے۔

مومنوں میں سے جو لوگ جماعت کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں اور رہنمائی اختیار کر لیں۔
ان کے افعال کو سرقہ عظیم کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے ان سے سلوک کا تازہ
یہ بتایا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف
سے کاٹے جائیں یا ان کو جلا وطن کر دیا جائے۔

ایسے گروہوں کے خلاف جنگ کے وقت امام انہیں باغیوں کے درجے میں رکھ
سکتا ہے۔ یا نرمی اختیار کر سکتا ہے۔ یہ امر ان کے جرم کی نوعیت و حیثیت پر موقوف ہے۔
اہل کتاب یہودی، عیسائی اور صابی جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں مگر مسلمانوں کے عقیدے
کے مطابق انہوں نے آسمانی کتابوں میں تحریف کر لی اور خدا کے معتب ہوتے۔ لہذا اہل کتاب
کے ساتھ بھی مشرکوں کی طرح جنگ و جہاد کیا جاسکتا ہے۔

رابط کا مطلب یہ ہے کہ دارالسلام کے سرحدی مقامات یا بندرگاہوں پر حفاظت
کے لئے فوجیں بٹھائی جائیں۔ جہاد کی قسیم بھی قرآنی ہدایات پر مبنی ہے۔ تاہم یہ اسی زمانے
میں ارتقاء پذیر ہوئی جب مسلمان جارحانہ اقدامات کے بجائے مدافعت پر آگئے تھے۔ قرآن
مجید نے جارحانہ اقدام اور دفاع کے امتیازات سے قطع نظر کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں
تک تمھارے بس میں ہے قوت پیدا کر کے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلے
میں سامان مہیا کئے جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا کہ جہاد غیر مومنوں کے خلاف
لڑنے کے لئے ہے اور رابط مومنوں کی حفاظت کے لئے۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کی نظر
میں رابط نے جہاد سے زیادہ اہمیت اختیار کر لی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رابط کو جہاد پر
ترجیح دی اور فرمایا رابط میں ایک رات بسر کرنا نماز و دعا میں ہزار راتیں بسر کرنے سے
بہتر ہے۔

تد یہ ہے جہاد اور اس کی مختلف شکلیں جسے دشمنان اسلام نے جہاں تک ان سے
ہوسکا ہے ان کو بگاڑنے کی کوششیں کی ہیں جبکہ وہ اسے مٹانے کی کوششوں میں ناکام
رہے ہیں۔ لیکن اسلام اور اس کے نقطہ ماسک کے خلاف ان کی سازشیں ہنوز جاری ہیں۔
اسلام اور اس کے نقطہ ماسک جہاد کے خلاف ان کے مہموم پروپیگنڈا نے جدید تکنیکی و

میکانکی انداز و اسالیب اختیار کرتے ہیں۔ اسلام اور اس کی روح جہاد سے انتقام لینے کی ایک صورت تو وہ ہے جو چنگیز و ہلاکو اور ہنی بال و اٹیلان کی داستانوں کی صورت میں تاریخ کے صفحات پر آگ و خون کے حروف سے لکھی ہوئی ہیں اور لاشوں کے انبار اور جلی ہوئی مسہارستیوں کے کھنڈر ان داستانوں کے ہیبت ناک عنوانات ہیں لیکن انیسویں صدی میں یہ داستانیں وحشت و بربریت کی یادگار سمجھی جاتے لگیں۔ جبکہ انسان نے یہ سیکھا نہ تھا کہ اپنی وحشت و بربریت کے خونخوار چنگل کس طرح خدایع و فریب کے مخلیں پنجوں میں چھپائے۔ جبکہ وہ یہ جانتا نہیں تھا کہ اپنی خون آشامیوں اور ظلم رانیوں کو کس طرح دکھاؤ کی صلح و آشتی، مصنوعی انساں دوستی، اور بھڑے امن و امان کے پُر فریب اور دل کشے و دلفریب نقابوں اور حجابوں میں ڈھانپ لے۔ جبکہ اس نے اپنے ضمیر کے کینروں اور روح کے ناسوروں کے گھناؤنے تعفن کو ماسک (MASK) کرنے کے فارمولے نہ سیکھے تھے۔ جب اس کی زہرین بھی ہوئی سنگی تلو آواز اس کی سیاست و فراست کو سکینڈل سے سازیوں کے سراپوں میں چھپانہ آتا تھا۔

لیکن جب انسان کی سیاست و فراست نے اپنی پرانی کینچی اتار دی۔ اس کی عقل و حکمت اور دانش و بنیادیں پرگساں کے انسان کامل (The Complete man) کے کائناتی ذہن کی طرح تدریجی عمل ارتقاء (Progressive Avolution) اور انقلابی عمل ارتقاء (Emergent Avolution) کی سیڑھیاں پھانڈنے لگی۔ جب اس کی بربریت و بہمت پتھر اور دھات کے زمانے کی گچھاؤں کے اندھیروں سے نکل کر معاشرتی ارتقاء کے اجالوں میں اتر آئی تو اس نے اس طرح رہنہ اپنی ہوس خون آشامی اور مروجہ خوری کو حماقت و بیوقوفی سمجھا اور اس نے محسوس کیا کہ اس کے بین الاقوامی ذہن کا فراڈ اور اس کی بین الاقوامیت کا ڈھونگ اب زیادہ دیر نہ چل سکے گا۔ اس نے محسوس کیا اور نہایت شدت سے محسوس کیا۔ کہ وہ اپنے غیر انسانی طرز عمل اور بہیمانہ رویے سے جو گھناؤ نسل انسانی کے وجود پر لگا رہا ہے اقوام عالم کے آپریشن تھیر میں اب نظروں سے اوجھل نہ رہ سکیں گے۔ اس نے سوچا اور مختلف پہلوؤں سے سمجھا کہ اس کی سیاست و

حکمت کی کوئی سائنسی ایک سرعری یعنی نفسی عمل جراحی اور اس کے مکرو فریب کی فارمیسی کی کوئی میجک ڈرگ (MAGIC DRUG) ان کو پوشیدہ نہ رکھ سکے گی۔ اسے احساس ہوا اور بڑی طرح احساس ہوا کہ اب ہے

رنگ اڑ جائے گا شوخوں کا

اعتبار حساب کا نام نہ نہ

تو اس نے اپنے نبیٹ باطن کو چھپانے اور اپنی خون آشامی کی پردہ پوشی کے لئے ایسے ایسے ہتھیار اور ہتھکنڈے ہتھیائے اور اپنے مختلف جہیپ چروں کو چھپانے کے لئے پلاسٹک سرعری اور میک اپ کے کچھ ایسے موثر و مفید فارموں دریافت کر لئے کہ وہ دوسروں کا خون اس انداز سے پی جائے کہ خون کا دھبہ تک اس کے دامن و آستین پر کہیں نظر نہ آئے۔ اس کے ہونٹ اور دانت بالکل خشک رہیں اور ان پر خون کی سرخی کہیں دکھائی نہ دے وہ کھلے بندوں جارحیت کرے اور اس کی جارحیت پر عدم جارحیت کا گماں ہو۔ وہ خود ہی نسل کشی (GENOCIDE) کے انسداد اور منراد ہی کے لئے کوئی عالمی قرارداد، کوئی بین الاقوامی قانون، کوئی عظیم انسانی منشور (MANIFESTO) بنائے اور خود ہی اس جرم کا از نکاب کرتے ہوئے اس سکیل (SCALE) پر نسل کشی کرے کہ مذہبی جنون اور اعتقادی انتقام کے جوش و جذبہ میں ہزاروں انسانوں کا قتل عام کرتے ہوئے دودھ پیتے بچوں کو بھی زندہ نہ چھوڑے اور مجرم نہ گردانا جائے۔ کوئی عالمی عدالت، کوئی بین الاقوامی قانون تحفظ انسانیت، کوئی سخت گیر محتسب نہ تو اس کا احتساب کرے۔ اور نہ اس پر فرد جرم لگا سکے۔ وہ نہ صرف کسی فرد، کسی جماعت بلکہ پوری قوم، پورے ملک کو امدادی معاہدوں کی آڑ میں اس مشفقانہ انداز میں لٹے کہ اس کی رہنمائی، ڈکیتی اور قزانی پر کسی کو شبہ تک نہ ہو۔

دور قتل و تدبیر کے فسون بہار انسان کے انتقام و تخریب کی چالیں فسون سازی کا ایک ایسا طلسم ہے جس میں اقوام عالم یوں الجھی ہوئی ہیں۔ جیسے مگڑھی کے جالے میں مگھیاں، اس بحر ظلمات کی موجوں میں نہ شر ہے نہ حرکت۔ نہ تلاطم اور نہ موج، سطح پر سکوت۔

لیکن اس کی پہنائیوں میں اثر و نہنگ نہاں۔ ماسٹو ڈون اور میگا تھریم قسم کے عظیم الجثہ

قلعہ نما جائزہ پر شیدہ، جو ایک قوم، ایک ملک کیا پورا بڑا عظیم نکل جاتیں لیکن نہ دیکھنے والی آنکھیں دیکھ سکیں اور نہ سننے والے کان سن سکیں۔

آج کے انسان کی اس پرسکوت و پر فریب شعبہ بازی اور طرقتی تخریب و تباہی کا نام ہے پروپیگنڈا۔ اس ذہنی بازی گہری کہ وہ سیاست کہتے ہیں۔ یہ وہ آتش نشان ہے جس کی آتش خاموشی ہے کہ نہایت خاموشی سے اندر ہی اندر تمام متاع دین و دانش سے کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔ اور اس کے دہانے سے آگ کی ایک چنگاری اور دھوئیں کا ایک مرغولہ تک نہیں اٹھنے پاتا۔

یہ وہ متعل خاموشی ہے جس میں قتل ہونے والوں کی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ اور نہ ٹرپنے کی صدا آتی ہے۔ یہ وہ مرگٹ ہے جس میں جلتے ہوئے مردے دکھائی نہیں دیتے۔ اس کے شعلوں میں نظر بندی کا کچھ ایسا ہی جادو ہے۔

یہ وہ خوفناک و منظم سازش ہے کہ جس کے ورغلاتے اور بہکتے پر اب تک کئی ملتیں خودکشی کر چکی ہیں۔ درہم و دنیا کی منڈی میں کئی مملکتوں کا دیوالہ نکل گیا ہے اور وہ بے بس ہو کر بیع ہونے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ اس خوفناک و منظم سازش نے کئی تہذیبوں کو سرمازار ننگا نچایا ہے اور کئی ملکوں کو مع ان کی پوری آبادی کے مصلوب کر دیا ہے۔ اس منظم سازش کا جال کچھ اس طرح بنا گیا ہے۔ کہ اس میں پھنسنے والے تدریج آہستہ آہستہ بلا ثور و شعب غیر محسوس طور پر مسمرانہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی نگاہوں کے زاویے بدل جاتے ہیں۔ ان کی بیداری پر عدم بیداری کا گمان ہوتا ہے۔ یہی وہ سحر سامری ہے کہ جس کے اثر سے مسحور ہونے والوں کی آنکھیں اپنی ہیں لیکن دیکھتے کسی اور کی نظروں سے ہیں۔ کان اپنے ہیں، لیکن سنتے کسی اور کے آلہ صوت سے ہیں۔ دماغ اپنا ہے لیکن سوچ کسی دوسرے کی ہے۔ اسلام سے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے دشمنان اسلام نے اس سحر سامری سے بڑا کام لیا ہے۔ اور اسلام اور اس کے نقطہ ماسکر جہاد کو اپنے پروپیگنڈا سے کچھ سے کچھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور زبان و قلم سے اس کی ایسی تصویریں کھینچی ہیں کہ دنیا کی نظروں میں اسے نہایت ہی بھیاں تک اور خوف ناک بنا کر رکھ دیا ہے۔ زمانہ کی جہالت اور تعصب نے

اسلام کے خلاف جو فرد جرم مرتب کی ہے۔ اس میں نہ فرست یہ لکھا جاتا ہے کہ اس میں دوسروں کو بہ جبر مسلمان کیا جاتا ہے۔ اسلام جہاد کے نام پر بڑا شمشیر پھیلا یا جاتا ہے جبکہ یہ بھڑا الزام و اتہام ہے اسلام اور اس کی روح جہاد پر۔ اور حقیقت و واقعیت یہ ہے کہ قرآنی مملکت کے قیام و استحکام کے لئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے اور اس جدوجہد میں ایک مقام ایسا بھی آ جاتا ہے جہاں جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اس مسلسل جدوجہد کے لئے جہاد کا لفظ استعمال ہوا ہے اور جنگ کے لئے قتال کا۔ اس سے واضح ہے کہ اگرچہ قتال بھی جہاد ہی کا ایک گوشہ ہے۔ لیکن ہر جہاد قتال نہیں۔ اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے والے دانستہ یا نادانستہ جہاد کو قتال ہی کے معنوں میں لیتے ہیں اور قرآن کریم میں جہاد کی بڑی تاکید آئی ہے۔ بلکہ یوں کہتے کہ مومن کی ساری زندگی جہاد ہی سے عبارت ہے اس لئے دشمنان اسلام یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ قرآن قدم قدم پر جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے اب یہ دیکھئے کہ قرآن کریم میں سب سے پہلی مرتبہ قتال کی اجازت کہاں آئی ہے۔ نبی اکرم نے اپنی دعوت کا آغاز مکہ میں کیا اور وہاں جماعت کی تشکیل کی۔ اس میں قوت اور قہر و غلبہ کا استعمال بالکل نہ تھا۔ دین کو دلائل و براہین کی روشنی میں پیش کیا جاتا جو اسے قبول کرتا۔ کامل غور و خوض کے بعد دل کے پورے یقین کے ساتھ قبول کرتا۔ ابتدا میں قریش کی طرف سے اس کی مخالفت ہوئی اور مخالفت کی حد ہو گئی تو حضور مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ لیکن قریش ایک لشکر جوارے کو مدینہ کی طرف چڑھ دوڑے اور ایک ایسا وقت آگیا کہ مجاہدین کی یہ جماعت یا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی یا میدان جنگ میں نکل کر اپنی سلامتی و نفا کی آخری کوشش کرتی۔ یہ پہلا موقع ہے جہاں انھیں جنگ کی اجازت دی گئی۔ اسلام دنیا میں مذہبی آزادی کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ وہ دنیا کی ہر ملت کو مذہبی آزادی دیتا ہے۔ تو وہ اپنی مذہبی آزادی کو بھی برقرار رکھنا اپنا حق سمجھتا ہے، وہ پہلے تو اس کے لئے اتہام و تفہیم سے کام لے گا کہ اس کی دشمن قوتیں باز آجائیں لیکن انکار کی صورت میں اسلام میدان میں اتر آئے گا۔ کہ اس کے نزدیک حق و صداقت کی مدافعت میں جان دے دینا غیر اللہ کے نظام میں زندگی بسر کرنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

مردمومن انسانی غلامی کی نامساعد فضا میں سانس نہیں لے سکتا خواہ کس میں دنیاوی معیار و
میزان کی رو سے کتنا ہی امن کیوں نہ ہو۔ مومن کے دین میں محکمیت صرف خدا کے لئے ہے
اب اور آگے بڑھتے۔ جن غیر مسلم علاقوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوگی وہاں لوگ اسلام
قبول کر لیں گے۔ اور اگر ان پر کوئی قوم دست درازی کرے گی تو اسلامی مملکت پر ان کی امداد
بھی فرض ہوگی۔ ایسے موقع پر اگر صلح و آشتی اور عہد و پیمان سے بات نہ سلجھے تو ان منظر میں
کی حفاظت کرنے کے لئے جنگ لازم آئیگی۔ سورہ نسا میں ہے :

وَمَالِكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَخْلَاهَا

وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ بَصِيرَةً ۝

اور مسلمان نہ اٹھیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ کتنے
ہی بے بس مرد اور عورتیں اور بچے ہیں جو ظالموں کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر
فریاد کر رہے ہیں)

انہی الفاظ میں قرآن مجید نے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ اسلام محض چند مذہبی عقائد اور
چند عبادات سے عبارت نہیں اور نہ چند دینی و دنیوی مراسم کا مجموعہ ہے بلکہ وہ ایک احسن و
اکمل اجتماعی نظام (SOCIAL ORDER) اور ایک جامع سسٹم ہے جو زمین و زندگی کے
تمام ظالمانہ اور مفسدانہ نظامات کو ختم کرنا چاہتا ہے اور ان کی جگہ ایک اصلاحی نظام و قانون
نافذ کرنا چاہتا ہے جس سے تالیف معاشرہ اور تالیف ذات ہو سکے۔ اسلام اس نظام کو انسانیت
کی فلاح و بہبود کے لئے سب سے بہتر سمجھتا ہے اور اس کو تخریب و تعمیر اور انقلاب و اصلاح کے
لئے وہ کسی ایک قوم یا گروہ کو نہیں بلکہ کل انسانوں کو دعوت دیتا ہے کیونکہ اسلام ایک
مذہب کا نام نہیں۔ مذہب کے معنی عام اصطلاح کے اعتبار سے بجز اس کے اور کچھ نہیں
کہ وہ محض ایک مذہبی عقیدہ اور چند عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے تو مذہب
واقعی ایک ذاتی معاملہ ہے اور ہر شخص کو اپنی اپنی اختیار ہے کہ وہ جس عقیدے کو چاہے
اپنائے اور جس کی جی چاہے عبادت کرے۔ اس طرح لفظ قوم جن معنوں میں مشتمل ہے

قوم کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ قوم ایک متجانس گروہ *homogeneous* اشخاص *group of men* کا نام ہے لیکن اسلام نہ تو ایک مذہب ہے اور نہ مسلمان ایک قوم۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد کی ساری معنویت جس کی بنا پر اسے افضل العبادات کہا گیا ہے برقرار رہتی ہے۔

در اصل اسلام ایک انقلابی نظریہ و مسلک ہے جو تمام دنیا کے اجتماعی نظم و ضبط کو بدل کر اپنے نظریہ و مسلک کے مطابق اسے تعمیر کرنا چاہتا ہے اور مسلمان اس بین الاقوامی جماعت *International Revolution* کا نام ہے جسے اسلام اپنے مقصود و مطلب انقلابی نظام کو عمل میں لانے کے لئے منظم کرتا ہے اور جہاد اس انقلابی جدوجہد *Revolutionary Struggle* کا اور اس کے انتہائی صرف طاقت کا نام ہے۔ جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلامی جماعت عمل میں لاتی ہے۔

تمام مقتدر و برگزیدہ علمائے دین اس پر متفق ہیں کہ دوسرے انقلابی مسکوں کی طرح اسلام بھی عام مروج الفاظ کو پھیر کر اپنی ایک خاص اصطلاحی زبان *TERMINOLOGY* اختیار کرتا ہے کہ اس کے انقلابی تصور عام تصورات سے مختلف و ممتاز ہو سکیں۔ لفظ جہاد بھی اسی مخصوص اصطلاحی زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلام نے حرب، جدال و قتال کے اور اسی نوعیت کے دوسرے عربی الفاظ جو جنگ کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں، جہاد کے لئے قصداً ترک کر دیئے ہیں۔

لفظ جنگ قوموں اور سلطنتوں کی ان لڑائیوں کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے اور اب تک ہو رہا ہے جو افراد اور جماعتوں کے اغراض و مقاصد کے لئے لڑی جاتی ہیں ان لڑائیوں کے محرک محض ایسے افراد و اشخاص یا اجتماعی اغراض و مقاصد ہوتے ہیں جن کے اندر کسی نظریے، نصب العین اور اصول کی حمایت کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ اسلام کی لڑائی چونکہ اس نوعیت کی نہیں اس لئے وہ یہ لفظ استعمال ہی نہیں کرتا۔ اس کے پیش نظر کسی قوم، کسی گروہ، کسی ہئیت اجتماعیہ کا مفاد نہیں ہے وہ اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا کہ زمین پر ایک سلطنت کا تسلط و اقتدار ہو یا دوسری کا قبضہ و غلبہ ہو اس کی دلچسپی

جس مقصد سے ہے وہ تو محض فلاح انسانیت ہے اور اس فلاح کے فروغ و فرائز کے لئے وہ اپنا ایک خاص نظریہ ایک مخصوص سطح نظر اور ایک عملی مسلک رکھتا ہے اس نظریے اور مسلک کے خلاصہ جہاں جس کی حکومت ہوگی۔ اسلام قلت و کثرت کا کچھ خیال کئے بغیر اس سے متحارب و متصادم ہوگا۔ اور اس کی یہ حرب و ضرب جہاد ہوگی اور اس کے فروغ و فرائز کے لئے اس کی نظر میں زمین کا کوئی ایک ٹکڑا نہیں پورا کرہ زمین ہوگا۔ تاکہ انسانیت کی فلاح کے لئے جس تبلیغ و اشاعت کا نام اسلام ہے اس سے تمام نوع انسانی مستفید و متمتع ہو اور اس مقصد کے حصول کے لئے جو طاقتیں انقلاب انگیز و انقلاب آفریں ہو سکتی ہیں۔ ان سب طاقتوں کے استعمال و عمل کا جامع و احسن نام اس کے پاس جہاد ہے اس ضمن میں زبان و قلم سے لوگوں کے نقطہ نظر کو بدلنا اور ان کے اندر ذہنی انقلاب پیدا کرنا بھی جہاد ہے۔ ظلماء کے زور سے کہنے و فرسودہ جاہلانہ و ظالمانہ نظام زندگی اور نظام سلطنت کو بدل دینا اور نیا عادلانہ نظام مرتب و مروج کرنا بھی جہاد ہے اور اس کی تقریت و احکام کے لئے مال صرف کرنا اور جسمانی کاوش و کوشش بروئے کار لانا بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور فی سبیل اللہ کی قید و پابندی اس کے ساتھ اس لئے ضروری ہے کہ اس سے خود کوئی دنیوی فائدہ مقصود نہیں بلکہ محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنا مراد ہے۔ جب کوئی شخص یا گروہ وہ نظام زندگی میں انقلاب پیدا کرنے اور اسلامی نظریے کے مطابق نیا نظام مرتب و منشیکل کرنے کے لئے اٹھے گا تو اس کے قیام میں سرفروشی و جان نثاری کے جوہر کے اور محاربے ہوں گے ان میں نفسانی غرض و غایت نہ ہوگی، اس کی سرفروشیوں جان نثاریوں اور محنتوں کا مدعا صرف یہ ہوگا کہ بندگان خدا کے لئے خدا کی زمین پر اور خدا کی عطا کی ہوئی زندگی میں عادلانہ نظام قائم و دائم ہو جائے اور اس کا معاوضہ و معائنہ اس کے نزدیک صرف خدا کی خوشنودی ہوگا۔ قرآن کہتا ہے :

الَّذِينَ آمَنُوا يَفْعَلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَفْعَلُونَ فِي

سَبِيلِ الطَّاغُوتِ ۝ (سورہ نثار ۷۶)

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں

وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں)

تو یہ ہے جہاد کا مفہوم اور فی سبیل اللہ کے معنی۔ اور اسلام کی دعوت انقلاب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ تمام انسانوں کو پکارتا ہے اس کا خطاب انسان سے بحیثیت انسان ہے۔ وہ خدائی لب و لہجہ میں بات نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرو۔ خود تمہارے اندر خدائی و کبریا کا جو داعیہ ہے اسے دماغ سے دور کر دو۔ حکومت سوائے خدا کے اور کسی کی نہیں ہے۔ احکم الحاکمین خدا ہے کسی انسان کو بالذات امر و نہی کا مالک و مجاز کرنا دراصل اسے خدائی میں شریک کرنا ہے۔ اور یہ شرک ہے۔ کفر ہے۔ دنیا میں یہی اصل بنائے فساد ہے۔ نہ خدا کی ہستی کو بھولو اور نہ اپنی حقیقتِ ماہیت کو۔ اللہ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا اور زندگی گزارنے کو جو صراطِ مستقیم دکھائی ہے اس پر چلتے جاؤ۔ خدا فراموشی و خود فراموشی کا نتیجہ ذلت و ظلمت ہے۔

اسلام کی دعوت توحید و خدا پرستی ایک مذہبی عقیدے کی دعوت نہیں بلکہ حقیقت میں ایک اجتماعی انقلاب (SOCIAL REVOLUTION) کی دعوت ہے اور انبیاء علیہم السلام سب کے سب انقلابی لیڈر تھے۔ اور سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے انقلابی لیڈر، لیکن جو چیز دنیا کے عام انقلابیوں اور ان خدا پرست انقلابیوں کے درمیان واضح خط امتیاز اور خط وضاحت کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے انقلابی خواہ کتنے ہی نیک نیت کیوں نہ ہوں عدل و توسط کے صحیح مقام کو نہیں پاسکتے وہ یا تو خود مظلوم طبقوں میں سے اٹھتے ہیں یا ان کی حمایت کا جذبہ لے کر اٹھتے ہیں اور سارے معاملہ کو انہی طبقوں کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کی نظر غیر جانبدارانہ نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک طبقے کی طرف غصہ و غضب کا اور دوسرے طبقے کی طرف حمایت کا جذبہ لے رہے ہوتے ہوتے ہیں۔ وہ ظلم کا ایسا علاج سوچتے ہیں جو نتیجہً جو ابی ظلم ہوتا ہے۔ ان کے لئے معتدل و متوازن اجتماعی نظام قائم کرنا ممکن نہیں ہوتا لیکن انبیاء علیہم السلام خواہ کتنے ہی تنہا ہوتے ہوئے ان کی شخصی تحریک میں شخصی رد عمل نہیں ہوتا۔ وہ براہِ راست خدا کی ہدایت کے تحت کام کرتے ہیں۔ وہ سفاکانہ، قوم پرستی (AGGRESSIVE NATIONALISM) کے علمبردار نہیں

ہوتے۔ وہ ایک عادلانہ نظام قائم کرنے آتے ہیں۔ اور تمام انسانوں کو حق کی دعوت دیتے ہیں اور اسلام بھی اس تخریب و تعمیر، اور انقلاب و اصلاح کے لئے کسی ایک قوم یا گروہ کو نہیں بلکہ تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہے۔ یہ دعوت جو لوگ بھی قبول کر لیں وہ خواہ کسی طبقے، کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک کے ہوں، یکساں حقوق اور مساویات حیثیت سے اسلامی جماعت کے رکن بن جاتے ہیں اور اس طرح وہ بین الاقوامی انقلابی پارٹی وجود میں آتی ہے جسے قرآن حزب اللہ کے نام سے یاد کرتا ہے اور جس کا دوسرا نام اسلامی جماعت یا امت مسلمہ ہے۔ یہ حزب اللہ وجود میں آتے ہی اپنے مقصد وجود کی تکمیل کے لئے جہاد شروع کر دیتی ہے اور اس کے عین وجود کا اقتضا یہی ہے کہ غیر اسلامی نظام کی حکمرانی کو مٹانے کی کوشش کرے اور اس کے مقابلہ میں تمدن و اجتماع کے اس معتدل و متوازن ضابطہ کے حکومت قائم کرے۔ جسے قرآن ایک جامع الفاظ "کلمۃ اللہ" سے تعبیر کرتا ہے اور جہاد کے سوا اس کی ہستی کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

اور جہاد ابھی جاری ہے۔ جیسا کہ کرنل معمر القذافی نے قذافی ایٹمیڈیم لاہر میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

”اے میرے عزیز بھائیو! آپ یہ مت سمجھئے کہ ہماری مشکلات اور مسائل ختم ہو گئے ہیں۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم دشمن کے بازو کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔“ انھوں نے کہا :

”ایک دن ایسا بھی آئے گا، جب جہاد کی دعوت نئے سرے سے دی جائے گی۔ اور ایسا زمانہ بھی آئے گا جب اسلام کی عزت اور سرحدیں دوبارہ قائم ہو جائے گی۔ ہمارے لئے یہ ضرور ہے، کہ اسلام فتح پائے اور دشمنوں پر غالب رہے۔ ہم اس بات کے پابند ہیں کہ ہم دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اور جہاد کرنے کے خاطر ہر وقت تیار رہیں۔“

دیوارِ گریہ

بیت المقدس میں حرم شریف کی مغربی دیوار میں تقریباً پچاس فٹ کے ایک ٹکڑا دیوار کے متعلق اسرائیلی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ یہیل سلیمانی کے باقیات ہیں۔ یہ اسی یہیل کی ایک دیوار کا ٹکڑا ہے، چنانچہ اسرائیلی اس مقام پر آتے ہیں تو گریہ و بکا کرتے ہیں۔ اسی نسبت سے اس کا نام دیوارِ گریہ پڑ گیا ہے۔ لیکن اہل اسلام اس مقام کو البراقہ کہتے ہیں۔ کیونکہ شبِ معراج رسول خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلعم معراج پر جاتے ہوئے اسی جگہ براق سے اترے اور مسجد میں تشریف لے گئے اس جگہ کی نشان دہی کرنے کے لئے یہاں ایک گول کڑا لگا ہوا ہے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب حضرت عمر بیت المقدس کی فتح کے بعد اس مقدس شہر میں داخل ہوئے دیوارِ گریہ کا کوئی وجود نہ تھا۔ یہیل سلیمان کو تباہ و برباد ہونے صدیاں گزر چکی تھیں اور شہنشاہ ہیرود نے اس جگہ جو عمارت تعمیر کرائی تھی وہ بھی ۷۰ء میں طےطیس رومی کے ہاتھوں مکمل طور پر تباہ و برباد ہو چکی تھی اور اس کے جو آثار طےطیس رومی کی دست برد سے بچ رہے انہیں ملکہ ہہلیانہ نے نیست و نابود کر دیا۔ قبتہ الصخرہ خلیفہ عبدالملک اور مسجد الاقصیٰ خلیفہ ولید نے تعمیر کرائی۔ حرم شریف کی موجودہ چار دیواریں تزکان عثمانی کے دور میں تعمیر ہوئی جو بعض قدیم آثار پر اٹھائی گئی تھی۔

شاہ ہیڈرین نے ۱۳۵ء میں یہودیوں کو بیت المقدس سے نکالا تو صدیوں ان کا داخلہ اس مقدس شہر میں بند رہا۔ اور پھر ۶۴۰ء میں وہ عیسائی حکمرانوں سے اتنی اجازت حاصل کر پائے۔ کہ وہ نواحی پہاڑیوں سے بیت المقدس کو صرت دیکھ سکتے ہیں ان کا داخلہ اس شہر میں ممنوع تھا۔ لیکن انیسویں صدی میں اسرائیلیوں نے ترکوں سے درخواست کی کہ ان کا مذہب ان کو حرم سے باہر دیوارِ گریہ پر گریہ و ناری کا حکم دیتا ہے تو ترکوں

نے اسرائیلیوں کے مذہبی جذبات و احساسات کا احترام کرتے ہوئے ان کو مغربی دیوار کے باہر گریہ و زاری کی اجازت دے دی۔ لیکن حکم دیا کہ دیوار سے تیس فٹ دور رہیں۔ اور پھر جب ۱۸۲۱ء میں فلسطین اور شام پر حاکم مصر قابض ہو گیا تو قدیم بیت المقدس کی بہت میں نہایت تیزی سے تغیر رونما ہونے لگا۔ ملک میں انتشار و ابتری پھیل گئی تو فلسطین کے دروازے یہودی تاجروں، سیاحوں اور مبلغوں پر کھل گئے۔ مصری حکومت نے عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں خاصی فراخ دلی سے کام لیا اور وہاں پہلا برطانوی قونصلیٹ قائم ہو گیا۔ جس کے قیام کا مقصد مدعا یہودیوں کی نگرانی و حفاظت کرتے ہوئے انہیں عیسائی بنانا تھا اور اس پلان کو پالیہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہاں ایک مخصوص بٹشپ کا تقرر کیا اور اس کے ساتھ ہی مصری حکومت پر یہ سیاسی دباؤ ڈالا کہ عیسائیوں کو بیت المقدس میں ایک پروٹسٹنٹ چرچ تعمیر کرنے کی اجازت دیدی جائے اور اجازت ان کو مل گئی۔

مصر کے دور اقتدار میں بیت المقدس میں یہودیوں کے دو گروہ تھے جن کی آپس میں خصمت و دشمنی چلی آتی تھی۔ ان دونوں گروہوں میں سے ایک سفاروم اور دوسرا اشکنازی کہلاتا تھا۔ سفاروم میں سپین سے ہجرت کر کے آنے والے یہودیوں کی اکثریت تھی اور دولت عثمانیہ کی رعایا تھے انہوں نے بڑی عیاری و مکاری سے کام لیتے ہوئے متعلقہ عمارتوں کو چار کینٹوں میں تبدیل و تقسیم کر دیا۔ مگر ان کی بھپت ایک ہی تھی جب کہ ترک حکام نے بھی ان کی نمائندگی کے لئے ایک رپی یعنی اسرائیلی مذہبی ذرعت کے نمائندے کو تسلیم کر لیا۔ جسے بعد ازاں چیف رپی بنا دیا گیا۔

دوسرا گروہ جو اشکنازی کہلاتا تھا ان اسرائیلیوں کا تھا جو یروشیا، آشریا، پولینڈ اور روس سے آئے تھے اور جن کی حفاظت و نگرانی برطانوی امارت کے ذمہ تھی ان اسرائیلیوں نے اپنی غیر ملکی حیثیت چونکہ برقرار رکھی تھی اس لئے وہ عثمانی قوانین سے مستثنیٰ تھے انہوں نے غیر ملکی تحفظ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شہر میں نئے کینٹے تعمیر کئے اور مسلم جائداد پر قابض ہونے کے لئے خود و فروخت کی ایک خوفناک مہم شروع کر دی۔ جبکہ عثمانی قوانین

کی رو سے فلسطین میں کسی غیر ملکی کو جائداد خریدنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے علی پاشا نے اسرائیلیوں کو سیاست کے بازار میں مسلم اہلک کا سودا کرنے کی اجازت نہ دی تو اسرائیلیوں نے برطانوی قونصلیٹ کی وساطت سے مصری کمانڈر ابراہیم پاشا سے دلیار گریہ کہہ بچتے کہ انہی کی اجازت حاصل کر لی لیکن شہر کی مشاورتی کونسل اور شیخ المغاربہ نے اتنی شدید مخالفت کی کہ اسرائیلیوں کا یہ خواب بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔

شہر کی مشاورتی کونسل اور شیخ المغاربہ کی یہ مخالفت اپنی جگہ بالکل بجا تھی۔ کیونکہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے بیٹے الافضل نے باب المغاربہ کی بیرونی زمین جس میں مقام گریہ بھی شامل تھی۔ مسلم اوقات قرار دے دی تھی جو بالآخر شمالی افریقہ کے زائرین علما و صوفیاء کے لئے وقف ہو گیا۔ ۱۲۰۳ھ میں اس جگہ زائرین کے لئے ایک زاویہ بنایا گیا اور پھر اس کے بعد ۱۲۲۰ھ میں شعیب ابو مدینہ مغربی نے اس وقف میں شمالی و مغربی افریقہ کے زائرین اور طلباء کے زاویہ کے ساتھ رہائشی مکانات بھی تعمیر کئے۔ افریقی مسلمانوں کی مسجد اقصیٰ کے ساتھ عقیدت و ارادت کا یہ عالم تھا کہ سلطان نے مراکش علی ابن عثمانی المرینی نے ۱۳۲۵ھ میں خود کتابت کردہ قرآن مجید مسجد اقصیٰ کے لئے بھجوا دیا۔ اور ۱۶۲۰ء میں ابو مدین کی نگرانی میں باب المغاربہ کے باہر کی تمام زمین از سر نو مسلم وقف کی حیثیت سے رجسٹر کرانی گئی اور زاویہ ابو مدینہ کے شیخ نے افریقی مسلمانوں کی طرف سے لکھا کہ ان کے مقبوضات دلیار حرم سے منقل ہیں اور یہ وہی دلیار حرم ہے جہاں سرور کائنات شب معراج کو براق سے اترے، اور جہاں براق باندھا گیا۔ بلا جواز یہودی کی اس علاقہ میں دخل اندازی افسوس ناک ہے۔ لیکن یہ اجازت اس سے مشروط تھی کہ وہ یہاں کوئی شور و غوغا نہ کریں گے۔ اور نہ ان کو دلیار گریہ بچتے محمد نے یا اس تک بچتے دلیار بنانے کی اجازت ہوگی زاویہ ابو مدینہ کے شیخ نے یہودیوں کی مکاری و عیاری کا پردہ چاک کرتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ یہودیوں کی یہ سرگرمیاں ان کے کسی انتہائی مقصد کی ابتداء ہیں اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کی تہ میں کسی خوف ناک سازش کا آتش نشان بھٹنے کے لئے اپنے لاوے کو متحرک کر رہا ہے یہ معاملہ بالآخر محمد علی پاشا کے روبرو پیش ہوا تو اس نے بیت المقدس کے

گورنر کو لکھا کہ مشاورتی کونسل کی رپورٹ سے واضح ہے کہ یہودیوں جس جگہ کو نچتہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ حرم شریف سے متصل ہے۔ اور وہی جگہ ہے جہاں سرور کائنات کا براق بازہا گیا۔ اس کے لئے وہ ابودینے کا وقف ہے نیز اس سے پہلے یہود نے کبھی اس جگہ کی مرمت نہیں کی۔ لہذا ان کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی جائے وہ یہاں شرور و غوغا بھی بلند نہیں کر سکتے ان پر یہ واضح کر دیا جائے کہ انھیں صرف اس جگہ کی زیارت کی اجازت ہے۔

یہ یہودیوں کے لئے پہلی مستند دستاویز ہے جس کی رو سے ان کو کسی مسلم مقام مقدس کی عقیدت کے غور سے زیارت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تذاہوں نے ۱۸۵۳ء میں برطانوی قونصلیٹ کے ترحیل سے ایک تباہ شدہ عمارت کی جگہ معبد تعمیر کرنے کی اجازت حاصل کر لی کہ یہاں کبھی معبد تھا۔ جبکہ کسی زمانے میں بھی وہاں یہودیوں کا کوئی معبد نہ تھا۔ یہودیوں نے اس سلسلے میں جو دستاویزات پیش کیں جعلی تھیں۔ لیکن برطانوی سفیر نے اپنا پورا اثر و رسوخ استعمال کر کے یہودیوں کو قدیم معبد کی تعمیر کی اجازت دلا دی اور یوں بیت المقدس میں یہودیوں کے دو معبد ہو گئے۔ جبکہ ۱۸۴۹ء کی مردم شماری میں برطانوی قونصل کی رپورٹ کے مطابق فلسطین میں یہودیوں کی تعداد تین ہزار تھی کیونکہ اس وقت تک ان کی فلسطین میں آمد انتہائی یکسی کے عالم میں تھی۔ صرف یوٹھے یہودی اپنی زندگی کے آخری ایام سرزمینے موسیٰ میں گزارنے آئے تھے لیکن جب ۱۸۸۱ء میں روس سے یہودیوں کا انخلاء ہوا تو فلسطین میں ان کی آبادی بڑھنے لگی۔ تو خلافت عثمانیہ کو ایک حکم نامہ جاری کرنا پڑا۔ جس کی رو سے یہودیوں کی آبادکاری اور زمینوں کی خریداری پر وہاں پابندی لگا دی گئی۔ لیکن خلافت عثمانیہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اور دس سال کے عرصہ میں یہاں بیشمار یہودی آباد ہو گئے۔ اور انہوں نے بیت المقدس میں شدید معاشی بحران پیدا کر دیا۔ جس سے خاص کہ مسلمان بری طرح متاثر ہوئے۔ انھوں نے عدلے احتجاج بلند کی لیکن ان کی صدا صد البھرا ثابت ہوئی اور ۱۹۱۱ء میں اہل یہود دیوار گورہ کی زیارت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس جگہ اپنا تسلط جمانے کے پلان بنانے لگے۔ تو حکومت نے ایک نیا حکم نامہ جاری کر دیا جس کے اجراء و نفاذ سے یہودیوں کے پلان پاتہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ لیکن پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں

تاریخ بیت المقدس نے ایک اور کوٹ بدلی۔ سب ترکوں سے باغی ہو گئے اور برٹش ایمپائر نے انھیں مکمل آزاد کر دینے کا ایک ایسا دامن زدیر بچایا کہ عرب اس میں پھنس گئے کہ بیت المقدس میں ترک کمانڈر جمال پاشا کی ہر اپیل بیکار ثابت ہوئی۔ جو اس نے بیت المقدس کو عیسائی اقتدار و تسلط سے بچانے کے لئے تمام مسلمانوں سے مشترکہ دفاع کی صورت میں کی۔ نتیجتاً جنرل ایلن بی شہر میں داخل ہو گیا تو برطانوی فوج کی دو یہودی ٹبالیٹوں کے پہلے دستے نے اجتماعی طور پر شہر میں داخل ہوتے ہی دیوار گریہ پر داد دلا کر کہتے ہوئے بڑا کہرام کا مظاہرہ کیا اور خود وزیرین نے لارڈ بالفور کے نام اپنے خط میں کہا کہ دیوار گریہ یہودیوں کے قدیم مہیکل کا حصہ ہے۔ اسے فوراً ہمارے حوالے کیا جائے۔

اس پر بیت المقدس کے فرجی گورنر رونالڈ سٹورس نے انتہائی محتاط انداز سے مغرب سے دیوار سے متصل مکانات کی خریداری کے لئے مفتی اعظم فلسطین کامل العسینی سے رابطہ پیدا کیا۔ تہران کا جواب یہ تھا کہ کسی مسلم اوقاف کی کوئی جگہ کسی بھی قیمت پر فروخت نہیں کی جاسکتی۔ خواہ خریدار مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ سٹورس نے ترغیب و تحریص کے سب سے تھکنڈے آزمائے لیکن گورنر مقصود اس کے ہاتھ نہ آیا تو یہودیوں نے ایک تحریک شروع کر دی۔ اور ایک مراکشی یہودی کو گراں قدر رقم پیش کرنے کے کئی اختیارات دیتے ہوئے شیخ کے پاس بھیجا تو مسلمانوں نے بھی احتجاجاً مظاہرے شروع کر دیئے کہ مسلمان اپنے اس مقام مقدسہ کو کسی صورت میں فروخت کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اسی آئنا میں ایک یہودی افسر یہودی ٹبالیٹوں کے سپاہیوں کو مارچ کرتا ہوا دیوار گریہ تک لے گیا۔ مسجد اقصیٰ پر بزدل شیر قبضہ کرنا چاہا تو مسلمانوں اور یہودیوں میں تصادم ہو گیا۔ مفتی اعظم پر فائرنگ کی گئی۔ جب کہ فلسطین کا انتداب برطانیہ کے حوالے ہو چکا تھا اور برطانیہ نے ایک صیہونی لائی کشنر سربراہ سٹیٹ کو وہاں مقرر کر دیا تھا۔ دیوار گریہ کے مسئلہ پر یہودیوں کے جذبات قابو سے باہر ہو رہے تھے۔ انہی دنوں سولہویں صیہونی کانفرنس زلیخ میں ہوئی۔ جس میں ایک قرار داد پاس کی گئی۔ جس میں کہ تھل معارومی (دیوار گریہ) پر عبارت کو یہودیوں کا ناقابل انتقال حق قرار دیتے ہوئے دنیا بھر کے یہودیوں کو مشتعل و متشدد کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ دیوار گریہ

پر اپنا حق تسلیم کرتے کے لئے جان کی بازی لگا دیں۔ یہودیوں کے منفقہ دار "فلسطینے دیکلی" اور عبرانی اخبار "دیر ہیروم" میں اس قرار داد کے حق میں اشتعال انگیز مضامین لکھے گئے۔ ہیکلے کی تباہی کے دن کی یاد میں تل ابیب میں ہجرت اور دوسری نیم عسکری تنظیموں کے چھ ہزار یہودی جوانوں نے مظاہرہ کیا اور ایک قرار داد میں دلدار گریہ پر قبضہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کے کچھ دن بعد کئی سو یہودی جوان تل ابیب سے بیت المقدس پہنچے۔ اور ایک جلوس کے شکل میں عرب بازاروں سے گزرتے ہوئے دلدار گریہ تک گئے۔ جہاں انھوں نے دلدار گریہ پر صیہونی پرچم لہرا کر یہود کا قومی ترانہ گایا۔ "دلدار ہمارا یہی ہے"۔

اس پر مسلمانوں کا مشتعل ہو جانا لازمی امر تھا۔ یوم میلاد الفبی پر نماز جمعہ کے بعد مسلمانوں نے مسجد اقصیٰ کے شیوخ کی قیادت میں احتجاجی جلوس نکالا تو ہنگامہ ہو گیا۔ اور پھر یہ ہنگامے کئی روز تک جاری رہے۔ جن کی تحقیقات کے لئے برطانیہ نے مجلس اقوام کی منظوری سے ایک بین الاقوامی کمیشن قائم کیا، جس کے سربراہ سویڈن کے سابق وزیر خارجہ الٹیل لون گرینے تھے۔ کمیشن نے یہودیوں اور عربوں کے موقف کی سماعت کے بعد اپنی رپورٹ پیش کر دی کہ سینکڑوں دستاویزات اور ہزاروں شہادتوں کی روشنی میں یہ بات نہایت وضاحت سے سامنے آئی ہے۔ کہ اس دلدار پر یہودیوں کا کوئی حق نہیں یہ ایک مسلم وقف کی ملکیت ہے اور مسلمانوں کے مقدس مقام حرم شریف کا حصہ ہے۔

کمیشن نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی لکھا کہ ۶۲۲ء میں حضرت عمر اور عیسائی راہب صفرونیوس کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا۔ اس میں عیسائیوں نے یہ پابندی لگا دی تھی لہذا کمیشن نے اس جگہ کو قانونی طور پر مسلمانوں کی ملکیت قرار دیتے ہوئے یہودیوں کو یہاں تک صرف روایت پوری کرنے کے لئے پہنچنے کی اجازت دی۔ چنانچہ برطانیہ اور مجلس اقوام نے اسے تسلیم کر کے ایک عالمی دستاویز کی حیثیت دے دی اور ۱۹۴۱ء میں انتظامی کونسل نے اسے ایک قانونی شکل دے کر فلسطین میں نافذ کر دیا جبکہ دوسری عالمگیر جنگ میں یہودی صہیونیت سے نکال دیئے جانے کی صورت میں جو حق درجہ فوق فلسطین میں پہنچنے لگے جہاں وہ یہود مسلم پر قابض ہونے کی تیاریاں کرتے لگے۔ اور ۵ جون ۱۹۶۷ء میں جنرل فارکس کے

حکم سے یہودیوں نے بیت المقدس کے میسر کی حیثیت سے بیت المقدس کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ مسلمان اپنے مقدس زیارات کے دفاع کے لئے بڑی پامردی سے لڑے لیکن اپنے سے کئی گنا طاقتور دشمن کی تباہ کاریوں سے مقدس مقامات کو مکمل تباہی سے بچانے کے لئے انھیں پسپا ہونا پڑا۔ تو اسرائیلی وزیر دفاع موشے دیان دیراہ گریہ کے سامنے پہنچا تو اس نے وہی قدیم لغزہ لگایا۔ ”دیوار ہماری ہے۔“ اور عبرانی زبان میں ایک تختی لگا دی گئی۔ ”بیت کشتت — ہیکل یہود۔“

یروشلم کے نئے شہر پر قبضہ کے فوراً بعد اسرائیلیوں نے اعلان کر دیا کہ ان کی جنگ اسلام اور اس کے مقدس مقامات کے خلاف ہے۔ لہذا پرانے شہر میں داخل ہوتے ہی جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اسرائیلیوں نے انڈھا دھند بباری کی۔ مسجد اقصیٰ کا مرکزی دروازہ مسمار کر دیا۔ ایک مینار گرا دیا۔ مسجد کے گنبد اور قبتہ الصخرہ کو شدید نقصان پہنچایا۔ مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے لئے ایک خصوصی فنڈ کا اجراء کیا۔ ۱۹۷۵ء کے عالمی میسے منعقدہ نیویارک میں یہودی ماہرین تعمیرات کی ایک کمیٹی نے ہیکل کے ایک تعمیراتی ڈیزائن کی نمائش کی اور اس کے ساتھ ہی مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حرم شریف میں اسرائیلی رقص و سرود کی محفلیں ہونے لگیں۔ اسرائیلی اپنے کتوں کے ساتھ جوتے پہنے حدود مسجد میں گھومتے پھرتے اور یہودی جوڑے کھلے بندوں محو ہوس و کنار نظر آتے۔ البراق شریف کے سامنے والے چوک تک ایک نیا اور کشادہ راستہ تعمیر کرنے کے لئے مسلم اوقاف کی ایک مسجد اور ۱۲۵ گمارتوں کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا۔ اسرائیلی ماہرین آثار قدیمہ کو مسجد اقصیٰ کے نیچے اور اس کے نواحی علاقے میں کھدائی پر لگا دیا گیا کہ وہ نئے ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو کے لئے پرانے ہیکل سلیمانی کے آثار تلاش کریں۔ یروشلم سنڈے پوسٹ میں کھدائی کی تصویریں شائع کی گئیں۔ کھدائی کی مہم کی نگرانی پروفیسر بنجامین بازار کر رہا تھا۔ اس موقع پر فلسطین کے ربی اعظم دیہود کا سب سے بڑا مذہبی عہدہ) ابراہام اسحاق ملک نے کہا کہ یروشلم کے بغیر صیہون اور ہیکل سلیمانی کے بغیر یروشلم کا تصور ناممکن ہے۔ اسی اثنا میں رومانیہ کے رجبی اعظم ابراہام روزنباش نے مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی کو ایک خط لکھا جس میں اس نے

مسجد اقصیٰ یہودیوں کے حوالے کرنے پر زور دیا اور ۱۹۴۸ء کی جنگ میں یہودیوں نے دوبارہ مسجد اقصیٰ پر زبردست بمباری کی اور مسجد کے گنبد اور قبة الصخرہ کو سخت نقصان پہنچایا ہزاروں یہودیوں نے اپنے آپ کو اس جنگ میں جھنک دیا۔ تر فلسطینی ہائی کمان کے مسلح دستوں نے الجہاد، المقدس اور الاخوات نے ان کے ہر حملہ کو پسپا کر دیا۔ ہزاروں یہودی قتل ہوئے اور جو زندہ بچے پسپا ہو گئے۔ لیکن ۱۹۶۷ء کی جنگ میں یہودیوں کو نہ صرف مسجد اقصیٰ ان کے قبضے میں چلی گئی بلکہ جرون میں حضرت ابراہیمؑ کا حرم محترم بھی ان کے تصرف میں چلا گیا اس پر صیہونی پرچم لہرایا گیا اور یہودیوں نے جس وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے بیت المقدس کے سابق میئر روجی الخطیب نے کہا کہ شہر کے مغربی حصہ میں اسرائیل نے مسلم اذقات کے ۲۵۰ مکانات کو بل ڈوزروں سے زمین کے برابر کر دیا۔ مسجدوں اور گرجوں کی بے حرمتی شروع کر دی۔ اسرائیلی ریگیڈیر شومو غدرینے مسجد اقصیٰ کے بیرونی حصہ میں عبادت کی اور اعلان کیا کہ اس جگہ یہودی معبد تعمیر کیا جائے گا۔ کلیسائے نشور میں کھلی ڈاکہ زنی ہوئی اور حضرت مریم کے مجسمہ سے انتہائی قیمتی موتی چرا لیا گیا۔ اور پادریوں کو زود کوڑا کیا گیا۔ اسرائیلی فرج کا ایک اور ریگیڈیر گورنر اپنے ایک دستے کے ہمراہ قبة الصخرہ پر چڑھ گیا۔ یادہ گیٹ کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا۔ اسرائیلی حکومت نے ایک نیا قانون نافذ کر کے مسلم اطلاق ضبط کر لیں۔ یہ اطلاق حرم شریف کی جنوب مغربی دیوار اور آرمینی محلہ کے درمیان تھیں۔ ۶ ہزار مسلمان بے گھر ہو گئے۔

عیسائی مشن "یسوع کے حواری" کی رکن سسٹر میری تھریس نے جو ۵ فرجن ۱۹۷۷ء کو بیت المقدس کے اس کازنٹ میں موجود تھیں جسے زخمیوں کے لئے ہسپتال میں تبدیل کر دیا گیا تھا اسرائیلیوں کے ظلم و ستم پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ڈائری میں لکھا :

ہم زخمیوں کو فوری طبی امداد دینے کے سلسلے میں گلیوں میں نکلے۔ ہمارے چاروں طرف گولہ بارود کی برفضا میں رچی ہوئی تھی۔ ہر طرف لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ معصوم بچوں کی لاشیں، عورتوں کی لاشیں، ایک جگہ لاشوں کا انبار لگا تھا اور بعض سے سانس لینا دشوار ہو رہا تھا ہم یہودی گیٹ کے قریب الزادیہ النہد پہنچے یہ پاکستانی زائرین کا

ہوٹل تھا جو بمباری سے تباہ ہو رہا تھا۔ تین خستہ کمروں میں ایک سے زیادہ افراد شدید زخمی حالت میں پڑے تھے۔ ان کے جسم جلے ہوئے تھے۔ اور ان کے پیٹ پھٹے ہوئے تھے۔ اسرائیلیوں نے شہر میں مسلمانوں کی غریب ترین آبادی باب زرتی کے قریب بھی خوب بم برسائے تھے۔ ہم لاشوں کو دفنانا چاہتے تھے۔ ہمارے پاس کوئی گاڑی اور ایمبولینس نہ تھی آخر ہمیں ایک چھکڑا مل گیا جس میں کچھ لاشیں ڈال کر ہم قبرستان میں پہنچے تو یہودی حکام چیٹ رہی دایان اور لیوی اشکول، ایک کار میں آتے دکھائی دیئے انھوں نے ہمیں یہ لاشیں دفنانے سے روکا۔ لیکن جب دم چلے گئے تو ہم نے ان لاشوں کو دفنا دیا۔ تاہم یہودی اسرائیلی نے پیام ہم کو اسے تھے زیتون کے درختوں کے جھنڈ میں ہم نے کئی سو خاندانوں کو دیکھا جنہیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا تھا اور ان کے گھر لٹ لئے گئے تھے۔

ہجرون کے علاقے میں سوریف کے گاؤں کو خالی کر لیا گیا۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا۔ کہ ۱۴ بجے تک گھروں سے نکل جائیں ورنہ ان کو زندہ جلا دیا جائے گا۔

ہجرون کے فواح میں تین دیہات بیت زریا، یالو اور عمواس کو بل ڈوزروں سے پرست زمین کر دیا گیا۔

مقبوضہ علاقوں میں اسرائیلیوں کے داخلہ کے دن سے تمام موٹر گاڑیاں چوری ہو چکی تھیں۔ سینکڑوں دکانیں لٹ چکی تھیں۔ یہودیوں نے گھڑیوں اور ٹرانسٹروں کے لئے افراد کو بے دریغ قتل کیا۔

ایک اردنی بچہ چاکر لیٹ لئے جا رہا تھا۔ یہودی سپاہیوں نے اس سے چھیننا چاہا وہ ڈر کر بھاگا تو ایک یہودی سپاہی نے پیچھے سے گولی چلا کر اس کو ہلاک کر دیا۔

۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو دنیا تے اسلام کا المناک ترین سانحہ رونما ہوا۔ مسجد اقصیٰ میں آگ لگ گئی اور تین گھنٹے تک شعلے بھڑکتے رہے جس سے قبلے کی طرف بھیت کا بڑا حصہ گر پڑا۔

مسجد کا یہ حصہ عین اس مقام پر تھا جہاں سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر معراج کا آغاز فرمایا تھا اس کے قریب ہی دیوار البراق یعنی دیوار گمہ یہ ہے سلطان صلاح الدین

کا یادگار منبر سل کر رکھ ہو گیا۔

بیت المقدس کی بلدیہ کے اسرائیلی چیرمینے ٹیڈی کو ریٹ کے اعلان کے مطابق ہر سال بیت المقدس میں دس ہزار یہودی خاندان بسائے جائیں گے اس غرض کے لئے شہر کے ارد گرد جبل المکبر سے لے کر جبل الزیتون اور سلوان تک نئے یہودی محلے بسائے جائیں گے جبکہ اسرائیل اب تک ۲۰ نئی کالونیاں تعمیر کر چکا ہے اور مزید کالونیاں قائم کرنے کے پلان زیر غور ہیں۔ جو وادی اردن میں قائم کی جائیں گی۔ اسرائیلی نائب وزیر اعظم کے نام پر بتقیال امین اسکیم کے تحت دریائے اردن کے کنارے اور جولانہ کی پہاڑیوں پر مسکری اہمیت کی کالونیاں تعمیر کی جائیں گی۔ سینا اور غزہ کے علاقہ میں بھی کالونیاں قائم کی جائیں گی۔ جنہیں کیوٹرا کہا جائے گا۔ رفح کے جنوب میں دو کالونیوں کے لئے نشان وہی ہو چکی ہے۔ ان میں سے ایک کا نام "ناحال سینا" ہو گا۔ جسے درعی کالونی کی حیثیت دی جائے گی اور غیر متبہی پھل پیدا کئے جائیں گے اور دوسری "ناحال یام" ہو گی جسے ماہی گیر کالونی کا نام دیا جائیگا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسرائیلی بیت المقدس سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔

اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم یہ فیصلہ کریں کہ اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دیں گے جیسا کہ مجاہد ملت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعی نے قذافی سٹیڈیم میں اپنی تاریخی تقریر میں فرمایا۔ اسلام کی فتح ہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کا حکم دنیا میں غالب آئے۔ اور اللہ ہی وہ طاقت ہے جو سب کی طاقت ہے نہ کہ دنیا کی بڑی طاقتیں۔

قذافی نے فرمایا: جہاد ابھی جاری ہے۔ جہاد ابھی ختم نہیں ہوا۔ اور اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھانا ہے۔ یہ بات ہمارے لئے باعث شرم ہوگی کہ اسلام حملہ نہیں کرتا بلکہ صرف مدافعت اور مزاحمت پر آمادہ ہے۔

یقیناً یہ بات ہمارے لئے باعث شرم ہوگی کہ بیت المقدس پر اسلام کے دشمنوں کا قبضہ ہو اور اسلام حملہ نہ کرے اور پھر ایسی صورت میں جبکہ بیت المقدس کی اسلامی و شرعی حیثیت مسلمانوں پر اچھی طرح واضح ہو اور پھر ایسی صورت میں جبکہ اسلام کے دشمن جوڑوں سمیت قبة الصخر پر کھڑے ہو کر اسلام کو لٹکارتے ہوں مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر مسلمانوں کو چیلنج

کر رہے ہوں اور بیت المقدس کے تقدس و تطہیر کا تمسخر اڑا رہے ہوں۔

بیت المقدس۔ جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جس سے چھ میل جنوب میں بیت اللحم ہے حضرت مسیح ناصری کی ولادت گاہ، جہاں اس کھجور کے درخت کا ایک حصہ اب تک کھڑا ہے جس کا پھل حضرت مریمؑ نے کھایا تھا اور جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے وہ درخت معجزے کے طور پر پیدا کیا جبکہ اس علاقہ میں کھجور کا درخت نہیں ہوتا۔

جہاں حضرت داؤد کا مزار ہے۔ بیت المقدس سے بیت اللحم آئیں تو آدھا راستہ طے کرنے پر حضرت یوسف اور بن یامین کی والدہ اور حضرت یعقوب کی اہلیہ راحیل کا مقبرہ بھی ہاں ہے وہی بیت المقدس۔ فلسطین میں مقدس ترین شہر۔ اور فلسطین۔ جس پر اس وقت دنیا کے مسلمانوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ جہاں طبریہ سے ۱۲ میل کے فاصلے پر ناصرہ ہے۔ حضرت مریمؑ یہیں کی رہنے والی تھیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ بھی یہیں رہے۔ جب یہودیوں نے حضرت مریمؑ پر تہمت لگائی تو وہ یوسفؑ نچار کے ساتھ مصر کو ہجرت کر گئیں اور آج وہی یہودی وہاں کے مسلمانوں پر نہ جانے کیا کیا تہمتیں لگاتے ہوئے انہیں بد لوک شمشیر وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔

فلسطین۔ جس کے شہر رام اللہ کو سلیمان بن عبد الملک نے بسایا اور جامع دمشق کے مقابلہ کی جامع مسجد تعمیر کی۔ ابن بطوطہ جسے جامع اربعین کا نام دیتا ہے جہاں ۳ سو پچیس دفن ہیں۔ اس کے قریب ہی حضرت صالحؑ کا مزار ہے۔

دوسری فلسطین۔ جس میں بیت المقدس سے ۶ فرسنگ، جنوب کی طرف جبرون واقع ہے جہاں پچھلی دو جنگوں میں یہودیوں نے بے پناہ ظلم و ستم توڑ رہے ہیں۔ جبرون کو عرب مشہد خلیل کہتے ہیں۔ اسی شہر کی جامع مسجد میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی قبریں ہیں روایت ہے کہ حرم کی زمین حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہ کے انتقال پر خریدی تھی اور حضرت ابراہیمؑ کی قبر کے گرد جو احاطہ ہے وہ وحی الہی کے ذریعے حضرت سلیمانؑ نے تعمیر کرایا۔ یہودیوں نے جنگ ۶۷ء کے بعد سے حرم خلیل کو عجائب گھر میں تبدیل کر دیا ہے۔ جبکہ بعض روایات کے مطابق اس حرم میں ۷۰ ہزار انبیاء مدفون ہیں۔ کتنی بد باطن اور روسیاد

ہے وہ قوم جو خدا کے ایک برگزیدہ پیغمبر کے حرم کو عجائب گھر میں منتقل کر دے اور ۷۰ ہزار انیلکے مدفنوں کو ان کی تطہیر و تقدیس کا کچھ خیال نہ کرتے ہوئے دنیا کے عجائبات کے طور پر ان کی نمائش کرے۔ جبکہ وہ قوم خود قراعنہ مصر کے اہراموں میں حنوط کی ہوتی لاشوں کی طرح غفلت و جہالت کے تابوت میں پڑی ہوئی ہے، دنیا کے عجائبات میں سے ہے اور ایک زندہ لاش ہے۔ مردہ ہے لیکن اپنے آپ کو زندہ سمجھ رہی ہے جبکہ وہ زندہ نہیں ہے۔ کیوں کہ زندگی جس سے عبارت ہے وہ اس میں نہیں ہے۔ زندگی محض حرکت و حرارت ہی کا نام نہیں اگر زندگی محض حرکت و حرارت کا کرشمہ ہوتی تو پتھر بھی زندہ ہوتے جو اپنے اندر آگ چھپاتے ہوئے ہیں۔ چوٹ پڑے تو ان سے چنگاریاں پھوٹ جاتی ہیں اگر زندگی فقط ہلتے چلنے پر مشروط ہوتی تو پھر گھاس کا وہ تنکا بھی زندہ سمجھا جاتا جو ہوا کے جھونکوں میں ہلرے لیتا چلا جاتا ہے۔

اور یہ قوم جو آج سے صدیوں پہلے گم کر دہ راستے کی تلاش میں کچھ تو صحرائے سینا کے ہریت ناک دیرانوں میں ٹھکتے ہوئے دم توڑ گئی تھی اور کچھ پہلی سیماں کے طے تلے دب کر دفن ہو گئی تھی۔ کچھ ہلاکت و تباہی سے بچ گئی ہے۔ انسانیت کے زمرے ہی سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے مردود و معتب مردہ اجسام کی ارواح خبیثہ اور بھڑ پرست ایسا کیا کرتے ہیں۔ یہ وقت کی سفلہ پوری ہے اور اتفاقات زمانہ کی بات ہے کہ ارواح خبیثہ مسجد اقصیٰ میں اپنی تمام تر نجاستوں، خباثتوں اور غلاظتوں کے ساتھ وارد ہو گئی ہیں۔ ان بھوتوں پر تیرن تے فلسطین کو اپنا مسکن بنا لیا ہے اور بیت المقدس کی مقدس سرزمین پر غولے بیابانی اور عنفیت جہنم منڈلاتے پھر رہے ہیں۔

وہ بیت المقدس جس سے ۲۵ میل کے فاصلے پر سیدنا موسیٰ کی بستی ہے یہاں حضرت موسیٰ کا مزار ہے۔ اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے عہد سے ماہ محرم میں حضرت موسیٰ کے مزار پر ہفتہ بھر میلہ لگتا ہے۔ جس میں اہل عرب، فن حرب کا مظاہرہ کرتے ہیں یہیں ان حربی مظاہروں میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے حلال و جبروت کو ایک بار پھر آشکار کرنا ہوگا۔ کل کفر اپنی پوری طاغوتی و قہر مانی قوتوں کے ساتھ کل ایمان کے مقابلہ میں میدانے

کارزار میں ہے۔ یہی کرتہ تھی ہوائی شمشیروں کی جھٹکار کو اس عرصہ تک خاموش نہیں ہونے دینا چاہیے۔ جب تک کہ بیت المقدس میں صیہونی لغو کی آوازیں ہمیشہ کے لئے خاموش نہ ہو جائیں۔ مسئلہ فلسطین عالم اسلام کی ملی وحدت و غیرت کا سوال ہے۔ سیدنا موسیٰ کے گلے کو چوں میں اگر یہیں اپنے خون کی مڈیاں بھی بہانا پڑیں تو بہائیں گے۔ دشمن دین خدا کے ساتھ اگر یہیں سو سال بھی لڑنا پڑا تو لڑیں گے۔ جب تک دنیا میں ایک مسلمان بھی موجود ہے۔ یہ جنگ جاری رہے گی۔ ہم لڑیں گے، خدا کے دین کے لئے، ناموس مصطفیٰ کی خاطر۔ اس عقیدت و ارادت کے جوش میں جو یہیں بیت المقدس کے ذرے ذرے سے ہے۔ ہم لڑیں گے، فلسطین کو صیہونی تسلط سے نکالنے کے واسطے۔

فلسطین سے۔۔۔ جہاں طبریہ میں راوی الاحادیث حضرت ابو ہریرہؓ اور لقمان حکیم کے مزارات ہیں۔ مزید براں۔۔۔ پیغمبر ہاں مدفون ہیں۔ جنہیں یہودیوں نے شہید کیا اور شہیدوں کا لہو آریگاں نہیں جایا کرتا۔ قدرت اگے قاتلوں سے قصاص لیا کرتی ہے۔ قدرت اپنے پیغمبروں، رسولوں، مرسلین اور نبیوں کا مذاق اڑاتے اور انہیں قتل کرنے والوں کو بڑی عبرت ناک سزا میں دیا کرتی ہے۔ تاریخ عالم کے اوراق ابھی دھندلاتے نہیں اور نہ ان کی عبارت ابھی تک مٹی ہے۔ بصارت میں اگر نقص ہو تو ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے تاریخ کی سیر میں سے حال میں وہ سب کچھ صاف صاف نظر آئے گا۔ ذرا دیکھئے تو یہی خدا نے اپنے پیغمبر صالح کی اذنتی کی کوئیں کاٹنے والوں کا کیا حشر تھا۔ حضرت لوط کے مہمان فرشتوں کو خوبہ و لونڈے سمجھتے ہوئے فحش مذاق کرنے والوں اور پیغمبر کی پھتیاں اڑانے والوں پر خدا نے کیسا خوفناک عذاب نازل کیا تھا۔ وہ کیسی بھتیاں تھیں جو ان پر چکی تھیں وہ کیسے بادل تھے جو ان پر گر رہے تھے۔ وہ کیسا بھرنچال تھا جس نے سدوم و غمرہ کی بستیوں کو برباد کر کے بھیا تک بیابانوں اور ہولناک کھنڈروں میں بدل دیا تھا۔

اور پھر طوفانِ نوح۔۔۔ دیکھئے والوں نے دیکھا کہ پانی کی دھارتندور سے نکلتے لگی۔ اور قدیم محاورہ عرب میں تنور روئے زمین کو کہتے ہیں اور خدا نے سو سلا دھار مینہ سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ تو یہ پانی کی دھارا اتنے گہرے اور بسیط پانیوں میں

بدل گئی کہ توحید کا بیان ہے کہ روئے زمین کے جتنے بڑے عظیم اور جزیرے تھے سب نقرے ہو گئے تھے۔ تمام اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں سب پھپ گئے اور سب چرند پرند اور انسان ہلاک ہو گئے تھے۔ روئے زمین کے تمام موجودات جن میں جان تھی سب کے سب مٹ گئے فقط نوح اور جو ان کے ساتھ کشتی کے اندر تھے بچ رہے۔

واقعہ نوح کی ذیل میں تعلیم الہی کے خاص خاص پہلو یہ ہیں کہ مادہ کی گونا گوں صورت گرمی جب کسی قوم کو خدا سے بالکل غافل بنا دے۔ قانون الہی کی حدود ڈوٹے لگیں، طغیان و سرکشی عام ہو جائے۔ خدائے واحد کی پرستش سے آنا بھی سرور کار نہ رہے کہ اس کی پرستش گاہوں کا ادب کیا جائے۔ جب تشدد و تباہ کاری، استبداد و مردم آزاری بڑھ جائے۔ مسجدیں گرائی جائیں، خانقاہیں بند کرانی جائیں تو خدائے بزرگ و برتر کی مخفی قوتیں جلال میں آجاتی ہیں اور قہر و عذاب بن کر نازل ہوتی ہیں وہ ہر جابر سے اس کے جبر کی نہایت کرتی ہیں ہر ظالم سے مظلوم کے خون کی ایک ایک بوند کا حساب لیا کرتی ہیں، اور یہودیوں سے پہلے بھی کئی جابر و ظالم قومیں یہ حساب دے چکی ہیں کہ اب صفحہ دنیا پر ان کا نام بھی نہیں ہے۔ یہودیوں کو شہیدوں کے خون کا قصاص دینا ہو گا۔ حساب دنیا ہو گا اور وہ شہید غزوہ خندق و خیبر کے ہوں یا طرابلس و گیلی پولی کے۔ وادی جولان کے ہوں یا کارگہ چنڈہ و بابا پر کے، وہ زندہ جاوید ہیں۔ ان کا خون پکار پکار کر رہا ہے۔ جہاد ابھی جاری ہے۔ جہاد ابھی ختم نہیں ہوا اور اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھانا ہے۔ یہ بات مسلمانوں کے لئے باعث شرم ہو گی کہ اسلام حملہ نہیں کرتا۔ بلکہ صرف مدافعت اور مزاحمت پر اکتفا کرتا ہے۔ اسلام کا یہ حملہ اپنی پوری کوشش کے ساتھ جاری رہے گا۔ جب تک کہ ظلم و استبداد کے آہنی استحکامات ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر پکھڑ نہیں جاتے شہیدوں کے خون کا یہ سیلاب آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا جب تک کہ بیت المقدس کی آزادی کا آفتاب تازہ اس سے طلوع نہیں ہو جاتا۔

بیت المقدس سے نابلس کو جاتی ہوئی سڑک پر ایک قصبہ محوڑتا ہے جہاں ایک غار کے اندر ستر انبیاء مدفون ہیں پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پیغمبروں کی اس سرزمین کو۔

فلسطین کو ایک ایسی قوم کے چنگل میں چھوڑ دیا جاتے جس کے نزدیک انبیاء کی تعظیم و تکریم کا کوئی مطلب و مفہوم ہی نہیں ہے۔

فلسطینے — جس میں اخیرہ اس مقام کا نام ہے جہاں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا اور وہ وقت دور نہیں جبکہ سرزمین فلسطین کا ذرہ ذرہ اسرائیلی وحشیوں اور درندوں کی قتل گاہ بن جائے گا۔ ان کا ظلم و جور ہی ان کو ہلاک کر دے گا۔ اور وہ شعلے جو مسیحی قتلے میں بھڑک اٹھے اسرائیلیوں کا مرگھٹ بنیں گے یہ آنے والے وقت کی پیش گوئی ہے یہ پیغمبروں کی سرزمین فلسطین کی آواز ہے۔

فلسطینے — جہاں طبریہ اور انجبلوں کے درمیان جبل طور پر دیرالتجلی وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ کی صورت اپنے حواریوں کے رو بہ و تجلی الہی سے بدل گئی۔ یہاں صحرائے سینا میں طور سینا کی چوٹی پر دیر طور سینا وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ کو نبوت ملی اور سامری ساحر کے بچھڑے کو پوجتے والوں کے گھلے میں ذلت و ظلمت کے طوق ڈالے گئے جہاں کلیم اللہ نے غمش کھاتے سے پہلے اللہ کی تجلی دیکھی لیکن وہ سیاہ باطن قوم جس میں موسیٰ اپنے بھائی ہارون کو اپنے نائب کی حیثیت سے رشد و ہدایت کو چھوڑ گئے تھے اس تجلی کو نہ دیکھ سکی اور ۴۰ سال صحرائے سینا کی بھول بھلیاں کے اندھیروں میں ٹھیکتی رہی۔ وہی داوی سینا — وہی فلسطینے — جس میں حطین وہ گاؤں ہے جس کے

مشہور معرکہ ہلال و صلیب میں ۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین غازی نے صلیبیوں کو نیچا دکھایا اور اس تاریخی فتح کی یاد میں قبتہ النصر کے نام سے ایک یادگار برج تعمیر کیا اور زمانے نے ہر دور میں کوئی نہ کوئی صلاح الدین ایوبی حق کے دشمنوں کو مصلوب کرتے کے لئے یا راہ حق میں مصلوب ہو جانے کو کبھی محمود غزنوی اور کبھی یاسر عرفات کے روپ میں پیدا کیا جس کی تاریخی فتح کی تختی دیوار گدیہ پر آویزاں ہو چکی ہے مگر جہیں وہ نظر نہیں آرہی عنقریب ہی انھیں نظر آنے لگے گی فلسطین میں اسرائیلیوں کی رجعت قہر پوری کا وہ لمحہ گزراں وارد ہو چکا ہے جس سے یہ قوم صدیوں سے گریز کرتی اور قرار ہوتی چلی آرہی ہے مگر وہ لمحہ نشر صدیوں سے اس قوم کا تعاقب کرتا چلا آرہا ہے اور اپنی ٹاپوں کی دیہک سے اس پر ریشہ طاری کر رہا ہے

فلسطین کے مسلمانوں کا ہے مسلمانز آگے بڑھو۔ قصر لعقوب۔ اللجون۔ الشجرہ۔
دادی موسیٰ۔ مسجد الیقین۔ عکہ اور نابلس میں تھیں پکار رہے ہیں۔

قصر لعقوب۔ یہ جگہ طبریہ سے بانیاس کے راستے پر واقع ہے یہاں حضرت
لعقوب حضرت یوسف کے گم ہو جانے پر روئے تھے۔

اللجون۔ یہی وہ شہر ہے جہاں مسجد ابراہیم ہے یہ مسجد ایک پتھر پر بنی ہے جس کے
بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس پر حضرت ابراہیم نے عصا مارا تھا تو پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا تھا
یہ چشمہ آج تک جاری ہے۔

الشجرہ۔ فلسطین میں وہ جگہ ہے جہاں حضرت صالح کے فرزند الصدیق کی قبر
ہے یہاں ایک غار میں انہی شہیدوں کی لاشیں ہیں۔

دادی موسیٰ بیت المقدس کے جنوب میں حجاز کی راہ پر واقع ہے اور اس دادی کے پہاڑ
میں وہ پتھر ہے جس سے حضرت موسیٰ کی دعا پر بارہ چشمے جاری ہوئے تھے۔

مسجد الیقین۔ جہون سے ایک فرسخ کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جس پر
البرک الساجی کی مبنی ہوئی مسجد کھڑی ہے جسے مسجد الیقین کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت لوط
نے اسی جگہ سے بلاد لوط کو چلتے دیکھ کر فرمایا تھا :

”میں گواہی دیتا ہوں کہ الیقین (یعنی خدا) کا وعدہ سچا ہے۔“

عکہ ساحل سمندر پر ہے حضرت صالح کی قبر یہاں پر ہی بیان کی جاتی ہے اس مقبرہ اور مسجد
کے صحن میں ایک بڑا زمین ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت آدم نے کھیتی باڑی
کی تھی۔ ایک چشمہ ہے جسے عین البقر کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت آدم کا نکالنا یہاں ہے۔

بیت المقدس سے دس میل کے فاصلے پر نابلس ہے جس کے متعلق فلسطین کے قدیم
شہر سامرہ کے یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مقدس شہر یروشلم نہیں نابلس ہے اور سامرہ کی
عبادت گاہ کہ زیم میں وہ قربان گاہ ہے جس کے بارے میں اہل سامرہ کا دعویٰ ہے کہ
حضرت ابراہیم نے اسی جگہ حضرت اسحاق کو قربانی کئے لئے پیش کیا اور قربانی مسلمانوں کے ارکان
دین میں سے ہے۔ مسلمان قربانی سے نہیں ڈرتا۔

یہ سنت ابراہیمی ہے اور ہر مسلمان اتباع سنت ابراہیمیہ کے لئے اپنی جان و مال ، اہل و عیال حتیٰ کہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ مسلمان فلسطیت کی آزادی کے لئے جہاد کریں گے۔

الجہاد ————— الجہاد ————— الجہاد !!!

اوروں کی جانبی ان کے قبضے میں ہوں گی۔ لیکن مسلمانوں کی جانبی اسلام کے قبضے میں ہیں۔ مسلمانوں کے سرگرم دوزں پر نہیں ہر وقت ان کی ہتھیلیوں پر رہتے ہیں۔ عشق و محبت کا اصلی مقام وہ ہے جہاں پہنچ کر نفس اپنے کو فنا کر دیتا ہے اور پھر دست محبوب میں محض ایک آلہ بے روح بن کر رہ جاتا ہے۔ محبوب کی خواہش اس کی خواہش اور محبوب کی مرضی اس کی مرضی بن جاتی ہے اور محبت کو نیرالا اپنے محبوب کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتا۔ زلیخا مصر کو ابھی یہ درجہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ ورنہ اپنی ذلت و رسوائی کے خوف سے ایسے کنتاں کو قید و بند میں نہ دیکھتی، محبت کی شرط اولین فنا فی المحبوب ہو جاتا ہے اور اس کے مسلک میں سکون بحر کا انتظار روا نہیں بلکہ اس میں کود پڑنے کا وقت تو وہ ہوتا ہے جبکہ طوفان و تلاطم اپنی پوری طاقتیں صرف کر رہا ہو و بے خطر کو دپڑا آتش نمرود میں عشق

ایمان باللہ فی الحقیقت اللہ کی محبت ہی کا نام ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض بغیر کمال ایمان باللہ کے ادا نہیں ہو سکتا۔ الحب فی اللہ و البغض فی اللہ۔ مومن کی یہ تعریف ہے کہ خود اس کی نہ کسی کے ساتھ دوستی نہ دشمنی۔ خدا کا دوست اس کا دوست اور خدا کا دشمن اس کا دشمن۔

یہودیوں کی مقدس کتاب تلمود میں تو شاید یہ عہد و پیمان نہ ہو لیکن اسلام میں تو جانے عزیز دنیا وہ پہلا عہد ہے جس کے بغیر وہ کسی کا ہاتھ ہی اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا۔

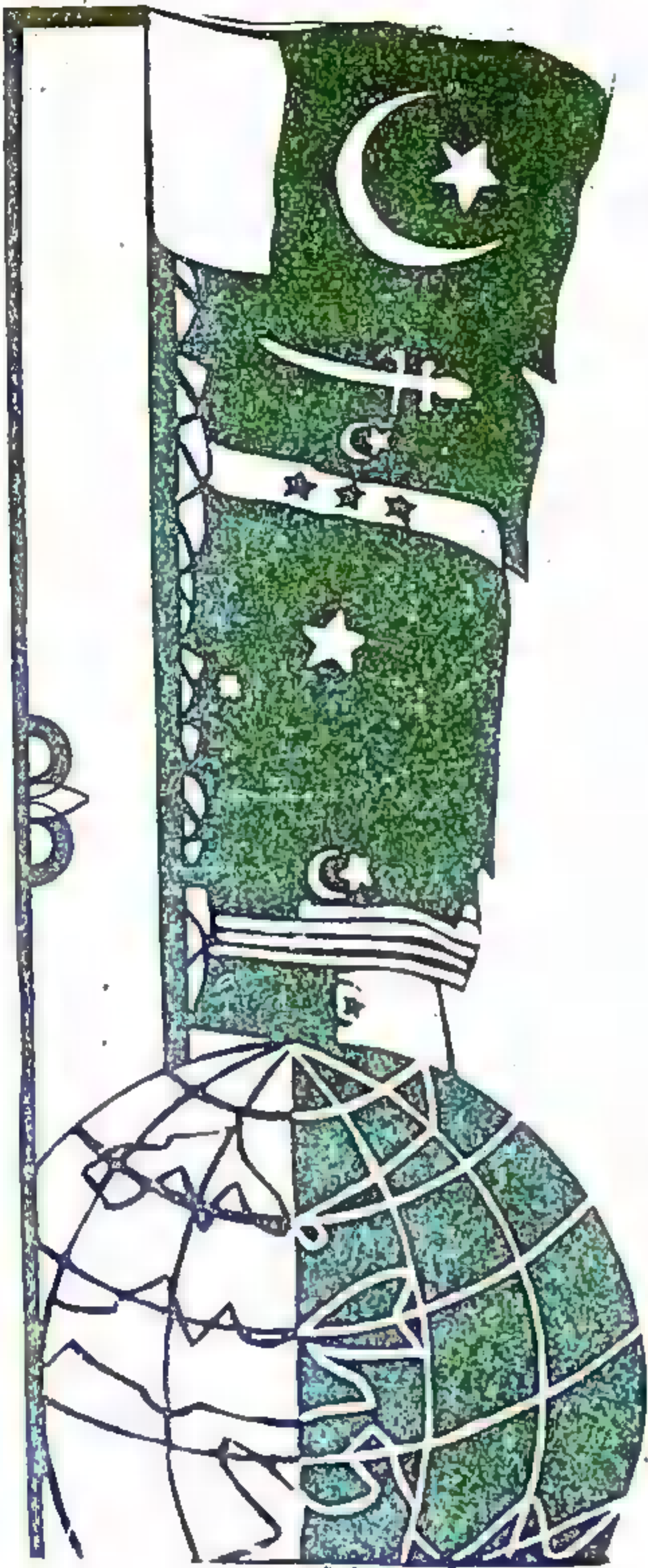
تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزو دست
بامن میا کہ مسلک شبیرم آرزو دست



اتفاق ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات قائم کرنے اور ایک دوسرے کے قریب تر ہونے
کا نام ہے ————— سید جمال الدین افغانی



✓ میرا مذہبی عقیدہ یہی ہے کہ اتحاد و سہو کا اور دنیا ایک دفعہ پھر جلالِ اسلامی کا نظارہ دیکھنے کی
حکیم الامت علامہ اقبال



ایک
خواب
جو
حقیقت
میں
ڈھلے
گیا

رہبط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے اس نکتے سے ہی اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں میں ہو
ملک و ملت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تاجنخاک کاشغر

(علامہ اقبال)

زعمائے ملت عالم اسلام کے اتحاد کے خواب ایک مدت سے دیکھتے چلے آئے ہیں
سید جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال بھی یہی خواب دیکھتے رہے۔ ملت اسلامیہ کی شیرازہ
بندی میں علامہ اقبال کے خیالات نے اہم کردار ادا کیا۔

اتحاد اسلامی کے اولین داعی سید جمال الدین افغانی کو پون صدی گزر چکی ہے لیکن
بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اب سے تقریباً تیس سال پہلے لاہور کے مسلمانوں نے ان کے
تابوت کی زیارت کی۔ اور نماز جنازہ ادا کی۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ سید جمال الدین افغانی
نے ۹ مارچ ۱۶۹۸ء کو استنبول میں انتقال کیا۔ جسے اس زمانہ میں قسطنطنیہ کے نام سے
یاد کیا جاتا تھا اور خلافت عثمانیہ کا دارالخلافہ تھا۔

دوسرے دن انھیں اسی شہر کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ چالیس سال بعد افغانستان
میں یہ تحریک اٹھی کہ ان کی نعش کا تابوت منگوا کر کابل میں دفن کیا جائے اور ان کی شان
کے مطابق ایک مقبرہ تعمیر کیا جائے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ترکیہ اور افغانستان کے درمیان بات چیت ہوئی۔ اور ترکیہ
نعش کو افغانستان کے حوالے کرتے پر رضامند ہو گیا۔ یہ تابوت برعظیم کے راستے لایا گیا
۲۶ دسمبر ۱۹۲۲ء کو لاہور پہنچا تو مسلمانوں نے اس کا زبردست استقبال کیا اور تابوت
کو ایک رات کے لئے علامہ اقبال کے مقبرہ میں رکھا گیا۔ دوسرے دن تابوت کو
جلوس کے ساتھ بکت علی اسلامیہ ہال بیرون سوچی دروازہ میں پہنچایا گیا وہاں بھی ہزاروں
مسلمانوں نے اس کی زیارت کی۔ دوسرے دن افغانستان کے نمائندے اسے کابل
لے گئے۔

سید جمال الدین افغانی کے بارے میں یہ تنازعہ ابھی تک باقی ہے کہ وہ کہاں
پیدا ہوئے لیکن کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر انھوں نے افغانی کہلاتا پسند کیا۔ بہر حال انہوں
نے یہ کہہ کر اپنی زندگی میں ہی یہ مسئلہ حل کر دیا تھا۔

”میرے بارے میں یہ بات چننا اہمیت نہیں رکھتی کہ میں کہاں پیدا ہوا
اور میں افغانی ہوں یا ایرانی۔ کیونکہ میں مسلمان ہوں۔ اس لئے ملت

اسلامیہ کا ایک فرد ہوں۔

سید جمال الدین تین مرتبہ ہندوستان آئے اور لاہور سے گزرے لیکن انہیں یہاں قیام نہ کرنے دیا۔ شاید اس لئے کہ یہاں برطانوی راج نیا نیا قائم ہوا تھا اور انگریز نہیں چاہتے تھے کہ سید جمال الدین پنجاب کے مسلمانوں کو اپنے خیالات سے متاثر کریں۔ قومیت کا عقیدہ جس کی بنیاد نسل اور جغرافیائی حدود ملک پر ہے۔ دور جدید میں دنیا نے اسلام میں امتیلا حاصل کر کے ابھرنے لگا اور مسلمان عالمگیر اخوت کے نصب العین کو نظر انداز کر کے اس عقیدے کے دام تزدیر میں پھنسنے لگے۔ جو قومیت کو ملک و وطن کی حدود میں مقید ہونے کی تعلیم دیتا ہے۔ تو اس فتنہ ارتداد کو روکنے کے لئے سب سے پہلے سید جمال الدین افغانی نے عملی قدم اٹھایا۔ انھوں نے عالم اسلام کے تمام ملکوں کے دورے کئے۔ اور کوشش کی کہ ہر ملک کے مسلمان باشندوں کو خالص اسلامی تعلیم کے روح سے شناسا کیا جائے۔ اور ان کو تیار کیا جائے۔ کہ وہ اسلامی اتحاد کی بنیاد پر مغرب کی لادینیت کے حملے کو روکیں۔ لیکن مغربی اقوام کو مسلمانوں کے اس اتحاد سے خطرہ لاحق ہو گیا۔ اور انھوں نے سید جمال الدین افغانی کے خلافت پانے اسلام ازم - (PAN ISLAMISM) کی تحریک شروع کرنے کا الزام لگایا۔ دراصل ان کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کا اتحاد ختم ہو جائے۔ اس اصطلاح پان اسلام ازم کی تشریح علامہ اقبالؒ نے بڑی عمدگی سے پیش کی ہے :

فرماتے ہیں :

”جہاں تک مجھے علم ہے یہ لفظ پہلے پہل ایک فرانسیسی اخبار نویس نے گھڑا تھا۔ جس کا مقصد یورپ کو مسلمانوں کے اقوام کے اتحاد کے خیالات اندیشے سے متنبہ کرنا تھا۔ اس سے یہ مراد تھی کہ دنیا کی مسلمان حکومتیں یورپ کی حکومتوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنانا چاہتی ہیں۔“

جبکہ سید جمال الدین افغانی کے نزدیک اس اصطلاح کا مفہوم یہ تھا کہ افغانستان

متحد ہو جائیں تاکہ مغربی اقوام کا استیلا کے خاطر خواہ طریقے سے مقابلہ
 میں ایک دفاعی انتظام تھا لیکن سید جمال الدین افغانی کی کوششیں کامیاب نہ
 ہوئیں۔ اقبال کی خیالوں نے بہت جلد اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مغربی قوتوں
 نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر ان کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی اور مسلمان
 ایک دوسرے سے بیگانہ ہوتے چلے گئے۔ عربوں کو عربوں سے لڑا دیا۔ اور یہودیوں سے
 کو اناطولیہ پر یغیر کرنے کی ترغیب دی۔ جس سے اسلامی دنیا کے حالات اور زیادہ خراب
 ہو گئے۔ تو اقبال نے مسلمانوں کی اس زبوں حالی سے متاثر ہو کر "خضر راہ" لکھی۔ جس میں ایک
 ذیلی عنوان "دنیا ئے اسلام" تھا۔

لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیل
 نشت بنیاد کلیسا بنے گئی خاک حجاز
 حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی

اس زبوں حالی اور مغربی انداز فکر کی اندھی تقلید سے چھٹکارا پانے کے لئے اقبال
 نے مسلمانوں کو متحد ہو جانے کا پیغام دیا۔ جاوید نامہ میں اسی موقف کی تشریح جمال الدین
 افغانی کی زبان سے پیش کی۔ اقبال کا وہی خواب ایک حقیقت میں ڈھل چکا ہے ایک ہڈی
 سا خواب جس کو قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی شکل دی۔

اقبال کہ عالم اسلام کے مسائل سے گہری دلچسپی تھی۔ جب بھی عالم اسلام پر کوئی افتاد
 آئی اقبال متاثر ہوئے انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ فلسطین کا مسئلہ ہو یا طرابلس
 کا۔ تہ کی کا مسئلہ ہو یا سوڈان کا اقبال کی ہمدردیاں ان کے لئے وقف تھیں۔ اٹلی نے
 طرابلس پر حملہ کر دیا تو عربوں نے اندر پاشا اور شیخ سندوسی کی قیادت میں اعلان جہاد کر دیا
 اقبال نے اس جنگ سے بے حد اثر قبول کیا۔ انہوں نے دو نظمیں لکھیں۔ پہلی نظم شاہی
 مسجد میں پڑھی گئی۔ اقبال نے سرکارِ دو عالم کی بارگاہِ اقدس میں طرابلس کے شہیدوں کے
 خون کا نذرانہ پیش کیا۔

محضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی

تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
 ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں
 وفا کی جبین میں پہنچو وہ کلی نہیں ملتی
 نظر کہ آپ کی آگ آگینہ لایا ہوں
 جو چیز اس میں ہے جنت میں نہیں ملتی
 جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں
 طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

جس وقت یہ نظم بادشاہی مسجد میں پڑھی گئی تو منگامہ برپا ہو گیا۔ ہزاروں اشخاص بیقرار
 ہو گئے۔ سب کی آرزو یہی تھی کہ اس پیش کش میں ان کا خون گرم شامل ہو۔ دوسری نظم فاطمہ
 بنت عبداللہ کے متعلق ہے۔ چودہ سال کی یہ عرب لڑکی طرابلس کے غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی
 شہید ہوئی۔ اقبال نے فاطمہ کو پر زور الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

فاطمہ تو آبرو ہے امت مرحوم ہے
 ذرہ ذرہ تیری مشیت خاک کا معصوم ہے
 یہ سعادت حور صحرائی تیری قسمت میں تھی
 غازیان دین کی ستانی تیری قسمت میں تھی

اقبال کو فلسطین کے مسئلہ سے گہری دلچسپی تھی۔ وہ یہود کی سازشوں سے خوب
 آشنا تھے۔ ان پر یہ حقیقت بھی آشکار تھی۔ کہ مغربی دنیا میں یہود کا غلبہ ہے اقبال نے
 ساہا سال عربوں پر زور دیا کہ فلسطینی عربوں کو اپنی نجات کے لئے مغربی طاقتوں کا ہمارا
 نہیں لیتا چاہیے بلکہ خود سجد و جہد کرنی چاہیے۔ اقبال کو فلسطین جانے کا موقع ملا تو انہوں
 نے دیکھا کہ فلسطینی عربوں نے اپنے خون جگر سے شمع آزادی کو فروزاں رکھا ہے انہوں
 نے فلسطینی عربوں کے جوش و خروش اور اخلاص کا مشاہدہ کیا۔ اقبال نے جو رائے
 قائم کی وہ آج برسوں کے بعد صحیح ثابت ہوئی۔

بیت المقدس میں ۱۹۲۱ء میں سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین کی دعوت پر مقرر

عالم اسلامی کا اجلاس ہوا۔ اس اجتماع میں عالم اسلام کے جلیل القدر اکابر نے شرکت کی۔ عراق سے مشہور مجتہد آیت اللہ کاشف، ایران سے ضیاء العین طباطبائی و جوبعد میں ایران کے وزیر اعظم ہوئے، شام سے شکوٰی القوامی، لبنان سے ریاض الصلح، مصر سے عبدہ پاشا، جارجیا سے سعید شامل ہوئے۔ ترکستان سے ایاز بے الحاقی، برصغیر سے علامہ اقبال، مولانا شوکت علی، مولانا شفیع دواری اور مولانا غلام رسول مہر نے شرکت کی۔ اسلامی دنیا کے ہر دواہ اس میں شامل تھے۔ علامہ اقبال نے اس اجلاس کی کارروائی میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔ اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اقبال نے کہا:

مسلمانوں کو اس وقت میں جس شدت سے اتحاد کی ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ مسلمانان عالم اور اسلام کو جو مسائل اور خطرات درپیش ہیں ہم ان کا مقابلہ صرف اتحاد ہی کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ اقبال مومتر عالم اسلامی کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ مومتر عالم اسلامی سے اقبال کے روابط زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہے۔ ۱۹۲۸ء میں مفتی اعظم فلسطین پرغیر پاک و ہند کے دورے پر آئے تو اقبال سے لاہور میں ملے۔ وہ اقبال کی شخصیت اور تعلیمات سے بے حد متاثر ہوئے۔ اقبال نے مومتر عالم اسلامی کے اجلاس سے واپسی پر لاہور میں فرمایا: "سفر فلسطین میری زندگی کا نہایت دلچسپ واقعہ ثابت ہوا۔ وہاں متعدد اسلامی ممالک مثلاً مراکش، مصر، یمن، شام، عراق، جابا اور انڈونیشیا کے نمائندوں سے ملاقات ہوئی۔ شام کے نوجوانوں سے مل کر میں خاص طور پر متاثر ہوا۔ مقامی جماعتی اختلافات کے باوجود مومتر عالم اسلامی شاندار طریقے پر کامیاب ہوئی۔ اس اجتماع میں اکثر اسلامی ملکوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ اسلامی اخوت اور اسلامی ممالک کی آزادی کے مسائل پر مندوبین نے بے حد جوش و غروش کا اظہار کیا۔ عرب پیدائشی مقرر اور خطیب ہیں۔ اور یہ غالباً ان کی زبان کی خصوصیت ہے۔"

ترکی کے مشہور مجاہد غازی روف نے ۱۹۲۵ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں علامہ اقبال کی زیر صدارت اتحاد اسلامی کے موضوع پر تقریر کی۔ علامہ اقبال نے اتحاد اسلامی کے حق میں پر زور تقریر کی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے وطنیت کے مغربی تخیل کا ذکر کرتے ہوئے اس

میں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ اپنے
میں سے بہت زیادہ دیر تک
میں سے بہت زیادہ دیر تک
میں سے بہت زیادہ دیر تک

میں سے بہت زیادہ دیر تک
میں سے بہت زیادہ دیر تک
میں سے بہت زیادہ دیر تک
میں سے بہت زیادہ دیر تک

لاہور

شہر — اسلام

لاہور کو

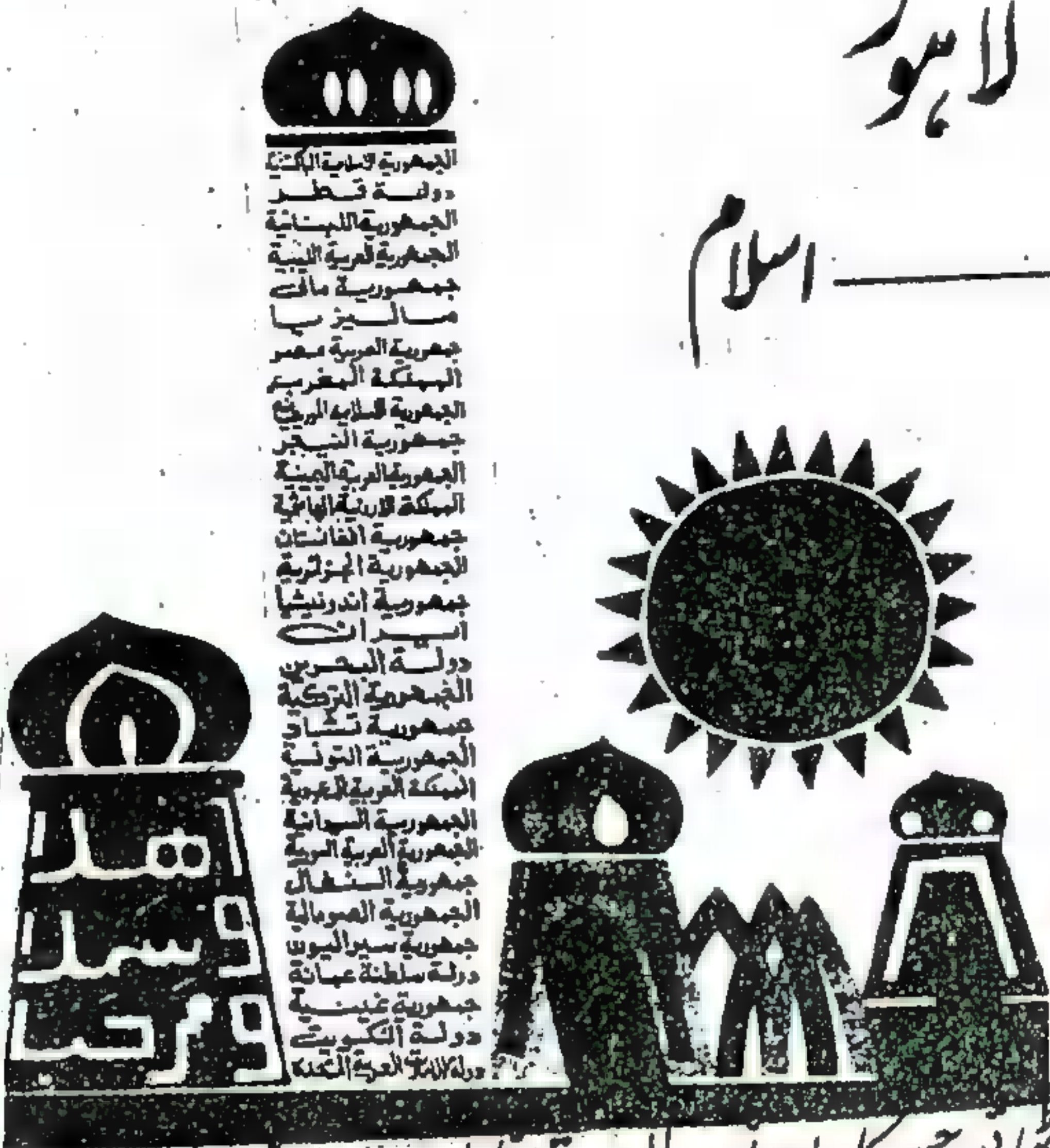
دنیا سے اسلام کی

تاریخ میں خصوصی

اہمیت حاصل رہی

ہے۔ کیونکہ یہی وہ

سرزمین ہے جہاں



خاکساروں نے تحریک اٹھائی۔ جس کا واحد نصب العین تھا علیہ اسلام۔ اس نیم عسکری تحریک میں لاکھوں باوردی خاکسار اور جانناز شامل تھے۔ جو پشاور سے کوئٹہ تک اور کوئٹہ سے لاہور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اور اپنے بانی اور امیر علامہ غنایت اللہ المشرقی کے حکم پر کٹ مرنے کو تیار تھے۔ اسی شہر کی سرزمین خاکساروں کے خون سے لالہ رنگ ہوئی۔ اسی شہر میں مسجد شہید گنج کی تحریک اٹھی جس میں بیسیوں مسلمان توجواؤں نے سینے تان کر گولیاں کھائیں اور جام شہادت نوش کیا۔ اور ہزاروں مسلمانوں نے قید و بند کی صعوبتیں کھلیں اسی شہر میں محبیل حرار اسلام نے جہنم لیا۔ جو غریب مسلمانوں کی سب سے پہلی سیاسی جماعت تھی اور جس کا نصب العین حکومت الہیہ کا قیام تھا اسی جماعت کے پرچم تلے چالیس ہزار مسلمان کشمیر کے مسلمانوں سے انصاف کرانے کی خاطر ہنسی خوشی پس دلیار زنداں چلے گئے۔ یہ لاہور ہی تھے جس کے دروازہ کے باغ میں امیر شریعت لسان العصر سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور امام الکلام مولانا ظفر علی خان آنجنابی کی شعلہ بار تقریریں گونجیں۔ یہ پنجاب ہی کی سرزمین تھی جہاں ایسی مذہبی تحریکیں اٹھیں جن کے عقاید سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن جنہوں نے قرآن حکیم کو دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ کر کے ساری دنیا میں پھیلا دیا اور

دور دراز مقامات پر تبلیغی مشن قائم کئے۔ انگریزی زبان میں اسلام پر حقیقی کتابیں لاہور میں چھپیں۔ اس کی مثال دنیائے اسلام کا کوئی شہر پیش نہیں کر سکتا۔ اسی شہر سے جماعت اسلامی کی دینی تحریک ابھری جس نے بعد میں سیاسی پارٹی کا رنگ لے لیا اور طلوع اسلام کی دینی تحریک کی قیادت بھی اسی سرزمین کے ایک فرزند کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا آغاز دہلے سے ہوا۔ لیکن آخر کار لاہور اس کا مرکز بنا۔

تحریک پاکستان کا اولین مرکز بھی لاہور ہی تھا۔ حضرت علامہ اقبال نے پہلی مرتبہ علیحدہ اسلامی مملکت کے تصور کو ایک محکم نظریاتی رنگ دیا۔ انہی نے حضرت قائد اعظم کو مسلسل خطوط لکھ کر اس کی طرف راغب کیا۔ انہی نے پنجاب کے مسلم طلباء کی تحریک کو آمادہ کیا کہ وہ علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کو اپنا نصب العین بنائیں۔

چودھری رحمت علی بھی سرزمین پنجاب ہی سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے کیمبرج سے تحریک پاکستان کا آغاز کیا۔ اسی شہر میں ان کے ساتھیوں نے مجلس کبیر پاکستان کی بنیاد رکھی۔ اور اس کے حق میں رائے عامہ پیدا کی۔ اور آخر کار اسی شہر میں آل انڈیا مسلم لیگ نے قرارداد پاکستان منظور کی اور یوں عظیم کے مسلمانوں میں ایک عظیم ذہنی انقلاب برپا کر دیا۔ آتے آتے سالوں میں یہی شہر تحریک پاکستان کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ اور یہیں اس تحریک کے حق میں سول نافرمانی کی جو تحریک چلی اس میں ہزار ہا مسلمانوں نے جیل خانے بھر دیئے اور تشکیلات پاکستان کے سلسلے میں سرزمین پنجاب ہی کے مسلمانوں کو ایک ہولناک خونیں غسل سے گزرنا پڑا۔ پاکستان کی تحریک حقیقت میں اتحاد عالم اسلامی کی تحریک ہی کا ایک جزو تھی۔ کیونکہ ہر شخص اور ہر رہنما اور ہر کارکن کے ذہن میں یہی جذبہ کار فرما تھا۔ کہ پاکستان بن گیا تو دنیائے اسلام کے ساتھ رابطے کے دروازے کھل جائیں گے، اور سچ پوچھیے تو لاہور کی مسلم سربراہ کانفرنس انہی کے خواب کی تعبیر کے اولین مرحلے کی غماز ہے۔

عظیم کے مسلمانوں نے ۲۲-۱۹۲۲ء میں تحریک خلافت کے سلسلے میں جو بڑی بڑی قربانیاں دیں اور جس میں پنجاب کے مسلمان پیش رہے، اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ خلافت کے روپ میں عالم اسلامی کے اتحاد کی ملامت کو برقرار رکھا جائے۔ ترکیہ نے خلافت منسوخ

کہ دی تو اس سے مسلمانوں میں اضطراب اور مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ اس بحرانی دور میں حضرت علامہ اقبال نے مسلمانوں کے سامنے یہ نئی سوچ پیش کی کہ ضروری نہیں خلافت کسی فرد میں مرکوز ہو۔ انہوں نے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے "اسلامی ممالک کی برادری" اور "انجمن اقامہ" کا تصور پیش کیا اور اس طرح اتحاد عالم اسلامی کی تحریک میں نئی جان ڈال دی اور نہ صرف محض ایک تصور پیش کیا۔ بلکہ اپنے کلام کے ذریعے سے مسلمانوں کے دلوں کو گرمایا اور تڑپایا اور انہیں اس نصب العین کی طرف بڑھنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے اسلامی ممالک میں بیداری کی ہر تحریک کا غیر مقدم کیا اور اس طرح دنیائے اسلام کے ساتھ یہاں کے مسلمانوں کا رابطہ مستحکم کرنے کی ہر ممکن سعی کی۔ جن لوگوں نے اقبال کی نشری اور شعری تخلیقات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے خوب آشنا ہیں کہ اس وقت اتحاد عالم اسلامی کی تحریک جن خطوط پر چل رہی ہے وہ اقبال کے منشا کے عین مطابق ہے۔

پاکستان بننے کے بعد تو دنیائے اسلام سے تعلقات کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا لیکن آج کی نسل کو یہ معلوم نہیں کہ غلامی کے زمانے میں بھی لاہور دنیائے اسلام کے ساتھ ثقافتی رشتوں میں پیش پیش تھا۔ اب سے ساٹھ سال پہلے ترکیہ کا قرضصل مقیم ممبئی بہ نفس نفیس لاہور پہنچا اور اس نے خلیفہ المسلمین کی طرف سے بادشاہی مسجد کے لئے ایک شیش قیمت قالین پیش کیا۔ ۱۹۲۲ء میں ترکیہ کے نامور رہنما اور سابق وزیر اعظم رفیع بے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں لیکچروں کے بعد لاہور پہنچے تو اہل دانش اور عوام نے ان کی پذیرائی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تین سال بعد ترکیہ کی مشہور خاتون رہنما خالدہ ادیب خاتم بھی جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی) میں خطبات دینے کے بعد لاہور پہنچیں تو مسلمانوں نے انہیں سر آنکھوں پر سٹھایا۔

افغانستان اور لاہور کے درمیان رشتہ تو بہت گہرا رہا۔ جب ۱۹۲۸ء میں ایک ڈاکو بچہ ستھے غازی امان اللہ خاں کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تو لاہور میں انگریزوں کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ کیونکہ انہیں شبہ تھا کہ اس انقلاب کے پس پردہ برطانیہ کی سازش کا رفرما ہے۔ نادر شاہ غازی برسر اقتدار آئے تو لاہور کے مسلمانوں نے ان کے ساتھ حسن عقیدت کے مظاہرے کئے۔ ۱۹۳۳ء میں حضرت علامہ اقبال سید راس مسعود اور سید سلیمان ندوی سے

کی معیت میں افغانستان گئے اور وزارت معارف کو تعلیمی نظام کے سلسلے میں ایک مکمل لائحہ عمل تیار کر کے دیا۔ حضرت علامہ نے نادر شاہ غازی کی خدمت میں قرآن پاک پیش کیا اور دونوں پر رقت کا عالم طاری ہو گیا۔ نادر شاہ غازی کے بھائی شاہ ولی خاں اور شاہ محمود خاں سے یورپ کے دورے سے واپسی پر لاہور کے ریلوے سٹیشن سے گزرے۔ تہہزار مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا۔ اور پڑوسی مسلمان ملک سے محبت کا بے پایاں مظاہرہ کیا۔ علامہ اقبال نے وفات پائی تو ان کی قبر کا تعذیب افغانستان سے آیا۔ اس میں سنگ مرمر کی بیشمار سلیں شامل تھیں۔ جن پر قرآنی آیات کندہ تھیں۔ سلوں کی تعداد کا اندازہ اس بات سے کیجئے گا۔ کہ ان کا وزن ڈیڑھ سو من تھا۔ اور پچیس صندوقوں میں بند تھیں۔ ۱۹۴۵ء میں افغانستان سے ایک ثقافتی وفد لاہور آیا جس میں سید قاسم رشتیا، ثناء علی عبدالحی حبیبی (صدر پشتو ٹولنر) اور عبدالرحمن نے پرواک (ناظم شعبہ اطلاعات) شامل تھے۔ اسمبل کے حالیہ اجلاس میں پاکستان کے خلاف نازیبا کلمات کہے۔ لاہور کے اخبار نویسوں نے اس وفد کے اعزاز میں ایک زبردست پارٹی دی اور دوسرے اداروں نے بھی خیر مقدم کیا۔ ایران کے ساتھ بھی لاہور کے ثقافتی رشتے قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں تہران کے روزنامہ "شفق سرخ" کے نمائندہ خصوصی آقائے یحییٰ تہرانی لاہور آئے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کی سیاسی تحریکوں کے بارے میں مسلمان صحافیوں کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں جب سوویت یونین اور برطانیہ کی فوجوں نے ایران پر قبضہ کر لیا اور رضا شاہ پہلوی کو گدی سے اتار کر ان کے فرزند محمد رضا پہلوی کو تخت پر فائز کر دیا تو ٹولینس آف انڈیا رولز کی سخت دفعات کے باوجود انقلاب میں والد مرحوم نے ملحدانہ سالک نے ایک تیز اور تیش اداریہ چھاپ دیا۔ جس کا عنوان تھا: ایران کی غیر جانبداری سے "کاشغر" اس پر حکومتی حلقوں میں بہت لے دے ہوئی۔ اور سرسبز ریاست، جسے بیچ بچاؤ کر دیا۔ ۱۹۴۴ء میں ایران سے ایک ثقافتی وفد لاہور پہنچا۔ جس میں آقائے علی احمد حکمت، آقائے رشید یاسمی اور آقائے پور داؤد شامل تھے۔ اس وفد کے اعزاز میں لاہور کی مجالس نے بہت سی تقریبات کا اہتمام کیا۔ ۱۹۴۶ء میں آقائے علی احمد حکمت علامہ اقبال کے مزار کے لئے ایک ایرانی تالین حکومت ایران کی طرف سے تحفہ کے طور پر لائے۔ ان کے ساتھ تین اور

اکابر بھی موجود تھے۔ ان سب کے اعزاز میں پنجاب یونیورسٹی نے ایک شاندار دعوت دی۔ اور علامہ اقبال کی کتابوں کا ایک سیٹ پیش کیا۔

اب سے چالیس برس پہلے مصری سیاستدان طوبہ پاشا لاہور آئے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جو بعد میں کچھ عرصہ پاکستان میں مصری سفیر کے عہدے پر فائز رہے انہوں نے لاہور میں بہت سے جلسوں سے خطاب کیا۔ ۱۹۴۶ء میں مصر کے مشہور سیاستدان عبدالوہاب عزائم بے لاہور آئے۔ اور حکومت مصر کی طرف سے علامہ اقبال کے مرقد کے لئے ایک مرمی لوح مزار پیش کی جس پر عزائم بے کے دو نہایت بدیع شعر کندہ تھے۔ چالیس برس پہلے مفتی اعظم امین الحسینی بھی تشریف لائے۔ انہوں نے بہت سے جلسوں سے خطاب کیا اور مسئلہ فلسطین پر روشنی ڈالی۔ اس سے پہلے ۱۹۳۲ء میں علامہ اقبال نے فلسطین میں موقر عالم اسلامی میں شرکت فرمائی اور اس کی مجلس عاملہ کے رکن بھی نامزد ہوئے۔

غرض لاہور ہمیشہ سے اتحاد عالم اسلامی کی تحریک کا ایک اہم مرکز رہا ہے اور یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ دنیا کے اسلام کے سربراہوں کی سب سے بڑی کانفرنس اسی شہر میں ہوئی ہے۔

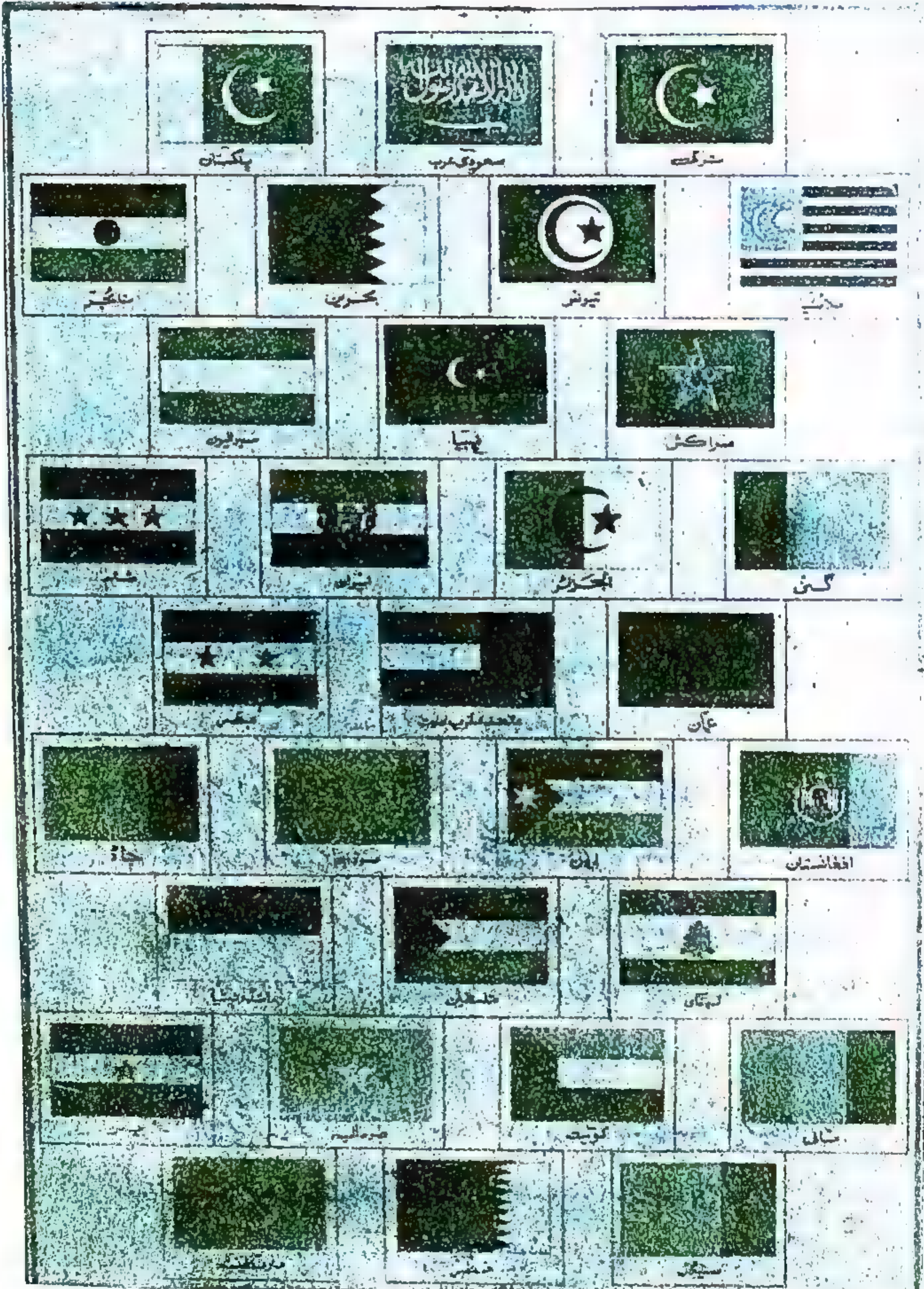
ملت کے نشانے

شوکت اسلام کا فقیہ المثل مظاہر



اسلامی ممالک کی عظمت و حشمت کی کہانی، ان کے پرچموں کی زبانی،
 سلام ان پرچموں کو سلام جو اسلامی اتحاد و اتفاق کے ضامن ہیں۔
 سلام ان پرچموں کو سلام جن کی ہیبت و جبروت دشمنان اسلام کے جگہ پاش پاش ہر جاتے ہیں
 سلام ان پرچموں کو سلام جو اسلامی عظمت و حشمت کے امین ہیں۔
 سلام ان پرچموں کو سلام، جن کے گونا گوں رنگوں کی شفق سے دنیائے اسلام میں ایک
 نئی سحر طلوع ہو رہی ہے۔

سلام ان پرچموں کو سلام جو دنیائے اسلام میں اجاروں کے نقیب ہیں۔
 بہاروں کے سب پھول اور آسمان کے سب چاند تارے ان پرچموں پر شمار۔
 اتحاد و بین المسلمین زندہ باد
 پائندہ باد



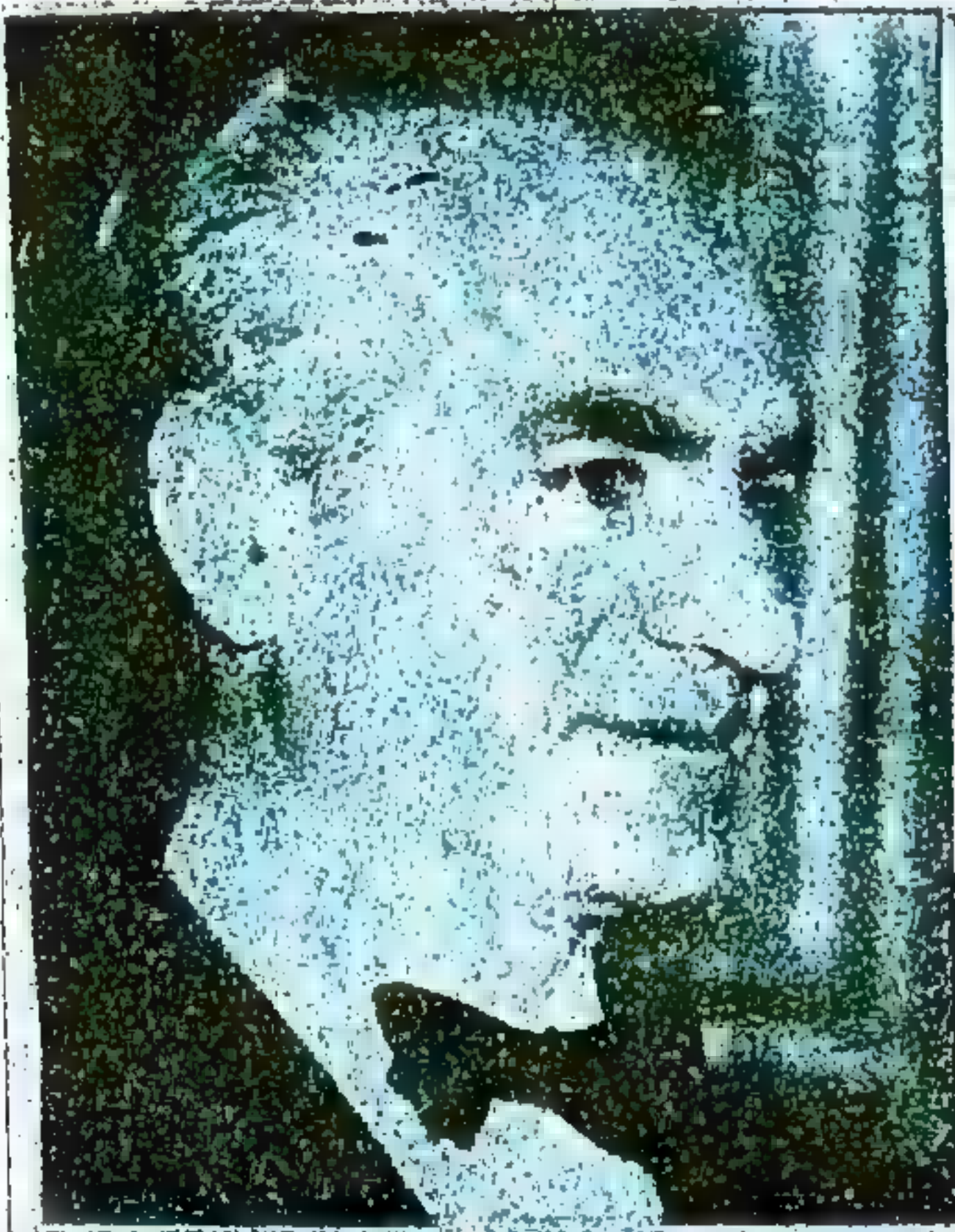




شاہ فیصل بن عبدالعزیز شاہ
سعودی عرب



کرنی معمر قذافی پیر منی انقلابی کرنل
لیبیا



محمد رضا پهلوی آریا ہر
شہنشاہ ایران



جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم
اسلامی جمہوریہ پاکستان



جناب فخری قزوئی کہ صد ترکی



جناب انور السادات صد عرب جمہوریہ
مصر



شاہ حسین شاہ اردن



حاجی بو مدینہ صد عوامی جمہوریہ
الجزائر



جناب سلیمان فرنجیہ صدر
جمہوریہ لبنان



جناب فضل الہی چودھری صدر
اسلامی جمہوریہ پاکستان



جنرل ہارنہ صدر جمہوریہ اندونیشیا



جناب حسن الہامی سیکرٹری جنرل
اسلامی سیکرٹریٹ



جناب حافظ الاسد صدر عرب جہوریہ
شام



جناب حبیب بورقیہ
صدر تونس



شیخ صیاح السلام الصیاح امیر مکت
کویت



میر یوزف بقر بیرونی صدر جہوریہ
سورین



شیخ خلیفہ بن حماد الثانی
امیر قطر



جناب میرزا فاکر دین بن سعید
سلطان عمان



ناکس ڈھما ممبر صدارت جمہوریہ چاڈ



ڈاکٹر سیاکا پی سینیٹر صدارت جمہوریہ
سیرالین



شاہ حسن شانی شاہ مراکش



پیشتر جنرل محمد سیاد بد سے صد حجہ
صد مالیہ



جناب یو پریڈیڈارنگھیر
جمہوریہ سیتی گال



سیری پاڈو کا باگنڈا یا نگ سربراہ
لائشیا



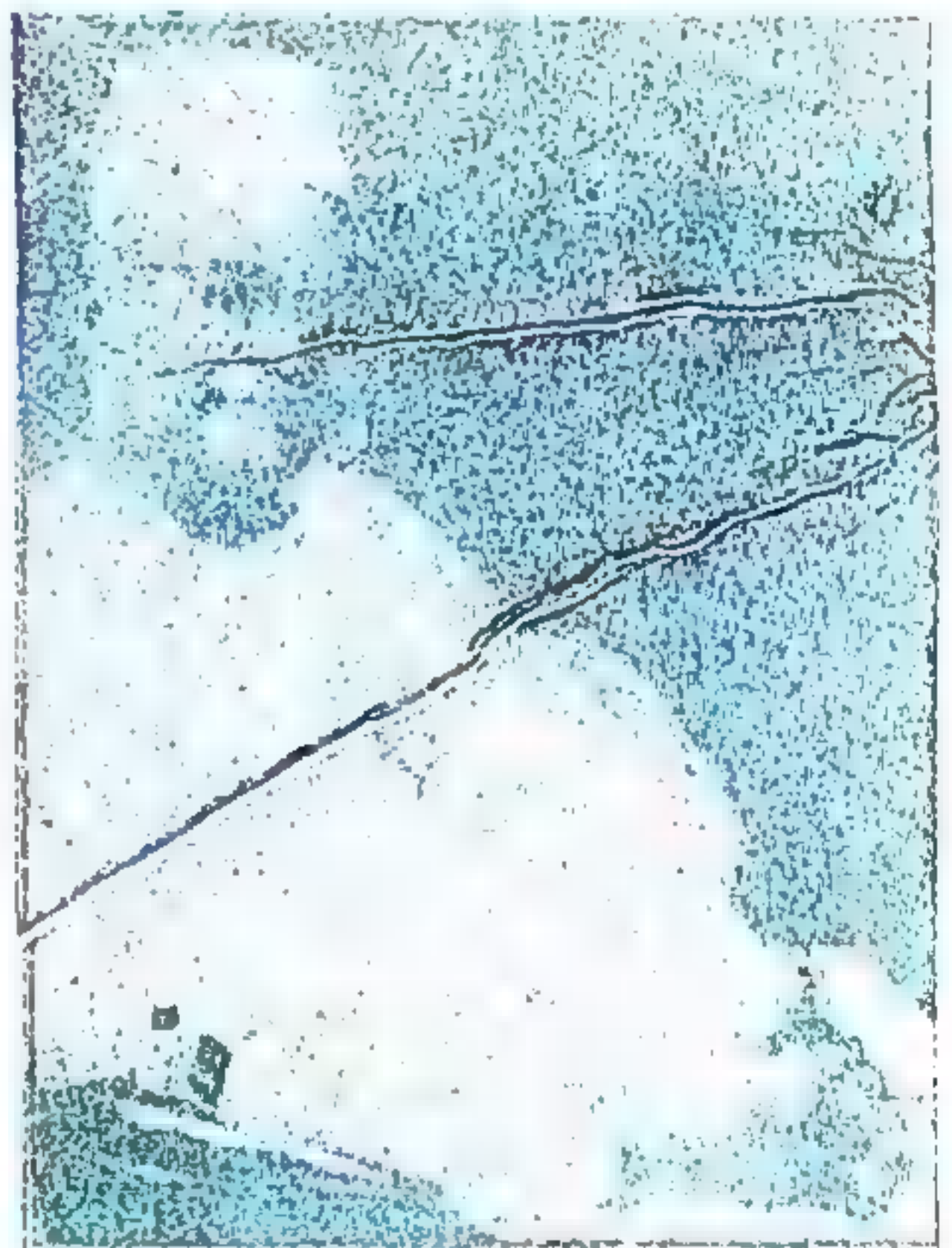
جناب مختار الداود صدر
ماریطانیہ



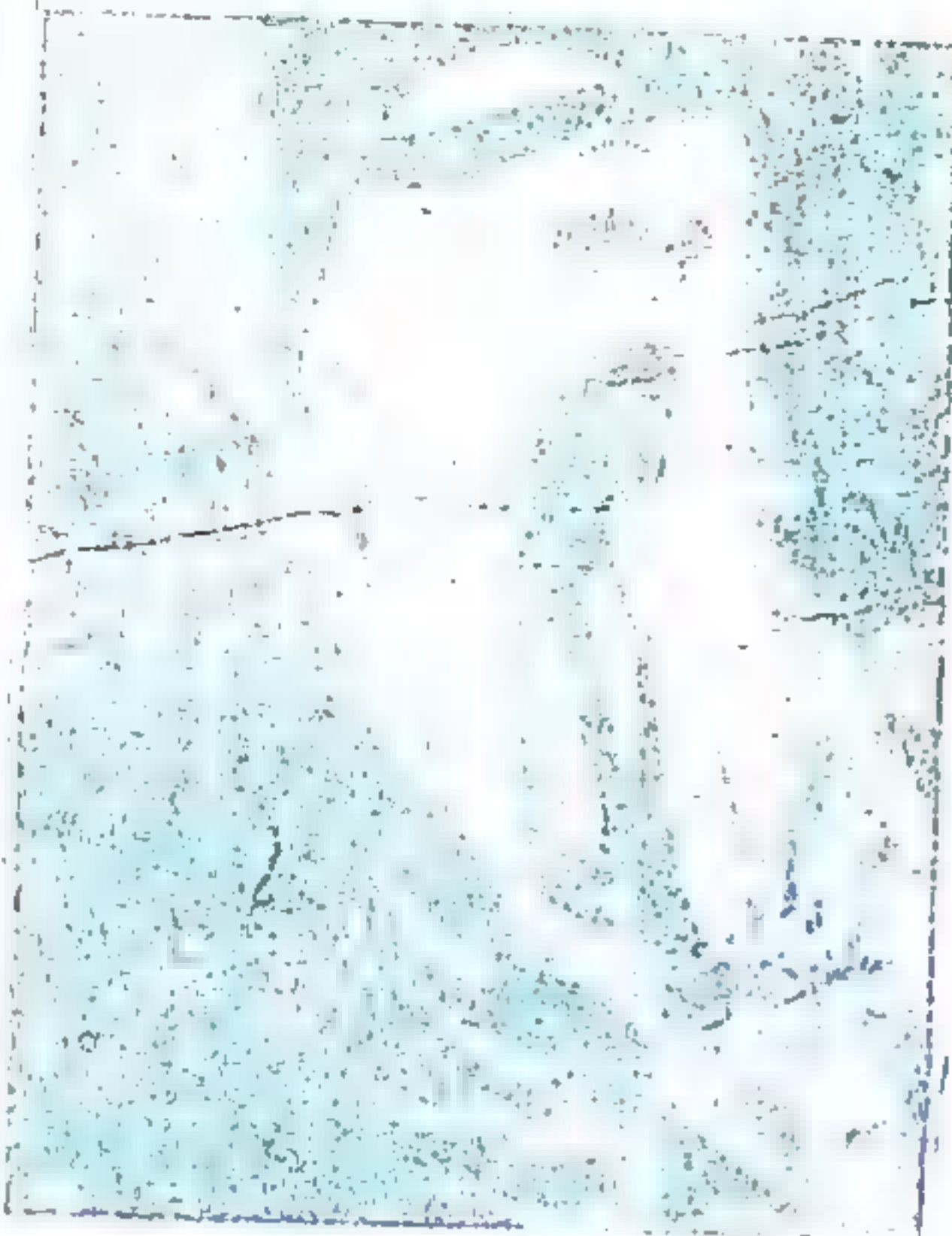
سردار محمد داؤد سرپایہ مملکت و وزیر اعظم
جمہوریہ افغانستان



شیخ عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ امیر
مملکت بحرین



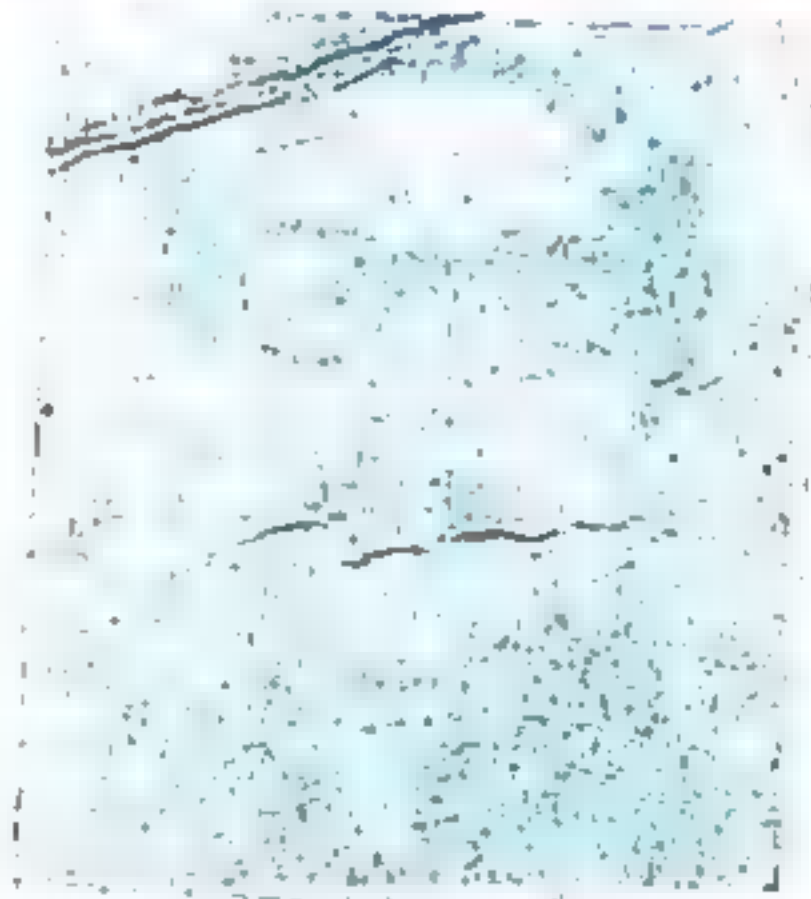
الحاج دلیری ہامانی صدر
جمہوریہ نائیجر



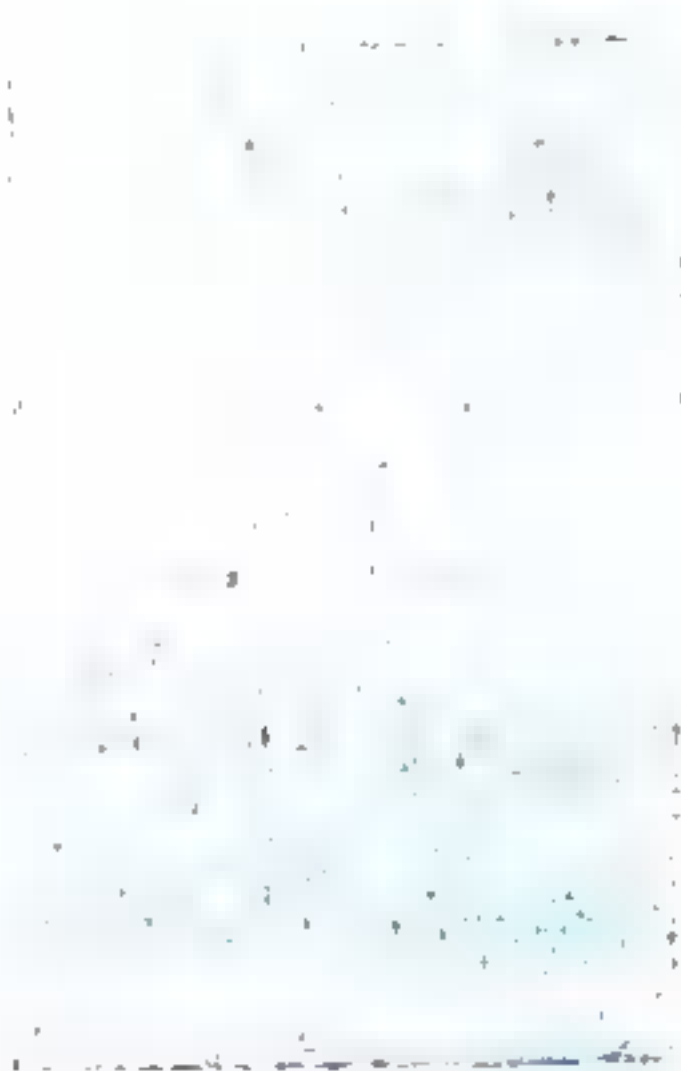
شیخ زید بن سلطان النہان صد متحدہ عرب امارات



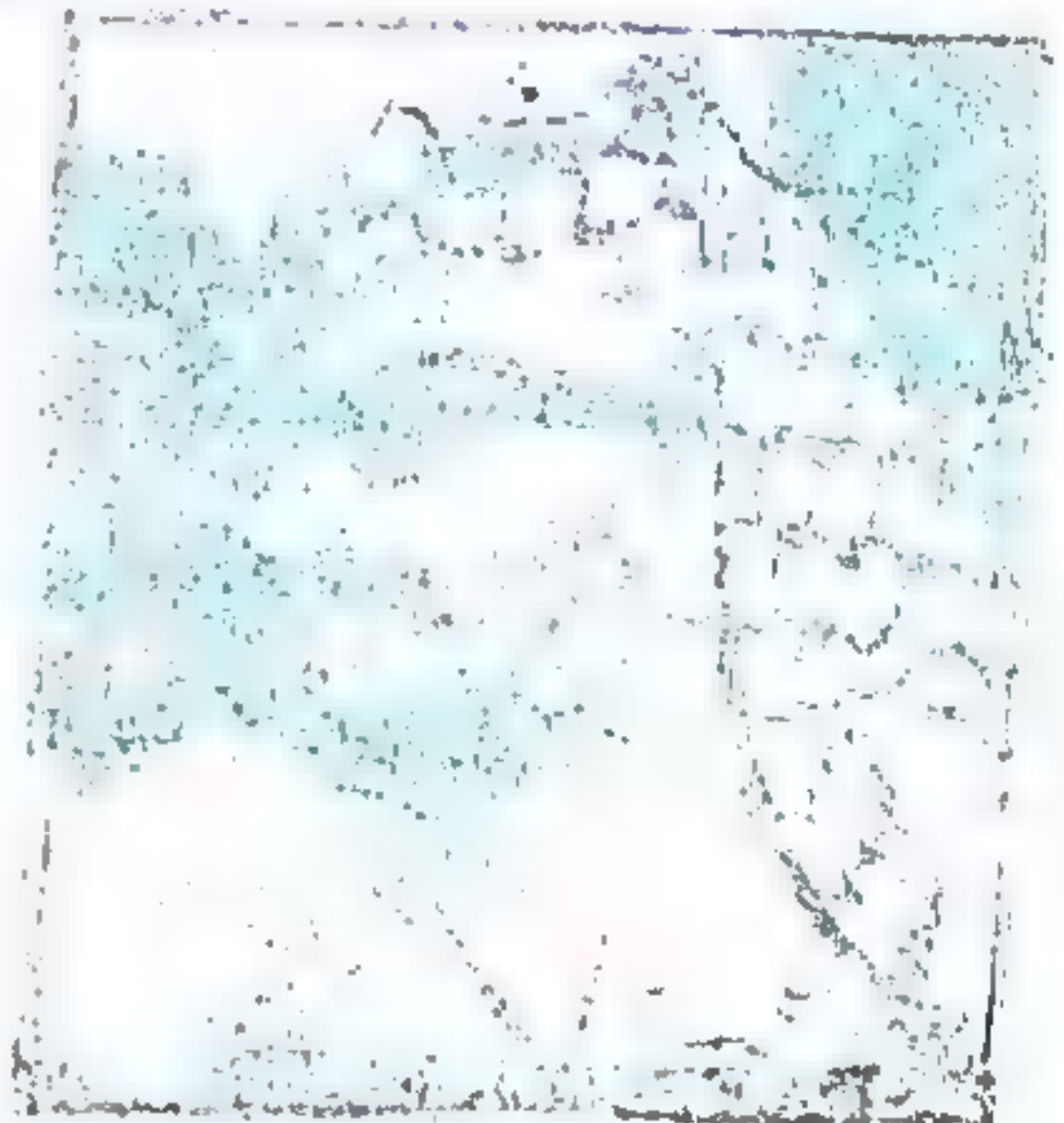
قاسمی عبدالرحمن بن کبی الاریفی صد جمہوریہ یمن



شیخ مجیب الرحمن



مذہب اہل حق



یاسر عرفات

اسلامی ممالک کے موجودہ سربراہوں کے حالات زندگی

سعودی عرب	عسین
الجزیرہ	ماریطان
سومالیہ	گینی
سریلون	دوہا
سیرالیون	کوت
ایران	شمالی یمن
بھارت	ابوظہبی
بنگلہ	اومان
ملائیشیا	پاکستان
مصر	دوبئی
ترکی	قطر
سنگال	مراکش
افغانستان	مائی
نیوزی لینڈ	یوگینڈا

پاکستان اور پاکستانیوں کے لئے یہ بات باعث فخر و انبساط ہے کہ ان کے ۳۰ اسلامی ممالکوں کے سربراہوں اور وفد کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ دہاٹ کے بعد لاہور کے اسلامی سربراہ کا نفرش کے مقام انعقاد کا اعزاز حاصل ہوا۔ تاریخ کی آنکھوں نے دیکھا ہے کہ اسلامی ممالک آپس میں لڑتے رہے ہیں۔ اور ہنوز لڑ رہے ہیں۔ یہ کبھی بڑا مذہبی استعمار کا شکار ہوئے۔ اور کبھی امریکی سامراج کی بھینٹ چڑھے۔ کبھی سوشل سامراج کے آتش کے لئے میں بھونکے گئے ہر سامراج نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے ہی کیا۔ آج اگر دیکھا جائے تو اسلامی دنیا کے کتنے ہی

پھوٹے پھوٹے ٹوٹے ہو چکے ہیں۔ دنیا کے اہم ترین جغرافیائی خطوں میں ہونے اور دنیا کے اہم ترین اقتصادی ہتھیار تیل رکھنے کے باوجود وہ ایک مضبوط بلاک نہیں بن سکے۔ ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ سیاسی ہمدردیوں اور اقتصادی وابستگیوں کے اعتبار سے وہ مختلف بلاکوں میں بٹے ہوئے ہیں اس صورت حال میں ظاہر ہے کہ ان کی پالیسیوں میں یک جہتی نہیں آ سکتی۔ جغرافیائی اعتبار سے مسلم ممالک افریقہ اور ایشیا میں ایک ایسے حصے پر مشتمل ہیں جسے تیسری دنیا بھی کہا جاسکتا ہے گزشتہ ربع صدی تیسری دنیا کے بیدار ہونے اور اپنے اقتصادی حقوق کی بحالی کے لئے جدوجہد کا زمانہ ہے۔ افریقہ کے بیشتر اسلامی ممالک نے اسی عرصے میں آزادی حاصل کی۔ ان ممالک میں بار بار متحد ہونے کی تحریکیں بھی چلیں۔ مسلم ممالک صرف مذہب کے اعتبار سے ایک نہیں بلکہ سیاسی اعتبار سے بھی ان کے دشمن ایک ہیں۔ اگرچہ ان کے نام اور شکلیں مختلف ہیں۔ لیکن ان کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ اسلامی ملکوں میں انتشار پیدا کرتے رہیں۔ ان کے عوام کا استحصال کریں اور اقتصادی طور پر ان ملکوں کو ابھرنے دیں ان کے پیداواری ذرائع اور معدنیاتی خزانوں پر اپنا قبضہ جمائے رکھیں۔ ایسی صورت حال میں عالم اسلام کو ایسی مضبوط سیاسی، اقتصادی اور عسکری پالیسیاں وضع کرنی چاہئیں۔ جن سے نہ صرف اجتماعی مسائل حل ہوں بلکہ ملکوں کے انفرادی مسائل بھی حل ہو سکیں۔ اسلامی ملکوں کے سربراہوں پر اپنے عوام اور خدائے بزرگ و برتر دونوں کی طرف سے یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ملکوں کے استحکام اور عوام کی خوشحالی کے لئے جدوجہد کریں اور عملی پالیسیاں کریں عالم اسلام میں اس وقت عالمی طور پر مسلمہ جو مدیر اور سیاست دان برسرِ اقتدار ہیں وہ یہ ہیں اور ان کے حالات زندگی درج ذیل ہیں :

افغانستا

افغانستان کے موجودہ سربراہ محمد داؤد خان ہیں۔ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سردار محمد عزیز خان تھا۔ ابتدائی تعلیم امینیہ کالج کابل میں پائی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے فرانس چلے گئے۔ واپس آکر فوج کی ملازمت کی اور اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ ۱۹۲۲ء میں وہ ننگرے مار

کے جی اوسی بنے۔ ۱۹۳۵ میں قذہار کے جی اوسی ہوئے۔ ۱۹۳۹ میں کابل فوج کے جی اوسی مقرر ہوئے۔ اس دوران وہ ننکڑے ہار قذہار کے گورنر تھے۔ اور مشرقی صوبے کے سپریم گورنر ہوئے۔ ۱۹۴۶ میں وزیر دفاع ہوئے۔ اور ۱۹۵۳ء میں وزیر اعظم ہو گئے۔ ۱۹۶۳ تک افغانستان کے وزیر اعظم رہے۔ بعد کو استعفیٰ دے دیا۔ اس دوران انہوں نے افغانستان کی سیاسی سماجی اور اقتصادی ترقی میں خاصا حصہ لیا۔ جولائی ۱۹۷۴ء میں شہنشاہیت کے خاتمے کے بعد وہ سربراہ مملکت اور وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ وزارت دفاع اور وزارت خارجہ کے قلم دان بھی ان ہی کے پاس ہیں۔

الجزائر

الجزائر کے سربراہ مملکت حواری بومدینے ہیں آپ ۱۹۲۵ء میں گیمہ انالس میں پیدا ہوئے تیونس میں زیتونہ مسجد میں تعلیم پائی۔ بعد انہاں قاہرہ کی لازہرہ یونیورسٹی میں طالب علم رہے۔ ۱۹۵۵ء میں سٹراٹیم لوموت کی جگہ ولایا کے کمانڈر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں کرنل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ مارچ ۱۹۶۰ء میں تیونس میں ان کو قومی آزاد فوج کا چیف آف جنرل ٹاٹ بنایا گیا۔ ستمبر ۱۹۶۲ء میں قومی دفاع کی وزارت کا تلمدان سنبھالا۔ ستمبر ۱۹۶۲ء میں نائب صدر ہوئے اور جون ۱۹۶۵ء میں قومی انقلاب برپا کیا۔ یہ انقلاب بغیر خون بہائے ہوا۔ اور حواری بومدینے انقلابی کونسل کے صدر اور وزراء کی کونسل کے صدر مقرر ہوئے انہوں نے ستمبر ۱۹۷۳ء میں الجزائر میں منعقد ہونے والی غیر جانبدار ممالک کی کانفرنس کی صدارت کی۔ انہوں نے غیر جانبدار ممالک کی سیاست کا اہم رول ادا کیا۔ جبکہ وہ چوتھی غیر جانبدار ممالک کی کانفرنس کے صدر بھی تھے۔ انہوں نے غیر جانبدار دنیا اور تیسری دنیا اور افریقی عوام کے ساتھ ساتھ مشرق وسطیٰ کے مسائل کے لئے بھی رائے عامہ ہموار کی۔ ان کو پچھٹی عرب کانفرنس کا اکتوبر ۱۹۷۳ء میں صدر مقرر کیا گیا تھا۔ جناب بومدینے اسلامی اتحاد کے بھی زبردست ہمنوا ہیں۔

متحدہ عرب امارت

متحدہ عرب امارت کے سربراہ شیخ زیاد ہیں۔ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے۔ وہ شیخ عیسیٰ بن یمن کی اولاد ہیں جو ابو ظہبی کی النہان جد کے بانی تھے۔ ان کے عزیزوں میں ایک بزرگ تھے۔ ان کا نام شیخ زیاد دی گوٹ تھا انہوں نے ہی اس ملک کی سیاسی اور اقتصادی ترقی کی طرف توجہ دی تھی۔ اور وہ ۱۸۵۵ء سے ۱۹۰۹ء تک یہ کام بڑی دلچسپی سے کرتے رہے۔ شیخ زیاد ۱۹۴۵ء میں مشرقی صوبے کے گورنر مقرر ہوئے۔ اور بیس سال تک اس عہدے پر قائم رہے اس دور میں انہوں نے بہت سے سیاسی اور اقتصادی ترقی کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا۔ اتنے طویل عرصے تک صحراؤں میں رہتے ہوئے وہ بدؤں کے بہت قریب رہے ان کی زندگی اور رسوم سے واقفیت حاصل کی اور بدؤں میں ان کو رتبہ بلند ملا۔ ۱۹۴۸ء میں انہوں نے تھیسگر کا دورہ کیا۔ مشرقی صوبے میں انہوں نے زراعت کی ترقی کے لئے کامیاب منصوبہ بندی کی۔ غریب کسانوں کی مدد کی۔ ان کا اصول یہ تھا کہ وہ امیر ترین زمینداروں کو بلا کہ حدیث کی روشنی میں غریبوں کی امداد کی تلقین کرتے اور ان لوگوں کو کہتے کہ وہ غریبوں کو بغیر معاوضہ لئے آبیاری کی سہولتیں فراہم کریں۔

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنا کہ لوگوں کو ہدایت کرتے تھے :

DO NOT DENY ANYONE WATER LEST.

PASTURES SHOULD NOT GROW.

کسی کو پانی دینے سے انکار نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری چرواہا گاہیں اور کھیت خشک سالی کا شکار ہو جائیں۔

بحرین

بحرین کے سربراہ ملک ہزائی نس شیخ عیسیٰ بن سلیمان الخلیفہ ہیں۔ ۲ جولائی ۱۹۲۳ء کو جبرہ میں پیدا ہوئے۔ یہ مقام بحرین کے مغربی علاقے مانامہ میں واقع ہے ۱۹۵۲ء میں

ان کے والد شیخ سلیمان بن حماد الخلیفہ نے ان کو شیخ مقرر کیا۔ کیونکہ وہ لندن گئے تھے اس دورانے انہوں نے اچھا اثر و رسوخ دکھایا اور نظام سلطنت خوب چلایا۔ آپ ۱۹۵۶ سے ۱۹۶۱ تک مائٹا میونسپل کونسل کے چیرمین رہے۔ ۳۱ جنوری ۱۹۵۸ کو بحرین کے ولی عہد بنے۔ ۲ دسمبر ۱۹۶۱ کو والد کے انتقال کے بعد شیخ مقرر ہوئے۔ چالیس دن کے سوگ کے بعد آپ ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ کو مکمل طور پر سربراہ مملکت ہو گئے۔ ۱۹۶۸ میں انہوں نے پہلی مرتبہ بحرین کی دفاعی فوج کا قیام کیا۔ ستمبر ۱۹۶۹ میں انہوں نے سرکاری حیثیت سے امریکہ، برطانیہ اور فرانس کا دورہ کیا۔ ۱۹۷۰ میں انہوں نے ایک پروڈاٹ ڈائریکٹر بنایا۔ جس کے چیرمین ان کے بھائی شیخ خلیفہ بنے۔ سلیمان الخلیفہ تھے۔ یہ ڈائریکٹرز ایڈوائزر اور ایڈمنسٹریٹرز کے عہدوں پر ترقیاتی کام کرتے رہے۔ کیونکہ اس وقت تک بحرین مکمل طور پر آزاد نہ تھا۔ ۱۹۶۸ اور ۱۹۷۰ میں انہوں نے سعودی عرب، عراق، مصر، کویت اور متحدہ عرب چھوڑ یہ کارکاری دورہ کیا اور کئی اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کی۔

مصر

عرب جمہوریہ مصر کے سربراہ انور السادات ہیں۔ طلوع صوبہ میں ۲۵ دسمبر ۱۹۱۸ کو پیدا ہوئے ان کے والد میڈیکل مٹری سروس میں ملازم تھے۔ ۱۹۳۸ میں مٹری اکیڈمی سے گریجویٹ ہونے کے بعد وہ شغل کوہ میں ملازم ہوئے انہوں نے ۱۹۵۳ کے انقلاب تک بہت اہم اور تحقیق سرکاری کام کئے تھے۔ اس سے پہلے وہ کئی دفعہ گرفتار ہوئے اور فوج سے نکال دیئے گئے کیونکہ وہ سیاسی کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ ۱۹۵۰ میں دوبارہ کیپٹن کے عہدے پر بحال ہو گئے۔ ۲۳ جولائی ۱۹۵۳ کو انقلاب کے وقت ریڈیو اور ٹی وی پر قبضہ کرنے کا کام سونپا گیا۔ اور کہا گیا کہ وہ لوگوں کو انقلاب کی نوعیت سے آگاہ کریں۔ اس کے بعد وہ منسٹر اسٹیٹ ہوئے اور نیشنل کانگریس کی کمیٹی کے رکن بنے۔ ۷ اگست ۱۹۵۷ کو نیشنل یونین کے سیکریٹری جنرل مقرر ہوئے۔

انور السادات ایک روزنامے "الجہوریہ" کے انچارج تھے۔ اور ۱۹۵۶ سے پہلے اور بعد

میں ان کے مضامین بھی کس میں شائع ہوتے تھے۔ ۲۲ جولائی ۱۹۶۵ میں قومی اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۸ تک اس عہدے پر فائز رہے۔ ۲۰ فروری ۱۹۶۱ء افروالین کونسل کے چیرمین ہوئے۔ اسی سال وہ قومی اسمبلی کے وفد کے ساتھ روس کے دورے پر گئے ۱۹۶۲ء میں صدارتی کونسل کے چیرمین بنے۔ اور ۱۹۶۸ میں اعلیٰ انتظامی کمیٹی کے رکن بن گئے۔ جمال عبدالناصر پر کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے ناصر کے ساتھ اپنے چالیس سالہ روابط کی باتیں لکھیں۔ دو اور کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ء کو جمال عبدالناصر نے ان کو نائب صدر کے عہدے پر مامور کیا۔ اکتوبر ۱۹۷۰ میں وہ صدر منتخب ہوئے۔ ان کی شادی مسز جہان صنفوت روف سے ہوئی۔ ان کے سات بچے ہیں جن میں ایک لڑکا ہے۔

ایران

ہزارائے مجبوسے محمد رضا شاہ پہلوی شہنشاہ آریہ مہر ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو تہران میں پیدا ہوئے ان کے والد رضا دی گریٹ نے ان کو پہلوی خاندان کا ولی عہد مقرر کیا۔ شہنشاہ ۱۹۲۵ء میں ولی عہد ہوئے۔ آپ نے تہران میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد سوئٹزرلینڈ میں باقی تعلیم حاصل کی۔ پانچ سال تک آپ سوئٹزرلینڈ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد آپ نے طبری اسٹان کالج سے ۱۹۲۸ء میں گریجویشن کیا۔ اس کے بعد آپ امیرلیے ایران میں آرٹ فورسز کے انکسٹر بنائے گئے۔ اکیس برس کی عمر میں ۱۷ ستمبر ۱۹۳۱ء کو آپ نے عہد حکومت سنبھالا۔ یہ دور ایران کی تاریخ کا اہم ترین دور تھا بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ وہ دور ایران کا مشکل ترین دور تھا۔ آپ نے ایران کی سلامتی اور خود مختاری کے لئے بہت کام کیا۔

آپ نے ملک کی سماجی اور اقتصادی ترقی کے لئے فروری ۱۹۵۰ء میں اصلاحی منصوبہ شروع کیا۔ سینٹ کا اجلاس بلایا اور اس میں قوم کو اصلاحی منصوبوں سے آگاہ کیا۔ اسی مہینے میں تیل کی صنعت کو قومیا نے کے پارلیمانی بل پر دستخط ہوئے۔ ۱۹۵۱ء میں شاہ نے دو ہزار بستیوں میں جتنی بھی شاہی ملکیت کی زمین تھی وہ کسانوں میں تقسیم کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ شہنشاہ کے دور میں ایران میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔

اپنے والد کی سوانح حیات لکھنے کے علاوہ شہنشاہ نے دو اور کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان کی کتاب "مشق فارمانی کھڑی" ایک اچھی کتاب ہے۔ جس سے ایک بادشاہ کی ذاتی زندگی کے حالات معلوم ہوتے ہیں جو انھوں نے بہت ہی کھل کر بیان کئے ہیں۔ دوسری کتاب کا نام ہے "سفید القلاب" اس کتاب کو دنیا بھر میں پسند کیا گیا۔ اور جس سے جدید ایرانیوں کے بارے میں جملہ معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اردن

اردن کے شاہ حسین عربوں اور مسلمانوں کے اہم فرد ہیں۔ انہوں نے ہاشمی سلطنت کے تاج کی سربراہی سولہ برس کی عمر میں سنبھالی۔ یہ دور مشرق وسطیٰ کے لئے بہت مشکل دور تھا۔ شاہ حسین کا شجرہ پیغمبر اسلام سے ملتا ہے۔ وہ عمان میں ۱۴ نومبر ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے دادا شاہ عبداللہ ان کے والد شاہ طلال اور ان کی والدہ ملکہ زین نے ان کی تربیت کی انہوں نے پانچ برس کی عمر سے نیشنل اسکول آف چلڈرن عمان سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ اس کے بعد اسلامک ایجوکیشن کالج عمان میں پڑھتے رہے۔ مذہبی تعلیم ان کے دادا شاہ عبداللہ نے اپنی نگرانی میں دلوانی۔ شاہ حسین نے وکٹوریہ کالج اسکندریہ میں پڑھتے رہے۔ بعد کو ہارورڈ پبلک اسکول لندن میں داخل ہوئے۔ ۱۸ اگست ۱۹۵۲ء میں وہ حکمران ہوئے۔ فوجی تربیت انہوں نے سینٹرل ملٹری کالج لندن سے حاصل کی۔ ہوائی جہاز اڑانا ان کا خاص شوق ہے۔ فوٹر گرائی، گھڑ سواری، کشتی رانی بھی کرتے ہیں۔ عربوں کی تاریخ اور ادب سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ مئی ۱۹۵۳ء میں انہوں نے آئینی سربراہ کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ اور اردن کی قومی اسمبلی بنائی۔ یہ جمہوری کام انہوں نے نومبر ۱۹۵۳ء میں کیا۔ اردن کی فوج کے سپریم کمانڈر بھی ہیں۔ اسی حیثیت سے انھوں نے فوج کو بڑی ترقی دی۔ وہ یہودی سازشوں کے خلاف ہر وقت چوکنے رہتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کی سیاست میں انہوں نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے ان کی شادی ملکہ عالیہ سے ۲۴ دسمبر ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔

کویت

کویت کے سربراہ شیخ صباح السلام للبارک الصباح ہیں۔ جو امیر آف کویت کہلاتے ہیں۔ صباح خاندان کے بارہویں سربراہ ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم عربوں کی روایات کے تحت قرآن حکیم اور عربی زبان سے شروع ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں ان کے والد نے ان کو پولیس فورس کا صدر مقرر کیا تھا۔ اکیس برس میں انہوں نے بہت کام کیا۔ اور پولیس کو جدید تربیت دی۔ اس کے بعد وہ وزیر داخلہ مقرر ہوئے۔ پبلک ہیلتھ کے محکمے کے صدر بھی رہے۔ جبکہ ان کا عہدہ وزیر کا تھا۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں وہ محکمہ امور خارجہ کے پہلے صدر بنے۔ جنوری ۱۹۶۲ء میں ان کو وزیر خارجہ بنایا گیا۔ یہ پہلی کابینہ تھی جو آئین ساز اسمبلی کے تحت بنی۔ اور منتخب ہوئی تھی۔ یہ آئینی اقدامات شاہ مبارک مرحوم اور برطانیہ کے درمیان ہونے والے معاہدے کے اختتام پر ہوئے۔ ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء میں ان کو وزارت کی کونسل کا نائب صدر بنایا گیا ۱۹۶۴ء میں انہوں نے حکومت بنائی۔ اور ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ء کو شاہ کویت کے انتقال کے بعد ان سے کو امیر بنادیا گیا۔ اور انہوں نے آئینی امیر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ وہ ایک نامور امیر ہیں اور کویت کی برطانیہ سے آزادی کے حصول میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

لبنان

لبنان کے سربراہ سلیمان کالابان فرنجیہ ۱۴ جولائی ۱۹۱۷ء کو شمالی لبنان کے علاقے زغرتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق لبنان کے ایک ایسے خاندان سے ہے جس نے لبنان کی تاریخ میں ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے انہوں نے طرابلس اور انٹرا کالج میں تعلیم پائی۔ وہ طرابلس میں زغرتہ وارڈر کس سپلائی کے سپرنٹنڈنٹ رہے انہوں نے ایسے سماجی کاموں میں ہمیشہ دلچسپی لی وہ لبنان کی پارلیمنٹ کے رکن زغرتہ سے منتخب ہوئے اور ۱۹۶۱ء میں پیجیمیر آف ڈسپنیز کے رکن منتخب ہوئے۔ ان کو بہت سے عہدوں پر کام کرنا پڑا۔ ۱۹۶۸ء میں عبدالمعینی کی کابینہ میں وزیر داخلہ رہے۔ ۷۰-۱۹۶۹ء میں وہ اقتصادیات کے وزیر تھے۔

جب انھوں نے صدارتی انتخاب لڑا۔ اور ۷ اگست ۱۹۷۰ء میں صدر بنائے ہوئے۔

لیبیا

کنل معمر القذافی لیبیا کی انقلابی کمانڈ کو نسل کے چیرمین ہیں اور لیبیا کے صدر ہیں وہ سیرت میں ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ یونیورسٹی آف لیبیا میں غازی میں ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۳ء تک پڑھتے رہے۔ اور بن غازی کی رائل ملٹری اکیڈمی سے گریجویشن کیا۔ ۱۹۶۵ء میں فوجی کمیشن کے بعد سگنلز کور میں تعینات ہوئے۔ برطانیہ میں بھی فوجی تربیت حاصل کی۔ لیبیا میں انقلاب کے وقت وہ بن غازی میں تھے۔ انقلاب کے بعد کیپٹن کے عہدے سے ترقی پا کر کنسل بن گئے۔ اور جب ان کو انقلابی کونسل کا چیرمین چنا گیا۔ تو ان کو کنسل کے عہدے پر ترقی مل گئی۔ قذافی بچے مسلمان ہیں۔ وہ عید کی نماز پڑھاتے ہیں اور خطبہ بھی دیتے ہیں۔ اسلامی اتحاد کے زبردست حامی ہیں۔

ماری طانیہ

ماری طانیہ کے سربراہ مختار داواہیں ۲۵ دسمبر ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے۔ فرانس میں تعلیم پائی۔ مشرقی زبانوں کی تعلیم بھی پائی۔ ۱۹۵۷ء میں کونسلر منتخب ہوئے۔ اسی سال آپ کو ماریطانیہ کی کونسل میں نائب صدر بنایا گیا۔ اور وزارت تعلیم دے دی گئی۔ ۱۹۵۹ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں جب آئین نافذ ہوا تو وہ صدر منتخب ہوئے اور ماریطانیہ کی پیپلز پارٹی کے جنرل سکرٹری منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۶ء میں دوبارہ صدر ہوئے اور ۱۹۷۱ء میں پھر پانچ برس کے لئے صدر منتخب ہوئے آپ افریقی اتحاد کی تنظیم کے صدر بھی ہیں۔

مراکش

مراکش کے سربراہ شاہ حسن دوم ہیں۔ ۹ جولائی ۱۹۲۹ء کو رباط میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۱ء

میں تانزن کی ڈگری حاصل کی۔ فرانسیسی اور عربی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ ۹ جولائی ۱۹۵۷ء کو تاجپوشی ہوئی۔ حکومت کی رائل کونسل میں ۲۶ جولائی ۱۹۶۰ء کو نائب صدر ہوئے۔ ستمبر ۱۹۶۰ء میں وزیر اعظم کی حیثیت میں اقوام متحدہ میں مراکش کے وفد کی قیادت کی۔ مارچ ۱۹۶۱ء میں مراکش کے سربراہ مقرر ہوئے۔

آپ اسلامی اتحاد کے زبردست علمبردار ہیں اور پہلی اسلامی سربراہ کانفرنس آپ نے رباط میں کرائی تھی جو ان کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ جس میں اسلامی سکریٹریٹ بنانے کی تجویز پاس ہوئی تھی۔

عمان

سلطنت عمان کے سربراہ سید قابوس بن سعید ہیں۔ ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ سینڈھرسٹ لندن سے فوجی تربیت حاصل کی۔ جولائی ۱۹۷۰ء میں حکومت سنجالی۔ وزیر اعظم بھٹو کے بہت مداح ہیں۔

پاکستان

پاکستان کے صدر فضل الہی چودھری ۱۰ اگست ۱۹۷۳ء کو صدر بنے۔ گجرات میں یکم جنوری ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں علی گڑھ سے ایم اے اقتصادیات اور تانزن کی ڈگری سے حاصل کی۔ ۱۹۲۹ء میں گجرات میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۴۳ء میں گجرات مسلم لیگ کے صدر ہوئے۔ پنجاب اسمبلی کے رکن رہے۔ راست اقدام کی تحریک میں جیل گئے۔ ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن رہے۔ ۱۹۵۶ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے اسپیکر ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں پھر اسمبلی کے رکن بنے۔ ۱۹۶۳ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر ہوئے ۱۹۶۹ء میں وزیر اعظم بھٹو نے بحالی جمہوریت کی تحریک چلائی تو ان کے جھنڈے تلے آگئے اور ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں گجرات سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں قومی اسمبلی کے اسپیکر ہوئے اور بعد کو صدر منتخب ہو گئے۔ یہ انتخاب پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ہوا۔

قطر

قطر کے سربراہ شیخ الخلیفہ بن حمد الثانی ہیں۔ ۱۹۷۲ء تک قطر کے وزیر اعظم تھے۔ ستمبر ۱۹۷۱ء میں برطانیہ سے الگ ہوئے تو ان کے خاندان نے ان کو سربراہ مقرر کیا۔ اور پرنسوں کے انقلاب کے تحت حکومت پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔

سعودی عرب

سعودی عرب کے سربراہ شاہ فیصل ہیں انہوں نے بہت کم عمری میں حکومت کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں ان کے والد نے عیسر کی بغاوت کو فرو کرنے بھیجا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں طحامہ اور عیسر کے کمانڈر انچیف بنائے گئے۔ آپ خادم الحرمین الشریفین بھی کہلاتے ہیں۔ سعودی عرب میں اسلامی آئین نافذ کر رکھا ہے اور اپنے ملک کی ترقی میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ تیل کے ذخائر زیادہ ہیں۔ اب عربوں کے اتحاد کے تحت انہوں نے امریکا کو تیل کی سپلائی بند کر دی ہے اسلامی اتحاد کے علمبردار ہیں۔

سوڈان

سوڈان کے سربراہ میجر جنرل غفار نمیرھے ہیں۔ اوڈرمان میں جنوری ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم میں حاصل کی، قرآن کی تعلیم بھی پائی۔ ۱۹۴۹ء میں گریجویشن کیا۔ فوجی تعلیم بھی پائی۔ اور ۱۹۵۲ء میں لیفٹنٹ ہوئے۔ ان کے پاس اعلیٰ فوجی ڈگریاں بھی ہیں طبری سائنس کے ماہر ہیں۔ ۲۵ مئی ۱۹۶۹ء سوشلسٹ انقلاب برپا کیا۔ اور صدر بنے۔ آپ فوج کے کمانڈر انچیف بھی ہیں۔ اور انقلابی کونسل کے صدر بھی، وزارت دفاع بھی خود سنبھالے ہوئے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں دوبارہ صدر منتخب ہوئے ہیں۔

شام

شام کے سربراہ حافظ اسد ہیں۔ ۱۹۴۱ء میں حلب کے مقام پر پیدا ہوئے ۱۹۵۲ء

میں وہ شام کی ہوائی فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ روس میں اعلیٰ فوجی تربیت حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء میں جب مصر سے شام کا الحاق ہوا۔ تو آپ قاہرہ میں تھے۔ لعبث پارٹی میں شمولیت کی مارچ ۱۹۶۲ء میں فوجی انقلاب کے ذریعے لعبث پارٹی کو اقتدار میں لائے۔ تو ان کو فضائیہ کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا۔ فروری ۱۹۶۶ء میں وزیر دفاع ہوئے اسی سال لیفٹنٹ جنرل بنائے گئے نمبر ۱۹۷۰ء میں وزیر اعظم اور وزیر دفاع ہوئے۔ اور مارچ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں صدر بنائے گئے۔

تیونس

تیونس کے سربراہ حبیب بورقیہ ہیں ۲ اگست ۱۹۵۷ء میں موناکو میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فرانسیسی ادب اور کچھ کے دلدادہ ہیں انہوں نے تیونس کی ترقی میں خاصا حصہ لیا۔ جہالت کے خلاف تحریک چلائی دو شادیوں کا رواج ختم کیا۔ اب لیوی سے الحاق کر لیا ہے تاکہ ترقیاتی منصوبے کامیاب ہوں۔

ترکی

ترکی کے سربراہ فخری کورک ہیں آئینبول میں ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے نیروی سکول سے ۱۹۲۳ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوئے اور نیروی سکولوں میں ماسٹری کرتے رہے ۱۹۲۵ء میں برلن میں طرزی ایچی رہے۔ ۱۹۲۶ء میں روم میں اسی عہدے پر فائز رہے۔ لیفٹنٹ کمانڈر کے عہدے ملے۔ ۱۹۲۲ء اور ۱۹۲۳ء میں برلن اور اسٹاک ہوم میں طرزی ایچی رہے۔ ۱۹۲۵ء نیول وار اکیڈمی کے کمانڈر تھے۔ ۱۹۵۳ء میں دانش ایڈمرل ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں جنرل شاف کے محکمہ کے صدر رہے۔ ۵۷-۱۹۵۶ء میں باسفورس اور ورہ دانیال کے افسر اعلیٰ تھے۔ اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں ایڈمرل بنا دیئے گئے بعد ازاں بحریہ کے کمانڈر انچیف ہو گئے۔ ۱۹۶۰ء میں وہ ریٹائر ہو گئے اور ماسکو میں سفیر بنا کر بھیجے گئے اس کے بعد حکومت نے ان کو ہسپانیہ میں سفیر بنا کر بھیجنا چاہتی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ۱۹۶۸ء میں صدر مجبوریہ نے ان کو سینیٹر بنایا۔ ۱۹۷۳ء میں صدر مملکت منتخب ہو گئے۔



اسلامی ممالک کا تعارف

لاہور میں منعقد ہونے والی مسلم سربراہ کانفرنس عالم اسلام کے اتحاد کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ مسلم ممالک کے سربراہوں کی یہ دوسری کانفرنس ہے۔ پہلی کانفرنس بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کے واقعہ کے فوراً بعد مراکش کے دارالحکومت رباط میں ستمبر ۱۹۷۹ء میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس کے بعد مسلم ممالک کے اتحاد اور تعاون کی طرف ایک مستقل قدم کے طور پر اسلامی ممالک کا ایک مرکزی سیکرٹریٹ قائم کیا گیا۔ اسلامی سیکرٹریٹ کے زیر اہتمام مسلم ممالک کے وزراء خارجہ کی چار کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں۔ جن میں سے دوسری کانفرنس کراچی میں دسمبر ۱۹۷۰ء میں منعقد ہوئی تھی۔ لاہور میں ۲۱ فروری سے منعقد ہونے والی

اسلامی کانفرنس سے قبل ۱۸ فروری کو وزیر خارجہ کا اجلاس بھی منعقد ہو گا۔ دنیا کے تیس مسلم ممالک کے سربراہ، وزیر اعظم اور وزیر خارجہ لاہور کانفرنس میں شرکت کریں گے۔

ذیل میں ان ممالک کے تعارف کے سلسلہ میں بنیادی معلومات اور اعداد و شمار پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن ملکوں کے نام کے سامنے (+) نشان بنا ہوا ہے۔ وہ اسلامی سیکرٹریٹ کے رکن نہیں ہیں اور جن کے نام کے سامنے (+) نشان بنا ہوا ہے ان کی آبادی کی اکثریت اگرچہ مسلمان ہے لیکن ان کے سربراہ غیر مسلم ہیں۔ توقع ہے کہ اسلامی کانفرنس میں ان ملکوں کے مسلم وزراء شریک ہوں گے۔

نام ملک	طرز حکومت	دارالحکومت	سربراہ کا نام	آبادی	رقبہ
افغانستان	جمہوریہ	کابل	سردار محمد داؤد	۱ کروڑ ۸۰ لاکھ	۲۵۳۸۶۱ مربع میل
الجزیرہ	بادشاہت	الجزیرہ	شیخ زید بن سلطان النہان سربراہ الامارۃ متحدہ عربیہ	۲ لاکھ	۳۲۲۷۸ "
اردن	"	عمان	شاہ حسین بن طلال	۲۶ لاکھ	۳۷۵۰۰ "
انڈونیشیا	جمہوریہ	جکارتہ	صدر جنرل سہارتو	۱۲ کروڑ ۵ لاکھ	۷۳۵۸۶۵ "
الجزائر	"	الجزائر	صدر مہوری بومدینہ	۱ کروڑ ۵۲ لاکھ	۹۱۹۵۹۱ "
اومان	بادشاہت	مسقط	سلطان سید قابوس بن سعید	۷ لاکھ	۸۲۰۰ "
ایران	"	تہران	شہنشاہ محمد رضا شاہ پہلوی	۳ کروڑ ۵۰ لاکھ	۶۳۶۲۹۳ "
بحرین	"	منامہ	شیخ عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ	۲ لاکھ ۲۰ ہزار	۲۳۱ "
بنگلہ دیش	پارلیمانی جمہوریہ	ڈھاکا	صدر ڈاکٹر محمد الشہ وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن	۷ کروڑ	۵۵۱۲۶ "
پاکستان	"	اسلام آباد	صدر چودھری فضل الہی وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو	۶ کروڑ ۵۰ لاکھ	۳۱۰۴۰۳ "
ترکی	"	انقرہ	صدر فہری کوروتک وزیر اعظم بلند جودت	۳ کروڑ ۷۶ لاکھ	۳۰۱۳۰۲ "

نام ملک	طرز حکومت	دارالحکومت	سربراہ کا نام	آبادی	رقبہ
تونس	جمہوریہ	تونس	صدر حبیب بورقیہ	۵۳ لاکھ	۴۳۳۷۸ مربع میل
جزیرہ یمن	"	مدینہ العشق	سالم ربیع علی	۱۵ لاکھ	۱۱۲۰۰۰ "
سعودی عرب	بادشاہت	ریاض	شاہ فیصل بن عبدالعزیز	۸۰ لاکھ	۸۷۰۰۰۰ "
سودان	جمہوریہ	خرطوم	صدر جعفر النمیری	ایک کروڑ ۷۰ لاکھ	۹۶۷۵۰۰ "
سیرالیون	"	فری ٹاؤن	صدر سیاکا سٹیونیس	۲۶ لاکھ	۲۷۶۹۹ "
سینگال	"	ڈاکر	صدر لیو پلڈ سینگور	۴۱ لاکھ	۷۵۷۵۰ "
شام (سیریا)	جمہوریہ	لاس	صدر فریکواتے بسل	۲۸ لاکھ	۴۹۵۷۵۳ "
شام	"	دمشق	صدر حافظ الاسد	۶۶ لاکھ	۷۲۲۳۳ "
صومالیہ	"	مغادیشو	صدر جبریل محمد سعید باری	۲۹ لاکھ	۴۴۶۲۰۱ "
عراق	"	بغداد	صدر احمد البکر	ایک کروڑ ۱۰ لاکھ	۱۷۳۲۵۹ "
قطر	بادشاہت	دoha	خلیفہ بن حامد الثمانی	۱ لاکھ ۲۰ ہزار	۶۰۰۰ "
کویت	"	کویت	شیخ صباح المصباح الصباح	۱۰ لاکھ	۱۷۸ "
گنی	جمہوریہ	کناکری	صدر احمد سیکہ طور	۴۱ لاکھ	۹۴۹۲۵ "
لبنان	پارلیمانی جمہوریہ	بیروت	صدر سلیمان فرنجی وزیر اعظم تقی الدین الصلح	۲۹ لاکھ	۴۱۰۵ "
لیبیا	جمہوریہ	طرابلس	صدر معمر القذافی	۲۶ لاکھ	۶۷۹۳۵۸ "
ماریطانیہ	"	نواکچوٹ	صدر مختار الداد	۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار	۴۱۹۲۳۲ "
مراکش	بادشاہت	رباط	شاہ حسن ثانی	۱ کروڑ ۵۰ لاکھ	۱۷۲۸۲۲ "
مالی	جمہوریہ	باماگو	صدر موبی طور	۵ لاکھ ۲۶ ہزار	۴۶۴۰۰۰ "

رقبہ	آبادی	سربراہ کا نام	دارالحکومت	طرز حکومت	نام ملک
۳۸۶۱۰۰ مربع میل	۳ کروڑ ۵۰ لاکھ	صدر الزمادات	قاہرہ	جمہوریہ	مصر
۱۲۸۴۳۰ "	۱ کروڑ ۱۰ لاکھ	سربراہ تنکو ایہ حلیم وزیر اعظم تنکو عبدالرزاق	کوالالمپور	وفاق	مالیشیا
۳۵۶۶۶۹ "	۵ کروڑ ۸۰ لاکھ	صدر یعقوب بوبکران	لاہور	جمہوریہ	پاکستان
۴۸۹۱۰۹ "	۴۲ لاکھ	صدر الحاج دایوبی گانی	نیامے	"	نائیجر
۷۵۲۸۹ "	۹۴ لاکھ	صدر قاضی عبدالرحمن الایاتی	صنعاء	"	یمن (شمالی)

عالم اسلام



المملکۃ العربیۃ السعودیہ

تمام قوانین کے اساس قرآن حکیم کے احکام پر ہے

سعودی سلطنت جزیرہ نما عرب کی پوری وسطی سطح مرتفع پر محیط ہے

المملکۃ العربیۃ السعودیہ سعودی عرب تقریباً بیالیس سال قبل ۱۸ ستمبر ۱۳۲۲ کو شاہ عبدالعزیز ابن سعود کی انتھک مساعی کے نتیجے میں معرض وجود میں آئی۔ شاہ عبدالعزیز بڑے جہازریدہ اور بیدار مغز رہنما تھے۔ انہوں نے جزیرہ نمائے عرب کو انتشار اور بے اتفاقی کی گرفت سے نکالا۔ اور ایک متحدہ اور مستحکم حکومت سے متصف کیا۔ سعودی عرب اپنے باعزم اور سادگی پسند فرمانروا شاہ فیصل کی قیادت میں ہمہ جہتی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ یہ ایک اسلامی مملکت ہے۔ اور یہاں تمام انفرادی اور اجتماعی قوانین کی اساس قرآن حکیم کے احکام ہیں۔ سعودی عرب کا پرچم بھی اسلام کے بنیادی اصولوں کا منظر ہے۔ اس پر کلمہ طیبہ درج ہے سعودی عرب کی مملکت جزیرہ نمائے عرب کے ۹ حصے پر مشتمل ہے اس کا رقبہ ۸ لاکھ ۷۰ ہزار مربع میل اور آبادی ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اس کے شمال میں اردن، عراق اور کویت، جنوب میں یمن اور عدن اور جنوب مغرب میں بحیرہ احمر اور شمال مشرق میں خلیج فارس اور اومان واقع ہیں۔ سعودی عرب کی مملکت جزیرہ نمائے عرب کی پوری وسطی سطح مرتفع پر محیط ہے۔ دو بڑے شہر مکہ معظمہ اور ریاض ہیں جو علی الترتیب حجاز اور نجد کے مرکزی مقام ہیں۔ دوسرے اہم شہر حیدرہ (بندر گاہ) مدینہ منورہ، یریدہ، طائف اور امینہ ہیں۔ ریاض میں شاہ سعود یونیورسٹی ہے جس کے تحت آرٹس، سائنسی مضامین، کامرس، ادویہ سازی اور اسلامیات سے متعلق تعلیم دینے کا وسیع انتظام ہے۔ اس غرض سے متعدد کالج قائم ہو چکے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اسلامی یونیورسٹی قائم ہے جس میں پوری دنیا نے اسلام



کے طلباء تحقیق علم کر رہے ہیں۔ سعودی عرب کی مملکت کے قیام کے بعد سے جزیرہ نمائے عرب نے زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں ترقی ہے۔ اس کی قومی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تیل کی صنعت ہے۔ جو آرامکو کے تعاون سے چل رہے ہیں۔ اس صنعت سے کم و بیش بیس ہزار افراد وابستہ ہیں۔ سعودی عرب میں تیل کے سب سے بڑے ذخائر ہیں اور تیل پیدا کرتے والے ممالک میں امریکا، روس کے بعد اس کا نمبر آتا ہے۔ تیل کی پیداوار زیادہ تر خلیج فارس کے قریبی علاقوں میں ہوتی ہے۔ اور تیل زیادہ تر مغربی یورپ کے ملکوں کو برآمد کیا جاتا ہے۔ پیداوار کی کل مالیت ۳ ارب ڈالر سالانہ سے زائد اور عالمی پیداوار کا ۱۱ فیصد حصہ ہے۔ ۱۹۷۳ میں سعودی عرب نے آرامکو سے ۲۵ فیصد حقوق ملکیت حاصل کر لئے تھے۔ اور ۱۹۸۱ تک ۵۱ فیصد حقوق حاصل کر لے گی۔ تیل کی آمدنی سے حکومت کے بہت سے مصارف، داخلی تعمیراتی کاموں کا خرچ اور شہریوں کے لئے مفت طبی امداد کے اخراجات پورے ہوتے ہیں تمام درجوں کی تعلیم مفت ہے۔ قومی آمدنی کا دس فیصد تعلیم پر خرچ ہو رہا ہے۔ آبادی تقریباً پوری کی پوری مسلمان ہے۔ ۱۹۷۲-۷۳ میں فوج کی تعداد ۱۴ ہزار کے لگ بھگ تھی اور اس کے پاس کچھ ٹینک، ساحلی گشتی کشتیاں اور تقریباً ۷۵ لڑاکا طیارے تھے۔ تیل کی پیداوار کے سوا سعودی عرب ایک زرعی ملک ہے۔ البتہ حال ہی میں سونے چاندی اور خام لوہے کے

ذخائر دریافت ہوئے ہیں اس کے علاوہ تانبے، نمک اور جیسم کے وسیع ذخائر بھی یہاں موجود ہیں۔ غذائی پیداوار کھجوریں، گندم، جو، پھل، کھالیں اور ادن ہیں۔ بہت سے لوگوں کا ذریعہ معاش ادنوں، گھڑوں، گدھوں اور بھیڑ بکریوں کی پرورش ہے۔ کچھ کھالیں ادن اور گوند برآمد کی جاتی ہیں۔

سعودی حکومت کو اقوام متحدہ کی فنی امداد حاصل ہے۔ اب سینٹ بھی تیار ہونے لگا ہے۔ فولاد کے کارخانے بھی قائم کئے گئے ہیں زراعت کے فروغ کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ کھیتوں کی آبیاری کے لئے آبی وسائل کو بھی ترقی دی جا رہی ہے اور بند تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ ملک میں مواصلات کا نہایت عمدہ نظام مکمل ہو چکا ہے۔ دو بڑے ہوائی اڈے دہران اور جدہ میں ہیں جو بین الاقوامی ٹریفک کی آمد و رفت کا بڑا ذریعہ ہیں۔ جدہ جو بحیرہ احمر کے کنارے پر واقع ہے ملک کی بڑی بندرگاہ بھی ہے۔ جدہ سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو پکی سڑکیں جاتی ہیں اور دارالحکومت ریاض سے دمام اور اس تنورہ ریخج عرب تک ریل کی وائس پٹری بھی موجود ہے۔ ریل تیل کے پستوں کے علاقے سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے۔

جزیرہ نمائے عرب کی جدید تاریخ کا آغاز ۱۸۴۷ء سے ہوتا ہے جب سعودی خاندان کے محمد ابن الوہاب نے نجد کے علاقے پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ انھوں نے اتنی طاقت حاصل کر لی تھی کہ ترک جو اس وقت عرب پر قابض تھے۔ ان سے خائف رہنے لگے۔ اور ترک گورنر محمد علی نے ان پر چڑھائی کر دی۔ اس جنگ میں عربوں کو شکست ہوئی اور ۱۸۹۱ء میں ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا لیکن ۱۹۰۲ء میں عبداللہ سعود نے دوبارہ ریاض پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۱۳ء میں مشرقی صوبہ الحسا بھی ترکوں سے آزاد کرایا گیا۔ ۱۹۱۳ء میں شریف مکہ محمد حسین نے سلطان حجاز ہونے کا اعلان کر دیا اور کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے آپ کو خلیفہ قرار دے لیا۔ ابن سعود نے اس کی مخالفت کی۔ زبیت جنگ تک پہنچی جو شریف کی شکست پر منتج ہوئی اس طرح ۲۵ء میں پورا حجاز اور ۲۶ء تک عسیر کا بڑا حصہ بھی سلطان عبدالعزیز ابن سعود کے قبضے میں چلا گیا۔ اب نجد اور حجاز پر ان کی فرمانروائی تھی سعودی عرب اقوام متحدہ اور عرب لیگ کا رکن ہے۔ موجودہ شاہ نے ۱۲ نومبر ۶۵ء کو سعودی عرب کے فرمانروا کی حیثیت سے زمام اقتدار سنبھالا تھا۔

ابتداء میں سعودی عرب کی موجودہ حکومت کا دائرہ اختیار صرف نجد تک محدود تھا۔ لیکن اب اس کے رقبہ کا پھیلاؤ فرانس، بلجیم، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے مجموعی رقبہ سے بھی زیادہ ہے اس کے مورث اعلیٰ کا نام محمد بن سعود تھا۔ یہ نہایت نیک اور پابند شریعت حکمران تھے عرب کے مشہور مصلح شیخ محمد عبدالوہاب نجدی اور امیر محمد بن سعود ہم عصر تھے۔

محمد عبدالوہاب ۱۷۰۳ء میں نجد کے ایک عینیہ میں پیدا ہوئے عینیہ میں ان کے والد عبدالوہاب عبید، قضا پر متمکن تھے۔ اس کے بعد وہ حویلا پہلے گئے۔ محمد عبدالوہاب نے مکہ اور مدینہ میں تعلیم حاصل کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے عربوں میں تبلیغ و اصلاح کی سرگرم کرشیں کیں۔ ۱۷۴۰ء میں ان کے والد محترم قاضی عبدالوہاب حویلا میں انتقال کر گئے۔ تو لوگوں نے ان کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ اور ان کے درپے قتل ہو گئے۔ مخالفت کی شدت کے پیش نظر وہ عینیہ چلے گئے۔ وہاں بھی آرام نہ ملا تو درعیہ منتقل ہو گئے وہاں امیر محمد بن سعود حکمران تھے۔ ۱۷۴۰ء میں امیر موصوف ان کی دعوت اصلاح میں شامل ہو گئے، اور باقاعدہ ان کے حلقہ بیت میں شرکت اختیار کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب قبائل میں ان کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا۔ ایک طرف شیخ محمد بن عبدالوہاب جہاد باللسان میں مصروف تھے تو دوسری جانب امیر محمد بن سعود کی تلواریں حمایت حق کے لئے میان سے نکل آئی تھیں۔ اب محمد بن عبدالوہاب کا حلقہ بیعت بھی وسعت پذیر ہونے لگا۔ اور محمد بن سعود کا دائرہ حکومت بھی پھیلتا چلا گیا اور عرب قبائل جہالت کی تاریکی سے نکل کر اسلامی تعلیم کی ضیا پاشیوں سے بہرہ مند ہونے لگے پچانوچہ تھوڑے ہی عرصہ میں امیر محمد بن سعود نے اپنا پایہ تخت درعیہ کے بجائے ریاض کو قرار دے لیا۔ اس اثنا میں شرنا مکہ نے ان کو فریضہ حج ادا کرنے سے روک دیا۔ محمد بن سعود حمایت حق میں مصروف تگ و تازہ تھے کہ ۱۷۶۵ء میں اپنا کام ادا ہو چھوڑ کر انتقال کر گئے۔

عبدالعزیز بن محمد بن سعود

محمد بن سعود کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے عبدالعزیز بن محمد بن سعود ان کے جانشین ہوئے انہوں نے امارت نجد کے حدود کو بہت وسیع کر دیا۔ الحما اور قطیف پر قابض ہو کر خلیج

فارس کے ساحل کے تمام علاقے کو اپنے زیر نگین کر لیا۔ ان کی گرفت اتنی مضبوط تھی اور انتظامی معاملات میں اس قدر ماہر تھے کہ ترک ان کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ عراق کے ترک گورنر عثمان پاشا ان پر حملہ آور ہوئے۔ مگر ناکام ہوئے۔ بالآخر ان سے صلح پر مجبور ہوئے۔ ۱۷۹۸ء میں ان کی فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے شریف مکہ اتنے مرعوب ہوئے کہ انھیں حج کی اجازت دینا پڑی۔ کہ بلا، طائف، بحرین ان کے زیر تسلط آ گئے۔ اور شریف مکہ سے باقاعدہ لڑائی کے بعد اگلے سال ایک فاتح کی حیثیت سے فریضہ حج ادا کیا۔ امیر عبدالعزیز ایک روز درعیہ کی مسجد میں نماز عصر ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص عبدالقادر نے انھیں شہید کر دیا۔ یہ حادثہ ۱۸۰۲ء کو پیش آیا۔

سعود بن عبدالعزیز

ان کے بعد ان کے بیٹے سعود بن عبدالعزیز نے زمام اقتدار سنبھالی۔ یہ اپنے بہادر باپ کے صحیح جانشین تھے انہوں نے ۱۸۰۵ء میں مکہ اور مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ اور شریف غالب کو ان کی اطاعت کرنا پڑی۔ ان کے دائرہ فتوحات کی وسعتوں سے انگریز بھی سخت پریشان ہوئے چنانچہ انگریزی حکومت نے سلطان سعود بن عبدالعزیز کے مخالفوں کی حفاظت کے لئے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا جسے روس انجیمہ پر قبضہ کر کے سعودی بیڑے کو برباد کر دیا۔

۱۸۱۰ء میں سلطان سعود نے شام پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۱۲ء میں سلطان محمد علی پاشا خدیو مصر نے ان کے مقابلے کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ اور شدید مقابلہ کے بعد اس کے بیٹے طوسون پاشا نے ۱۸۱۲ء اور ۱۸۱۳ء میں مدینہ اور مکہ فتح کر لئے۔ محمد علی خود جہد آیا مگر صلح نہ ہو سکی۔ نجدیوں نے بہادری سے مخالفین کا مقابلہ کیا۔ ان لڑائیوں کے دوران ہی مئی ۱۸۱۳ء میں سلطان سعود کا انتقال ہو گیا۔

عبداللہ بن سعود

سعود کی وفات کے بعد ان کا بیٹا عبداللہ عہدہ امارت پر فائز ہوا۔ یہ بھی بڑا بلند

حوصلہ اور جبری انسان تھا۔ اس نے مخالفوں کا جو انفرادی سے مقابلہ کیا۔ لیکن مخالفین کی یلغار اتنی سخت تھی کہ ان کے حملوں کا سلسلہ اتنا تیز تھا کہ امیر عبداللہ کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ ۱۸۱۵ء میں محمد علی پاشا کا بیٹا طوسون بہت بڑی فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا اور مارچ کے مہینے میں نجد میں داخل ہو گیا اور الاس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن الاس کے مقام پر ان کے اور سلطان بن سعود کے درمیان صلح ہو گئی۔ مگر یہ صلح عارضی ثابت ہوئی۔ ۱۸۱۶ء میں محمد علی پاشا کے دوسرے لڑکے ابراہیم پاشا نے مصری فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ وہ ایک سال کی مسلسل خونریز جنگ کے بعد درعیہ پہنچ گیا۔ ۱۸۱۸ء میں نجد کے دارالسلطنت ریاض پر قبضہ ہو گیا۔ اور اس نے سلطان عبداللہ بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خاندان کو گرفتار کر کے قاہرہ بھیج دیا۔ ۱۸۲۰ء میں امیر عبداللہ ان کے خزانچی اور سیکرٹری کو میدان ابا صوفیہ میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

اواخر ۱۸۱۹ء میں طوسون نجد سے واپس لوٹا اور اس کے چند ہی روز بعد سلطان عبداللہ کے بھائی شاری نے درعیہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ لیکن اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔

اس دوران میں عبداللہ بن محمد کا لڑکا ترکی آیا۔ اور اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ لیکن محمد علی پاشا کی فوج نے اس کو بھی وہاں سے نکال دیا۔ ۱۸۲۲ء میں دیر ترکی پھر میدان میں نکلا اور محمد علی خدیو کی فوج پر حملہ کر کے اس کو سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔

چند سال بعد ترکی کو ایک اور امیر نے قتل کر دیا۔ اور خود حکمران بن بیٹھا لیکن ترکی کے بیٹے فیصل نے دوبارہ اپنی آبائی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ یہی وہ فیصل ہے جس سے خاندان سعود کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔

امیر فیصل اور اس کی اولاد

امیر فیصل دو قسم کی مشکلات میں محصور تھا ایک طرف اس کے بیرونی مخالف تھے اور

دوسری طرف خود اس کے خاندان میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ یہ متواتر پانچ سال سوز میں نظر بند رہا۔ آخر مجبور ہو کر اس نے ترکوں اور مصریوں سے تعلقات استوار کر لئے۔ ۱۸۶۶ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں کے درمیان جھگڑے شروع ہو گئے۔ پہلے سعود امیر بنا۔ پھر اس کے بھائی عبداللہ نے مسند امارت سنبھالی۔ اس کے بعد عبدالرحمن اس منصب پر فائز ہوا۔ لیکن امیر عبدالرحمن بھی اطمینان سے حکومت نہ کر سکا۔ بالآخر ۱۸۸۸ء میں اسے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر کویت میں پناہ لینا پڑی۔ سعودی عرب کے موجودہ حکمران نے جلالتہ الملک فیصل کے والد محترم جلالتہ الملک عبدالعزیز اسی امیر عبدالرحمن کے فرزند ارجمند تھے۔ امیر عبدالرحمن کے کویت جاتے کے بعد ان کے بھائی عبداللہ امیر ہوئے لیکن برائے نام اہل اختیار و حائل کے امیر ابن رشید کے ماتھے میں تھے۔

جلالتہ الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن

اس خاندان کی تاریخ مسلسل جدوجہد اور تائید حق و صداقت کی بہادرانہ مساعی سے بھرپور ہے۔ سلطان عبدالعزیز اس خاندان کے ایک نہایت شجاع اور عظیم الشان روایات کے حامل فرد تھے۔ ان کی ولادت ۲۳ نومبر ۱۸۸۰ء (۲۰ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ) کو دولت سعودیہ کے دارالحکومت ریاض میں ہوئی۔

جب ان کے والد امیر عبدالرحمن نجد سے نکل کر شیخ کویت کے ہاں پناہ گزین کی حیثیت سے گئے تو ان کی عمر آٹھ یا نو برس کی تھی۔ امیر عبدالرحمن نے دو مرتبہ شیخ کویت کی اولاد سے حائل کے رشیدی خاندان سے معرکہ آرائی کی۔ لیکن ناکام رہے اور نجد فتح نہ کر سکے۔ عبدالعزیز سب واقعات سے باخبر تھے۔ اور اپنے آبائی وطن کو واپس جانے اور کھڑے ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے انتہائی بے تاب تھے آخر اپنے اس عظیم مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

فتح ریاض

انہوں نے کس طرح بے سرو سامانی کے عالم میں عزم ریاض کیا اور کس پر کس طرح

اپنی فتح کے جھنڈے گاڑے۔ اور اس کو تسخیر کیا۔ یہ ایک عجیب العقول اور تعجب انگیز واقعہ ہے اور یہ سب کچھ محض توکل علی اللہ ہوا۔ ۹۰۱ کے موسم بہار میں جبکہ عبدالعزیز کی عمر ابھی بیس سال سے آگے نہ بڑھی تھی وہ تین چار مجاہدوں کے ساتھ صحرائی علاقہ میں نکل گیا۔ ۱۱ رجبوری ۹۰۲ کو عید الفطر کی نماز ریاضے سے قریب ایک مقام ابو بھانہ میں ادا کی۔ اس وقت صرف دو سو آدمی ساتھ رہ گئے تھے۔ عید کے دوسرے روز ۱۲ رجبوری کو اس نے اچانک ریاضے کا قصد کر لیا۔ سوچ غروب ہوا تو دوسو میں سے صرف ۴۰ آدمی ساتھ لئے۔ ۱۶۰ افراد کو ایک جگہ کھرا دیا اور تاکید کر دی کہ اگلے دن دوپہر تک ہماری طرف سے کوئی اطلاع نہ پہنچے تو سمجھ لینا کہ ہم اپنے وطن عزیز کو غلامی سے نجات دلاتے کی کوشش میں موت کا لقمہ اجل بن گئے ہیں پھر بعجلت تمام کربت چلے جانا۔

رات کی تاریکی بڑھی تو یہ ۴۰ جانباز مجاہد ریاضے پہنچے۔ وہاں عبدالعزیز نے ۲۵ آدمیوں کو روک کر اپنے بھائی محمد بن عبدالرحمن کو ان کا امیر مقرر کیا انھیں بھی تاکید کر دی کہ ہمارے متعلق کوئی خبر نہ ملے۔ تو واپس کربت چلے جانا۔ صرف ۱۵ آدمیوں کو ہمراہ لیا۔ اور مسافر کی حیثیت سے ریاض میں داخل ہوا۔ رات قلعہ کے سامنے ایک مکان میں گزار دی۔ سب لوگ تمام رات قہوہ پیتے اور تلاوت کرتے رہے۔ فجر کی نماز پڑھ کر قلعہ پہلے کی تیاری کر لی۔ جو نہی قلعہ کا دروازہ کھلا، رشید علی حاکم باہر نکلا۔ عبدالعزیز نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس پر جا گرا۔ حاکم مارا گیا۔ اور عبدالعزیز شہر پر قابض ہو گیا۔ جو کارنامہ ہزاروں جنگ جوؤں کے لشکر انجام نہ دے سکے تھے۔ عبدالعزیز نے صرف پندرہ افراد کے ساتھ انجام دے دیا۔

عرب مصر نجد کے عرب شجاعت و مردانگی کے پیچھے تھے لیکن ۱۵ آدمیوں کو لے کر ریاض جیسے شہر کی تسخیر میں کامیاب ہو جانا خود ان کے نزدیک بھی حیرت انگیز موقعہ اور حیران کن کارنامہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جلالتہ الملک عبدالعزیز کی زندگی جرات و شجاعت کے اس قسم کے کارناموں سے لبریز ہے۔

حجاز پر قبضہ

۱۹۲۳ء میں سلطان عبدالعزیز نے شریف حسین کو مکہ سے نکال باہر کیا اور ۱۹۲۵ء کو وہ ایک قباچ کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حجاز پر قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ حرمین شریفینہ کی خدمت کا اعزاز بھی انھیں حاصل ہوا۔ ۱۹۲۷ء میں وہ نجد و حجاز کے فرمانروا قرار دیئے گئے اور انھیں بین الاقوامی حیثیت کا بہت بڑا حکمران تسلیم کیا گیا۔

طرز حکومت

انھوں نے سعودی عرب میں اسلامی طرز حکومت قائم کی۔ ان کی حکومت سے پہلے پورے حجاز میں بد امنی پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کے قافلے رہزنوں کے ہاتھوں ہمیشہ خطرے میں گھرے اور لوٹ مار کا نشانہ رہتے رہتے تھے۔ لیکن انہوں نے جس انداز کی حکومت کی طرح ڈال۔ اس سے لوٹ کھسوٹ اور بد امنی کا قطعی خاتمہ ہو گیا۔ اب پورے سعودی عرب میں کوئی کسی خطہ میں چلا جائے۔ کسی ذرع کے خطرے سے دوچار نہیں ہوگا۔ سیاسیات عالم پر وہ گہری نظر رکھتے تھے۔ عمر بھر اتحاد عرب کے لئے ماسعی اور تمام عرب ممالک میں اسلامی اسلوب حکومت کے قیام کے لئے کوشاں رہے۔

ان کی ایک بہت بڑی خرابی یہ تھی کہ اپنے والد محرم امیر عبدالرحمن کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ ریاض فتح کیا تو اپنی امارت کا اعلان نہیں کیا بلکہ والد کی خدمت میں عرض کی۔ کہیت سے تشریف لا کر منہ حکومت پر متمکن ہو جائیں۔ وہ تشریف لائے مگر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں نہیں لی۔ بلکہ اس کی ذمہ داریاں اپنے سعادت مند بیٹے کے سپرد کر دیے۔ امیر عبدالرحمن کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہوا۔ وہ اسی اثنا میں ہمیشہ اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر رہتے اور نہایت ادب و احترام سے معاملات حکومت میں ان سے مشورے لیتے رہے۔ سلطان عبدالعزیز ۹ نومبر ۱۹۵۲ء کو ۷۲ برس کی عمر پا کر سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں فوت ہوئے۔

سعود بن عبدالعزیز

سلطان عبدالعزیز کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے سعود بن عبدالعزیز رونق آرائے سلطنت ہوئے۔ جب ان کی بادشاہت کا اعلان ہوا تو ان کی عمر ۵ برس کی تھی وہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۲ء کو اس رات کویت میں پیدا ہوئے جس رات ان کے والد محترم سلطان عبدالعزیز نے چند ساتھیوں کی معیت میں ریاض پر قبضہ کیا تھا۔ ۱۱ سال حکمران رہنے کے بعد انھوں نے تمام اختیارات حکومت اپنے چھوٹے بھائی فیصل بن عبدالعزیز کے سپرد کر دیئے۔ اور خود سلطنت کی ذمہ داریوں سے ۶ نومبر ۱۹۱۴ء کو علیحدگی اختیار کر لی۔ اب سعودی عرب کے حکمران جلالتہ الملک فیصل بن عبدالعزیز ہیں۔

فیصل بن عبدالعزیز

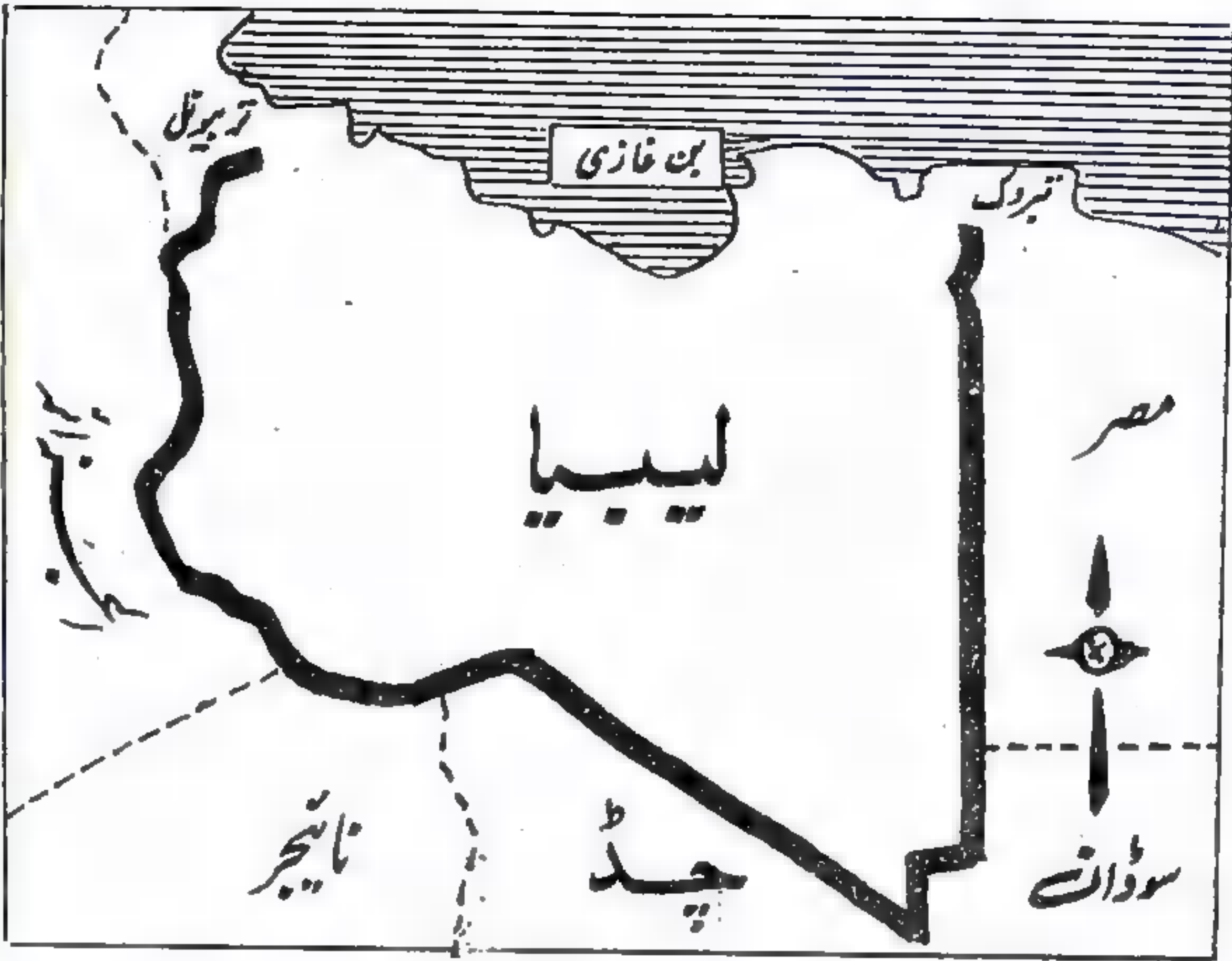
جلالتہ الملک فیصل بن عبدالعزیز شوال ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۶ء) کو پیدا ہوئے ۱۹۳۰ء میں آپ کو سعودی عرب کا وزیر خارجہ مقرر کیا گیا۔ اور ۱۹۵۳ء میں ولی عہد سلطنت بنایا گیا اور ۱۹۶۱ء میں ان کے سپرد جلالتہ الملک تائب کی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔ شاہ فیصل کی زندگی محتاط اور محنت و مشقت سے بھرپور ہے وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ دفتر یا مکان پر ملکی معاملات پر غور و فکر میں صرف کرتے ہیں۔ کاغذات خود پڑھتے اور ضروری احکام اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں۔ وہ جمہوریت کے حامی ہیں۔ اور عالمی سیاست کے نشیب و فراز پر پورا عبور رکھتے ہیں۔ وہ شامانہ زندگی سے گریزاں اور سادگی پسند ہیں اجتماعی اور ملکی مسائل ان کا اصل موضوع ہیں۔ عرب رواج کے بالکل برعکس انہوں نے صرف ایک شادی کی ہے۔ جدہ اور ریاض وغیرہ میں ان کی رہائش گاہ غیر ضروری سامان آرائش سے خالی ہے۔ یہ خالص اسلامی اسلوب فکر کے مرید ہیں اور تکلفات سے پاک زندگی بسر کرتے ہیں۔

عرب جمہوریہ لیبیا

لیبیا شمالی افریقہ کا ایک اسلامی ملک ہے جس کے شمال میں بحیرہ روم، مشرق میں مصر اور سوڈان جنوب اور جنوب مغرب میں چاڈ، نائیجر، مغرب میں الجزائر اور شمال مغرب میں تونس واقع ہے۔ اس کا ساحل ایک ہزار ایک سو میل لمبا اور مجموعی رقبہ ۴ لاکھ ۶۹ ہزار ۳ سو اٹھادین مربع میل ہے۔

آبادی ۱۹۷۲ کے اعداد و شمار کے مطابق ۲۰ لاکھ ۸۰ ہزار ہے جس میں غالب اکثریت عربوں کی ہے۔ طرابلس اور بن غازی ملک کے دو دارالحکومت ہیں۔ جو ہر دو سال کے بعد ایک دوسرے کی جگہ لیتے ہیں۔ عالم اسلام کا یہ واحد ملک ہے جس کے دو دارالحکومت ہیں ملک کا بیشتر حصہ ویران اور غیر آباد ہے۔ پورے ملک میں ایک بھی دریا نہیں ہے۔ اس کا ایک مقام عزیز یہ دنیا کا گرم ترین مقام کہلاتا ہے۔ ویسے موسم گرما میں یہاں کا درجہ حرارت ۱۰۵ سے ۱۲۵ تک ہوتا ہے۔

لیبیا بیسویں صدی کی دوسری تہائی تک عثمانی سلطنت میں شامل تھا لیکن ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے فرانس کے ساتھ ساز باز کر کے لیبیا پر قبضہ کر لیا۔ یہ ۱۹۱۰ کا واقعہ ہے کہ فرانس نے جو اس وقت تونس پر بھی قابض تھا اٹلی کے ساتھ وعدہ کیا کہ اگر اٹلی مراکش میں فرانس کے اقتدار کو تسلیم کر لے تو وہ لیبیا میں اٹلی کی بالادستی کی مخالفت نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس مفاہمت کے نتیجے میں لیبیا ۱۹۱۲ میں اٹلی کی فوجیں گھس آئیں۔ لیکن سنہ ۱۹۱۱ء میں ان کا ناک میں دم کر دیا جس کے باعث اطالوی کبھی لیبیا میں قدم نہ جھاس سکے۔ ۱۹۴۱ میں لیبیا دوسری عالمگیر جنگ کا اکھاڑہ بن گیا اور اس جنگ میں جو لیبیا کے لئے بے مقصد تھی بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس جنگ میں برطانوی جرنیل منگرمی، جرمن جرنیل روہل اور امریکی جرنیل آرنلڈ ہارن نے عالمی



شہرت حاصل کی۔ ۲۲۱ عریں دوسری عالمگیر جنگ کے دوران انگریزوں نے سنویوں سے وعدہ کیا کہ جنگ کے بعد انھیں کامل آزادی دے دی جائے گی مگر جب جنگ ختم ہوئی تو یہ وعدہ ایفا نہیں کیا گیا۔

دوسری جنگ عظیم میں اٹلی کی شکست کے نتیجے میں نو آبادیاں بھی اس کے قبضے سے نکل گئیں۔ اس وقت اقوام متحدہ کے سامنے جو اہم مسائل تھے۔ ان میں سے ایک مسئلہ سابقہ اطالوی نو آبادیات کے مستقبل کا تھا۔ اقوام متحدہ میں لیبیا کے مستقبل کے بارے میں بڑی بحثیں ہوئیں۔ فرانس نے لیبیا کو اپنی تولیت میں لینے کی کوشش کی۔ مگر جب اسے اپنی یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہ آئی تو اس نے لیبیا واپس اٹلی کی تحویل میں دینے کی تجویز پیش کر دی۔ امریکہ نے اسے دے دی کہ لیبیا کو آزاد کرنے کی بجائے اقوام متحدہ اسے اپنی تولیت میں لے لے۔ برطانیہ اسے اپنی تولیت میں رکھنے پر مصر تھا مگر مصر اس کی آزادی کا طالب تھا۔

آخر نومبر ۱۹۴۹ء میں اقوام متحدہ نے فیصلہ کیا کہ لیبیا کو آزاد کر دیا جائے۔ نتیجہ ۲۳ دسمبر ۱۹۵۱ء کو لیبیا کی آزادی کا اعلان ہو گیا۔ اور ۲ جنوری ۱۹۵۲ء سے لیبیا ایک آزاد ملک کہلانے لگا۔ آزادی سے قبل طرابلس اور سائرے نیکا کے علاقوں پر برطانوی اور فیران پر فرانس کی حکومت

تھی۔ لیبیا کو یورپ اور مشرق وسطیٰ اور مشرق سے بعید کے درمیان ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے اس کے ساحلی ٹھکانوں سے بحیرہ روم کی موجوں پر حکومت کرتے، ارد گرد کے علاقوں پر بچھا جانے اور مشرق و مغرب کی درمیانی راہوں کو محفوظ کرتے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس ملک کی یہی جزائیائی اور عسکری اہمیت ہی ماضی میں اسے استعماری طاقتوں کا نشانہ حرس و آذربائی رہی ہے۔ برصغیر لیبیا کو آزادی تملی لیکن یہاں شاہ ادریس سنوسی کے زیر قیادت موروٹی بادشاہت قائم ہو گئی۔

لیبیا کے تیل کے وسیع ذخائر پر شاہ کو تصرف حاصل تھا۔ ان ذخائر کو ترقی دیتے اور ان کی آمدنی کو لیبیا کے عوام یا عربوں کی بہبود پر خرچ کرنے میں وہ ہمیشہ تامل رہے ہیں۔ کرنل قذافی اور ان کے ہم خیال افسروں کے لئے یہ صورت حال بھید تکلیف دہ تھی۔ وہ جانتے تھے کہ لیبیا کو بادشاہت سے نجات دلا کر ہی داخل اور بیرونی انتہا کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے شاہ کا تختہ الٹنے کا منصوبہ بنایا جسے وہ آزاد فوجی افسروں کے گروپ کی مدد سے یکم ستمبر ۶۹ کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو گئے اور منصب صدارت پر فائز ہوئے۔

برسر اقتدار آنے کے فوراً بعد انھوں نے علاج کے لئے دور رس اقدامات شروع کئے انقلاب کے اس منصوبے پر عمل درآمد کا آغاز کرتے وقت اس میں شریک نوجوان افسران کے اس گروہ نے حلف اٹھایا تھا وہ دینی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا رہیں گے۔ باقاعدگی سے نماز ادا کریں گے۔ اور کسی غیر عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔

کرنل قذافی کا مسلح نظریہ ہے کہ لیبیا غیر ملکی اثر سے کالاً آزاد رہے۔ عرب ممالک میں اتحاد و مروت کے رشتے استوار ہوں۔ عرب علاقوں کو اسرائیلی قبضے سے نجات مل جائے۔ اور انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی تعلیمات اور اصولوں کی سختی سے پیروی کی جائے۔ وہ اب تک ان اصولوں پر سختی سے کار بند ہیں۔

لیبیا میں سیاسی انقلاب کے بعد گزشتہ اپریل میں معاشرتی اور ثقافتی انقلاب کا بھی آغاز کیا گیا۔ اسلامی احکام کے منافی تمام قوانین منسوخ کر دیئے گئے اور اسلامی تعلیمات سے روگردانی پر متعدد افراد جیل بھیج دیئے گئے۔ انقلابی نوجوانوں نے قحبہ خانے بند کر دیئے۔ ٹائٹ کلب

ختم کر دیئے، یورپی سمورتوں اور ان تمام غیر ملکی باشندوں کو جو ملک میں بے حیائی پھیلانے کا ذریعہ تھے ملک سے نکال دیا گیا۔ شراب پر پابندی لگ گئی اور مخرب اخلاق لٹریچر کی اشاعت مسدود کر دی گئی۔ لیبیا کئی دوسرے ملکوں میں اسلامی تحریکوں کی مالی مدد بھی کر رہا ہے اور اس نے ۱۹۷۰ء میں جس طرح پاکستان کی مدد کی وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

معاشی مسائل

لیبیا بنیادی طور پر زرعی ملک ہے تاہم ۱۹۵۷ء میں تیل کے وسیع ذخائر کی دریافت کے بعد ملک میں خوش حالی کا نیا دور شروع ہو چکا ہے اور سکولوں، ہسپتالوں اور بجلی گھروں کا جال بچھ چکا ہے ہر شہری کے لئے تعلیم اور طبی امداد مفت ہے۔

دفاع

۱۹۷۰ء میں لیبیا نے فرانس سے جیٹ طیارے خریدے اور روس سے ٹینک اور دوسرے ہتھیار حاصل کئے۔ ۱۹۷۳ء میں مسلح افواج کی تعداد ۲۵ ہزار تھی۔

انقلاب کے بعد لیبیا زرعی میدان میں

لیبیا کا تقریباً ۸۰ فیصد رقبہ زرعی ہے۔ جہاں مختلف قسم کی اجناس خاص طور پر پھل پیا ہوتے ہیں۔ لیبیا کا انگریز انقلاب سے قبل تک پورے یورپ کے لئے شراب کشید کرنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ انقلاب کے بعد تمام معدنی اور زرعی وسائل خود مقامی عوام کے ہاتھ میں آئے تو ان کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ برطانیہ، فرانس اور اٹالین باشندوں کو وہاں سے نکال پھینکا گیا۔ تاکہ مقامی لوگوں کو ان سے پوری طرح استفادہ کرنے کا موقعہ حاصل ہو زرعی ترقی کے لئے انقلابی کونسل نے خاص انتظامات کئے۔ جدید طرز کے زرعی آلات و اوزار درآمد کئے گئے۔ بڑا مسئلہ ان کے استعمال کا تھا۔ لوگوں کو مقامی طور پر اس سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں جگہ جگہ زرعی سکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی گئیں تاکہ آنے

والی نسلیں بہتر طور پر زرعی میدان میں اتر سکیں ملک میں شجر کاری کی ہمت افزائی کی گئی کسارت کو آسان شرائط پر عام قرضے دیئے گئے۔ جدید آلات کے استعمال کے مواقع فراہم کئے گئے اور آب پاشی کے نظام کو بہتر بنایا گیا۔

لیبیا صنعتی میدان میں

انقلاب سے قبل تک ملک میں صرف انہی کارخانوں کارخانوں کا وجود نظر آتا تھا جن سے غیر ملکی نوآباد کار پوری طرح استفادہ کر سکیں۔ مقامی مزدوروں کی حالت بہت خستہ تھی۔ مزدوروں نے اپنے حقوق کے لئے اگرچہ انتھک لڑائی لڑی لیکن وقتاً فوقتاً لیبر قوانین میں تبدیلی کے باوجود مزدوروں کو وہ حیثیت نہ مل سکی تھی۔ جس کے وہ مستحق تھے۔ علاوہ ازیں صنعت بھی چننا قابل ذکر نہ تھی۔

انقلاب سے ملک میں جہاں دیگر شعبوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی تھی۔ وہاں صنعتی میدان میں بھی نمایاں ترقی ہوئی۔ تیل کی صفائی کے لئے آئل ریفائنریاں قائم کی گئیں تاکہ کم قیمت پر خام مال کی فروخت کی بجائے لیبیا کا تیل اپنی پوری قیمت پر فروخت کیا جاسکے ملک میں ٹیکسٹائل طرز اور بے شمار دوسرے صنعتی کارخانے قائم کئے گئے جس سے مقامی آبادی کے لئے روزگار کے وسیع مواقع فراہم ہوئے۔

تیل

لیبیا تیل کی پیداوار میں دوسرا نمبر رکھتا ہے۔ وہ نہ صرف کثرت سے تیل پیدا کرتا ہے بلکہ اس کے تیل کا معیار بھی سب سے زیادہ ہے۔ قرون وسطیٰ سے لیبیا غیر ملکی نوآباد کاروں نے پرانا فائدہ اٹھایا۔ لیکیروں کو لیجئے۔ غیر ملکی یہ دولت لوٹتے رہے۔ مقامی عوام بڑی بے کسی سے تاشہ دیکھتے رہے۔ انقلاب کے فوراً بعد حکومت نے دولت کی طرف ترجیح دی، سب سے پہلا کام جو کیا گیا۔ وہ یہ تھا کہ تمام غیر ملکی تیل کمپنیوں کے اکاؤنٹس صاف کر دیئے گئے اس کے بعد ان کمپنیوں کے مالیاتی امور کی دیکھ بھال بھی ایک قومی

ادارے کے سپرد کر دی گئی ہے۔ جسے نیشنل آئل کارپوریشن کا نام دیا گیا۔ ۸ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو قانون کی رو سے تمام پیداوار کی دولت کا کنٹرول اور منصوبہ بندی اس ادارے کے سپرد کر دیئے گئے اس ادارے کے اہم فرائض یہ ہیں :

- ۱۔ تیل کی پیداوار میں وسعت دینے کے اقدامات کرے گا۔
 - ۲۔ اپنے شہریوں کو تربیت دے کہ کام پر لگائے۔
 - ۳۔ کمپنیوں پر مالیاتی اور ٹیکنیکل کنٹرول قائم کرے۔
 - ۴۔ پٹرولیم کے معاملات پر تحقیق اور مطالعہ کے کام کو آگے بڑھائے۔
- پٹرولیم کی صنعت میں زیادہ سے زیادہ مقامی آبادی کو کھپانے کے لئے نیشنل پٹرولیم انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا۔

لیبیا کی عورت

لیبیا میں عورت کو تقریباً وہی حقوق و آزادیاں حاصل ہیں جو سرور دو عالم کی تعلیمات سے انھیں ملی تھیں اسے تعلیم حاصل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ وہ صنعتی اور زرعی میدان میں حصہ لے سکتی ہیں۔ حکومت نے اسی خواتین کی بہت حوصلہ افزائی کی ہے جو ملکی ترقی میں حصہ لینے کے لئے آگے بڑھیں۔ کیونکہ لیبیا کی سر زمین ناظمہ بنت عبداللہ کی سر زمین ہے پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ لیبیا کی خواتین اپنے ملک کی ترقی میں حصہ نہ لیں۔ وہ اپنی تمام تر استعداد اور صلاحیتیں ملکی وسائل کو ترقی دینے میں صرف کر رہی ہیں۔ البتہ غیر ملکی تسلط کی وجہ سے عورت کی آزادی نے جو بے راہروی کے اثرات مرتب کئے تھے ان کا سدباب کیا گیا ہے انھیں انہی حدود میں رہ کر آزادی سے بہرہ ور کا موقعہ دیا گیا ہے جو اسلام سے وضع کی ہیں۔

لیبیا کی خارجہ پالیسی اور پاکستان

کرنل معمر القذافی کے انقلاب کے بعد لیبیا کی خارجہ پالیسی میں اہم تبدیلیاں آئی ہیں۔ لیبیا نے اسلامی دنیا کے اتحاد کے لئے جو کوششیں کیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں

لیبیا عرب قومیتوں کے نظریے کا حامی ضرور ہے لیکن وہ مقدم حقیقت اسلامی نظریے کو دیتا ہے۔ جب بھی کوئی اسلامی ملک غیر ملکی جارحیت کا نشانہ بنا۔ لیبیا پہلا ملک تھا، جس نے اپنے تمام وسائل اس کے حوالے کر دینے کی پیش کش کی۔ پاکستان جب جارحیت کا شکار ہوا تو لیبیا نے اس کا زبردست اثر لیا۔ کئی معمر القذافی نے بین الاقوامی اعتبار سے جارحیت پر بھرپور وار کئے۔ اور پاکستان کے لئے اپنے پورے وسائل وقف کر دیئے۔ لیبیا کا یہی وہ بے لوث تعاون تھا جس نے اسلامیان پاکستان کے دل مردہ لئے اور لاہور شہر کا مشہور سٹیڈیم قذافی سٹیڈیم کہلانے لگا۔ اس موقع پر پاکستان میں لیبیا کے متعلق جو جذبات دیکھنے میں آئے شاید اس کی مثال ملتی ہو۔ لیبیا کی دوستی کا یہ جذبہ جو صرف اسلامی رشتے کی وجہ سے تھا دیکھنے کے لائق تھا۔

لیبیا بڑی طاقتوں سے دوستی کا خواہش مند ضرور ہے لیکن وہ اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ کوئی خواہ مخواہ کسی کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے اسی لئے لیبیا کی یہ کوشش رہی ہے کہ عرب اتحاد کے ذریعے ان بڑی طاقتوں کو اکھاڑ پھینکا جائے لیبیا ہی وہ ملک ہے جس نے عربوں کو تیل کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی اور اسے ہتھیار بنانے کا مشورہ دیا وہ روس اور امریکہ کی چودھراہٹ کا سخت مخالف ہے۔ لیبیا کے ہی اس مشورے پر عربوں نے اس بے پناہ طاقت کی اہمیت کو تسلیم کر لیا۔ علاوہ ازیں اسلامی ممالک کے اتحاد کے لئے لیبیا کی کوششیں ہر لحاظ سے قابل ذکر ہیں۔

لاہور میں اسلامی کانفرنس کے قیام کو لیبیا نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اسلامی دنیا کے مل میٹھے کا یہ موقع جو انہیں ایک دوسرے کے بہت قریب لائے گا۔ ایک نئے باب کا آغاز ثابت ہو گا جو مسلسل باہمی تعاون میں مدد دے گا۔ لیبیا نے گرجبوشی کے ساتھ اس کانفرنس میں شریک ہونے کا اعلان کیا ہے۔ پاکستان کے عوام لیبیا کی مسلسل اتحاد کی ساری کوششیں کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

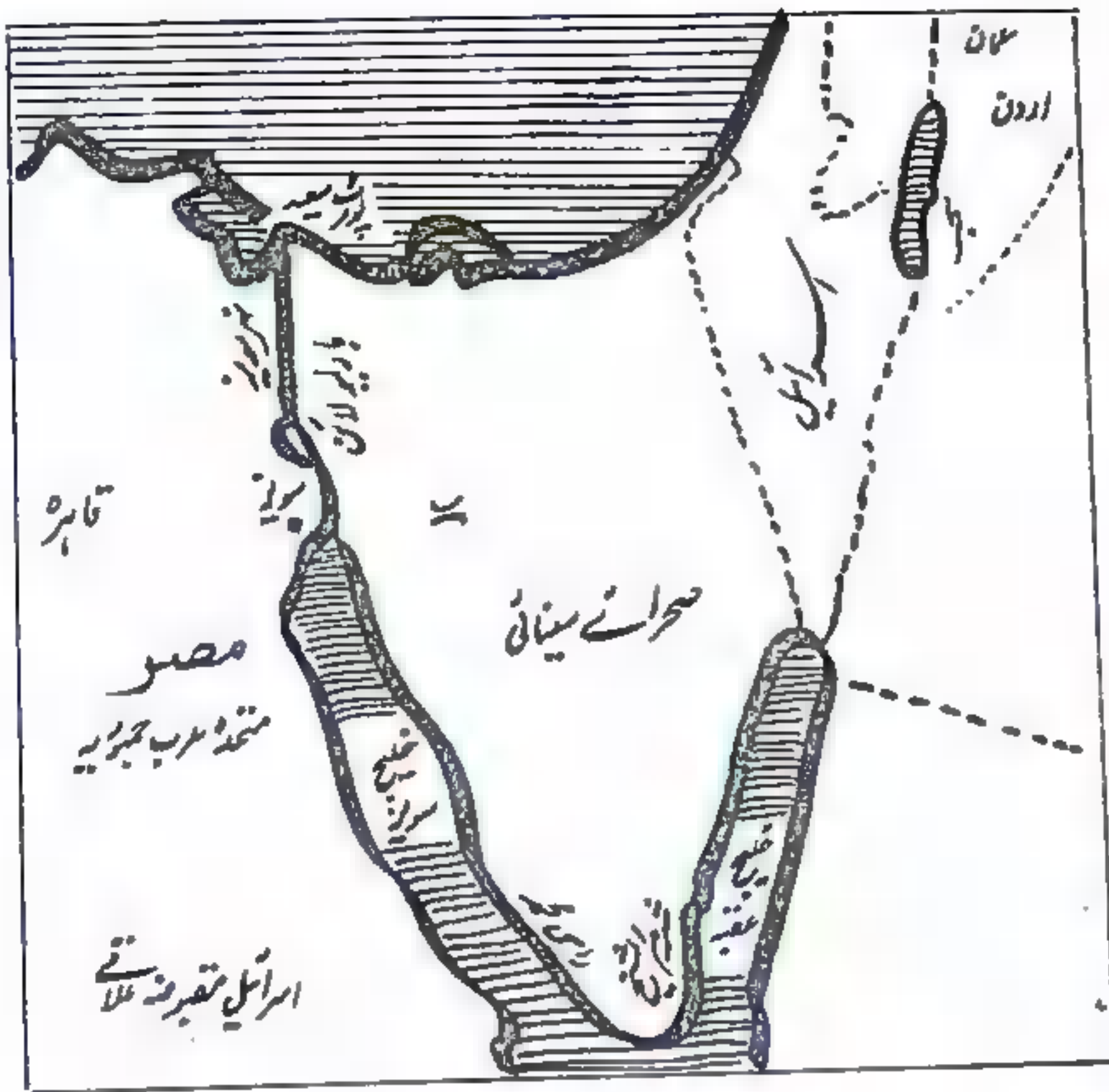
مصر

انسانی تاریخ کی قدیم ترین سیاسی اور حکمران فراغت اپنے زمانے میں بڑے بڑے اہرام تعمیر کر چکے تھے اور عہد عتیق کا مصر دنیا کو آبپاشی اور منظم کاشت کاری کے کئی درس دے چکا تھا۔ بازنطینی دور میں مصر کو حضرت عمر بن العاص نے اسلام کے خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ خلافت میں دنیائے اسلام کا حصہ بنا دیا اور مصر اسلام کے زیر آ کر سرتا سر عربیت اور اسلامیت کے قالب میں ڈھل گیا۔ اس کے بعد اس پر کئی دور گزرے، قاہرہ فاطمی خلافت کا صدر مقام بنا۔ اسی زمانے میں الازہر کی عظیم الشان مسجد کی تعمیر ہوئی۔ بعد ازاں خلیفہ العزیز فاطمی نے اس مسجد کے ساتھ ایک دارالعلوم بنوایا جو اب الازہر لونیورسٹی کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۱۷۱ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے آخری فاطمی خلیفہ کو اقتدار سے ہٹا کر مصر کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور اس طرح مصر پر صلیبی حملہ آوروں کے قبضے کا خطرہ ہمیشہ کے لئے ٹل گیا۔

۱۲۵۰ء میں ایک نیا خاندان مصر پر حکمران ہوا۔ جو تاریخ میں مملوک خاندان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ۱۵۱۷ء میں مصر خلافت اسلامیہ کا ایک صوبہ بن گیا۔ خلافت عثمانیہ کے دور انحطاط میں دارالخلافت کی طرف سے مصر میں متعین ہونے والے گورنر نیم خود مختاری کی طرف بڑھتے رہے۔ اور آخر مصر پر ایک بار پھر مملوک قابض ہو گئے۔ ۱۷۹۸ء میں نپولین نے مصر پر حملہ کیا اور اسے طویل عرصہ کے لئے یہاں جلا وطنی کی سی زندگی گزارنی پڑی۔ اس حملے نے مملوکوں کو کمزور کر دیا اور ۱۸۰۵ء میں البانوی نژاد محمد علی مصر کا عامل مقرر ہوا۔ جس نے بہت جلد مرکز سے کٹ کر اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اسے مصر میں محمد علی البکیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

محمد علی نے اپنے عہد میں کپاس کی پیداوار کو بہت ترقی دی اور مصر کو اقتصادی طور

پر بہتر بنانے کے
 لئے اسے صنعتی
 دور میں داخل کرتے
 کی کوشش کی۔
 جو مغربی ملکوں
 کی سیاست کی وجہ
 سے ناکام ہو گئی
 محمد علی کو وہ دور
 ملا جب مغربی
 اقوام مشرق وسطیٰ



اور برصغیر پر تسلط جانے کی سر توڑ کوششیں کر رہی تھیں۔ انگلستان، فرانس اور زار شاہی روس کے درمیان اقتدار کی جنگ زوروں پر تھی۔ اور یہ علاقہ اس جنگ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ۱۸۶۹ء میں ہنزویہ تیار ہوئی۔ اس نہر نے مصر کو بین الاقوامی تجارت کا ارزاں ترین اور قریب ترین راستہ بنا دیا۔ اور مصر کی یہی حیثیت اس کے لئے لاتعداد خطرات پیدا کرنے کی وجہ بن گئی۔ انگلستان اس وقت کی سب سے بڑی عالمی بحری طاقت کی حیثیت سے ۱۸۸۲ء میں مصر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ قبضہ پہلی جنگ عظیم تک برقرار رہا۔ اس دوران مصر کی وہی حالت رہی جو کسی نوآبادی کی ہو سکتی ہے اس کے رد عمل میں قوم پرستی کا جذبہ پیدا ہوا۔

۱۹۲۲ تک مصر میں آزادی کی تحریک زور پکڑ گئی۔ جس کو ٹالنے کے لئے انگلستان نے مصر کو خود مختاری دی جو برائے نام تھی۔ وفد پارٹی جو اس وقت مصر کی آزادی کی جنگ لڑ رہی تھی۔ پہلے سعد زاعزل اور پھر نجاس پاشا کی قیادت میں کام کرتی رہی۔ فوجی قوم پرست بھی اس جماعت سے وابستہ تھے۔ ان کی جدوجہد کا نتیجہ ۱۹۲۶ میں اینگلو مصری معاہدے میں چند اہم تبدیلیوں کی صورت میں سامنے آیا۔ نئے معاہدے کے تحت برطانیہ صرف چند مخصوص علاقوں میں خاص طور پر نہر سوئز کے علاقے میں اپنی فوج رکھنے کا مجاز قرار پایا۔ اسی سال

فاروق اول تخت نشین ہوا۔ اہ میں حکومت مصر نے ۲۶ مارچ کے معاہدے کو منسوخ کر دیا۔

۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء میں آزاد افسروں کی مجلس کے عنوان سے متحد ہونے والے انقلاب پسند افسروں نے نہایت خاموشی اور کسی خون خرابے کے بغیر شاہ فاروق کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اور ان کے لڑکے کو تخت پر بٹھا دیا۔ جس کی عمر سات ماہ کی تھی۔ شاہ فاروق کو جلا وطن کر دیئے گئے۔

۱۸ جون ۱۹۵۳ء کو جمہوریت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ اور گرپ کے لیڈر جنرل محمد نجیب نے صدارت کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۹۵۳ء میں جنرل نجیب کو اقتدار سے ہٹا دیا گیا اور ان کی جگہ لیفٹننٹ کرنل جمال عبدالناصر منہ صدارت پر متمکن ہوئے۔ صدر ناصر نے آغاز میں امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ ابتدائی معاہدے کئے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ فوجی اور اقتصادی امداد کے لئے روس کے ساتھ بھی گفت و شنید کا آغاز کر دیا۔ صدر ناصر کی خارجہ پالیسی کے اس رخ کو کند کرنے کے لئے امریکہ نے اسوان ڈیم کی تعمیر کے لئے وہ امداد منسوخ کر دی جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔

صدر ناصر نے امریکہ کے اس دباؤ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور مصر کی آزادی اور خود مختاری کی تکمیل کے لئے پہلا قدم اٹھایا۔ یعنی نہرو سوڈہ پر متعین برطانوی فوجوں کو مصر کی سر زمین سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ یہ ۱۹۶۴ء کا واقعہ ہے یہ ان معاہدوں کی تیسخ کا اعلان تھا جو صدر ناصر کے ابتدائی دنوں میں برطانیہ کے ساتھ ہوئے تھے اس کے تھوڑے عرصے بعد یعنی ۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء میں نہرو سوڈہ کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا۔ برطانیہ اور دوسرے یورپی ممالک نے صدر ناصر کے اس اقدام کے جواب میں جو کارروائی کی وہ اسرائیل کے چہرے پر سے نقاب اٹھا دیتی ہے۔ نہرو سوڈہ کو قومی ملکیت میں لینے کے فوراً بعد اسرائیل نے مصری فدائین کے ساتھ پھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دونوں کے درمیان بھڑپیں شروع ہوئیں اور بالآخر ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ کو دوسری عرب اسرائیل جنگ کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل ۱۹۴۸ء میں پہلی عرب اسرائیل جنگ ہوئی تھی۔ دوسری عرب اسرائیل جنگ جو نہرو سوڈہ کے

قومی ملکیت میں آجاتے کے رد عمل کے طور پر عربوں ٹھونس گئی۔ پہلی جنگ سے کہیں وسیع
پیمانے پر شروع ہوئی تھی۔ تقریباً ساڑھے ہزار اسرائیلی فوجی جزیرہ نمائے سینائی میں گھسے
آئے۔ برطانیہ اور فرانس دھرم سوینے کے سابق حصہ داروں نے دونوں کو الٹی میٹم دیا اور
جنگ بند کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ مصر قدرتی طور پر اس مداخلت کو برداشت کرنے پر
تیار نہ تھا۔ صدر ناصر نے اس الٹی میٹم کو مسترد کر دیا اور خدشے کے عین مطابق برطانیہ اور
فرانس نے متحدہ عرب مصر پر حملہ کر دیا لیکن جلد ہی امریکہ اور روس نے اقامت متحدہ کے ذریعہ
مداخلت کی۔ نتیجے میں فرانس، برطانیہ اور اسرائیل کی فوجیں سرحدوں سے پیچھے ہٹ گئیں۔
یکم فروری ۱۹۵۸ کو مصر اور شام نے متحدہ جمہوریہ کے زیر عنوان ادغام کا اعلان کر دیا۔
جون ۱۹۶۷ کے اوائل میں اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا اور دھرم سوینے کے کنارے تک جزیرہ
نمائے سینائی پر قبضہ کر لیا۔ ۸ جون ۱۹۶۷ کو جنگ بند ہوئی۔

سربراہ مملکت کا سوانحی خاکہ

مسٹر انور السادات دسمبر ۱۹۱۸ میں تالا ڈسٹرکٹ کے گاؤں مت ابوالکوم (زیریں مصر)
میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد میڈیکل ٹری سرورسز میں ملازم تھے۔ ۱۹۳۸ میں ٹری اکیڈمی
سے گریجویشن کرنے کے بعد انور سادات کا تقرر گنل کور میں ہوا وہ انقلاب ۵۲ میں کئی خفیہ
سرگرمیوں میں شریک رہے۔ اور کئی بار اپنی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر گرفتار بھی ہوئے، اور
فوج سے بھی معطل کئے گئے۔ بہر حال ۱۹۵۰ میں ایک بار پھر گنل کور میں بحیثیت کیپٹن
واپس آئے۔

یوم انقلاب ۲۲ جولائی ۵۳ء کو انھیں نشریاتی اداروں اور ٹیلی ویژن پر قبضہ کا
حکم ملا۔ انہوں نے عوام کو انقلاب کے بارے میں آگاہ کرنے کے لئے پہلا بیانے نشر کیا۔
ان کو وزیر مملکت اور پھر قومی کانگریس کی کمیٹی کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا۔ ۱۷ اگست
۵۷ء کو قومی پرنسپل کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا۔ انور سادات روزنامہ الجہد کے سربراہ رہے اور
۱۹۵۶ء کے دوران ان کے مقالے پابندی سے شائع ہوتے تھے۔

۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء میں انھیں قومی اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔ انور السادات اس عہدے پر ۶۸ تک کام کرتے رہے۔ ۲۰ فروری ۱۹۶۱ء کو انھیں افروایشن انتظامیہ کے نسل کا چیرمین مقرر کیا گیا اسی سال انہوں نے قومی اسمبلی کے اس وفد کی قیادت کی جو روس کے دورے پر گیا تھا۔ ۶۲ میں انور السادات کو صدارتی کونسل کا رکن منتخب کیا گیا۔ اور ۶۸ میں اعلیٰ انتظامی کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے۔

صدر انور السادات نے بہت سفر کئے اور کئی موقعوں پر بین الاقوامی کونسل میں اپنے ملک کی نمائندگی کی۔ وہ رباط اسلامی کانگریس کے چیرمین تھے۔ انقلاب کے فوراً بعد انھوں نے مینے کے علاوہ عرب اور افریقی ممالک کا دورہ کیا۔ صدر انور السادات نے ۱۹۶۶ء میں امریکا کا دورہ میں روس کا دورہ کیا۔

انقلاب مصر کے موقع پر ایک فوجی ہیڈ کوارٹر میں شاہ فاروق کے وفادار فوجی افسروں اور کابینہ کا اجلاس ہو رہا تھا اس اجلاس میں شریک ہونے والے تمام افراد کو گرفتار کرنے کی ذمہ داری دو مصری انقلابی فوجی افسروں پر ڈالی گئی۔ عبدالحمید عامر اور انور السادات جب یہ دونوں افسر کمرے کے دروازے پر پہنچے تو محافظ نے انھیں روکا۔ عبدالحمید عامر تو ایک خفیہ کوڈسناک اندر چلے گئے لیکن انور السادات کو وہ خفیہ کوڈ یاد نہ رہا اس لئے وہ باہر ہی کھڑے رہے۔ عبدالحمید عامر نے اندر جا کر تمام افسروں کو گرفتار کر لیا۔ ادویوں انقلاب مصر بپا ہو گیا۔ اس واقعہ کا ذکر خود انور السادات نے اپنی کتاب میں کیا ہے جو انھوں نے انقلاب مصر کے بارے میں لکھی ہے۔

انور السادات مرحوم صدر ناصر کے خاص رفقاء میں شمار ہوتے تھے اور ہر مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ کرنل ناصر نے برسر اقتدار آکر انور السادات کو اپنی کابینہ میں شامل کر لیا۔ اور وہ تمام عرصہ کے دوران مصر کی حکومت سے وابستہ رہے۔ جب صدر ناصر انتقال فرما گئے تو انور السادات کو ان کی جگہ مصر کا صدر بنادیا گیا۔ وزیر اعظم علی صابری تھے۔ جو صدر ناصر کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں سے خیال کئے جاتے تھے۔ تمام اختیارات بھی ان ہی کے پاس تھے اور مصر کے اصلی حاکم بھی وہی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ علی صابری نے

اندر اسناد کو مصر کا حصہ اس لئے بنایا کیونکہ ان کے خیال میں انور سادات ایک بے ضرر آدمی تھے جو کسی کے رستے کا روڑہ بننے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ لیکن علی صابری نے انور سادات کا اندازہ غلط لگایا۔ اقتدار حاصل کرنے کے بعد سادات نے علی صابری اور ان کے ساتھیوں کو برطرت کر دیا۔ انھیں عرب سٹریٹس ریمن سے بھی نکال دیا۔ اور جیل میں ڈال دیا۔ مصر کے سیاست میں علی صابری کو روس کا حامی خیال کیا جاتا تھا اس لئے ان کی برطرفی اور گرفتاری کو مصر میں روس کے اثر و نفوذ پر ایک کاری ضرب سمجھا جانے لگا۔

جب صدر انور سادات نے اپنا عہدہ سنبھالا تو مصر انتہائی نامساعد حالات سے دوچار تھا۔ مصر کی وہی حالت تھی جو جنگ میں ایک شکست خوردہ ملک کی ہوتی ہے جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں مصر کو انتہائی تباہ کن شکست ہوئی تھی۔ مصری فوج کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور اس کے جواڑوں اور افسروں کے حوصلے انتہائی پست تھے۔ کروڑوں ڈالر کا اسلحہ جنگ میں ضائع ہو چکا تھا یا دشمن کے ہاتھ لگ چکا تھا۔ عام مبصرین کی بھی یہی رائے تھی کہ مصری فوج کو جنگ ۱۹۶۷ء سے پہلے کی صورت حال پر جانے کے لئے بھی کم از کم پانچ سال درکار تھے۔ پورا صحرائے سینائی، شرم الشیخ اور غزہ جیسے اہم علاقے دشمن کے قبضے میں تھے۔ اور اسرائیلی افواج نہر سینہ کے مشرقی کنارے پر مورچے سنبھالے کھڑی تھیں۔ فوجی محاذ کے علاوہ اقتصادی محاذ پر بھی صورت حال انتہائی خراب تھی۔ نہر سینہ مصر کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ تھی۔ لیکن جنگ کی وجہ سے بند پڑی تھی۔ اور اس کی بندش سے مصر کو ہر سال کروڑوں ڈالر کا نقصان برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے علاوہ جنگ ۶۷ء کے بعد پورے ایک سال تک مصر اور اسرائیل کے درمیان محدود دھیانے پر پھڑپڑوں اور فضائی جنگ کا جو سلسلہ جاری رہا اس سے بھی مصر کی معیشت پر بہت برا اثر پڑ رہا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ملک کو دفاعی لحاظ سے مضبوط کرنے کے لئے اور دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کی خاطر مصر کو اپنی آمدنی کا ایک کثیر حصہ دفاع اور فوجی تیاریوں پر خرچ کرنا پڑ رہا ہے ان حالات میں بیروزگاری، مہنگائی اور افراط زر کے مسائل انتہائی پریشانی کا باعث بن رہے تھے۔

جامع الازہر

جامع الازہر دنیائے اسلام میں ایک عظیم و قدیم ترین اسلامی درس گاہ ہے

۶۲-۱۹۷۱ کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ الازہر یونیورسٹی میں ۲۴۸۲۷ طلباء ہیں جن میں سے ۲۹۶۱ غیر ممالک سے آئے ہوئے ہیں جو تقریباً ۶۵ ملکوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جامعہ الازہر نے ان غیر ممالک سے آئے ہوئے طلباء کے لئے معاشی اور رہائشی سہولتوں کی فراہمی کا انتظام کر دیا۔ پہلے یہ طلباء گیلریوں اور برآمدوں میں رہتے تھے۔ ان کے لئے ایک آبادی تعمیر کی گئی ہے۔ جو محلہ عباسیہ قبیلہ میں واقع ہے اور جامع الازہر کو جانے والی بڑی سڑک پر واقع ہے یہ بستی تقریباً تین فدان قطعہ زمین پر تعمیر کی گئی ہے اور عمارتی رقبہ بیس فدان ہے جبکہ باقی ماندہ دس فدان باغیچوں اور پارکوں اور سڑکوں میں جو ان عمارتوں کے درمیان سے گزرتی ہیں۔ استعمال کیا گیا ہے اس آبادی کا سنگ بنیاد ۱۹۵۴ء میں رکھا گیا۔

الازہر کا قانون یونیورسٹی سطح کی تعلیمات میں انقلابی تبدیلیوں تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ اس میں الازہر کے تعلیمی اداروں کو بھی شامل کیا گیا ہے جو الازہر کے تعلیم کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔ قرآن مجید حفظ کراتے والے مدارس کو ان طلباء کی نسبت سے جو الازہر کے اعدادیہ تعلیمی اداروں میں داخلہ کے لئے آتے ہیں پہلا مرحلہ قرار دیا گیا ہے۔

جہاں تک الازہر کے تعلیمی اداروں میں ابتدائی شعبوں کا تعلق ہے تو وہ اب اعدادی ادارے بن گئے اور ثانوی شعبے الازہر کے ثانوی تعلیمی ادارے، اعدادی اداروں کی تعلیمی مدت تین سال اور ثانوی تعلیمی اداروں کی تعلیمی مدت ۴ سال ہے یہ ادارے وزارت تربیت و تعلیم کے عام نصاب کے ساتھ ساتھ طالب علموں کو اسلامی ثقافت سے بیس کرتے ہیں الازہر کی اعدادی درس گاہ کا طالب علم عام ثانوی مدارس میں داخلہ لے سکتا ہے۔ اس طرح الازہر کی ثانوی درس گاہوں کا طالب علم مصر کی دوسری یونیورسٹیوں میں داخلہ لے سکتا ہے جمہوریہ مصر میں الازہر کی اعدادی درس گاہوں کے طلباء کی تعداد ۱۹۴۸۷ ہے اور طالبات کی تعداد ۹۴۳ ہے

جیکہ ازہر کے ثانوی اداروں کے طلباء کی تعداد ۷۹۷۸ ہے اور طالبات کی تعداد ۱۶۵۰ ہے جس طرح یونیورسٹی میں لڑکیوں کا کالج بنے گیا ہے اسی طرح ان کے لئے اعدادی اور ثانوی درس گاہیں بھی بن گئی ہیں المعاری میں لڑکیوں کی ثانوی درس گاہ میں جو ۱۹۶۲ء میں تعمیر کی گئی تھی تقریباً ایک ہزار طالبات ہیں۔ اور اعدادی درس گاہ میں ۴۷۳ طالبات ہیں۔ طالبات مخصوص لباس پہنتی ہیں جو اسلامی روایات کے مطابق ہے۔ درس گاہ کے شیخ نے بتایا کہ گزشتہ سال ثانوی امتحان میں کامیابی صد فی صد تھی یہ ایسی کامیابی ہے جو عام تعلیم کے کسی ثانوی مدرسہ میں حاصل نہیں ہوتی۔

طالبات کو دینی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آج جمہوریہ مصر میں لڑکیوں کے لئے ازہر کے تین تعلیمی ادارے ہیں۔ پہلا تعلیمی ادارہ المعادی میں دوسرا طنطا اور تیسرا بالائی مصر میں سوہاج میں۔

یہ ہے ازہر یونیورسٹی کا ایک سرسری جائزہ جو ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی ہے جس نے گزشتہ ایک ہزار سال سے علم اور دین اسلام کی نشر و اشاعت کی امانت اٹھا رکھی ہے اور اس امانت کا پورا حق ادا کر رہی ہے :

ملائشیا

تیرہ ریاستوں پر مشتمل ایک وفاق

ملائشیا ایک وفاق ہے جو تیرہ ریاستوں کیداء، جوہر، کیلانٹان، ملاکا، نیگری سمبیلان، پہانگ، پینانگ، پیراک، پریس، سیلانگور اور سنگالو (مغربی ملائشیا) اور صباح اور ساراواک (مشرقی ملائشیا) پر مشتمل ہے۔ وفاق کا قیام ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء کو عمل میں آیا تھا اور اس میں ملایا، سنگاپور، برطانوی شمالی بورنیو جس کا نیا نام صباح رکھا گیا، اور ساراواک شامل ہوئے تھے۔ برطانیہ ۱۹۵۷ء میں ملایا پر اپنے قبضے سے دست بردار ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے شمالی بورنیو، ساراواک اور سنگاپور پر بھی اپنا قبضہ ختم کر دیا۔

نیا وفاق برطانوی دولت مشترکہ کا رکن ہے۔ ۹ اگست ۱۹۶۵ء کو سنگاپور وفاق سے الگ ہو کر آزاد مملکت بن گیا۔ لیکن اس نے ملائشیا سے اپنے فوجی روابط برقرار رکھے وفاق سے سنگاپور کی علیحدگی ملائشیا اور سنگاپور کے حکام کے درمیان ایک سمجھوتہ کے تحت اس خیال سے ہوئی کہ اس طرح سنگاپور کی غالب قدیم چینی آبادی اور وفاق کی ملائی آبادی کے درمیان جس کے ہاتھوں میں وفاق حکومت کا کنٹرول تھا۔ کشیدگی کی فضا ختم ہو سکے گی۔ سنگاپور کی علیحدگی کے بعد ملائشیا میں ملائی آبادی کا تناسب ۴۴ فیصد اور قدیم چینی آبادی کا تناسب ۳۴ فیصد ہو گیا۔ باقی آبادی بھارتیہ، پاکستانیوں اور انڈونیشیوں اور دوسرے لوگوں پر مشتمل ہے اسی فیصد سے زائد آبادی ملایا میں رہتی ہے۔ وفاق دارالحکومت کوالامپور اور سرکار کے زبان ملائی ہے۔

ملايا کے پرانے وفاق میں ۱۱ ریاستیں تھیں جہاں آزادی کے بعد آئینی بادشاہت قائم تھی۔ ساراواک شمالی مغربی بورنیو میں سابق برطانوی نوآبادی تھی جس نے وفاق کو انڈونیشیا سے تسلیم نہیں کیا تھا۔ فلپائن بھی وفاق کے مخالفوں میں تھا لیکن ۱۱ اگست ۱۹۶۶ء کے

ایک معاہدہ کے تحت لائشیا اور انڈونیشیا کے تعلقات بحال ہو گئے تعلقات کی کامل بحالی ۲۱ اگست ۶۷ء کو ہوئی۔ مشرقی لائشیا جو صباح (دارالحکومت کوماکینا بالو) اور ساراواک (دارالحکومت کوجنگ) پر مشتمل ہے۔ جزیرہ بورنیو کے شمال ساحل پر واقع ہے۔ اور اس کی آبادی ۱۷ لاکھ ۲۰ ہزار (۷۲) اور رقبہ ۶۳۸ ۷۷ مربع میل ہے۔

مغربی لائشیا کا رقبہ تقریباً ۵۲ ہزار مربع میل ہے۔ وفاق لائشیا کا مجموعی رقبہ ایک لاکھ ۲۰ ہزار مربع میل ہے۔ لائشیا جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے ہندوستان اور چین کے درمیان مختصر ترین بحری راستے کے قریب واقع ہے اس کے دو منطقوں (مشرقی اور مغربی) کو بحر جنوبی چین ۴۰۰ میل تک ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ شمال میں تھائی لینڈ کے ساتھ مغربی لائشیا کی زمینی سرحد ملتی ہے۔ جنوب میں ایک مختصر بحری راستے کے ذریعہ اس کا جمہوریہ سنگاپور کے ساتھ رابطہ ہے۔ مغرب میں ملاکا کی کھاڑی کے پار انڈونیشی جزیرہ ساراواک واقع ہے مشرقی لائشیا کے شمال مشرق کی جانب فلپائن ہے۔ وفاق دارالحکومت کوالامپور کا رقبہ ۳۶ مربع میل ہے پچھلی ایک صدی کے اندر یہ لائشیا کا سب سے بڑا اور گنجان آبادی والا شہر بن چکا ہے۔ آبادی اس وقت تقریباً ۵ لاکھ ہے۔



تاریخی پس منظر

آثار قدیمہ کی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ سارا داک کے غاروں میں انسان کی بدو و بکشی پچاس ہزار قبل مسیح بھی تھی۔ عیسوی کیلنڈر کے آغاز کے ساتھ ہی یہاں لڑے کے زمانہ کے بستیوں قائم ہو گئیں اور جنوبی چین اور ہندوستان سے آنے والے مسافروں کے کیدارہ جنوبی جوہو اور مغربی بورنیو میں سانتر بونگ کی بستیوں کے ساتھ تجارتی روابط قائم ہو گئے تھے۔

اسلامی اثر

اس کے بعد ملائیشیا کی تاریخ مختلف بدوہ اور ہندو سلطنتوں کی تاریخ سے مربوط ہے جو اس منطقے کے مختلف حصوں میں مختلف ادوار میں قائم رہیں۔ اسلام کے اثرات یہاں ۸۷۸ء میں پہنچے۔ بعض مورخین کی رائے میں آبادی کے بڑے حصے نے ۱۲۰۴ء یا اس کے قریبی دور میں اسلام قبول کیا اس طرح اسلام یہاں کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی ایک نئی طاقت بن گیا۔ اس صدی کے آغاز میں ریاست ترنگانہ میں پتھر کی ایک تختی ملی تھی جس پر ایک لائی عبارت عربی رسم الخط میں لکھی ہوئی پائی گئی۔

۷۰۲ھ (۱۲۰۲ء) درج ہے اس طرح یہ باور کرنے کی وجوہ موجود ہیں کہ اسلام ملائیشیا میں چاروں جانب سے پہنچا۔ تاہم تاریخی ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام یہاں عرب اور ہندوستانی مسلمان تاجروں کے ذریعے پھیلا۔ پندرھویں صدی کے آغاز میں سماٹرا کے ایک شہزادہ پریشور نے ملاکا کی سلطنت قائم کی۔ ۱۴۱۴ء میں اس نے اسلام قبول کر کے اپنا نام محمد سکندر شاہ رکھ لیا۔ اس طرح ملاکا اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا اہم مرکز بن گیا اور اس کے ذریعے جنوب مشرقی ایشیا کے دوسرے حصوں میں بھی اسلام کی روشنی پھیلی۔

اسلام کے پرچم تلے ملاکا کے چین، ہندوستان اور اسلامی دنیا سے تجارتی تعلقات تھے اور یہاں خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ۱۵۱۱ء میں پرتگالیوں نے ملاکا پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ملائیشیا میں یورپی اثر و اقتدار کے نفوذ کا نقطہ آغاز بن گیا۔

۱۶۴۱ میں چھ ماہ کے محاصرے کے بعد ملاکا ولندیزیوں کی بھولی میں چلا گیا۔ بالآخر ۱۸۲۴ میں ولندیزیوں نے ایک اور برطانوی مقبوضہ علاقہ کے عوض اس کا قبضہ انگریزوں کو دے دیا۔ جزیرہ ملایا میں برطانیہ کا مفاد ابتداً تجارتی نوعیت کا تھا۔ ۱۷۸۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے سلطان کیداہ سے جزیرہ پینانگ کا قبضہ حاصل کر لیا۔ بعد ازاں ۱۸۱۹ء میں سنگاپور میں ایک فیکٹری کا قیام عمل میں آیا اس طرح ۱۸۲۴ء تک ایسٹ انڈیا کمپنی پینانگ، ملاکا اور سنگاپور پر قابض ہو چکی تھی۔

۱۷۹۷ء میں ان جزائر کا نظم و نسق انڈیا آفس سے دفتر آبادیات کو منتقل کر دیا گیا ۱۷۹۳ء میں ملایا کی ریاستوں کے بارے میں برطانوی حکومت کی پالیسی میں تبدیلی عمل میں آئی کیونکہ اس کے تجارتی مفادات کو مسلسل خانہ جنگی اور بحری قزاقوں کے ہاتھوں سخت خطرہ لاحق تھے۔ چنانچہ برطانوی رینڈیڈنٹ مقرر کئے گئے جو سلطانوں کو مذہب اور مقامی رسم و رواج سے متعلق مسائل کے سوا باقی تمام امور پر مشورہ دیتے تھے۔

۱۸۹۵ء میں پیراک، سیلانگوٹریگرمی سمیلانے اور پینانگ کی ریاستوں نے ایک اتفاق قائم کر لیا۔ ۱۹۰۹ء میں سیام نے ایک معاہدہ کے ذریعے کیداہ، پیرس، کیلانٹاں اور ٹرننگانو کے حقوق انگریزوں کو منتقل کر دیے۔ ۱۹۱۴ء میں جوہور بھی اس گروپ میں شامل ہو گیا یہ پانچویں ریاستیں اتفاق ملایا میں شامل تھیں تاہم مشترکہ گورنر جنرل اور برطانوی حکام کے آزادانہ تبادلہ کے ذریعے ان ریاستوں اور اتفاق کے درمیان رابطہ قائم رہا۔ ۱۸۴۱ء میں ایک برطانوی سیاح کو ساراواک کا دائرے بنا دیا گیا۔ ۱۸۸۸ء میں ساراواک برونی اور شمالی بورنیو (صباح) زیر حفاظت علاقے قرار دیئے گئے۔ دوسری عالمگیر جنگ میں ملایا اور بورنیو پر جاپانیوں کا قبضہ ہو گیا جو ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء کو ختم ہوا اور ۱۹۴۶ء میں ملایا کی لینن قائم ہوئی اور ملاکا اور پینانگ بھی ۹ مئی ۱۹۴۸ء سے آئے۔ ۱۹۴۸ء میں یہاں ایک نئے اتفاق کا قیام عمل میں آیا۔ جنگ کے بعد ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک ملایا میں ہنگامی حالت نافذ رہی۔ ۱۹۶۰ء میں جب سرکار نے فوج کی اسٹیشنوں کا مکمل قلع قمع کرتے ہیں کامیاب ہو گئی تو ہنگامی حالت ختم کر دی گئی۔ ہنگامی حالت کے دوران ہی ۱۹۵۵ء میں نیا آئین نافذ کیا گیا جس کی رو سے حکومت کا

انتخابی نظام کے منتخب نمائندوں کو مل گیا۔ وفاق کے پہلے عام انتخابات جو ۱۹۵۵ء میں ہوئے تھے۔ الائنس پارٹی (متحدہ جماعت) کو جس میں تین جماعتیں شامل ہیں ۵۲ منتخب نشستوں میں سے ۱۵ نشستیں حاصل ہوئیں تنکو عبدالرحمن نے جو متحدہ جماعت کے قائد تھے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ کی حیثیت سے فرائض سنبھالے۔ آپ ملایا کے لئے سیف گورنمنٹ اور آزادی حاصل کرنے کی نعرہ سے ایک وفد لیکر لندن گئے۔ ان کا یہ مشن کامیاب رہا اور ۳۱ اگست ۱۹۵۷ء کو ملایا آزاد ہوا۔ ادھر ستمبر ۱۹۶۲ء تک شمالی بورنیو اور ساراواک کی اسمبلیوں نے نئے وفاق میں شمولیت کی منظوری دیدی۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء کو وفاق ملائیشیا قائم ہونے پر تنکو عبدالرحمن اس کے بھی وزیر اعظم اور وزیر خارجہ رہے

صنعتیں

ربر، ٹین، عمارتی لکڑی، خام لہڑ اور ناریل اہم پیداوار ہیں کل برآمدات میں ربر کا حصہ ۴۱ فیصد اور ٹین کا ۱۳ فیصد ہے۔ ٹین کی کل عالمی پیداوار کا ۳۳ فیصد ملائیشیا میں پیدا ہوتا ہے دیگر زرعی پیداوار چاول، چینی، کالی مرچ اور کافور پر مشتمل ہے۔ چھوٹی صنعتوں میں ربر کی اشیا، برتن، سیمٹ، فرنیچر، اینٹیں، ٹائلیں، صابن کھاد شامل ہیں۔

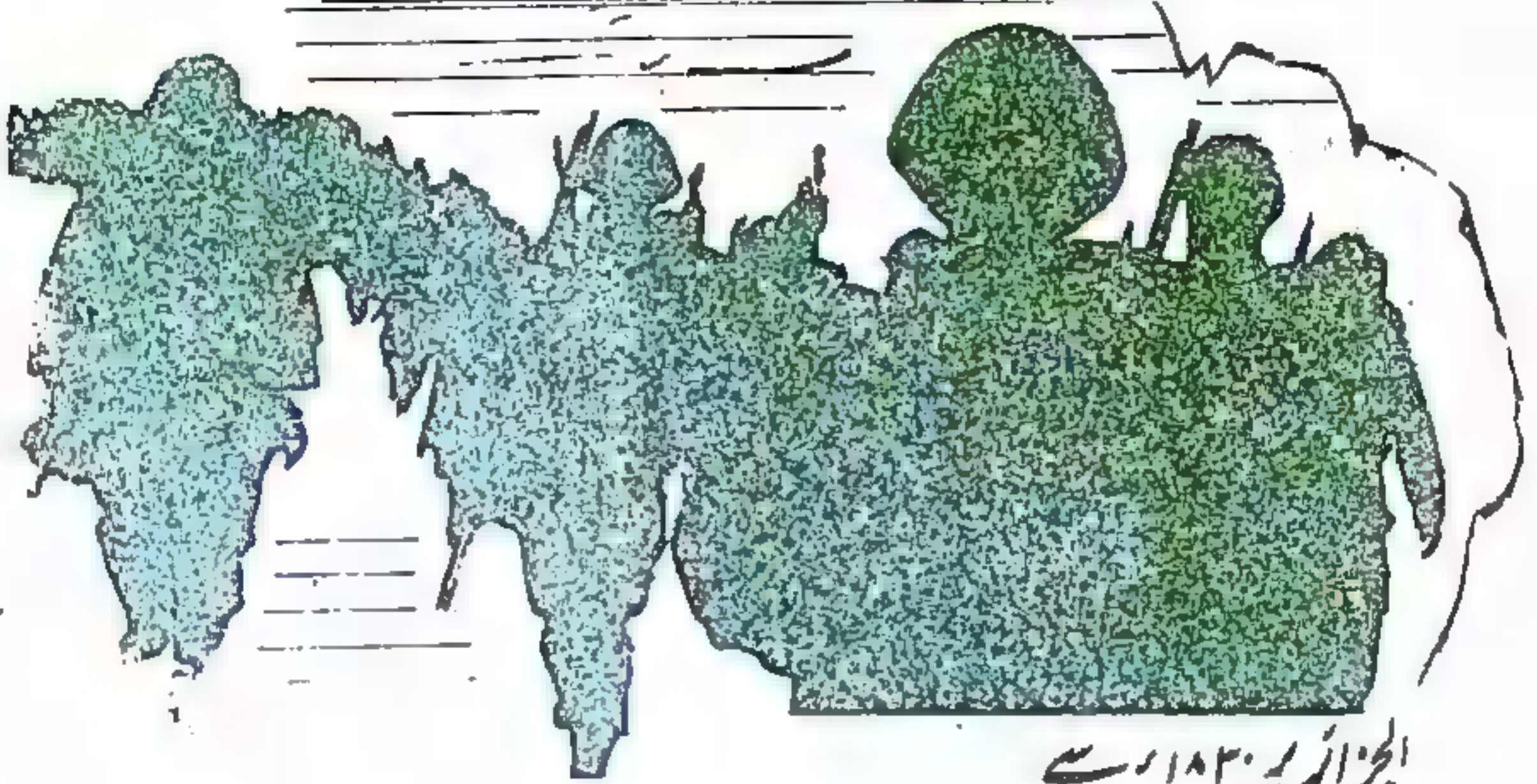
مذہب اور زبان

ملائی اور بعض دوسرے مسلم ہیں دوسرے لوگ بودھ عیسائی اور ہندو ہیں ملائی قومی زبان ہے اور مغربی ملائیشیا کی سرکاری زبان بھی مشرقی ملائیشیا میں ملائی اور انگریزی سرکاری زبانیں ہیں۔

دفاع

۱۹۷۱ء میں ملائیشیا کی مسلح افواج کی تعداد ۵۰ ہزار تھی۔ برطانیہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی کچھ افواج بھی ملائیشیا کی دفاعی ضروریات پوری کرتی ہیں۔

الجزائر کی آزادی کی خونچکان داستان



الجزائر پر ۱۸۳۰ء سے

فرانسیسی سامراج کی حکومت تھی۔
دوسری عالمی جنگ سے پہلے
یہاں کی پس ماندہ اور غیر منظم
آبادی نے کئی بار قومی آزادی
کے لئے جنگیں لڑیں۔ لیکن چونکہ
اس کے پاس تنظیم و تحریک کا
کوئی خاص سامان نہ تھا اس لئے
سامراج ہر بار اسے تشدد سے
دبا دیتا تھا۔



دوسری عالمی جنگ کے بعد شمالی افریقہ میں فرانس کی پوزیشن بہت کمزور ہو گئی۔
جس کی وجہ سے الجزائر میں تحریک آزادی کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ فروری ۱۹۴۳ء میں الجزائر
کی لبرل بورژوائی نے ایک مینی فیسٹو تیار کیا۔ جس میں الجزائر کی داخلی خود مختاری کا مطالبہ
کیا گیا تھا اور ملک کو آزاد مسلم ریاست قرار دینے کی تجویز پیش کی گئی تھی مارچ ۱۹۴۳ء میں
اس مینی فیسٹو کے حمایتیوں نے منظم طور پر جدوجہد آزادی کا آغاز کر دیا۔

مئی ۱۹۴۵ء کو جب ساری دنیا کے اتحادی ممالک وکٹری ڈے منا رہے تھے۔ الجزائر میں اچانک ہمہ گیر بغاوت پھوٹ پڑی۔ فرانسیسیوں نے اس بغاوت کو دبانے کے لئے زبردست تشدد کیا۔ جس کے نتیجے میں کم و بیش ۴۰۰۰۰ افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

نومبر ۱۹۵۴ء سے لے کر مارچ ۱۹۶۲ء تک یعنی پورے ۸ سال تک الجزائر اڑی قوم پرستوں اور فرانسیسی مراجیہوں میں زبردست خونی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ جس میں ہزار ہا محب وطن شہید ہوئے۔ فرانس اپنے مخصوص اقتصادی، سیاسی اور عسکری مفادات کی خاطر الجزائر سے کسی قیمت پر دستکش نہ ہونا چاہتا تھا۔ الجزائر کے صحرائیں فرانسیسیوں نے تیل کے عظیم ذخیرے دریافت کر لئے تھے۔ وہ ان پر اپنی اجارہ داری قائم رکھ کر سرمایہ دار دنیا میں اپنی پوزیشن مضبوط بنانا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ الجزائر کے فرانسیسی آباد کار جو ملک کے تمام اقتصادی اداروں پر قبضہ کئے ہوئے تھے اپنے مفادات کو کسی قیمت پر چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔ فرانسیسی حکومت کی پالیسی پر ان کا بڑا اثر تھا اور وہ الجزائر کو ہمیشہ غلام رکھنے کے لئے حکومت پر زور دیتے رہتے تھے۔

الجزائر کی قومی آزادی کی تحریکوں میں قومی سرمایہ داروں نے رہبرانہ کردار ادا کیا ۱۹۶۲ء میں جب فرانس کی آئین ساز اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو الجزائر کی ڈیموکریٹک ریمن نے ۱۳ نشستوں میں سے ۱۱ نشستیں جیت لیں۔ اسی سال چھوٹے تاجروں، دست کاروں، دانشوروں اور الجزائر کی کمیونسٹ پارٹی ۱۹۶۰ء میں بنی تھی۔ شروع شروع میں یہ پارٹی فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی سے علیحدہ ہو کر خود مختار ہو گئی۔ ۱۹۶۶ء میں اس نے ایک منشور کے ذریعے الجزائر کو جمہوری خود مختار ریاست بنانے کا مطالبہ کر دیا۔ اس نے آزادی الجزائر کے لئے تمام قومی جماعتوں کو متحد کرنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۵۱ء میں سیاسی آزادی کی حفاظت کا محاذ قائم ہو گیا۔ ۱۹۵۰ء کے میونسپل انتخابات اور ۱۹۵۱ء کے پارلیمانی انتخابات میں کمیونسٹ پارٹی نے بہت سی نشستوں پر قبضہ کر لیا۔

جولائی ۱۹۵۴ء میں جمہوری آزادی کی فتح کا محاذ ٹوٹ گیا۔ اور اس کے بعض رہنماؤں نے مل کر اتحاد و عمل کی انقلابی کمیٹی کی بنیاد رکھ دی۔ اس کمیٹی نے یکم نومبر ۱۹۵۴ء کو

فرانسیسیوں کے خلاف عام بغاوت کروادی۔

اس بغاوت کے فوراً بعد نیشنل لبریشن فرنٹ قائم ہو گیا۔ جس نے مختلف گوریلا دستوں کو نیشنل لبریشن آرمی کی شکل میں منظم کر دیا۔ کمیونسٹ پارٹی کے حریت پسند جو فرانسیسی سامراجیہ کے خلاف علیحدہ جنگ جاری رکھے ہوتے تھے۔ جولائی ۱۹۵۶ کو نیشنل لبریشن آرمی میں مدغم ہو گئے۔

قبیلہ کا علاقہ جس میں الجزائر کے ایک تہائی باشندے آباد ہیں بہت جلد نیشنل لبریشن آرمی کے قبضے میں آ گیا۔ فرانسیسی سامراج نے قوم پرستوں کی کامیابیوں کے پیش نظر الجزائر فوج کی تعداد کو بڑھانا شروع کر دیا۔ ۱۹۵۷ء میں الجزائر میں ۲۵۰۰۰ فرانسیسی فوج تھی۔ ۵۹ء کے آخر تک اس کی تعداد ۷۰۰۰۰ تک بڑھا دی گئی۔ فرانسیسی فوج کے مظالم سے دنیا بھر میں تہلکہ مچ گیا۔ الجزائر کا مسئلہ کئی بار یو اینے او میں پیش ہوا۔ لیکن فرانسیسیوں نے یو اینے او کے فیصلوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے الجزائر پر تسلط جاری رکھا۔

یکم جولائی ۱۹۵۸ء کو چارلس ڈیگالے فرانس میں برسرِ اقتدار آ گیا اس نے ۱۶ ستمبر ۱۹۵۹ء کو اعلان کیا کہ ریفرنڈم کے ذریعے الجزائر آزادی کے رائے معلوم کی جائے گی کہ آیا وہ فرانس کا حصہ بنکر رہنا چاہتے ہیں یا اس سے بالکل علیحدگی چاہتے ہیں۔

چارلس ڈیگال کا ریفرنڈم کا اعلان دراصل سیاسی چال تھی ورنہ حکومت فرانس کا اصل مقصد یہ تھا کہ الجزائر آزادی رہناؤں سے سیاسی مصالحت کے ذریعے جنگ بند کرائی جائے۔

الجزائر کی عارضی حکومت نے اپنا ایک وفد مصالحت کی بات چیت کے لئے فرانس بھیجا۔ وہاں جا کر وفد کو معلوم ہوا کہ حکومت فرانس الجزائر کا حق خود ارادیت قریباً تسلیم ہی نہیں کرتی اور اپنی ایک طرفہ شرطیں منوانا چاہتی ہے۔ چنانچہ یہ مصالحت کا نفرین کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو گئی۔

الجزائریوں کی عہد و جہد آزادی جوں جوں طول پڑتی جا رہی تھی دنیا کی رائے عامہ الجزائر کے حق میں ہوتی جا رہی تھی۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو یو اینے او کی سیاسی کمیٹی نے واضح اکثریت سے ایک قرارداد منظور کی جس میں الجزائر کے حق خود ارادیت کو تسلیم کیا گیا تھا۔

۱۹۶۱ء میں حکومت فرانس نے ایک بار پھر الجزائر کی عارضی حکومت سے مصالحتانہ گفت و شنید کرنے کا اعلان کیا۔ اب اس بار الجزائر کیوں کے سامنے دوسری پیش کی گئی۔ پہلی صورت یہ تھی کہ الجزائر فرانس کے ساتھ بدستور ملحق رہے اور دوسری صورت یہ تھی کہ اگر وہ فرانس سے الگ ہو جائے تو الجزائر کا صحرائی علاقہ جو پورے ملک کا ۱/۳ حصہ ہے اور جو تیل کے ذخیروں اور معدنیات سے مالا مال ہے فرانس کے قبضے میں ہے چونکہ یہ دونوں صورتیں حریت پسندوں کو قبول نہ تھیں اس لئے مصالحت کی کانفرنس ناکام ہو گئی۔

۱۹۶۱ء کے موسم گرما میں الجزائر کی نئی عارضی حکومت بنی۔ جس کا سربراہ یوسف بن خذہ تھا اس حکومت نے اپنے بیان میں کہا :

”ہم اس لئے جنگ نہیں لڑتے کہ ہم جنگ پسند ہیں بلکہ جنگ ہم پر ٹھونس دی گئی۔ ہم اگرچہ جدوجہد کے ذریعے اپنی منزل حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے باوجود ہم اس کی بات حیت کے لئے بھی تیار ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ حکومت فرانس سے الجزائر کے بارے میں اپنا منفی رویہ ترک کر دے۔“

نئی عارضی حکومت اور حکومت فرانس کے درمیان مصالحت کی بات حیت ”معاہدہ الیپان“ پر منتج ہوئی یہ معاہدہ الجزائر کی عظیم فتح تھی۔ معاہدہ الیپان کی رو سے طے پایا کہ الجزائر رہنما اور فرانسیسیوں پر مشتمل ایک عارضی انتظامیہ کمیٹی ترتیب دی جائے۔ جو جنگ بندی کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر آزادی الجزائر کے مسئلے پر ملک میں ریفرنڈم کرانے۔

اس معاہدے کی رو سے یہ بھی قرار پایا کہ الجزائر فرانک کرنسی کے زون میں رہے اس کے ذریعے فرانک زون میں تقسیم کیا جائے اور ۳ سال کے اندر فرانسیسی فوج الجزائر سے نکل جائے۔

معاہدہ الیپان کے مطابق ۱۹ مارچ ۶۲ء کو الجزائر میں ریفرنڈم کرایا گیا عوام نے ۹۹.۶ فیصد وو آزادی الجزائر کے حق میں ڈالے۔ ۲۰ ستمبر ۶۲ء کو الجزائر میں آئین ساز اسمبلی کے انتخابات ہوئے جس میں نیشنل لبریشن نے زبردست اکثریت حاصل کی۔ ۲۵ ستمبر ۶۲ء میں نیشنل اسمبلی نے باقاعدہ طور پر آزادی الجزائر کا اعلان کیا اور دنیا کے نقشے پر حکومت الجزائر وجود میں آگئی۔

الجزائر شمالی افریقہ کی سوشلسٹ جمہوریہ اور اس وسیع و عریض خطے کا جزو ہے جسے تاریخ میں مغرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جو لیبیا سے لے کر مراکش تک پھیلا ہوا ہے۔ بحیرہ روم کے جنوب میں شمالی افریقہ میں جو ملک واقع ہیں۔ ان میں الجزائر کو مرکز حیثیت ہے۔ اس کے مشرق میں لیبیا اور تیونس اور مغرب میں مراکش واقع ہیں۔ اور شمال میں بحیرہ روم ہے۔ جنوب میں اس کی حدیں مالی اور نائیجر سے ملتی ہیں۔ اس کا رقبہ ۱۱۳۸۸۲ مربع میل اور آبادی ایک کروڑ باون لاکھ ستر ہزار ہے۔



الجزائر کے قدیم باشندے بربر قوم سے تعلق رکھتے تھے آج بھی یہاں کے آداب و رسوم اور لوگ گیتوں میں بربر تمدن کی بھلک نظر آتی ہے۔

الجزائر کی فوج کی تنظیم میں جتنا حصہ بودین کا ہے کوئی دوسرا نہ اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بودین ہی نے ۱۹۶۲ء کے موسم گرما میں الجزائر کے اس وقت کے وزیر اعظم یوسف بن خذہ کا تختہ الٹا تھا اور پھر ستمبر ۱۹۶۲ء میں جب باغی فوجوں نے الجزائر پر قبضہ کر لیا۔ تو یہ بودین ہی تھے جنہوں نے صد بن بیلہ کے اقتدار کی حفاظت کی۔ اور باغی عناصر کو ختم کر دیا تھا۔ صد بودین نے ستمبر ۱۹۶۳ء میں الجزائر میں غیر جانبدار ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس کی صدارت کی تھی۔ غیر جانبدار ممالک کے ترجمان اور غیر جانبدار ملکوں کے سربراہوں کی چوتھی کانفرنس کے صد کی حیثیت سے انہوں نے مشرق وسطیٰ کے مسئلے پر

تیسری دنیا اور افریقی رائے عامہ کی تنظیم میں بڑا اہم کردار انجام دیا۔ آپ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں عرب سربراہوں کی چھٹی کانفرنس کے صدر بھی منتخب ہوئے تھے یہ کانفرنس بھی الجزائر میں ہوئی تھی۔

اہم شخصیات

تحریک آزادی کے جدید دور کی شخصیات میں صدر بومدین کے علاوہ احمد بن بیلہ، یوسف بن خذہ، کریم بالقاسم، فرحت عباس اور حریت پسند خاتون جمیلہ کی شخصیات خاصی نمایاں ہیں۔ تحریک آزادی کے قدیم دور کے رہنماؤں میں امیر عبدالقادر، مکرانی، بوعمامہ اور ایک مجاہدہ فاطمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

دارالحکومت الجزائر یہ سب سے بڑا شہر ہے دوسرا بڑا شہر اورانہ ہے۔

الجزائر معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے جن میں قدرتی گیس اور تیل سب سے اہم ہیں دنیا بھر کے گیس کے ذخائر کا دس فیصد حصہ الجزائر میں ہے۔ ان ذخائر سے صنعتی ترقی میں بڑی مدد مل رہی ہے اور معدنیات لوہا، ٹاسیفیس، جسٹ، سیسہ پارہ، تانبا، سرمہ ہیں۔ ۶۹ میں تیل کی پیداوار پریم کرڈرٹن تھی۔ تیل کی پیداوار میں الجزائر دنیا کا دسواں بڑا ملک ہے۔ زرعی پیداوار میں گندم، جو، مکئی، آلو، تمباکو، کھجور، انار اور انجیر شامل ہیں تجارت زیادہ تر فرانس کے ساتھ ہے۔

آزادی سے قبل قریباً ۱۰ لاکھ یورپی باشندے تھے جو زیادہ تر الجزائر میں پیدا ہوئے تھے۔ آزادی کے بعد ان کی تعداد گھٹ کر ۸۰ ہزار رہ گئی ہے۔ اس وقت عرب اور یہودی آبادی کی اکثریت ہے اور یہ سب مسلمان ہیں۔

دفاع

۱۹۴۲-۴۳ء میں بری فوج کی تعداد ۵۳ ہزار تھی ہوائی فوج کی تعداد ۴ ہزار اور بحری فوج کی ۳۲۰۰۔ روس کی امداد سے مسلح افواج کی تربیت اور جدید خطرہ پر ان کی تنظیم کا

ایران

ایران کی موجودہ سلطنت کی بنیاد شہنشاہ ایران کے والد بزرگوار رضا شاہ پہلوی نے رکھی۔ ایران ۱۶ لاکھ ۶۲ ہزار ۸ سو ۶۰ مربع میل رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ ۱۹۶۶ کی مردم شماری کے مطابق اس ملک کی کل آبادی ۲ کروڑ ۵۷ لاکھ ۸۱ ہزار اور نوے باشندوں پر مشتمل ہے۔ ایران تیل کی پیداوار اور دوسرے میدانوں میں ترقی کی بدولت دنیا کے اسلام کے درمیان ایک بڑی معاشی طاقت کی حیثیت سے ابھر رہا ہے سال ۱۹۷۰ء میں ایران نے اپنی قومی پیداوار میں ترکی کے بعد دوسرے درجے پر رہا۔

ایران کی خام تیل اور پٹرول کی پیداوار میں ۱۹ فیصد اضافہ ہو چکا ہے اور اب وہ ۱۹۷۱ء سے ایک ارب ۶۶ کروڑ ۷۰ لاکھ بیرل تیل سالانہ پیدا کر رہا ہے جو دنیا کے تیل کی مجموعی پیداوار کا ۹ فیصد اور مشرق وسطیٰ میں تیل کی کل پیداوار کا ۲۸ فیصد ہے اس تیل کی ۸ فیصد مقدار کو ملکی کارخانوں میں صاف کیا جاتا ہے۔ اور بقیہ تیل برآمد کیا جاتا ہے ۱۹۷۰ء کے آخر تک گزشتہ نو سالوں میں تیل کی برآمد میں بہت اضافہ ہوا ہے اور ۱۹۷۰ء میں ایران نے غیر ملک کو ایک ارب ۶۶ کروڑ ۷۰ لاکھ بیرل تیل برآمد کیا ہے۔ اس وقت ایران کی نیشنل آئل کمپنی قدرتی گیس کے وسائل اور پٹرول، کیمیکل صنعتوں کو ترقی دینے میں مصروف ہے۔

نیشنل آئل کمپنی نے نیشنل پٹرول کیمیکل کمپنی اور نیشنل گیس کمپنی کے نام سے دو اور ذیلی کمپنیاں قائم کی ہیں۔ نیشنل آئل کمپنی تیل کے صادرات ملک میں تیل صاف کرنے کے کارخانے قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ تیل صاف کرنے کے دو کارخانے پہلے ہی بھارت اور جنوبی افریقہ میں قائم کر دیئے گئے ہیں اور یورپ میں بھی اس قسم کے کارخانے قائم

کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ایران میں محفوظ گیس کے ذخائر بھی موجود ہیں جن کی مقدار دنیا کی گیس کا دس فیصد ہے ملک بھر میں ترقی گیس کی بنیاد پر متعدد پیٹرولیمیکل گیس پلانٹ لگائے جا رہے ہیں اس کے علاوہ ۱۹۷۰ء سے پائپ لائن کے ذریعے روس کو بھی ترقی گیس فراہم کی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں توقع کی جا رہی ہے کہ ۷۶-۱۹۷۵ء میں ایرانی گیس کی درآمد ایک کروڑ کیربک میٹر تک پہنچ جائے گی جس سے ایران کو ۷ کروڑ ڈالر کا بیرونی زرمبادلہ حاصل ہو گا اور یہ زرمبادلہ روسی قرضے سے قائم کردہ اصفہان سٹیل ملز کا قرض ادا کرتے میں استعمال کیا جائے گا۔

ترقی گیس کی ایک بڑی مقدار کو سیال حالت میں تبدیل کرنے کے لئے بھی ملک میں تین پلانٹ قائم کئے گئے ہیں۔ ستمبر ۱۹۷۷ء میں طے پانے والے ایک معاہدے کے تحت اگلے ۲۰ سالوں میں ایران، جاپان کو ۴۰ سے ۶۰ لاکھ ٹن سیال گیس برآمد کرے گا۔ ۱۹۶۰ء کے بعد فنی مہارت، افراد قوت ترقی وسائل اور تیل کی بڑھتی ہوئی آمدنی کے باعث ایران کی صنعتی پیداوار میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ میٹل آئل کمپنی کے تعاون سے ملک کی صنعتی پیداوار ۱۲ فیصد سالانہ بڑھ رہی ہے جس میں اب کمپنی کا حصہ ۱۵ فیصد تک پہنچ گیا ہے اس لئے اب ملکی برآمدات کا ۶۲ فیصد حصہ تیل کی مصنوعات کی بجائے دوسرے سامان اور شیار پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ فولاد، سٹیل، تانبے، المونیم ہشیرے کے فاضل پزروں اور ٹرانسپورٹ کے آلات بنانے کی صنعتوں کی ترویج و ترقی کا کام بھی جاری ہے۔

ملک میں فولاد اور کوئلے کی دریافت بھی صنعت کاری کے پروگرام کو تقویت بخشنے کا باعث بنتی ہے۔ ملک میں ۴۰ کروڑ ٹن تانبے کے ذخائر بھی دریافت کئے گئے ہیں۔ توقع ہے کہ ایک لاکھ ۶۰ ہزار ٹن تانبے کی پیداوار سال ۱۹۷۴ء میں شروع ہو جائے گی۔ جب کہ ایران میں المونیم کا منصوبہ پہلے ہی پاکستان، ترکی اور ایک بیرونی کمپنی کے تعاون سے شروع کیا جا چکا ہے۔

ملک کی زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے نیشنل آئل کمپنی نے ۴۲-۱۹۷۱ کے دوران زرعی میدان میں ۱۲ ہزار ۸ سو ۷۷ بائیس ریال خرچ کئے ہیں۔ اس وقت ایران میں زیادہ تر گندم، چاول، بنہ، گنا، سرسوں، چائے اور تمباکو کی کاشت کی جا رہی ہے۔

اہم شہر

مشہور شہر تہران ایران کا دارالحکومت ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے بڑے شہروں میں اداوان، البوز، تبریز، اصفہان، زاہدان اور کیرمان کے نام قابل ذکر ہیں۔



سربراہ مملکت

ایران کے موجودہ سربراہ مملکت شہنشاہ محمد رضا شاہ پہلوی آریا مہر ہیں وہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں تہران کے شہر میں پیدا ہوئے۔ ۲۴ اپریل ۱۹۲۵ء کو انھیں جالشینی کا تاج پہنایا گیا۔ ایرانی تخت کے جانشین شہزادے کی حیثیت سے انہوں نے ۷ برس سے ۱۲ برس کی عمر کے دوران تہران کے پرائمری مدرسے میں بنیادی تعلیم مکمل کی۔ بعد ازاں انہیں اعلیٰ تعلیم

ولانے کے لئے ۵ برس سوئٹزر لینڈ رکھا گیا۔ سوئٹزر لینڈ سے تاریخ معاشرتی تحریکوں اور جدید اقتصادی علوم میں دسترس حاصل کرنے کے بعد جب وہ واپس ایران لوٹے تو انھیں دو سالہ فوجی تربیت حاصل کرنے کے لئے ۱۹۳۸ء تک سٹاف کالج میں رہنا پڑا۔ تاریخ المعقیل ہونے پر انھیں ایران کی شاہی مسلح افواج میں انسپکٹر کے عہدے پر تعینات کر دیا گیا۔ بعد ازاں ایرانی تاریخ کے نازک ترین دور میں ۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء کو شہزادہ رضا کو ۲۲ برس کی عمر میں ایرانی تخت کی ذمہ داری سنبھالنا پڑی۔ تاہم جلد ہی شہنشاہ رضا شاہ پہلوی نے آزاد محو علاقائی سالمیت اور ایران کے قومی اتحاد کو مستحکم کر کے اپنے نچتہ یقین اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔

۱۹۵۰ء میں شہنشاہ ایران نے نمائندہ حکومت کی طرف ایک قدم بڑھاتے ہوئے سینٹ کے پہلے اجلاس کا افتتاح کیا اور پھر اسی ہیئتے تیل کی صنعت کو قومیانے کے لئے ایک پارلیمانی بل پر دستخط کئے۔

بعد ازاں شہنشاہ نے مزید اصلاحات کا آغاز کرتے ہوئے ۱۹۵۱ء میں ریاست کی ملکیت ۲ ہزار دیہاتوں کی اراضی کسازوں میں فروخت اور تقسیم کر دی۔ غرض کہ ایران نے شاہی حکومت کے تحت ہر شعبہ ہائے زندگی میں حقیقی ترقی کی ہے۔ شہنشاہ ایران میرے ملک کا مقصد اور "سفید انقلاب" نامی دو مشہور کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

ناجیرواکی و اتانے آزادی



دوسری عالمی جنگ کے فوراً بعد مغربی افریقہ کی برطانوی نوآبادیات میں جب تحریک آزادی شروع ہوئی تو ناجیروا بھی پورے طور پر اس کی لپیٹ میں آ گیا۔
 ناجیروا میں پہلی قومی سیاسی پارٹی ۱۹۴۴ء میں بنی اس پارٹی کا نام ناجیروا اور کیمرون کی نیشنل کونسل تھا اور اس کا بنیادی مقصد جبر و جہد کے ذریعے نوآبادی نظام کا قلع قمع کرنا اور ناجیروا کے لئے مکمل قومی آزادی حاصل کرنا تھا۔ اس کونسل میں عورتوں، نو جوانوں اور مزدوروں کی تنظیمیں شامل تھیں۔ بعد میں اس تنظیم کے دروازے عوام پر بھی کھول دیئے گئے۔ ویسٹ افریقن پائلٹ اس تنظیم کا آفیشل اخبار تھا جو بڑی شد و مد کے ساتھ آزادی ناجیروا کی حمایت کرتا ہے۔

ناجیروا کی تاریخ میں پہلی عام ہڑتال مختلف ٹریڈ یونینوں نے جون ۱۹۴۵ء میں منظم کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حکومت نے مزدوروں کو زیادہ اجرت اور بہتر اقتصادی حالات کے مطالبے ٹھکرا دیئے تھے۔ اس ہڑتال کی وجہ سے صنعت ریلوے، تعمیرات اور جہاز رانی کا سب کام رک گیا۔ ہڑتالی مزدوروں نے غیر متوقع پامردی اور حملے کا ثبوت دیا۔ یہ ہڑتال پورے ڈیڑھ ماہ تک جاری رہی اور آخر کار اس وقت ختم ہوئی جب نوآبادیاتی

حاکموں نے مزدوروں کے مطالبات پورے کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس ہڑتال کے نتیجے میں مزدوروں کی اجرتوں میں پچاس فیصد کا اضافہ ہوا۔ اس ہڑتال میں کم و بیش ۱۵۰۰۰ مزدوروں اور دفتری ملازموں نے حصہ لیا۔

۱۹۴۵ء میں عام ہڑتال نے نائجیریا کی تحریک آزادی پر گہرے نقوش مرتب کئے اس ہڑتال نے ثابت کر دیا کہ نائجیریا کے مزدور ملک کی بہت بڑی فعال طاقت تھے اور ان کی عملی شمولیت کے بغیر نہ آبادیاتی نظام کو شکست دے کر آزادی حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نائجیریا اور کیمرون کی قومی کونسل نے جو عموماً قومی سرمایہ داروں پر مشتمل تھی مزدوروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اوریوں ملک کی بڑی یونین تحریک پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی۔

افریقوں کے مطالبہ آزادی اور بڑھتے ہوئے سیاسی میلانات کی وجہ سے نوآبادیاتی حاکموں نے تحریک آزادی کو دبانے کے طور طریقوں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ برطانوی حکومت کا خیال تھا اگر ملک میں آئینی اصلاحات نافذ کر دی جائیں اور انتظامی اداروں میں افریقیوں کی نمائندگی بڑھا دی جائے۔ تو بہت ممکن ہے کہ افریقیوں کی سیاسی بے چینی دور ہو جائے اور وہ مطالبہ آزادی سے دست بردار ہو جائیں چنانچہ جنگ کے خاتمہ پر گورنر چرڈ نے برطانوی حکومت کے سامنے آئینی اصلاحات کی ایک تجویز پیش کی جسے عورت عام میں رچرڈ کا آئین کہتے ہیں۔ اس آئین کی رو سے نائجیریا کو شمالی مغربی اور مشرقی تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر حصے کی اپنی اسمبلی تھی۔ اور اسے مقامی مسائل حل کرنے کا پورا اختیار تھا۔ نائجیریا کی لیجسلیٹو کونسل کے کل ۴۵ اراکین تھے جن میں ۲۸ افریقی تھے۔ کونسل کی حیثیت محض ایک صلاح کار تنظیم کی تھی گورنر اس کے کسی بھی فیصلے کو کالعدم قرار دے سکتا تھا اگرچہ کچھ کونسل (حکومت) کے اختیارات حسب سابق تھے اور اس پر برطانوی حکومت چھاتے ہوئے تھے۔ نائجیریا کا یہ نیا آئین یکم جنوری ۱۹۴۷ء کو نافذ العمل ہو گیا۔

اس موقع پر برطانوی حکومت نے اس آئین کی بڑھ چڑھ کر تعریف کی اور اسے نائجیریا کی آزادی کی طرف ایک عظیم قدم قرار دیا۔ حقیقت میں یہ آئین بالکل غیر موثر تھا اور اس سے

ناٹجیریا کی مکمل آزادی کا کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اس پر بحث ہو رہی تھی تو ناٹجیریا اور کیمرون کی کونسل نے اسے غیر اہم قرار دیا۔ اور اس کے بنیادی نکات پر کڑی تنقید کی۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں کونسل نے اس آئین کو ناٹجیریا کے مفادات آزادی کے خلاف قرار دے دیا اور مطالبہ کیا کہ لیمبلیٹ کونسل کے اراکین کو گورنر نامزد نہ کرے بلکہ انھیں عوامی رائے کے ذریعے منتخب کیا جائے۔ تاکہ لیمبلیٹ کونسل ایک منتخب اور مضبوط ادارے کی شکل اختیار کر سکے۔

حکومت برطانیہ نے ان تمام ترمیموں کو یکسر نامنظور کر دیا جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ نوآبادیاتی حاکم ناٹجیریا کو آزاد کرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ برطانیہ کے غیر مصالحانہ رویے سے بد دل ہو کر ناٹجیریا کے محب وطن عناصر نے ۱۹۴۷ء میں رچرڈ آئین کے خلاف پورے ملک میں مظاہرے شروع کر دیئے۔ ۴۸ تک یہ مظاہرے اتنی شدت اختیار کر گئے کہ حکومت رچرڈ آئین پر نظر ثانی کرنے کے لئے مجبور ہو گئی۔

برطانیہ کی اس منفی پالیسی کی وجہ سے ناٹجیریا کے علیحدگی پسندوں کو اپنی اپنی سیاسی پارٹیاں ترغیب دینے کا موقع مل گیا۔ مارچ ۱۹۵۰ء میں ادباقاتی کی قیادت میں "گروہ عمل" (ACTION GROUP) کے نام سے ایک پارٹی وجود میں آگئی۔ یہ پارٹی ناٹجیریا کی مرکزی وفاقہ کو ختم کرنا چاہتی تھی اور مغربی ناٹجیریا کے لئے مکمل آزادی کی خواہاں تھی۔ ۱۹۵۱ء میں احمد دبلہ کی قیادت میں شمالی عوامی کانگریس کے نام سے ایک اور پارٹی بن گئی جو ناٹجیریا کی فوری آبادی کے خلاف تھی۔ اور شمالی علاقے کے زمینداروں کے حقوق کی محافظ تھی۔

ان دو پارٹیوں کے وجود میں آنے سے ناٹجیریا کے محب وطن عناصر کی یک جہتی اور ان کے جہاد آزادی کو سخت نقصان پہنچا۔ ناٹجیریا اور کیمرون کی نیشنل کونسل کی ہر دلعزیزی قدرے ماند پڑ گئی اور سامراجی طاقتوں کو زندہ رہنے کے لئے چند دن اور مل گئے۔

ان تمام نامساعد حالات کے باوجود ۱۹۵۳ء تک انقلابی اور محب وطن طاقتیں اپنے آپ کو دوبارہ منظم کرتے می کامیاب ہو گئیں۔ اور انہوں نے متحدہ طور پر ناٹجیریا کی مکمل آزادی کا مطالبہ شروع کر دیا اس مطالبہ کی حمایت میں ملک کے نچلے طبقوں اور ملازم پیشہ

لوگوں نے مسلسل جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ اور وقفہ وقفہ بعد کا میاب ہڑتالیوں کا سلسلہ چل نکلا آخر ۵۶ میں تاجخیریا کی مکمل آزادی کا مطالبہ تاجخیرلیکے وفاقی ایران نمائندگان نے میں بھی پیش ہو گیا۔

اس موقع پر شمالی عوامی کانگریس نے آزادی تاجخیریا کے مطالبے کی سخت مخالفت کی لیکن ادیانامی کے گروہ عمل اور تاجخیریا اور کیمرون کی کونسل نے متحد ہو کر ملکی آزادی کی مہم کو اس قدر سمجھ گھڑنا دیا کہ دور دور مضافات تک پھیل گئی۔

مارچ ۵۷ء میں وفاقی ایران نمائندگان نے دوبارہ آزادی تاجخیریا کا مطالبہ پیش کر دیا۔ کس بار عوامی دباؤ کی وجہ سے تمام سیاسی پارٹیاں فوری آزادی کے مسئلہ پر متحد ہو گئی تھیں اس لئے برطانیہ ان میں بھوٹ ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر اکتوبر ۱۹۵۸ء میں آبادیاتی سیکرٹری نے نوکسے بائیڈ نے اعلان کر دیا کہ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو حکومت برطانیہ تاجخیریا کے مطالبہ آزادی کو تسلیم کر لے گی۔

۱۹۵۹ء میں سارا تاجخیریا نے انتخابات کی تیاریوں میں مصروف رہا یہ انتخابات ۱۲ دسمبر کو منعقد ہوئے اور ان میں تین سیاسی جماعتوں یعنی گروہ عمل، شمالی عوامی کانگریس اور تاجخیریا اور کیمرون کی کونسل نے حصہ لیا۔ شمالی حصہ میں جہاں تاجخیریا کے نصف سے زیادہ لوگ آباد ہیں۔ شمالی عوامی کانگریس کے نمائندوں نے اکثریت حاصل کی۔

انتخابات کے بعد وفاقی پارلیمنٹ میں سب سے بڑی پارٹی شمالی عوامی پارٹی تھی اس نے ۳۱۲ نشستوں میں سے ۱۴۲ نشستیں حاصل کیں۔ تاجخیریا اور کیمرون کی کونسل ۸۹ نشستیں حاصل کر سکی اور گروہ عمل ۷۳۔

انتخابات کے بعد مرکز میں شمالی عوامی کانگریس اور تاجخیریا اور کیمرون کی کونسل کے نمائندوں نے حکومت بنائی اور گروہ عمل، سرکاری حزب اختلاف قرار پائی۔ شمالی عوامی کانگریس کا رہنما احمد بھیرا وزیر اعظم بنا اور تاجخیریا اور کیمرون کی کونسل کا نمائندہ نامدی آزمی کیوسہ اسمبلی کا سپیکر مقرر ہوا۔

۱۶ جنوری ۱۹۶۰ء کو ایران نمائندگان نے برطانوی حکومت سے آزادی تاجخیریا کا

وعدہ پورا کرنے کو کہا۔ لندن کے پاس اب کوئی چارہ نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ تاجیریا کے اعلان آزادی پر ہر تصدیقیت کر دے۔ چنانچہ یکم اکتوبر ۱۹۶۰ کو تاجیریا سامراجی غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا۔

تاجیریا افریقہ میں خشکی سے گھرا ہوا ملک ہے اس کا رقبہ ۱۸۷۰۰۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۳۹ لاکھ ہے۔ آبادی کا ۵۰ فیصد حصہ کام کاج میں حصہ لیتا ہے۔ محنت مزدوری کے لئے تاجیریا اور اس کے ہمسایہ ملک تاجیریا، گھانا، آئیوری کوسٹ، مالی، سنگال اور گنی کے مابین آبادی کا تبادلہ عام ہوتا رہتا ہے۔ قومی آمدنی کا ۵۹ فیصد زراعت سے حاصل ہوتا ہے۔ ٹرانسپورٹ، تجارت اور ملازمتوں سے ۲۹ فیصد آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اور کان کنی کا قومی آمدنی میں ۱۲ فیصد حصہ ہے۔ زیر کاشت رقبے کے تقریباً ۹۰ فیصد حصہ پر خوراک میں کام آنے والی فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔ نقد آور اور برآمد کرتے والی فصلوں میں مونگ پھلی اور کپاس ہیں۔ معدنیات میں کاسیٹرائٹ، جیسم، چوہنے کا پتھر، سلیشیا اور سونا شامل ہیں۔ دیگر معدنیات جو دریافت ہو چکی ہیں۔ وہ لوہا، کوئلہ، مینگانیز، لیتھیم اور تیل ہیں۔ تاجیریا میں مصنوعات کا مقام قومی آمدنی میں صرف ۱۰ فیصد ہے بڑی بڑی صنعتیں زرعی مال کو تیار کرتے والی صنعتیں کیمیائی، الیکٹریکل اور مکینیکل سامان تیار کرنے والی ٹیکسٹائل اور چند دوسری صنعتیں ہیں۔

سربراہ مملکت

تاجیریا کے سربراہ مملکت ڈیورجے بلامانی ہیں وہ ۱۶ جون ۱۹۱۶ء کو سوڈان (نیلمے) میں پیدا ہوئے انہوں نے ولیم فائنٹی ٹیچر ٹریننگ کالج سے ڈگری حاصل کی جو کہ مغربی افریقہ میں تعلیمی سرگرمیوں کے لئے بہت مشہور کالج ہے کچھ عرصہ تک انہوں نے پیرس میں ملازمت بھی کی جب وطن واپس آئے تو ایک سیاستدان کی حیثیت سے انہوں نے جلد شہرت حاصل کر لی۔ ان کے زمانے میں نوآبادیاتی تسلط کے خلاف ایک بھرپور جدوجہد کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کو چلانے کے لئے ایک رابطہ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ سٹر بلامانی اس رابطہ کمیٹی کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں فرانسیسی کی قومی اسمبلی میں تاجیریا کے لئے نشست پر انہیں ڈپٹی بھی چن لیا گیا۔

لیکن ۱۹۵۱ء میں فرانسیسی نوآباد کاروں نے ان کے انتخاب کو منسوخ کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے درس تدریس کا کام دوبارہ شروع کر دیا اور نیا مے میں وہ ہیڈ ماسٹر لگ گئے لیکن ۱۹۵۶ء میں وہ فرانسیسی قومی اسمبلی میں ڈپٹی بن کر پھر پہنچ گئے۔ نائیجر کو جمہوریہ قرار دینے سے قبل لامانی نے پبلک زندگی کے بہت سے اہم عہدوں پر خدمات سر انجام دیں۔ ۱۸ نومبر ۱۹۵۶ء کو وہ نیا مے کے سٹی کونسلر منتخب ہوئے۔ ۵۷ء میں فرانسیسی قومی اسمبلی کے نائب صدر منتخب ہوئے اور ۵۹-۱۹۵۸ء میں وہ یورپی پارلیمانی یونین کے ممبر بنے۔ ۱۹۵۹ء میں وہ جمہوریہ مالمیہ کی قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۶۵ء میں انہیں جمہوریہ نائیجر کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

۶۸ء میں انھیں افریقین اور مالاگاسی کامنی آرگنائزیشن کا صدر چن لیا گیا۔ وہ یورپے مشترکہ منڈی میں ۱۸ افریقی ممالک کی نمائندگی کے لئے بھی مقرر کئے گئے جن کی نمائندگی انہوں نے رم، برسلز، لکسمبرگ، ہیگ اور پیرس میں کی۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں انھیں جمہوریہ نائیجر کا پھر صدر چنا گیا۔ اور ۷۷ء اپریل ۷۳ء کو انھیں ویسٹ افریقن اکنامک کمیونٹی کا چیرمین منتخب کیا گیا۔

کیمرون

کیمرون کی اسلامی ریاست نائیجیریا کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک جولائی ۱۹۶۰ء میں آزاد ہوا۔ ۱۸۸۴ء میں استعمار کیمرون میں قابض ہو گیا تھا۔ کیمرون کے مشرق میں وسطی افریقہ جمہوریہ، مغرب میں بحر اوقیانوس، شمال میں شاد اور نائیجیریا اور جنوب میں گنیان واقع ہیں۔ اس ملک کا بیشتر حصہ استوائی خطے میں واقع ہے۔

آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک:

جمہوریہ انڈونیشیا

انڈونیشیائی، ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء کو استعماریت کے نیچے استبداد سے نجات حاصل کی اور اعلان آزادی کیا۔ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک اور سب سے بڑا مجمع جزائر ہے۔ انڈونیشیا کے عوام کو آزادی کی منزل تک پہنچنے کے لئے بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن کسی مرحلے پر ان کے پائے استقامت پر لٹر ٹوٹ نہ سکی۔ ولندیزیوں کی غلامی سے نکلے تو جاپان کا تسلط ہو گیا۔ حریت پسند انڈونیشیائی عوام نے جاپان سے مکمل خلاصی کرائی تو سامراجیوں نے انھیں پھر طوق غلامی پہنانا چاہا۔ مگر بہادر انڈونیشیائی عوام نے بھرپور مزاحمت اور مقاومت کے بعد ان کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ انڈونیشیائی انقلاب پسندوں نے چھاپہ مار جنگ کی طرح ڈالی۔ اور جگہ جگہ مورچے قائم کر لئے سامراج کے خلاف وہ خشکی، سمندر اور فضا میں نبرد آزما رہے۔ یہ مسلح جدوجہد پانچ برس تک جاری رہی جس کے نتیجے میں ولندیزیوں کو سپر انداز ہرنا پڑا۔ دسمبر ۱۹۴۹ء میں ہیگ کی گول میز کانفرنس میں ولندیزیوں نے انڈونیشیا کی آزادی تسلیم کر لی۔

انڈونیشیا پہلے ولندیزی مشرق وسطیٰ (ایسٹ انڈیز) کہلاتا تھا۔ خط استوا پر ایٹیا کے جنوب مشرق اور آسٹریلیا کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس میں شمالی جزائر کو سہ تعداد ۱۴ ہزار ۶۲۲ ہے۔ سب سے بڑے جزائر جاوا، سومبا، سولاویسی، مالکک، بلیٹون، مدورا، بالی، لومبوک، سمباوا اور تیمور (جزیرہ طو پر) شامل ہیں۔

انڈونیشیا میں بہت سی نسلوں کے لوگ آباد ہیں جن میں سے اہم نسلوں کی تعداد کم از کم ۱۱ ہے۔ دارالحکومت جکارتہ (جزیرہ جاوا) ہے جسے ولندیزیوں کے دور میں ٹباویہ کہا جاتا تھا۔ انڈونیشیا کا مجموعی رقبہ ۷ لاکھ ۲۵ ہزار ۸ سو ۶۵ مربع میل ہے آبادی ۱۲ کروڑ ۵ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

چودھویں صدی میں یہاں ہندو اور بودھ آباد تھے۔ پندرھویں صدی میں یہاں مسلمان آئے اور انہوں نے اپنی حکومت قائم کی۔ سولہویں صدی میں پرتگیزی آئے اور انہوں نے گرم مسالے کی تجارت شروع کی۔ سولہویں صدی کے آخر میں ولندیزی اور انگریز یہاں آئے۔ ۱۶۰۲ء سے ۱۷۹۷ء تک کے عرصے میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے انڈونیشیا کے جزائر پر تفرق حاصل کر لیا۔ اور پھر ۱۹۴۵ء تک ولندیزی اس ملک پر قابض رہے۔

۱۷ اگست ۱۹۴۵ء کو انڈونیشیا نے ہالینڈ کی غلامی سے نجات حاصل کی۔ انڈونیشیا کی تحریک آزادی کی ابتداء ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ جب قوم پرستوں کی ایک جماعت بری آتومو قائم ہوئی اس کے رہنما ڈاکٹر سترمو مرحوم تھے۔ یہ دراصل دانشوروں کی جماعت تھی جنوری ۱۹۱۱ء میں حاجی شمس نے مذہبی بنیادوں پر ایک جماعت "شرکت اسلام" کی بنیاد رکھی اس جماعت نے ٹھوڑی ہی مدت میں عوام میں زبردست مقبولیت حاصل کر لی۔ ۱۹۲۲ء میں ولندیزیوں نے متعدد قومی رہنماؤں کو گرفتار کر لیا اور ملک پر آمرانہ قوانین مسلط کر دیئے۔ کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر سوکارنو نے ایک الگ جماعت بنائی جس کا نعرہ تھا انڈونیشیا مرویکا (آزاد انڈونیشیا) ڈاکٹر سوکارنو کی کوششوں سے مختلف سیاسی جماعتیں متحدہ محاذ میں شامل ہو گئیں اور انہوں نے مل کر آزادی کی جدوجہد کو تیز کر دیا۔ اور ڈاکٹر سوکارنو ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء کو صدر منتخب ہوئے ۱۵ اگست ۱۹۵۰ء کو سولہ خود مختار ریاستوں کو ملا دیا گیا اور پورے ملک میں وحدانی حکومت قائم کر دی گئی۔ یکم مئی ۱۹۶۳ء کو مغربی اریانے بھی انڈونیشیا کے حوالے کر دیا گیا جسے ہالینڈ نے انڈونیشیا کے حوالے کرنے کے بجائے اقوام متحدہ کی تحویل میں دے رکھا تھا۔

۱۸ مئی ۱۹۶۳ء کو صدر سوکارنو عمر بھر کے لئے صدر بنا دیئے گئے۔ جنوری ۶۵ء میں

انڈونیشیا اقوام متحدہ سے الگ ہو گیا۔ اور اسی سال فوج نے صدر سوکارنو کو معزول کر دیا

انہوں نے تینے برس تک نظر بندی میں رہ کر ۲۱ جوتھے ۷۰ کو انتقال کیا۔ مارچ ۱۹۶۴ میں جب طلباء نے مظاہرے شروع کئے۔ اور بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے وزراء کی برطرفی کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا تو سہارنہ نے جو ۶۳ میں فوج کے کمانڈر انچیف بنائے گئے تھے انڈونیشیا میں امن و امان کی بحالی کا فرض بھی سنبھال لیا۔

۶۷ میں انہوں نے انڈونیشیا کے قائم مقام صدر کی حیثیت سے فرائض سنبھالے۔ ان کا درجہ مسلح افواج کا جنرل تھا ۲۷ مارچ ۶۸ کو وہ جمہوریہ انڈونیشیا کے صدر منتخب ہوئے اور مارچ ۶۹ میں انھیں دوبارہ اس منصب کے لئے منتخب کیا گیا۔ ۱۱ اگست ۶۶ کو انڈونیشیا اور ملائیشیا نے ایک معاہدہ کی رو سے باہمی مخالفت کی پالیسی ختم کر دی۔ ۲۸ ستمبر کو انڈونیشیا دوبارہ اقوام متحدہ کا رکن بن گیا اور امریکا نے اس کی اقتصادی امداد بحال کر دی۔

قدرتی وسائل

انڈونیشیا کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے۔ جو قدرتی وسائل کی دولت سے نہایت درجہ مالا مال ہیں۔ یہاں تیل اور کوئلہ کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں اور فاسفیٹ میگنیز ٹانہ، نکل، سونے اور چاندی کے ذخائر بھی کافی مقدار میں ہیں۔ زراعت پر آبادی کے ۸۰ فیصد حصے کا انحصار ہے۔

زرعی پیداوار میں چاول، ربڑ، چائے، کھوپا، چھندر، سویا بیض، مکئی، کافی، تمباکو اور کالی مرچ شامل ہیں صنعتی پیداوار بھی ترقی پر ہے۔ سب سے بڑی صنعت سوئے کپڑے کی ہے۔ دوسری صنعتوں میں مصنوعی کھاد، کاغذ، بھاری ٹائر ٹیوب، بائیسکل ٹیوب، بلب اور بیڑیاں وغیرہ شامل ہیں۔

خام تیل کی پیداوار تیزی سے بڑھ رہی ہے اور نئے چشمے دریافت ہوئے ہیں تیل کے آمدنی برآمدات کی کل آمدن کا ۳۵ فیصد ہے۔ اس کے بعد ربڑ اور عمارتی لکڑی کا نمبر ہے انڈونیشیا تیل پیدا کرنے والا گیارھواں بڑا ملک ہے۔

جمہوریہ ترکیہ

اس کا ایک حصہ یورپ اور
دوسرا ایشیا میں ہے

جمہوریہ ترکیہ ڈھائی ہزار سالہ پرانی تہذیب کا حامل ملک ہے۔ ترکیہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے۔ کہ وہ وزارتِ سطح پر دنیا نے اسلام کی کسی کانفرنس میں شرکت کر رہا ہے۔ ترکیہ نے ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو اپنے عظیم رہنما غازی مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک) کی قیادت میں جمہوریہ کا درجہ حاصل کیا تھا۔ ترکوں نے جمہوریت کی منزل تک پہنچنے میں جس حید و جہد اور عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

ڈھائی ہزار سال پرانی تاریخ سے جو کتابوں میں درج ہے یہ پتہ چلتا ہے کہ ترک اس تمام عرصے میں خود مختار رہے اور ان کی شجاعت بہادری اور بے خوفی کی داستانیں یورپ، ایشیا اور افریقہ کے گوشے گوشے میں سنی اور سنائی گئی ہیں تو ترکوں کے مختلف قبائل اپنے اپنے سرداروں کی قیادت میں پہلے بھی خاصی شہرت حاصل کر چکے تھے لیکن جب ۱۲۹۹ء میں عثمانی ترکوں کا تسارہ چمکا تو یورپ اور ایشیا کے سنگم پر ایک ایسی سلطنت اور حکومت معرض وجود میں آئی جو رومۃ الکبریٰ سے بھی زیادہ طاقتور اور پر شکوہ تھی۔ اور جب ملت اسلامیہ کی خلافت کا اعزاز بھی انھیں حاصل ہوا تو تمام دنیا کے مسلمانوں کی نگاہیں ان کی طرف جم گئیں۔ اور وہ مسلمانوں کی عظمت و وقار کے علمبردار بن گئے۔ ان کی خوشی عالم اسلام کی خوشی اور ان کا غم عالم اسلام کا غم بن گیا۔

تاریخ میں سب سے پہلے لفظ ترک کا استعمال چھٹی صدی عیسوی میں ملتا ہے۔ چینی مورخوں نے وسط ایشیا میں ایک مضبوط سلطنت کا ذکر کیا ہے۔ جس کی بنیاد ان لوگوں نے رکھی جہتیں تو کیر کہتے ہیں۔ مشرقِ قریب کے مسلمانوں سے میل جول کے اثرات کے تحت انہوں نے مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور خلافت کے زمانے میں بڑی تعداد میں ملازمت حاصل



کر کے فوج میں اعلیٰ اعزازات حاصل کئے اور بعد میں حکمران ہو گئے۔ گیارہویں صدی میں خلافت کے مشرقی علاقے میں خاندان سلجوق نے ایک عظیم سلطنت کی بنیاد رکھی اس کے بعد عثمانیوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ مملوک سلطنت کو تباہ کر کے سلطان سلیم اول نے شام اور مصر کو عثمانی سلطنت میں شامل کیا۔ اس سلطنت کی حکومت تین بر اعظموں پر تھی ساری سلطنت میں امن اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ علوم و فنون نے ترقی کی۔ ترک افواج اور ترکیہ کی بحری طاقت مغربی طاقتوں کے لئے بڑا چیلنج تھا۔ چھ سو سال سے زائد عرصہ تک ایک مضبوط حکومت نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھنے کے بعد ۱۷ویں صدی میں عثمانی بادشاہوں کا زوال شروع ہو گیا۔ ۱۸ویں صدی میں روس اور آسٹریا کا بلقان اور بحیرہ اسود پر تسلط ہو گیا۔ ۱۹ویں صدی میں انگلستان اور فرانس نے روس کے خلاف ترکی کی مدد کر کے اپنا اثر

قائم کر لیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ عثمانی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

نئے دور کا آغاز

ترکوں میں بھی اب جدید بیداری پیدا ہو گیا تھا۔ سلطان عبدالحمید نے اصلاحی اقدامات کے مطالبہ مسترد کر کے انھیں قوت کے بل پر اقتدار حاصل کرنے پر مجبور کر دیا اس طرح نوجوان ترکوں (ینگ ٹرکس) کی حکومت قائم ہو گئی۔ لیکن پہلی جنگ عظیم میں کچھ ایسا ہونے لگا کہ ساری دنیا انھیں مٹانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ یوں ترقیہ جنگ ۱۹۱۸ء ہی میں ختم ہو گئی تھی لیکن ترکیہ کو تباہ و برباد کرنے اور اس کا نام و نشان مٹانے کا سلسلہ جنگ کے بعد بھی جاری رہا۔ اس جنگ میں ترکیوں کو فلسطین، شام اور عراق کے بڑے حصے سے نکلنا پڑا

آنا ترک

پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو آنا ترک صوفیہ میں ملوثی آماشکی کے عہدے پر فائز تھے ان کی اپنی درخواست پر انھیں واپس استنبول بلا یا گیا۔ اور جنگی خدمات سپرد کی گئیں۔ انیسویں ڈویژن کمانڈر کی حیثیت میں ۱۵ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ اور آنا نے باسفورس کی کامیاب مدافعت کی۔ دارالحکومت کو حملہ آوروں سے آزاد کرانے پر انھیں جبرائیل کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ ۱۹۱۷ء میں انھیں مشرقی محاذ پر بھیجا گیا۔ جہاں انھوں نے روسی فوج کو شکست دے کر ترکیہ کا مقبوضہ علاقہ آزاد کرالیا۔ بعد ازاں وہ متوازی عارضی حکومت کے قائد بنے گئے اور ۲۰ء میں انگریزوں میں ترکیہ کی پہلی اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔ ۲۱ء میں ان کی قیادت میں ترکوں نے یونانیوں کے خلاف جنگ چھیڑی۔ جنہوں نے ایشیائے کوچک کے بہت بڑے علاقے پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ایک سال کے اندر یونانی فوج ترکیہ کی سرحدوں سے باہر نکال دی گئی۔ ۲۶ اگست ۲۲ء کو ترکوں نے مصطفیٰ کمال آنا ترک کی قیادت میں ایک عظیم بغاوت کا اہتمام کیا۔ جس نے یونانی فوجوں کو بحیرہ روم میں دھکیل دیا۔ یوں ترک کمال فتح سے ہم کنار ہوئے۔

آنا ترک کی قیادت میں جو کامیابیاں ہوئیں ان کی بدولت ترکیہ کا اقتدار اور وقار بحال ہو گیا اور پیرنی طاقتوں کے اثرات ختم ہو گئے۔

غازی مصطفیٰ کمال آنا ترک اور دوسرے ترک رہنماؤں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ^{بہت} شہنشاہ کا زمانہ لہ چکا ہے۔ اور جو قوم گزشتہ ۲۲ ہزار سال سے حریت آزادی کی آغوش میں پرورش پا رہی ہے اسے ایک جمہوری نظام ہی راس آ سکتا ہے۔ چنانچہ اس نصیب العین کو سامنے رکھ کر انہوں نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو ترکیہ جمہوریہ کا درجہ دینے کا اعلان کیا اور خود اس کے پہلے صدر بنے۔ وزیر اعظم کا انتخاب اکثریتی پارٹی سے کیا جاتا ہے ترکیہ کی اہم سیاسی جماعتوں میں (عدنان مندریز مرحوم کے حامیوں کی جماعت) حبش پارٹی، ڈیموکریٹک پارٹی۔ ری پبلکن پیپلز پارٹی، نیشنل الائنس پارٹی، کسان قومی پارٹی اور نسبی ترکیہ پارٹی شامل ہیں۔ ری پبلکن پیپلز پارٹی جس کی بنیاد آنا ترک نے ۲۲ میں رکھی تھی۔ ۵۰ تک مسلسل برسر اقتدار رہی اور بعد میں ۱۵ سے فردوسی ۶۵ تک تمام مخلوط حکومتوں میں غالب حصہ دار کی حیثیت سے شامل رہی۔ سابق وزیر اعظم عصمت انزور جو گزشتہ سال ۲۶ دسمبر کو انتقال کر گئے تھے۔ ۶۶ میں اس کے صدر بنے تھے۔ عصمت انزور آنا ترک کے قریبی ساتھیوں میں شامل تھے۔ غازی مصطفیٰ کمال جمہوریہ کے صدر منتخب ہوئے۔ تو عصمت انزور وزیر خارجہ مقرر ہوئے ایک سال بعد آپ نے ترکیہ کی وزارت عظمیٰ سنبالی اور ۹ نومبر ۱۹۲۸ء کو مصطفیٰ کمال انتقال کر گئے تو عصمت انزور ان کے جانشین مقرر مقرر ہوئے عصمت انزور ۵۰ تک صدر ہے۔ آپ کے بعد جلال بایار ترکیہ کے صدر منتخب ہو گئے۔ ۶۱ کے انتخابات میں عصمت انزور کی جماعت کو ۱۲ نشستیں حاصل ہوئیں اور مخلوط کابینہ بنانی پڑی تاہم وزارت عظمیٰ کا منصب عصمت انزور ہی کو ملا۔ بالآخر ۶۵ء میں انھیں اقتدار سے الگ ہونا پڑا جس کے بعد وہ حزب مخالف کے لیڈر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے ترکیہ ایک ایسا ملک ہے جو آج بھی دو بزرگوں میں بھینسا ہوا ہے اس کا ایک حصہ ایشیا میں اور دوسرا یورپ میں ہے اسکی سرحدیں بلغاریہ اور یونان سے ملتی ہیں۔ ترکیہ کا جو حصہ ایشیا میں ہے اس کی سرحدیں بحیرہ روم، شام، عراق، بحیرہ اسود و روس اور ایران سے ملتی ہیں یہ حصہ یورپی حصہ سے بہت بڑا ہے۔

جمہوریہ سوڈان



سرکاری نام : جمہوریہ سوڈان
محل وقوع : اس کے شمال میں عرب
جمہوریہ مصر، مشرق میں ایتھوپیا، جنوب میں
کینیا، یوگنڈا اور کانگو اور مغرب میں
چاد اور لیبیا واقع ہیں۔

رقبہ : سوڈان کا رقبہ ۹۶۷۵۰۰ مربع میل ہے۔ مصر اور سوڈان کے درمیان

کوئی پہاڑ یا دوسری قدرتی سرحد موجود نہیں ہے جو ان دونوں کو باہم جدا کر سکے۔ رقبہ کے اعتبار سے یہ افریقہ کا سب سے بڑا ملک ہے۔

آبادی : تقریباً ۱۱ کروڑ
دارالحکومت : خرطوم

دیگر اہم شہر : ام درمان، عطبرہ، شندی، پورٹ سوڈان، کسلا قضاوت اور جوبا
زبان : عربی ملک کی سرکاری زبان ہے۔ اس کے علاوہ افریقہ کی دوسری زبانیں
بھی بولی جاتی ہیں۔

مذہب : ۶۹ فیصد مسلمان ہیں۔

سکہ : سوڈانی پونڈ۔

اہم پہاڑی سلسلہ : زمین اور دارنور۔

آب و ہوا : سوڈان کا شمار دنیا کے گرم ترین خطوں میں ہوتا ہے کیونکہ وہ خطہ
سرطان کے دوار اور خطہ استوا کے مابین واقع ہے اس وجہ سے اس کی آب و ہوا عام طور

پر گرم ہے۔ سوڈان کا شمالی علاقہ جنوبی علاقہ کے مقابلہ میں سخت خشک اور بگستانی ہے۔ اس لئے یہاں کی آب و ہوا اور بھی زیادہ گرم اور خشک ہے۔ جنوبی علاقوں میں خط استوا کے قریب ہونے کی وجہ سے سارا سال بارش ہوتی ہے۔

عام پیداوار: کپاس، تلی، گند، کھجور، چاول، کافی، مکئی، لوبیا اور چھڑا وغیرہ
معدنی پیداوار: نمک، خام لوہا، سونا، تانبہ، جیسم، میگنیزیم، میکا، گندھک،
شک مرمر، چونا، کوئلہ وغیرہ

صنعتیں: سگریٹ سازی، شراب، کپڑا، ماحس، گتہ اور ادویات۔

مختصر تاریخ: اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے عہد حکومت میں مسلمانوں کی یہاں حکومت ہوئی۔ اور عرب تاجروں کے توسط سے یہاں اسلامی تعلیمات کو فروغ حاصل ہوا۔ اور اسلام کو پھیلنے پھولنے کا موقع ملا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حلبہ جس سوڈان اسلامی تہذیب و ثقافت کے زیر اثر ایک عرب ملک کی حیثیت اختیار کر گیا۔

۲۰ - ۱۸۲۲ء میں مصر کے حکمران محمد علی پاشا نے یہ علاقہ فتح کر لیا۔ ۱۸۸۰ء میں

محمد احمد (جو مہدی کہلاتا تھا) کی قیادت میں انقلاب آیا۔ مصر نے چارلس گارڈن کو سوڈان سے مصری فوجیں نکالنے کے لئے بھیجا۔ ۲۹ جنوری ۱۸۸۵ء کو اسے زخمی کر کے قتل کر دیا گیا۔ ۱۸۹۸ء میں ہیریئر کچنر (جو بعد میں لارڈ کچنر آف خرطوم کہلایا) کی قیادت میں انگریزی اور مصری فوج سوڈان میں بھیجی گئی۔ اس فوج نے ۲ ستمبر ۱۸۹۸ء کو مہدی کے جانشینوں کو امام دربان کے مقام پر کچل دیا۔

ریائے نیل سوڈان میں شمالاً جنوباً بہتا ہے اور ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ سوڈان کی ابتدائی تاریخ پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں جدید مصر کے بانی محمد علی نے اسے فتح کیا۔ اور یہاں حکومت قائم کی۔ مصر پر انگریزوں کا قبضہ ہوا۔ تو سوڈان بھی ان کے تسلط میں آگیا۔ جس کے خلاف مہدی (محمد احمد) سوڈانی نے علم بغاوت بلند کیا۔

مشہور برطانوی جسبرٹل گورڈن کو تحریک آزادی کچلنے کے لئے بھیجا گیا۔ لیکن

حریت پسندوں نے فوج کو گھیرے میں لے کر جنرل سمیت قتل کر دیا۔

۱۸۹۸ء میں لارڈ کچنر کی قیادت میں برطانوی فوج نے حریت پسندوں پر بڑے منظم حملے کئے۔ ۱۹۲۶ء میں انگریزوں نے مصری معاہدہ ہوا، جس کے تحت سوڈان کا سارا نظام گورنر جنرل کے سپرد کر دیا گیا۔ فروری ۱۹۵۴ء میں مصر اور برطانیہ کے درمیان معاہدہ ہوا۔ جس کے تحت عبوریہ دور کے لئے سوڈان پر مصر اور برطانیہ کا مشترکہ اقتدار رہا۔

یکم جنوری ۱۹۵۶ء کو رائے شماری ہوئی جس میں سوڈان کی آزادی کا فیصلہ ہوا۔ ۱۹۵۸ء میں جنرل ابراہیم عبود نے اقتدار سنبھال لیا۔ لیکن ۶۴ میں مستعفی ہو گئے۔ مئی ۶۹ میں دوسری بار فوجی انقلاب ہوا۔ اور ایک انقلابی کونسل نے اقتدار سنبھالا۔ تاہم وزیر اعظم اور کانگریس کے ارکان عوام میں سے مقرر کئے گئے۔ ۱۹۷۰ء میں حکومت نے متعدد صنعتوں کو قومی ملکیت میں لے لیا۔

۱۸۹۹ء کے عہد نامہ کی رو سے سوڈان بظاہر برطانیہ اور مصر کے دوہرے اقتدار کے زیر نگین تھا لیکن حقیقت میں وہ برطانیہ ہی کی ایک نوآبادی تھا۔ طویل عرصہ کی غلامی کے بعد سوڈان نے دوسری عالمی جنگ میں یہ موقع ملا کہ وہ اپنے ہاں قومی جمہوری تحریکوں کو فروغ دے سکے۔ اور اپنے لئے مکمل خود مختاری کا مطالبہ کر سکے۔ ۱۹۴۴ء میں سوڈان نے کانگریس نے برطانوی گورنر جنرل کو ایک میمورنڈم بھیجا جس میں سوڈان کے لئے ہوم رول کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ برطانوی استعمار نے اس مطالبہ کو بڑی سرد مہری سے نامنظور کر دیا۔ جنگ کے بعد سوڈانی کانگریس نے گورنر جنرل کو ایک قرارداد بھیجی جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ سوڈان میں آزاد جمہوری حکومت قائم کی جائے اور سوڈان کی مصر کے ساتھ یونین بنائی جائے۔ برطانوی استعمار نے یہ قرارداد بھی رد کر دی۔ اس واقعہ کے بعد سوڈانی کانگریس میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور وہ انتشار کا شکار ہو گئی۔

سوڈانی کانگریس کے ختم ہونے کے بعد سوڈان میں دو سیاسی پارٹیاں وجود میں آ گئیں، اثیثہ اور اقمہ پارٹی۔ پہلی پارٹی قومی سرمایہ کاروں کو متحد کر کے سوڈان سے آزادی کی غلامی سے آزاد کرانا چاہتی تھی اور مصر سے یونین بنانے کے حق میں تھی اس

پارٹی کے ارکان تاجر، صناع، مزدور، نچلے طبقے کے سول ملازمین، اساتذہ اور ڈاکٹر تھے۔
 اتمہ پارٹی بھی سوڈان کی آزادی کی دعویدار تھی۔ لیکن وہ برطانیہ سے بہت قریبی تعلقات
 رکھنا چاہتی تھی۔ اس پارٹی پر ان جاگیرداروں کا قبضہ تھا جن کے اقتصادی مفادات براہ
 راست برطانیہ سے وابستہ تھے۔

۱۹۴۶ء میں ۱۹۳۶ء کے معاہدہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے جب برطانیہ اور مصر میں مذاکرات
 ہونے لگے تو اشیغہ اور اتمہ پارٹیوں نے متحد ہو کر اشیغہ پارٹی کے رہنما اسماعیل الازہری کو اپنا
 واحد نمائندہ بنا کر بھیجا۔ اسماعیل الازہری نے مذاکرات میں دونوں پارٹیوں کے نکتہ ہائے نظر کو
 سامنے رکھتے ہوئے تین تجویز پیش کیں۔

۱۔ سوڈان میں آزاد جمہوری حکومت قائم ہو جو مصر سے منسلک رہے۔ اور برطانیہ سے
 تعاون کرے۔

۲۔ مصری، سوڈانی اور برطانوی نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل کی جائے جو سوڈان
 کو حکومت منتقل کرنے کا پروگرام وضع کرے۔

۳۔ سوڈان میں تحریر، تقریر، صحافت کی پوری آزادی ہو۔ اور وہاں تمام شہری حقوق
 بحال کئے جائیں۔

برطانیہ کو یہ مطالبات بالکل پسند نہ تھے۔ شمالی سوڈان کی مشاورتی کونسل کو خطاب
 کرتے ہوئے گورنر جنرل ہیو برٹ ہڈلسٹن نے اعلان کیا کہ سوڈانی بیس برس بعد اس قابل ہو
 سکیں گے۔ کہ وہ غیر ملکی مشیروں، صلاح کاروں اور تکنیکی ماہروں کی مدد سے حکومت چلا سکیں۔
 لہذا اس وقت سوڈان کی حکومتی مشینری میں تبدیلی کی بحث بہت قبل از وقت ہے۔

برطانیہ کی ان استعمار پرستانہ چالوں سے تنگ آ کر ۱۹۴۸ء میں سوڈانیوں نے قومی تحریک
 آزادی کو تیز رفتار اور ہمہ گیر بنا دیا۔ نچلے طبقوں نے پورے ملک میں ۳۳ دن کی عام ہڑتال
 کر دی۔ پھر ریلوے ملازمین نے ہڑتال کر دی۔ فیکٹریوں اور دفتروں کے ملازمین نے جوبامیں
 اور کسانوں نے غزیرہ میں کام بند کر دیا۔

۱۹۴۸ء کے آخر میں سوڈان کی قومی آزادی کی تحریک کی بنیاد رکھی گئی اسی جہالت نے

آئینی اصلاحات کی مخالفت کرتے ہوئے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا اور سارے ملک میں بیداری کی لہر دوڑادی چنانچہ ۵۰ سے ۱۹۵۲ تک سوڈان کی یونیوں نے اقتصادی اور سیاسی کردار کی کم و بیش آٹھ عام ہڑتالیں کر دائیں۔

جنوری ۱۹۵۲ء میں برطانوی استعمار پرستوں نے سوڈان کے لئے ایک نیا آئین منظور کیا جس کی رو سے سوڈان کو خود مختار ریاست قرار دے دیا گیا۔ لیکن گورنر جنرل کے پاس اب بھی پورے اختیارات تھے۔ آخر جب مصر نے ۵۲ء کے انقلاب کے بعد برطانیہ سے تمام پرانے سابقہ معاہدے توڑ دیئے تو برطانیہ سوڈان کو سیف گورنمنٹ دینے پر مجبور ہو گیا۔

۱۹۵۳ء میں سوڈانیوں نے اپنی پہلی پارلیمنٹ کا انتخاب کیا۔ جس نے نو آزاد ریاست کو تعمیر کرنے کا حلف اٹھایا۔ ۱۹۵۵ء میں سوڈانی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر برطانوی فوجوں کے انخلا کا بل پیش کیا۔ اسی سال دسمبر میں انہوں نے سرکاری عمارتوں سے برطانوی پرچم اتار پھینکے۔ اور یوں یکم جنوری ۱۹۵۶ء کو سوڈان مکمل آزاد ہو گیا۔

آزادی کے بعد سوڈان نے تیزی سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے اس نے عرب اتحاد کے لئے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ عرب سربراہوں کی خطوط میں کانفرنس اور مین میں جمہوریت پسندوں اور شاہ پرستوں کے درمیان آویزش کے خاتمہ میں بھی سوڈانی زعماء کا بڑا ہاتھ ہے۔ سوڈانی زہناؤں کی ان مساعی کو نہ صرف ملکوں بلکہ تمام اسلامی ممالک میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مراکش < شاہ حسن کا خاندان تھرہو ہے صدی سے مراکش پر حکمران ہے

مراکش جس نے موجودہ سلطنت کے بانی شاہ حسن نامی کی قیادت میں فرانس کے نو آبادیاتی تسلط سے آزادی حاصل کی۔ مغربی افریقہ کا ایک مسلم ملک ہے جس کا رقبہ پانچ لاکھ کلومیٹر اور آبادی ۱۶ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ حکومت نے ملک کی ترقی کے لئے زبردست کوششیں کی ہیں۔ اور ۱۹۷۲ میں ایک پانچ سالہ منصوبے پر عمل درآمد مکمل کیا گیا ہے اس منصوبے کی ابتدائی سرمایہ کاری ۱۰ ملین مراکشی درہم تھی۔ زراعت اور صنعت کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ ملک کی ۷۰ فیصد آبادی کا انحصار زراعت پر ہے۔ بڑی بڑی فصلیں گندم، جو، زیتون، بادام اور دوسرے پھل ہیں۔ ملک میں جنگلات کی بھی افرات ہے۔ مریخی پالنا بھی ایک اہم پیشہ ہے۔

بڑی بڑی معدنیات میں فاسفیٹ، کوئلہ، خام تیل، لوہا، سیسہ، کربارٹ زنک، مینگانیز اور چاندی ہیں۔ ملک کے دریاؤں اور سمندری علاقوں میں مچھلی بھی کافی مقدار میں پائی جاتی ہے۔ مراکش کے پاس ماہی گیری کا تقریباً ۳۳ ہزار جہازوں پر مشتمل ایک بیڑہ بھی موجود ہے۔ مراکش میں بڑی عمدہ بندرگاہیں بھی واقع ہیں جن میں کیسا بلانکا بھی شامل ہے۔

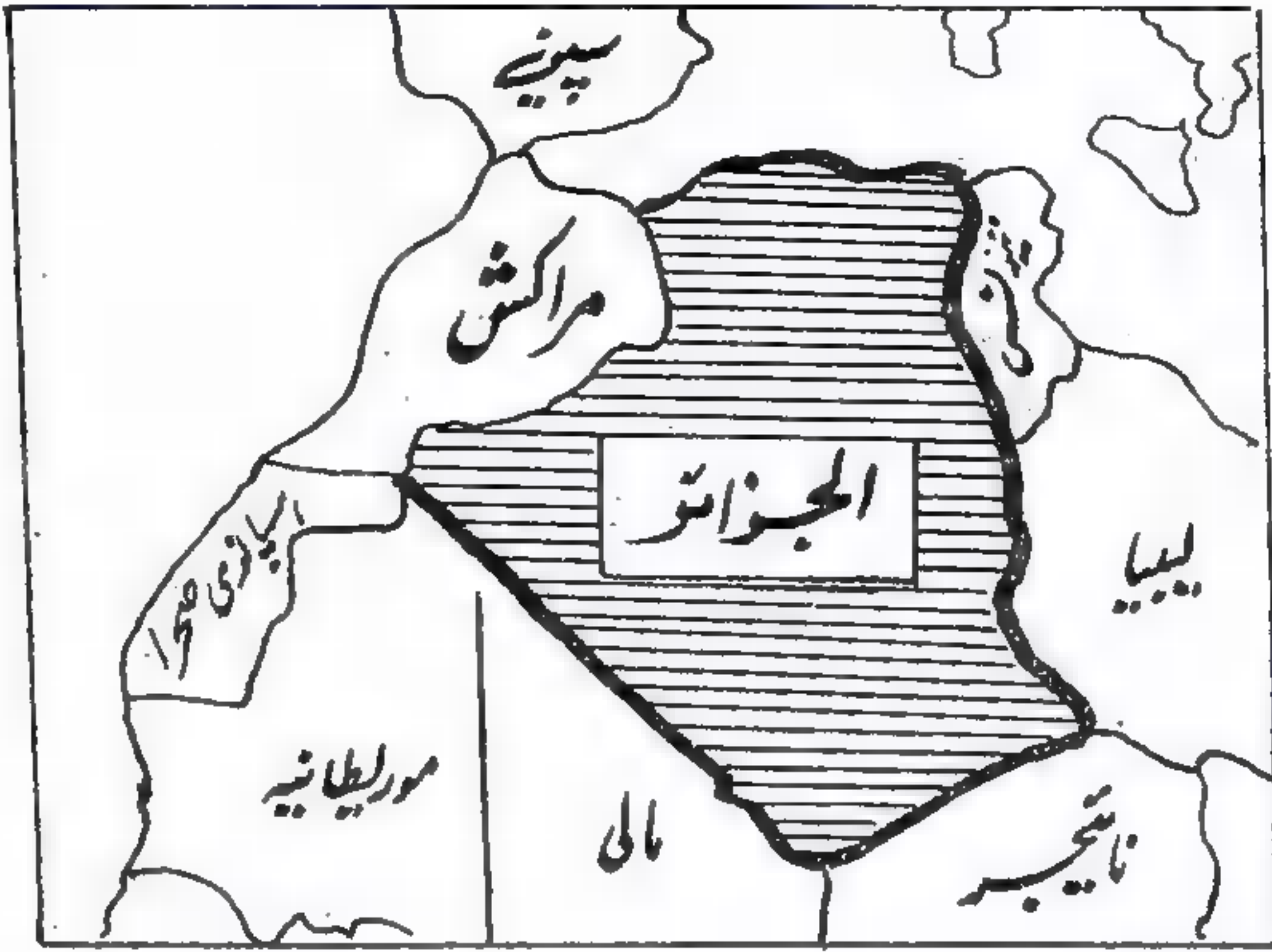
برآمدات دس لاکھ امریکی ڈالروں میں

۱۹۷۱	۱۹۷۰	۱۹۶۹	۱۹۶۸
۵۵۲	۴۸۸	۴۸۲	۴۴۲
۷۷۷	۶۸۶	۵۵۹	۵۵۲

درآمدات

رابطہ دارا حکومت ہے۔ فیض، مراکش، مقتس اور تاجیر مشہور

مقامات ہیں۔



شاہ مراکش حسن ثانی

شاہ کا خاندان سترھویں صدی عیسوی سے مراکش پر حکمرانی کرتا چلا آ رہا ہے شاہ حسن رباط میں ۹ جولائی ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں انہوں نے ڈگری حاصل کی اور ۴ سال بعد انہوں نے قانون کی ڈگری بھی حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء میں انہوں نے سول لاز میں ایک ڈپلوما بھی حاصل کیا۔ ولی عہد مولائے حسن نے عربی اور فرانسیسی دونوں زبانوں پر عبور حاصل کیا اور ان کے والد شاہ حسن خامس نے اوائل میں ہی انہیں حکومتی ذمہ داریوں میں اپنے ساتھ شریک کر لیا۔

شاہ حسن کے والد مرحوم انہیں اہم مواقع پر ہمیشہ ساتھ رکھتے۔ سابق شاہ نے تانجیر میں جو تقریر کی تھی اور جس تقریر میں انہوں نے مراکش کی آزادی کا اعلان کیا تھا اس وقت بھی ولی عہد مولائے حسن نے اپنے والد کے ساتھ تھے۔ یہ تقریر جو کہ ۱۸ نومبر ۱۹۵۲ء کو کی گئی تھی۔ اس میں شاہ حسن خامس نے مراکش کی قوم پرستی کے کردار کو واضح کیا تھا جو کہ شاہ کی جلا وطنی کے دوران بھی ایک قوت بن کر ابھرتی رہی۔

شاہ حسن خامس کو فرانسیسی حکام نے مدغاسکر میں جلا وطن کر دیا تھا۔ یہیں پر فرانسیسی حکام اور شاہ حسن خامس کے درمیان بات چیت بھی ہوئی۔ اس بات چیت میں ولی عہد مولائے حسن نے بھی شرکت کی تھی اور جب شاہ حسن خامس فائنل انداز میں مراکش میں

واپس آئے تو ولی عہد بھی ان کے ساتھ تھے۔ ولی عہد مولائے حسن کو شاہ حسن غماس نے مسلح افواج کا کمانڈر انچیف بنا دیا۔ اس حیثیت میں شاہ حسن دوم سے مراکش سے فرانسیسی افواج کی بات چیت میں حصہ لیا جو کہ اپریل ۱۹۵۶ء میں ہوئی۔

۹ جولائی ۱۹۵۷ء کو اپنی اٹھائیسویں سالگرہ کے موقع پر مولائے حسن کو سرکاری طور پر ولی عہد قرار دے کر حکومت کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ ۵۷ اور ۱۹۶۰ء میں جب ان کے والد غیر ملکی دورے پر باہر گئے تو ان کی غیر حاضری میں انھوں نے تمام شاہی اختیارات کے ساتھ کام کیا۔

مئی ۱۹۶۰ء میں ان کے والد نے انھیں وائیس پرنسپلٹنسی کا عہدہ دیا۔ ستمبر ۶۰ء میں وہ مراکش کے وزیر اعظم کی حیثیت سے اقوام متحدہ میں مراکش وفد کے قائد بن کر گئے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں انہوں نے نوآبادیاتی نظام کے خلاف اپنی پہلی تقریر تھی۔ جسے تمام حلقوں میں سراہا گیا۔

۱۹۶۱ء میں اپنے والد کی ناگہانی موت پر وہ مراکش کے تخت پر متمکن ہوئے انہوں نے اپنا لقب شاہ حسن ثانی رکھا۔ شاہ حسن مذہب کے بہت بڑے پیروکار ہیں۔ اور اپنی تقریروں میں اکثر قرآن اور حدیث کے حوالے دیتے ہیں۔

شاہ حسن کو بچپن سے ہی کھیلوں اور شکار بہت شوق رہا ہے۔ اس لئے وہ اپنا فارغ وقت شکار، گھوڑ سواری یا گات اور ٹینس کھیلنے میں صرف کرتے ہیں۔ وہ اپنے جہاز کو بھی خود ہی چلاتے ہیں۔

مراکش ۲۵ سال تک فرانس کی نوآبادی بنا رہا۔ اس سارے عرصہ میں مراکش غلام ۱۹۱۲ء کے ذلت آمیز معاہدہ حفاظت کو توڑنے کے لئے آزادی کی تحریکیں چلاتے رہے۔ کیوں کہ یہی وہ معاہدہ تھا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرانسیسی سامراج نے مراکش کو غلام بنا رکھا تھا۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران مراکش کے محب وطن دنیا کی دیگر قوموں کے دوش بدوش فسطائیت کے خلاف اس امید پر جنگ لڑتے رہے کہ جنگ ختم ہوتے ہی انھیں بھی آزادی مل جائے گی۔

۱۹۴۳ کے آخر میں اور ۱۹۴۴ کے اوائل میں مراکش میں وطن پرستوں نے استقلال پارٹی کی بنیاد رکھی جس کا منشور تھا کہ مراکش کو مکمل طور پر آزاد کر دیا جائے اور مراکش کے اسپینی اور فرانسیسی حصوں کو یک جا کر دیا جائے۔

دوسری عالمی جنگ کے دوران ہی محب وطن مراکشوں نے عملی جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا۔ اور مختلف سیاسی جماعتوں نے تحریک آزادی کی قیادت سنبھال لی تھی۔ ۱۹۴۶ء میں ان پارٹیوں نے مطالبہ کیا کہ ۱۹۱۲ء کے ”معاهدہ حفاظت“ کے علاوہ ان تمام معاہدوں کو توڑ دیا جائے جن کی وجہ سے مراکش ایک نوآبادی بن کر رہ گیا تھا۔ مراکش کے دونوں حصوں کو جن پر فرانس اور اسپین کا قبضہ تھا۔ دوبارہ متحد کیا جائے۔ بائجیر کی بین الاقوامی حیثیت کو ختم کیا جائے مراکش سے تمام غیر ملکی فوجوں کو نکال دیا جائے۔ اور ایک آزاد جمہوریہ مراکش کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۱۹۵۰ء میں سلطان محمد بن یوسف سدی کو پیش کش کی کہ وہ ملک کے حکومتی اداروں میں اپنی طاقت کچھ اور بڑھالے لیکن سلطان محمد بن یوسف نے ان مراعات کو ٹھکراتے ہوئے مراکش کے لئے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا جسے فرانسیسی حکومت نے ماننے سے انکار کر دیا۔ ۱۴ مارچ ۱۹۵۲ء میں سلطان نے ایک بار پھر فرانسیسی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ۱۹۱۲ء کے معاہدے کو منسوخ کرے اور مراکش کی آزادی کو تسلیم کرے۔ اس مطالبہ کے حق میں مراکش کے تمام بڑے شہروں میں جگہ جگہ مظاہرے ہوئے۔ فرانسیسی حکومت نے اس مطالبے کو سختی سے مسترد کر دیا۔ اور ساتھ ہی استقلال پارٹی اور دیگر قومی پارٹیوں کو خلاف تازنہ قرار دے دیا۔ بائیں بازو کی جماعتوں کے ۱۲ اور استقلال پارٹی کے ۳۰ رہنماؤں کو قید میں ڈال دیا۔ اور محب وطن اخبارات پر پابندی لگا دی۔ اگست ۱۹۵۲ء میں فرانسیسی سامراج نے سلطان محمد یوسف کو معزول کر کے پہلے کارسیکا اور پھر ڈنمارک میں جلا وطن کر دیا اور اس کی جگہ محمد بنی عرفہ کو سلطان نامزد کر دیا۔

سلطان محمد بنی یوسف کی معزول کے مسئلہ پر پورے ملک میں بغاوت پھیل گئی۔ حریت پسندوں نے جگہ جگہ گوریلا تنظیمیں قائم کر لیں اور فرانسیسی چوکیوں پر حملے شروع کر دیے۔

۲۰ اگست ۱۹۵۲ کے ۱۲ جولائی تک محب وطن چھاپہ ماروں نے کم و بیش ۳۳۵ لڑائیاں لڑیں۔ اور ۶ ٹرینیں تباہ کر دیں۔ ان واقعات کے پیش نظر حکومت فرانس نے جزائر گلازے کو برطرف کر دیا اور اس کی جگہ ایک منجھے ہوئے سیاست دان فرانسیس لاکوٹے کو مقرر کر دیا۔

اسی سال نومبر میں ایک اور ملک گیر ہڑتال ہوئی اور سلطان محمد بن یوسف کی دہلی کا مطالبہ کیا گیا۔ ۱۹۵۵ میں ریف اور اطلس کے علاقوں میں قومی آزادی کی فوج ترتیب پائی اور فرانسیسیوں کو بزور قوت ملک سے نکالنے کا پروگرام تیار کیا گیا۔

حالات سے مجبور ہو کر ۲۵ اگست ۱۹۵۵ کو فرانسیسی حکومت مراکش کی فوجوں سے مصالحت کرنے پر مجبور ہو گئی ایک معاہدے کی رو سے سلطان محمد بن یوسف کی بجالی منظور کر لی گئی۔ اور مراکش کی آزاد نمائندہ حکومت کے قیام کو تسلیم کر لیا۔

مراکش کی پہلی حکومت ۷ دسمبر ۱۹۵۵ میں منتخب ہوئی۔ یہ حکومت استقلال پارٹی، قومی جمہوری پارٹی، آزاد نمائندوں پر مشتمل تھی۔ قومی حکومت بن جانے کے بعد فرانسیسی مراکش کی حفاظت اور امور خارجہ جیسے مسائل اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی تھی۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان

دنیا کے قدیم ترین تہذیبوں کا مرکز

پاکستان ایشیا کا ایک اہم ملک ہے۔ اس کے شمال میں افغانستان، شمال مشرق میں چین، مشرق میں بھارت، جنوب میں بحیرہ عرب اور مغرب میں ایران واقع ہیں۔ رقبہ ۱۰۴۰۳ مربع میل اور آبادی چھ کروڑ ہے۔ کرنسی کا نام پاکستانی روپیہ ہے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برطانوی تسلط سے آزادی حاصل کی اور ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو جمہوریہ ہوتے کا اعلان کیا۔ اس کا سرکاری نام جمہوریہ اسلامیہ پاکستان ہے۔ طرز حکومت جمہوری ہے موجودہ صدر فضل الہی چوہدری، وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو ہیں۔

پاکستان میں ۹۹ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے جن کے آباؤ اجداد خلافت راشدہ کے زمانے میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں مکران تک کا علاقہ اسلامی مملکت کا حصہ تھا۔ ۷۱۲ء میں محمد بنی قاسم نے سندھ فتح کیا گیا۔ دسویں صدی کے آغاز میں محمود غزنوی نے صوبہ سرحد، پنجاب اور راجستھان کو اپنی مملکت میں شامل کیا بعد ازاں شہاب الدین غوری نے دہلی تک کے علاقہ پر قبضہ کیا اور ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جو ۸۵۷ء تک قائم رہی۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو شکست دینے کے بعد انگریزوں پر ہندوستان پر قابض ہو گئے ان کا اقتدار ۱۹۴۷ء تک قائم رہا قائد اعظم محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اور نواب زادہ لیاقت علی خاں پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ پاکستان کے لوگ اتحاد عالم اسلامی کے علمبردار ہیں اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو ایک مرکز پر متحد دیکھنا چاہتے ہیں۔ پاکستان کی بنیاد بھی اسلامی اتحاد کا یہی نظریہ ہے۔ علامہ اقبالؒ اس نظریے کے بہت بڑے مبلغ اور شارح تھے۔

پاکستان ترقی و ترقی وسائل سے مالا مال ہے اس کے پہاڑوں میں قیمتی معدنیات کے خزانے ہیں اور میدانے دنیا کے زرخیز ترین علاقوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اسی فیصدی آبادی کا ذریعہ معاش کاشتکاری ہے۔ دریائے سندھ اور اس کے معاون ایک ہزار میل لمبے علاقے کو سیراب کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔ دریاؤں پر جگہ جگہ بند باندھ کر نہریں نکالی گئی ہیں اور بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ مغرب میں ہندوکش کی ۲۵۲۳۰ فٹ بلند چوٹی ترچ میر ہے جبکہ شمال میں کوہستان قراقرم کی ۲۸۲۵۰ فٹ بلند چوٹی کے ٹو ہے۔ یہ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی شمار ہوتی ہے۔ آب و ہوا زیادہ تر خشک ہے۔ جولائی اگست بارش کے مہینے ہیں گرمیوں میں درجہ حرارت ۱۲۰ درجے فارن ہیٹ تک پہنچ جاتا ہے۔

چاول، گندم، کپاس، تیل کے بیج، تمباکو، کھانڈ، آٹا، ادن اور چھلی اہم زرعی پیداوار ہے۔ معدنیات میں گندھک، جیسم، نمک، کرومائیٹ، سیمنٹ، پٹرولیم، گیس، کوئلہ، سرمہ، ایسٹاس، میگنیشیٹ، سلیکا، سنگ مرمر اور زمرہ شامل ہیں۔ ابھی حال ہی میں دریائے سندھ کے بالائی حصہ میں سونا دریافت ہوا ہے جس کی مقدار اور کاروباری اہمیت کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ ڈیرہ غازی خان اور بعض دوسرے علاقوں میں یورینیم کے ذخائر بھی ملے ہیں کالاباغ کے علاقہ میں لہا بھی پایا جاتا ہے۔

آثار قدیمہ کی کھدائی سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں کا مرکز رہا ہے۔ موہنجو دارو کے آثار آج سے چھ ہزار سال قبل کی تہذیب و تمدن کا پتہ دیتے ہیں یہاں کے باشندے اس زمانے میں بھی بڑے بڑے شہروں میں رہتے تھے اور آبپاشی کا نظام ترقی یافتہ شکل میں موجود تھا۔ پاکستان میں اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی برسر اقتدار ہے جس نے مرکز میں پاکستان مسلم لیگ کے اشتراک سے حکومت بنائی ہے۔ گزشتہ دو سال کے عرصہ میں متعدد بنیادی نوعیت کی اصلاحات نافذ کی گئی ہیں۔ موجودہ حکومت کا سب سے بڑا کام متفقہ عوامی اہمیت کی منظوری ہے۔ زرعی، تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی اصلاحات کے نتیجے میں ہر شعبہ زندگی میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔

سربراہ مملکت : پاکستان کے صدر مملکت جناب فضل الہی چودھری اگست ۷۲ء

کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نئے آئین کے تحت سربراہ مملکت منتخب ہوتے۔

جناب فضل الہی چودھری ۱۹۰۴ء میں پنجاب کے ضلع گجرات میں پیدا ہوئے انہوں نے ۱۹۲۴ء میں زرعی سائنس میں ڈگری حاصل کی۔ بعد میں وہ مزید تعلیم کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی چلے گئے۔ جہاں سے انہوں نے معاشیات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ اور ۱۹۲۷ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۹ء میں وہ گجرات بار ایسوسی ایشن میں شامل ہو گئے۔

۱۹۳۶ء میں پنجاب اسمبلی کے عام انتخابات کے موقع پر جناب فضل الہی نے مسلم لیگ کے پیٹ فارم سے یونیٹ پارٹی کے امیدوار کی مخالفت کی بعد ازاں ۱۹۴۴ء میں جناب فضل الہی گجرات مسلم لیگ کی شری اور ضلعی شاخ کے صدر منتخب ہوئے اور اگلے برس مسلم لیگ کے ٹکٹ پر پنجاب کی قانون ساز اسمبلی کے بھی رکن منتخب ہو گئے۔ بعد ازاں قائد اعظم کی ہدایت پر انہوں نے گجرات میں انگریز حکومت کے خلاف سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس کی پاداش میں انھیں جیل جانا پڑا۔

۱۹۵۲ء میں انھیں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے والے وفد کا رکن بنا کر نیویارک بھیجا گیا جہاں وہ قریباً تین ماہ مقیم رہے بعد ازاں ۱۹۵۳ء میں انھیں پاکستان مسلم لیگ کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

۱۹۵۵ء میں وہ مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور پھر اسمبلی کے سپیکر مقرر ہوئے اور اس عہد پر ۱۹۵۸ء کے مارشل لا تک متشکن رہے۔ ۱۹۶۲ء کے انتخابات میں وہ بطور آزاد امیدوار پھر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے بعد میں انھیں اسی اسمبلی کا ڈپٹی سپیکر مقرر کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہلال قائد اعظم کا اعزاز بھی عطا کیا گیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے موقع پر جناب فضل الہی چودھری پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر پھر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے اور ۱۹۷۱ء میں بطور سپیکر ان کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جناب فضل الہی چودھری قومی اسمبلی میں نئے آئین کی تشکیل کے کام کی صدارت کرتے رہے اور ان کی سربراہی میں ایک جمہوری آئین کی تشکیل ان کی سیاسی زندگی کا سب سے درخشاں باب ہے۔

جھڑیہ شام

شام کا کل رقبہ ۷۷۷۲ مربع میل ہے اور اس کی آبادی ۶۰ لاکھ ہے اس کی معیشت کا زیادہ تر دار و مدار زراعت پر ہے۔ مزدوروں کی اکثریت کھیتی باڑی اور مویشیوں کی افزائش کا کام کرتی ہے ملک کا تقریباً ۶۱ فیصد حصہ زراعتی ہے۔ گیہوں، کپاس، زیتون، تمباکو، جوار اور باجرا اس کی خاص پیداوار ہیں مویشیوں کی افزائش کے لئے جو علاقہ استعمال ہوتا ہے وہ زراعتی علاقہ سے زیادہ ہے۔ ۱۹۶۸ میں یہاں ۴ ارب ۸۴ کروڑ ۷۰ لاکھ بھیریں، ۷ لاکھ ۷۹ ہزار بچیاں، ۶۴۰۰ اونٹ، ۶۳۰۰ گھوڑے، ۲۷۳۰۰۰ گائے، ۲۳۵۰۰۰ گدھے اور ۶۵۰۰۰ خچر تھے۔

اس ملک میں معدنیات جو اب تک دریافت ہوئی ہیں وہ بہت کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک اس طرت زیادہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔ ابھی حال ہی میں تیل دریافت ہوا ہے۔ ۱۹۷۲ میں اس کی پیداوار ۶۰ لاکھ ٹن تھی اس کے علاوہ وہ عراقی تیل ٹمپنی شام کو تقریباً ۶۰ لاکھ پونڈ ادا کرتی ہے۔ جس کے بدلے میں تیل شام کی پائپ لائنوں سے گزر کر بندرگاہ تک جاتا ہے جہاں سے یورپی ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے۔

کچھ علاقوں میں ٹاسفیٹ دریافت ہوا ہے جو ۷۲۷۷ سے کام میں آنا شروع ہوا ہے اس کے علاوہ دیگر معدنیات میں تانبہ، کرم، جیسیم، نکل وغیرہ شامل ہیں۔ قدرتی گیس کا کابھی حال ہی میں پتہ چلا ہے۔ اہم صنعتوں میں آٹا، تیل، صابن، سمنٹ (۱۹۶۸ میں پیداوار ۸۲۰۰۰ ٹن) تمباکو (۴۰۰۰ ٹن) پارچہ حیات (۷۰۰۰ ٹن) شیشے کا سامان، شکر (۸۳۰۰۰ ٹن) بنا سیتی گھی (۲۳۰۰۰ ٹن) اونی کپڑے (۱۴۴۰۰ ٹن) نمک (۳۰۰۰۰ ٹن) ہے کپڑے کی صنعت کو مزید ترقی دی جا رہی ہے اور حال ہی میں ایک فولاد کا کارخانہ قائم کیا گیا ہے۔

برآمدات : ۱۹۶۸ میں ۱۶ کروڑ ۸۰ لاکھ امریکی ڈالر، ۱۹۶۹ میں ۲۰ کروڑ ۷۷ لاکھ ڈالر

۱۹۷۰ء ۲۰ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر، ۱۹۷۱ء ۱۹ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر، ۱۹۷۲ء ۲۳ کروڑ ۷۰ لاکھ ڈالر اور دمشق یہاں کا صد مقام ہے اس کے علاوہ الیپو، روما، ہاما اور لتاکیہ جیسے شہر شامل ہیں لیفٹنٹ جنرل حافظ الاسد ۱۹۳۱ء میں شام کے ایک ساحلی گاؤں جبہ میں پیدا ہوئے وہ لتاکیہ کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۵۲ء میں انہوں نے شام کی قضاۃ فوج میں کمیشن حاصل کیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے وہ روس گئے۔ ۵۸ء میں جب شام اور مصر کا الحاق ہوا تو وہ قاہرہ میں تھے اور وہاں انہوں نے بعث پارٹی کے لیڈروں سے تعلقات پیدا کئے اور پارٹی میں شامل ہو گئے۔

۸ مارچ ۶۲ء میں جب شام میں انقلاب آیا تو وہ اہم شخصیتوں میں سے ایک تھے اور اس کی وجہ سے بعث پارٹی پر اقتدار آگئی اور وہ فضائی فوج کے سربراہ مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی عرب سوشلسٹ بعث پارٹی اور قومی انقلابی کونسل کے رکن بن گئے۔ ۶۳ء جزیریہ کو وہ وزیر دفاع مقرر ہوئے اور انہوں نے لیفٹنٹ جنرل کے موجودہ عہد پر ترقی پائی۔ ۶۹ء نومبر ۱۹۷۹ء انہوں نے ایک ملک گیر اصلاحی تحریک چلائی اور چونکہ اس وقت ملک میں زبردست سیاسی رسہ کشی جاری تھی۔ اس لئے یہ تحریک بہت مقبول ہوئی اور اس طرح نومبر ۱۹۷۹ء میں وہ وزیر اعظم اور وزیر دفاع مقرر ہوئے اور بعد میں مارچ ۱۹۷۹ء میں والے ریفرنڈم کے ذریعے بھاری اکثریت سے ملک کے صدر منتخب ہوئے۔ جس وقت انہوں نے اقتدار سنبھالا ہے ملک مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن ہے ان کی قیادت میں شام سیاست اور معاشی اور صنعتی میدان میں زبردست ترقی کی ہے۔

عرب اور اسرائیل کی حالیہ جنگ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ موجودہ شام نے جو پالیسی مرتب کی ہے وہ حافظ الاسد کی دانشمندانہ قیادت کا نتیجہ ہے۔ ان کی اندیشہ خارجہ پالیسی کی وجہ سے آج شام کے تمام عرب ممالک سے بہترین تعلقات ہیں اسی وجہ سے اکثر یہ ۳۰ء کی جنگ میں تمام عرب ممالک نے شام کا کھل کر ساتھ دیا اور شامی فوجوں نے انتہائی جرات اور بہادری سے اس کا ثبوت دیا اور اس کا تمام تر سہرا حافظ الاسد کو جاتا ہے۔

۱۹۴۱ء میں آزادی حاصل کرنے والا ملک جو یورپ اور

ایشیا کے درمیان واقع ہے

لبنان

۲۶ نومبر ۱۹۴۱ء کو آزادی حاصل کرنے والا ملک لبنان یورپ اور ایشیا کے تقریباً درمیان میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۳۴۰۰ مربع میل ہے اور ۱۹۶۷ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی ۲۱ لاکھ ۷۹ ہزار ہے۔ بنیادی طور پر اس کی معیشت زراعتی ہے۔ اور اس کی تقریباً ۳۸ فیصد زمین زیر کاشت ہے۔

۱۹۷۰ء میں خاص فصلیں ترش پھل (۲۷۵۰۰۰ ٹن) سیب (۹۵۰۰۰ ٹن) انگور (۱۱۰۰۰ ٹن) آلو (۱۰۵۰۰۰ ٹن) چغندر (۱۱۷۰۰۰ ٹن) جو (۱۸۰۰۰ ٹن) اور کیلے (۲۶۰۰۰ ٹن) تھیں۔ عرب ممالک اور یورپ کو پھلوں کی برآمد کی موجودہ شرح ۲۰۰۰۰ ٹن سالانہ ہے مجموعی برآمدات بشمول معدنیات مثلاً ناسفیٹ اور دھاتی مصنوعات ۱۹۷۰ء میں بڑھ کر ۷۸۰۰۰ ٹن ہو گئی۔

اب تک دریافت شدہ دھاتوں میں خام لہڑا، تانہ اور چینی مٹی کی صنعت گزشتہ دس سالوں کے دوران سو فیصد بڑھ گئی ہے دسمبر ۱۹۶۸ء کے اختتام تک مجموعی سرمایہ کاری ایک ارب ۶ کروڑ ۸۰ لاکھ پاؤنڈ تھی۔ تقریباً ۶۸۵۰۰ کارکن صنعتوں سے وابستہ ہیں۔ سیت ان وزن ترقی کی جانب مائل ہے اور بہت جلد لبنان کی ٹبر ایک صنعت بن جائے گی۔ سیت کے سلسلہ میں اب تک ۵۰ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری ہو چکی ہے اور سیاحت سے ہونیوالی آمدنی ۱۹۷۰ء میں ۲۹ کروڑ پاؤنڈ تک پہنچ گئی تھی۔

مالیت : امریکی ڈالر بہ اعتبار ملین

برآمدات

۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
۱۴۳	۱۶۱	۱۸۳	۲۲۳	۴۱۷
۵۰۸	۵۰۳	۵۳۵	۶۴۵	۱۰۵۳
درآمدات				

بیروت، لبنان کا تجارتی مرکز اور دارالحکومت ہے۔ دیگر اہم شہروں میں طرابلس (اہم بندرگاہ) سیدون، ذالے اور تارہ ہیں۔

جناب سلیمان کابلان فرنجیہ ۱۳۱۲ھ جون ۱۹۱۰ء کو شمالی لبنان میں زغرۃ کے مقام پر پیدا ہوئے

ان کا تعلق لبنان کے اعلیٰ خاندان سے ہے

جس نے لبنان کی تاریخ میں نہایت اہم کردار

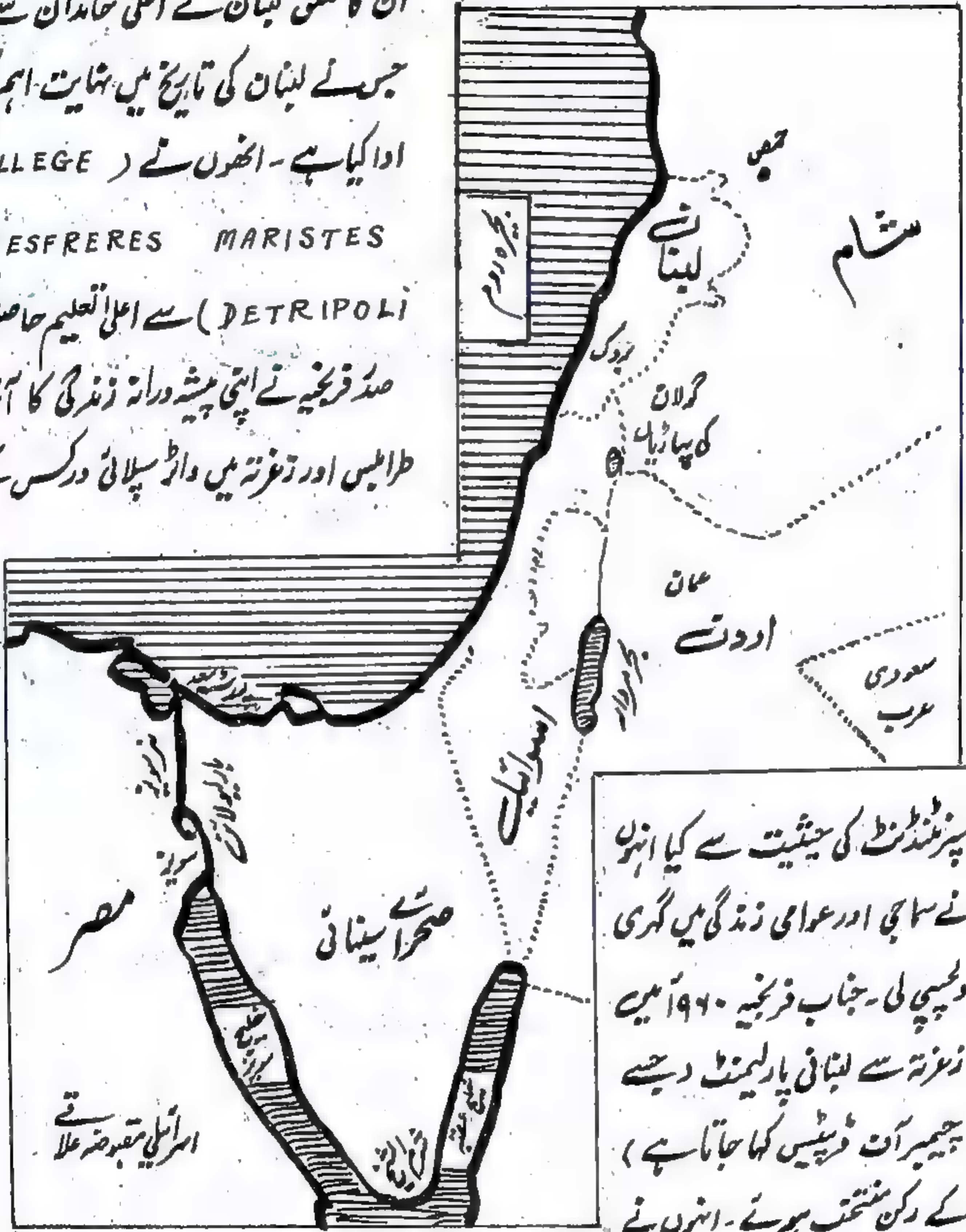
ادا کیا ہے۔ انھوں نے (COLLEGE

DESFRERES MARISTES

(DETROPOLI) سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی

صد فرنجیہ نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز

طرابلس اور زغرۃ میں وارڈ سپلائی ورکس کے



پرنسڈنٹ کی حیثیت سے کیا انہوں نے سماجی اور عوامی زندگی میں گہری دلچسپی لی۔ جناب فرنجیہ ۱۹۶۰ء میں زغرۃ سے لبنانی پارلیمنٹ دجسے چیمبر آف فریسیس کہا جاتا ہے، کے رکن منتخب ہوئے۔ انہوں نے

کئی وزارتیں عہدے بھی سنبھالے۔ جن میں وزیر اعظم عبداللہ یافی کی کابینہ میں وزارت داخلہ کا قلم دان بھی شامل ہے۔ وہ ۵۰-۱۹۶۹ء میں وزیر اقتصادیات کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔ تا آنکہ انھیں پھر سال کی مدت کے لئے ۱۷ اگست ۱۹۷۰ء کو جمہوریہ لبنان

کا صد منتخب کیا گیا۔

صد سلیمان فرنجیہ گھڑ سواری، شکار، کلاسیکی موسیقی تاریخ کے مطالعے اور سفر کرنے کے شوقین ہیں۔ انہوں نے بے تحاشہ سفر کیا ہے۔

انہیں اب تک مندرجہ ذیل ایوارڈ ملے ہیں :

۱۔ گرانڈ کورڈن درجہ اول "لبنانی آرڈر آف دی میرٹ"

۲۔ پیرو کا اعزازی میڈل - یو۔سی۔ ایل - ایم"

۳۔ گرانڈ کورڈن درجہ اول شامی آرڈر آف دی میرٹ، کا تمغہ۔

۴۔ یونیسکو کا نشان درجہ اولے۔

صد فرنجیہ کے پانچ بچے ہیں جن میں سے ایک ڈنی فرنجیہ، کابینہ میں وزیر ہیں۔ پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں اور فرانسیسیوں نے لبنان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۲۰ کے آخر میں فرانس نے تری پولی، سیدون، طاہر اور بیروت کو ملا کر عظیم لبنان کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۱ء میں لبنان نے خود مختاری حاصل کر لی۔ ۱۹۴۶ء میں ایک معاہدے کی رو سے فرانسیسی فوجوں کو لبنان چھوڑنا پڑا اور اس خلا کو امریکی اثر نے پُر کرنے کی کوشش کی۔ لیکن امریکی اثر کے خلاف لبنانی عوام نے تری پولی اور بیروت میں زبردست مظاہرے کئے۔ امریکی مداخلت کے باوجود عوام کی جیت ہوئی اور ان کے قائد رشید کرامی وزیر اعظم ہو گئے۔

لبنان سے کل پھیلائے اخبارات شائع ہوتے ہیں جن میں سے ۴۰ روزنامے ہیں۔ جو زیادہ تر عربی میں شائع ہوتے ہیں صرف ایک اخبار "ٹویلی سار" انگریزی میں اور کچھ فرانسیسی میں بھی پھینتے ہیں۔

لبنان کے ساحلی علاقہ میں بحیرہ روم کی سی زرخیز آب و ہوا ہے۔ جس میں زیتون، سنگترے، انگور، انجیر، ناشپاتی، خربزے، کیلے اور توتلیز پیدا ہوتے ہیں۔

لبنان کی ثقافت ترقی یافتہ ہے یہاں کے خلیل جبران عربی زبان اور مشرق وسطیٰ کے مشہور صاحب طرز آتشا پرواز ہیں۔ بیروت میں پانچ یونیورسٹیاں ہیں۔ جہاں مشرق وسطیٰ کے قریباً سبھی ملکوں کے طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہاں بھڑی آنکھوں والے خوبصورت عرب

بھی بستے ہیں اور آرمینی نسل کے نیاہ رنگ کے لوگ بھی، لبنان میں دیگر نسلوں کے لوگ بھی آباد ہیں اس لئے عربی کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی زبانیں بھی بولی جاتی ہیں لبنان کی تاریخ بہت پرانی ہے پانچ ہزار قبل مسیح یہاں تہذیب اپنے عروج پر تھی۔ آج بھی لبنان میں ہزاروں آثار قدیمہ، یونانی، رومی مندر اور سکندر اعظم کے دور کی یادگار عمارتیں ملتی ہیں۔ اسلام کے ظہور کے بعد لبنان اموی عباسی خلفاء کے تحت رہا پھر عثمانی سلطنت کا حصہ بنا۔ ساتویں صدی سے لبنان عربوں کے زیر اثر آنا شروع ہوا اور تدریجاً دنیا سے عرب میں شامل ہو گیا۔ اب یہ عرب لیگ کا رکن ہے۔

لبنان مشرق وسطیٰ کی سیاست میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا رہا ہے اس نے ہر سیاسی موڑ پر پامردی اور مستقل مزاجی کے ساتھ عربوں کا ساتھ دیا ہے جس کے لئے اسے کئی بار جانی اور مالی قربانی دینا پڑی۔ ۱۹۶۷ء میں توسیع پسند اسرائیل نے جب عربوں کے خلاف جارحیت کا اڑکا ب کیا تو لبنان بھی اس کی زد میں آ گیا۔ لیکن لبنان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش واقع نہیں ہوئی۔

لبنان میں فلسطینی حریت پسند خاصی بڑی تعداد میں ۴۸ء کے بعد سے رہائش رکھتے ہیں فلسطینی چھاپہ مار مجاہدین نے ۱۹۶۷ء سے جنوبی لبنان میں اپنے تربیتی مراکز قائم رکھے ہیں جہاں مختلف علاقوں سے آنے والے جوان عرب عسکری عہدہ حاصل کرتے ہیں اور موقع پاتے ہی اسرائیل کے علاقے پر حملہ بول دیتے ہیں۔ اسرائیلی حریت پسندوں کو لبنان سے نکالنے کا مطالبہ کرتا رہا ہے لیکن لبنان اس مطالبے کو تسلیم کرنے کے لئے آج تک تیار نہیں ہوا۔

کویت

کویت نہ ہزار تین سو پچھتر مربع میل رقبے پر مشتمل اسلامی ریاست ہے۔ ۱۹۶۹ء کی مردم شماری کے مطابق اس ریاست کی کل آبادی ۸ لاکھ ہے۔ اس ملک کی معیشت کا تمام تر انحصار تیل کی پیداوار اور آمدنی پر ہے۔ دسمبر ۱۹۶۸ء میں کویت کے پاس محفوظ تیل کی مقدار ۱۰۴۰ ملین ٹن تھی۔ اب یہاں تیل صاف کرنے کے ایک بڑے کارخانے کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے۔ جس کی تیل صاف کرنے کی صلاحیت ایک لاکھ نوے ہزار بیرل روزانہ ہے۔ اس کے باوجود ۸۰ فیصد خام تیل غیر ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ملک کی ترقیاتی کوششوں میں صنعتوں کی توسیع اور بجلی، پانی اور تعلیمی سہولتیں فراہم کرنے کے ترجیح دی جا رہی ہے۔

کویت میں ایک امریکی کمپنی سعودی عرب کے تعاون سے ڈیڑھ کروڑ بیرل تیل سالانہ نکالنے میں مصروف ہے جب کہ ایک اور جاپانی کمپنی پڑھ کروڑ بیرل تیل نکال رہی ہے اب کویت نے کیمیائی کھاد تیار کرنے کے بھی برآمد کرنی شروع کر دی ہے۔ کویت کے سربراہ مملکت شیخ صباح سلام المبارک کویت کے شاہی خاندان کے بارہوی حکمران ہیں۔ وہ ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ اس وقت کے رواج کے مطابق انھیں قرآن، عربی، زبان و ادب اور اسلامی اصولوں کی تعلیم دی گئی۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہو گئی تو ان کے والد شیخ احمد ال جابر مرحوم نے ۱۹۳۸ء میں انھیں کویتی پولیس فورس کا سربراہ مقرر کیا۔ پولیس کی ۲۱ بکس کی سربراہی کے دوران شیخ صباح نے اس محکمے کو جدید بنیادوں پر منظم کیا جو کہ اب کویت کی وزارت داخلہ کی صورت اختیار کر چکا ہے اس عہدے کے علاوہ شیخ صباح نے متعدد مرقعوں پر محکمہ خزانہ اور سپیک درکس کے ڈپٹی پرنسپل اور محکمہ صحت کے سربراہ کے طور پر بھی خدمات سر انجام دیے۔

جنوری ۱۹۶۲ء میں انھیں آزاد کویت کی آئین ساز اسمبلی کے انتخاب کے بعد کویت کی پہلی کابینہ میں بطور وزیر خارجہ شامل کیا گیا۔

۲۳ جنوری ۱۹۶۲ء کو شیخ صباح و زرارہ کی کونسل کے ڈپٹی پرنسپلڈنٹ مقرر کئے گئے نومبر ۱۹۶۴ء میں شیخ صباح کو آزادانہ طور پر ملک کی دوسری کابینہ تشکیل دینے کے دعوت دی گئی۔

بعد ازاں ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ء کو امیر کویت کی موت کے بعد شیخ صباح نے سربراہ ریاست کی حیثیت سے فرائض سنبھال لئے۔ ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ء کو ہی شیخ صباح نے کویت کے آئینی حکمران کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

البانیہ

مشرقی یورپ کے جزیرہ تالبقان کے مغرب میں واقع البانیہ ایک مسلم ملک ہے سلطان مراد ثانی کے عہد میں البانیہ ترکوں کی عداوت میں آیا۔ اور ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان کے بعد اس نے آزادی حاصل کی۔ لیکن پہلی عالمی جنگ کے دوران یہاں مختلف اقوام کی افواج کا مرکز بن گیا۔

۱۹۲۰ء میں یہاں ایک جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں احمد زوگو صدر مقرر ہوئے ۱۹۳۹ء میں اٹالیہ اس ملک پر قابض ہو گیا۔ اور دوسری عالمی جنگ کے بعد ۱۹۴۵ء میں یہاں انتخابات ہوئے اور ایک دستور تشکیل دیا گیا جس کی رو سے البانیہ کو جمہوریہ قرار دیا۔

سلطنت اردن ہاشمیہ

اردن کا رقبہ ۲۷۷۳۰ مربع میل اور آبادی ۲۴ لاکھ کے قریب ہے ملک میں فاسفیٹ عام پایا جاتا ہے جسے برآمد کیا جاتا ہے ۱۹۶۷ء کی اسرائیلی جارحیت سے ملک کی معیشت کو زبردست نقصان پہنچا تھا ۱۹۶۶ء میں قومی آمدنی ۴۰ کروڑ ڈالر تھی۔ اس میں زراعت کا حصہ ۱۸.۳ فیصد صنعت کا ۱۱.۶ فیصد، کامرس اور ٹرانسپورٹ کا ۲۸.۹ فیصد، تعمیرات کا ۶.۲ فیصد گورنمنٹ ملازمتوں کا ۱۷.۳ فیصد اور دیگر شعبوں کا ۲۰ فیصد تھا۔

بڑی بڑی زرعی فصلوں میں گندم، جو، تنباکو، ٹماٹر اور دوسری سبزیاں، زیتون، انگور، تربوز اور دیگر پھل ہیں صنعتی پیداوار میں فاسفیٹ، پٹرولیم کی مصنوعات، چمڑے کی مصنوعات، کاغذ، لہلہ، دوسری کئی اشیاء شامل ہیں۔ برآمدات میں زیادہ تر فاسفیٹ، پھل اور سبزیاں، کپڑا، دھاگا، خام تیل، کارخانوں کا سامان مشینری اور ٹرانسپورٹ کا سامان شامل ہے۔

برآمدات دس لاکھ امریکی ڈالروں سے ہیں

۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
۳۹	۴۲	۴۴	۳۲	۴۸
۱۵۹	۱۹۰	۱۸۴	۲۰۵	۲۷۱

عمان دارالخلافہ ہے ذرقہ اور اردب دوسرے اہم شہر ہیں۔

شاہ حسین سولہ سال کی عمر میں اردن کے تخت پر جلوسہ افروز ہوئے تھے اور اس تمام عرصہ میں انہوں نے اپنے ملک اور اپنی زندگی کو پیش مشکلات اور انتہائی نامساعد حالات پر جس طرح قابو پایا ہے وہ ان کے کردار اور شہرت کا لازوال حصہ بن چکا ہے ان کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور وہ عرب مفاد

کے لئے تہائی
 مشکل سے دو چار پڑا۔ لیکن ہر موقع پر انہوں نے اپنی ذہانت اور بہادری
 سے کام لے کر مشکل پر قابو پالیا۔

شاہ حسین کا سلسلہ آنحضرتؐ سے ملتا ہے دو علما میں ۱۸ ستمبر ۱۳۵۴ھ (۱۴
 نومبر ۱۹۳۵ء) کو پیدا ہوئے ان کی پرورش ان کے دادا شاہ عبداللہ والد شاہ طلال اور مادر ملک
 زیتے کی نگرانی میں ہوئی۔ پانچ سال کے تھے کہ سکول میں داخل کر دیئے گئے۔ انہوں نے مذہبی
 تعلیم گھر پر ہی حاصل کی بعد میں وہ اعلیٰ تازی تعلیم کے لئے اسکندریہ تشریف لے گئے اور
 ۱۹۵۰ء میں انگلستان کے ہیر ویلیک سکول میں داخل ہو گئے۔

شاہ طلال کی وفات کے بعد شاہ حسین ۱۸ اگست ۱۹۵۲ء کو اردن کے تخت پر بیٹھے
 اسی دوران وہ انگلینڈ میں سینڈھرسٹ کے ٹری کالج میں بھی داخل ہوئے جہاں سے انہوں
 نے فوجی تربیت حاصل کی۔

شاہ حسین میں جمہوری قدروں کا احترام طالب علمی کے زمانے میں ہی پیدا ہو گیا تھا۔ وہ
 اپنے آپ کو دوسرے طلباء سے ممتاز نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان میں خوب گھل مل کر رہا کرتے تھے۔
 شاہ حسین کے محبوب مشغلے اپنے طیارے کو خود چلانا، کاروں کی دوڑ، گھوڑ سواری
 اور فوٹو گرافی ہیں۔ وہ ادب، قانون اور عرب تاریخ کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں۔

شاہ حسین اپنے ملک کی افواج کے کمانڈر انچیف بھی ہیں اور اس حیثیت میں انہوں
 نے فوج کی طاقت بڑھانے کی طرٹ خاصی توجہ دی ہے وہ اسرائیلی جارحیت پسندوں کے
 خلاف لڑنے کے لئے اپنی افواج کو مضبوط تر بنانے میں کوشاں رہتے ہیں فوج کے
 کیمپوں میں جانا ان کا عام دستور ہے۔ اور جو انڈن اور افسروں کے ساتھ ذاتی روابط رکھنے
 میں وہ بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں شاہ حسین نے تیسری دفعہ ملک عالیہ سے ۲۴ دسمبر
 ۱۹۷۲ء کو شادی کی تھی۔

مجموعی قومی آمدنی کا نصف

تیل سے حاصل ہوتا ہے

بحرین

ریاست بحرینے خلیج فارس میں واقع ۴۰۰ مربع میل رقبہ کا ایک جزیرہ ہے جس کی آبادی ۲ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کی معیشت کا بنیادی طور پر انحصار خام تیل کی پیداوار اور اسے صاف کر کے قابل استعمال بنانے پر ہے۔ ریاست بحرین کی کل قومی آمدن کا نصف ذریعہ تیل ہے جس کی سالانہ پیداوار ۴۰ لاکھ ٹن ہے۔ بقیہ نصف آمدنی تجارت، بینکاری اور دیگر ذرائع سے حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ صنعتی لحاظ سے بحرین پیمانہ ہے تاہم اس میدان کو روز افزوں وسعت دی جا رہی ہے۔

اسی گیری، سمندری ذخائر اور بحری جہازوں کی مرمت ریاست بحرینے کی اہم ترقیاتی سرگرمیاں ہیں۔ سب سے اہم صنعت ایلومینیم کی کچی اور خام دھات کو گچھلا کر صاف کرنا ہے۔ ریاست کی ایلومینیم کی پیداواری استعداد ۱ لاکھ ۲۰ ہزار ٹن سالانہ ہے اس صنعت کا آغاز مئی ۱۹۴۸ء میں ہوا جس کے لئے خام مال آسٹریلیا سے درآمد کیا جاتا ہے۔ جبکہ ایندھن کے طور پر قدرتی گیس استعمال کی جاتی ہے بحرینے قدرتی گیس کے کثیر اور وافر ذخائر سے مالا مال ہے۔

ریاست بحرینے کی برآمدات و درآمدات بحساب امریکی ڈالر درج ذیل ہے :

سال	برآمدات	درآمدات
۱۹۴۸	۱۰ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر	۲۱ کروڑ ۹۰ لاکھ ڈالر
۱۹۴۹	" " ۴۰ " "	" " ۷۰ " "
۱۹۵۰	۱۵ " ۷۰ " "	" " ۲۷ " "
۱۹۵۱	۱۷ " ۸۰ " "	" " ۳۱ " "
۱۹۵۲	۱۷ " ۳۰ " "	" " ۳۳ " "

منامہ بحرینے کا دارالحکومت اور تجارتی مرکز ہے علاوہ انہی محرق ایک دوسرا اہم شہر ہے

بحرین کے موجودہ فرمانروا اعلیٰ حضرت شیخ عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ ۳ جولائی ۱۹۳۳ء کو ضلع جبرہ میں پیدا ہوئے۔ جبرہ بحرین میں دارالحکومت منامہ کے مغربی علاقے میں واقع ہے۔ ان کے والد شیخ سلمان بن حماد الخلیفہ نے ۱۹۵۳ء میں انھیں عارضی طور پر اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے والد کے لندن کے مختصر دورے کے دوران ان کی غیر موجودگی میں قائم مقام حکمران کے فرائض ادا کئے۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۱ء تک وہ منامہ بلدیاتی کونسل کے چیرمین رہے۔ ۲۱ جنوری ۱۹۵۸ء کو امارتی عدالت کے جاری کردہ ایک فرمان کے مطالبے وہ سرکاری طور پر بحرین کے ولی عہد مقرر ہوئے اور ۲ نومبر ۱۹۶۱ء کو اپنے والد کے انتقال پر وہ اتھووریاست کے حکمران ہو گئے اور ۴ روزہ سوگ کے بعد ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو سرکاری طور پر ان کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا گیا۔

ریاست بحرین کے حکمران شیخ عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ نے ۶۸ میں ایک حکم جاری کیا۔ جس کے مطابق ریاست میں پہلی بار دفاعی افواج کا قیام مستقل بنیادوں پر عمل میں لایا گیا اگست اور ستمبر ۶۹ کے دوران انہوں نے امریکا، برطانیہ اور فرانس کے سرکاری دورے کئے۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے اپنی زیر نگرانی ڈائریکٹرز کا ایک بورڈ قائم کیا۔ جس کا پیرمینے ان کے چھوٹے بھائی شیخ خلیفہ بن سلمان الخلیفہ کو مقرر کیا گیا۔ چونکہ بحرین کلی طور پر خود مختار اور آزاد ریاست نہ تھی اس لئے بورڈ کے ڈائریکٹرز کو مشیران اور منتظمین کی حیثیت دی گئی۔

۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۰ء کے دوران انہوں نے سعودی عرب، عراق، مصر، کویت اور متحدہ عرب امارتوں کے کئی ایک سرکاری و غیر سرکاری دورے کئے۔ انہوں نے عرب ممالک کی اعلیٰ سطح کی بشمار مشاورتی مجالس میں بھی شرکت کی۔

متحدہ عرب امارتیں

سات ریاستوں پر مشتمل ایک وفاق
بدوم، سلطان زیاد کی قوت کو دار کے معزت ہیں

خلیج فارس کی متحدہ عرب امارتوں کے وفاق میں سات ریاستیں شامل ہیں اور یہ تمام ریاستیں تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ ان کا رقبہ ۸۳،۶۶۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۲ لاکھ کے قریب ہے۔ ان میں سے ابوظہبی میں زرخیز زیر کاشت رقبہ بھی موجود ہے۔
زرعی پیداوار میں زیادہ تر پھل اور سبزیاں شامل ہیں۔

وفاق کی تمام تر معیشت کا انحصار تیل پر ہے اور سب سے زیادہ یہی برآمد کیا جاتا ہے۔ ابوظہبی میں سب سے زیادہ تیل پیدا ہوتا ہے اور یہاں سے روزانہ تقریباً ۲۰ لاکھ بیرل تیل نکالا جاتا ہے۔ اور اس سے ایک ملین ڈالر سے زائد سالانہ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

درآمدات میں عام استعمال کی اشیاء، کپڑا، کارخانوں اور ٹرانسپورٹ کا سامان شامل ہے
برآمدات دس لاکھ امریکی ڈالروں میں

۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
۱۹۸	۲۱۳	۲۴۱	۲۶۳	۵۷۱
درآمدات ۱۲۰	۱۵۳	۱۴۲	۱۹۸	۲۹۳

سربراہ مملکت

عرب امارتوں کے وفاق کے سربراہ شیخ زیاد بن سلطان ہیں آپ ۱۹۷۸ میں پیدا ہوئے ان کا تعلق شیخ عیسیٰ بن کبان کے خاندان سے ہے جو ابوظہبی میں النہان خاندان کے بانی تھے۔ شیخ زیاد کے آباؤ اجداد میں سے ایک شیخ زیاد اعظم تھے جنہوں نے ۱۸۵۵ء سے ۱۹۰۹ء

شک عرب امارتوں کے موجودہ سیاسی اور اقتصادی ڈھانچے کی بنیاد رکھی تھی۔ ۱۹۴۰ء میں شیخ
 زیاد بن سلطان مشرقی صوبوں کے گورنر مقرر ہوئے تھے اور اس حیثیت میں وہ بیس سال
 تک کام کرتے رہے اس دوران انہوں نے بہت سی اقتصادی اور سماجی اصلاحات نافذ کیں۔
 صحرا کے علاقوں میں رہنے کی وجہ سے انھیں عرب بدوں کے حالات کا مشاہدہ کرنے
 کا بھی موقع ملا۔ اور وہ ان کے رواج اور عادات و خصال سے بہتر طور پر واقف ہوئے
 انہوں نے بدوں کی رسم و رواج تاریخ اور ثقافت کے بارے میں بہت سی معلومات اکٹھی
 کیں۔ ۱۹۴۸ء میں ہجیر نے ان سے ملاقات کی اور شیخ زید بن سلطان کے بارے میں یوں رقمطراز ہوا۔
 زیاد ایک مضبوط جسم والے آدمی ہیں ان کی عمر ۳۰ سال کے لگ بھگ ہے اور ان
 کی داڑھی کا رنگ بھورا ہے چہرے سے ذہانت ٹپکتی ہے ان کی آنکھیں دل میں اتر خانیوالی
 ہیں اور ان کے طور طریقوں سے رعب ٹپکتا ہے ان کا لباس سب سے سادہ ہے۔ کمر میں انہوں
 نے ایک خنجر اور کارتوسوں کی ایک پیٹی لٹکا رکھی ہے اور ریت پر ان کی رائفل ساتھ ہی پڑی
 ہوئی ہے۔ میں ان سے ملنے کا بڑا اشتاق تھا کیونکہ بدوں میں اسے بڑی شہرت حاصل ہے۔
 بدو انھیں ان کی سادہ عادات اور غیر رسمی طور طریقوں کی وجہ سے بہت چاہتے ہیں اور
 اس کی قوت کو دارگے معترف ہیں۔ ان کی دانش مندی اور طاقت کے قائل ہیں۔ اور وہ
 تعریفانہ انداز میں شیخ زیاد کے بارے میں کہتے ہیں۔ شیخ زیاد ایک بدو ہے وہ اونٹوں
 کے بارے میں جانتا ہے ہماری ہی طرح ان پر سواری کر سکتا ہے اور گولی چلا سکتا ہے اور
 جانتا ہے کہ جنگ کس طرح کی جاتی ہے۔

مشرق صوبوں میں ۲۰ برس کے دور حکومت میں انہوں نے زرعی میدان میں بہت سی
 اصلاحات نافذ کیں۔ انہوں نے ہمیشہ عرب مزارعوں کی مدد کی۔ اور امیر زمینداروں کے خلاف
 کارروائی کی، جب زمینوں کو پانی دینے کا سلسلہ آتا تو وہ بڑے بڑے زمینداروں کو بلاتے۔
 اور کہتے کہ رسول پاک کی حدیث ہے کسی کو پانی کی ترسیل بند مت کرو، مبادا چراگا ہیے
 خشک رہ جائیے۔ لہذا کاشت کاروں کو فوراً پانی مہیا کرو۔

ری پبلک ڈی چاڈ

۱۹۶۰ میں فرانسیسی تسلط سے آزاد ہوا
قلعی چاڈ کی سب سے بڑی معدنی دولت ہے

سرکاری نام : ری پبلک ڈی چاڈ
عمل و قوع : اس کے مغرب میں نائجیریا اور کیمرون اور شمال میں لیبیا اور چیبیل چاڈ
کا کچھ حصہ، مشرق میں سوڈان اور جنوب میں وسطی افریقہ جمہوریہ واقع ہے اس کا زیادہ تر
حصہ صحرا پر مشتمل ہے۔ بحیرہ روم سے ۵۵۰ میل جنوب میں واقع ہے۔

رقبہ : ۴۹۵۸۰۰ مربع میل
آبادی : اس کی آبادی تقریباً ۲۹ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے
دارالحکومت : نڈجینا (فورٹ لیبرے) ۱۲ ستمبر ۱۹۷۳ سے فورٹ لیبرے کا نام تبدیل کر
دیا گیا ہے۔

دیگر اہم شہر : فورٹ آرکبائلٹ، نونڈو۔
زبان : فرانسیسی ملک کی سرکاری زبان ہے۔
مذہب : ۸۵ فیصد لوگ مسلمان ہیں۔

سکہ : فرانک
اہم پہاڑی سلسلے : تبتی، ایمینڈی۔

آب و ہوا : صحرائی علاقہ میں آب و ہوا گرم اور خشک ہوتی ہے لیکن جنوب میں
کم سردی اور ہوا میں خشکی ہوتی ہے۔

پیداوار : کپاس، گوشت، منگ پھلی، چاول اور باجرہ، چمڑا اور کھالیں۔
معدنی پیداوار : قلعی میاں کی سب سے بڑی معدنی دولت ہے۔
صنعتیں : تاحال کوئی قابل ذکر صنعت نہیں البتہ یہاں چھوٹی چھوٹی صنعتیں موجود ہیں۔

مختصر تاریخ : اس علاقہ کو ۱۹۱۳ میں فرانسیسیوں نے اپنے قبضہ میں لیا تھا اور بعد ازاں اس کا شمار فرانسیسی استوائی افریقہ کے چار علاقوں میں ہونے لگا۔ ۲۸ نومبر ۱۹۵۸ء کو اسے داخلی خود مختاری اور ۱۱ اگست ۱۹۶۰ء کو مکمل خود مختاری دے دی گئی۔ فرانکوش ٹریبلے اس کے پہلے صدر اور وزیر اعظم بنے۔ ۱۶ اپریل ۱۹۶۲ء کو چاڈ میں ناکام فوجی انقلاب برپا ہوا اور اسی سال ملک کا نیا آئین نافذ کیا گیا۔

۱۹۶۴ء سے اب تک چاڈ کے شمالی حصوں میں بھڑپیں جاری ہیں۔ باغیوں کو کچلنے کے لئے صدر ٹریبلے نے ۱۹۶۸ء کے آخر تک فرانس کو فوجی دستے بھیجنے کی درخواست کی درخواست کی جسے فرانس نے منظور کر لیا۔

جون ۱۹۶۹ء میں ٹریبلے چاڈ کے دوبارہ صدر منتخب ہو گئے انہوں نے افہام و تفہیم کے جذبہ سے کام لے کر اپنے تین مخالفوں کو کابینہ میں لے لیا۔ ۱۹۷۲ء میں فرانسیسی فوجیں چاڈ سے واپس چلی گئیں۔

۱۹۷۳ء میں چاڈ نے اسرائیل کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات ختم کر دیے۔ معاہدوں اور تنظیموں سے وابستگی، چاڈ افریقی اتحاد کے ادارہ، افریقہ کے مشترکہ ادارے، الاگیسی اور مارشس، یونین آف سنٹرل افریقن سیٹس، سنٹرل افریقن اکنامک کسٹم یونین، اقوام متحدہ اور اسلامی سیکریٹریٹ کا رکن ہے۔

قومی پرچم : چاڈ کا بھنڈا تین عمودی پٹیوں (نیلا، زرد اور سرخ) میں بنا ہوا ہے۔

اہم شخصیات : فرانکوش ٹریبلے ہی کی شخصیت ایسی ہے جو بین الاقوامی طور پر شہرت یافتہ ہے۔

ممتدہ متنزانیہ

مشرق افریقہ کا ملک جو ۱۹۶۴ء میں
ٹانگانیکا اور زنجبار کے ادغام سے وجود میں آیا

سرکاری نام : ممتدہ جمہوریہ متنزانیہ

محل وقوع : یہ مشرقی افریقہ کا ملک ہے ۱۹۶۳ء میں ٹانگانیکا اور زنجبار کے باہمی
ادغام سے عمل میں آیا۔ بحر ہند پر اس کا ساحل ۵ میل لمبا ہے۔

رقبہ : ۳۶۲۰۸۲۰ مربع میل۔

آبادی : ایک کروڑ ۴۰ لاکھ۔

دارالحکومت : دارالسلام (آبادی ۲۷۲۸۲۱)

سکہ : تنزانی شلنگ۔

دیگر شہر : ٹانگا، وانزا، طبرہ، موروگورو، موشی، ڈوڈوما، زنجبار شہر۔

بلند ترین مقام : کدہ کلمنجار کی چوٹی۔

اہم دریا : پنگانی

زبان : سواحلی اور انگریزی ملک کی سرکاری زبانیں ہیں۔ زنجبار میں سواحلی سرکاری
زبان کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ عربی، انگریزی اور دیگر ہندوستانی زبانیں بھی برلی
جاتی ہیں۔

مذہب : اسلام

آب و ہوا : مختلف علاقوں کی آب و ہوا مختلف ہے۔ نیشی علاقوں میں سخت گرمی ہرتی
ہے۔ پہاڑی مقامات میں درجہ حرارت بہت کم ہوتا ہے۔ سالانہ بارش کی اوسط ۶۲" ہے۔

زرعی پیداوار : لنگ، خام روٹی، کافی، گنا اور لکڑی۔

معدنی پیداوار : ہیرے، سونا، مین و غیرہ

صنعتیں : المونیم کے برتن ، کیمیائی اشیاء ، چمڑے کی مصنوعات ، کپڑا ، صابن ،

بلیڈ وغیرہ وغیرہ

قرمی پرچم :- سبز اور نیلا اسے زرد رنگ کے کنارے سے درمیانی سیاہ رنگ کی پٹی سے علیحدہ ہوتا ہوا دکھایا گیا ہے ، اس کے دائیں جانب بھلی طرف اور بائیں جانب اوپر کی جانب تلو تلو بنی ہوئی ہیں ۔

مختصر تاریخ : ۱۷ ویں صدی قبل از مسیح میں تھرائینہ کے ساتھ ہندوستان اور عرب ممالک کی ساحلی تجارت زوروں پر تھی ۔ پہلی صدی عیسوی میں یونانی تاجروں نے اسے دیکھا ۱۴۹۸ میں مشہور سیاح واسکو ڈے گاما کی تھرائینہ کی سیاحت کے بعد پرتگالیوں نے عربوں کو یہاں سے نکال دیا مگر وہ نظم و نسق چلانے میں ناکام رہے کیونکہ یہاں ان کی تعداد بہت کم تھی ۔ اس صورتحال میں حلب ہی یہاں عربوں کی حکومت بحال ہو گئی ۔ ۱۸۵۶ء میں سید سعید کی وفات کے بعد تھرائینہ کی تقسیم ہو گئی ۔ اور زنجبار کو ایک علیحدہ سلطنت کی حیثیت حاصل ہو گئی ۔

یہاں جرمنوں کا اثر و نفوذ اس قدر تیزی سے بڑھا کہ ۱۸۸۴ء میں ڈاکٹر کارل پیٹرز نے مقامی سرداروں سے چند ہفتوں کے اندر اندر درجنوں معاہدے طے کر لئے ۔ اور حاصل کردہ علاقہ کو ۱۸۸۵ء میں جرمن کا زیر تحفظ علاقہ قرار دیا گیا ۔

پہلی جنگ عظیم میں برطانوی اور بلجی فوجوں نے جرمنوں کو یہاں سے نکال باہر کیا اور معاہدہ ورسلز کی رو سے ۱۹۱۹ء میں ٹانگانیکا برطانیہ کا انتدابی علاقہ قرار پایا اور ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو اسے اقوام متحدہ کے تسلیتی علاقہ میں بدل دیا ۔

دیں اثنا ۱۸۹۰ء میں سلطان نے زنجبار اور ممبہ کا علاقہ برطانیہ دیکھتیت زیر تحفظ علاقے کے حوالے کر دیا ۔ ۱۹۲۶ء میں ٹانگانیکا میں پہلی لیجسلیٹر کونسل قائم ہوئی اور اسی سطح پر زنجبار میں بھی لیجسلیٹر کونسل قائم کی گئی ۔

پہلے عام انتخابات کے بعد یہاں سے وزارتی نظام قائم کیا گیا ۔ دوسرے عام انتخابات میں جو اگست ۱۹۵۹ء میں منعقد ہوئے تھے ۔ چوبیس نامزد ریسے کو وزیر اعلیٰ منتخب کر لیا گیا ۔

یچ مئی ۱۹۶۱ء کو نائریسے کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۶۱ء کو مکمل خود مختاری دے دی گئی۔ ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو ٹانگانیکا بھی آزاد ہو گیا۔

۱۸ جنوری ۱۹۶۱ء کو زنجبار میں پہلے عام انتخابات منعقد ہوئے۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۳ء کو شدید آئینی مشکلات کے بعد اسے خود مختار سلطنت قرار دیا گیا۔ مگر ایک ماہ کی قلیل مدت کے بعد نئی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور ملک کو عوامی جمہوریہ زنجبار قرار دیا گیا۔ ۲۳ اپریل ۱۹۶۴ء کو ٹانگانیکا اور زنجبار کو باہم مدغم کر کے ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۴ء کو نئی مملکت کا نام تنزانیہ رکھ دیا گیا۔ ۵ جولائی ۱۹۶۵ء کو یہاں ایک پارٹی کی حکومت قائم ہو گئی۔ معاہدوں اور تنظیموں سے وابستگی، تنزانیہ دولت مشترکہ اور اقوام متحدہ کا رکن ہے۔

شخصیات

موجودہ شخصیات میں سے جو لیس نائریسے (پ ۱۹۲۲ء) ٹانگانیکا کے بانی اور موجودہ تنزانیہ کے صدر کشیدی کو ادا (پ ۱۹۲۸ء) ٹیڈ یونین لیڈر اور ٹانگانیکا کے پہلے نائب صدر عابد کووے زنجبار کے پہلے صدر اور تنزانیہ کے پہلے نائب صدر کی شخصیات قابل ذکر ہیں۔

انیسویں صدی کی مشہور شخصیات میں زنجبار کے سلطان سید سعید بن سلطان بن احمد (۱۸۵۶ء تا ۱۸۹۱ء) اور حمید بن محمد المرحبان شامل ہیں۔

قطر

ریاست قطر کا رقبہ تقریباً ۱۱۴۴۷ مربع میل ہے اور ۱۹۷۱ء میں اس کی آبادی کا تخمینہ ۱۶۰,۰۰۰ لگایا گیا تھا۔ آبادی کا ساڑھے فیصد حصہ اور مزدوروں کا ۸۳ فیصد حصہ سعودی عرب، پاکستان، ایران اور انڈیا سے آتا ہے۔ آبادی کا ۹۰ فیصد حصہ مالیاتی اور تعمیری سرگرمیوں میں مصروف ہے قومی آمدنی کا ۷۵ فیصد حصہ تیل سے حاصل ہوتا ہے مجموعی قومی آمدنی کی سطح ۳۵۰ ملین ہے اور فی کس قومی آمدنی تقریباً ۲۷۰۰ ڈالر ہے۔

کچھ صنعتیں بھی سامنے آرہی ہیں تیل کے علاوہ سب سے زیادہ ترقی سیمنٹ کی صنعت میں ام باب سیمنٹ پلانٹ کی شکل میں ہوتی ہے جس میں ۴۰ فیصد حصص حکومت کے ہیں اور ساڑھے فیصد حصص قطر کے عوام کے ہیں۔ قطر کی پٹرولیم کمپنی نے بھی ایک بہت بڑا منصوبہ شروع کیا ہے جس پر اندازاً ۲۵ ملین ڈالر لاگت آئے گی۔ اور اس کا مقصد دھان کے میدان سے پانی جانے والی قدرتی گیس کو محلول میں تبدیل کرنا ہے۔

ام سعد میں قطر کا پہلا آٹے کا کارخانہ زیر تعمیر ہے جس کی لاگت ۷۵۰,۰۰۰ ڈالر ہوگی۔ ایک کھاد پلانٹ کا منصوبہ بھی زیر غور ہے جو روزانہ ۹۰۰ ٹن ایمونیا اور ۱,۰۰۰ ٹن یوریا پیدا کرے گا جو کہ تمام کا تمام برآمد کر دیا جائے گا۔

ذرمعی پیداوار محدود ہے اہم فصلیں سبزیوں، کھجوریں اور انانج ہے قطر میں سبزیوں کی ضرورت سے زائد پیدا ہوتی ہیں۔ سالانہ پیداوار ۲۰۰۰ ٹن ہے انانج کی پیداوار ۳۴۰ ٹن ہے ۲۰۰۰ ٹن سے ۳۰۰ ملین ڈالر کا زرمبادلہ حاصل ہوا۔

دارالحکومت دوہا ہے۔ یہ ملک کی مرکزی بندرگاہ بھی ہے تیل کی پیدائش کا مرکز دھان ہے ام سعد آئل ٹرمینل ہے۔

جمہوریہ سیرالیون < اقامت متحدہ کا ایک سودا رکن

سیرالیون نے ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ کو آزادی حاصل کی اور اقوام متحدہ کا سودا رکن بنا اس اسلامی ملک کا کل رقبہ ۷۳ ہزار ۲ سو ۲۶ کلومیٹر ہے اور آبادی ۲۰ لاکھ ۴۹ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کی مقامی آبادی کے استعمال کے لئے سب سے زیادہ کاشت ہونے والی فصلیں کافی اور ادرک ہیں۔

اس کی خوردنی دولت میں ۷۱ ہزار گائے بیل، ۱۰ لاکھ ۳۵ ہزار بکریاں، ۲۶۱ ہزار بھیریں اور تقریباً ۱۰ لاکھ چوزے شامل ہیں۔ مچھلیاں پکڑنے کی اوسط ۳۰ ہزار ٹن سالانہ ہے ملک میں دریافت ہونے والی دھاتوں میں ہیرا اور لوہا قابل ذکر ہیں۔ جن کا ذبے فیصد برآمد کیا جاتا ہے۔

سیرالیون کی اہم درآمدات میں گندم، آٹا، چینی، دودھ، کریم، گوشت، تمباکو، کاریجے، ڈیزل، گیس آئل، ادویات، صابن، کاٹن، کپڑا، سینٹ، گاڑیاں، بجلی کا سامان جوتے اور ریڈیو سیٹ شامل ہیں۔

سربراہ مملکت

سیرالیون کے سربراہ مملکت ڈاکٹر سیکا سیٹون ۲۴ اگست ۱۹۰۵ء میں سیرالیون کے جزیری صوبے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے البرٹ اکیڈمی اور آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ میں تعلیم حاصل کی بعد ازاں ڈاکٹر سیکا سیٹون ۱۹۲۳ء میں سیرالیون پولیس فورس میں بطور فرسٹ کلاس سارجنٹ ملازم ہو گئے۔

۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۶ء تک سیرالیون ترقیاتی کمپنی کی تعمیرات میں کام کیا اور بعد میں سرنگ

کارکنوں کی یونین کی بنیاد رکھی۔ اس یونین کے ذریعے انہوں نے، ہزار کارکنوں کے لئے ملازمت کی بہتر شرائط منظور کرائیں۔ عام تعلیم پر وکسن کالج آکسفورڈ میں کورس مکمل کرنے کے بعد ڈاکٹر سیکا سٹیون نے ٹریڈ یونین ازم اور صنعتی تعلقات کا مطالعہ بھی کیا۔ ۱۹۴۰ میں وہ متحدہ محاذ کے وفد میں شامل ہو کر اتنی بات چیت کے لئے لندن گئے جس کے نتیجے میں سیرالیون کو آزادی نصیب ہوئی۔

۱۹۴۲ کے عام انتخابات میں ڈاکٹر سیکا کی پارٹی نے ترقی پسند تحریک آزادی کے ساتھ مل کر انتخابات میں حصہ لیا وہ متحدہ طور پر صرف بیس نشستیں حاصل کر سکیں اس طرح ڈاکٹر سیکا اپوزیشن کے لیڈر منتخب ہو گئے۔

نومبر ۱۹۴۳ میں ان کی پارٹی نے فری ٹاؤن کے شہر میں اکثر نشستیں جیت لیں، اور ڈاکٹر سیکا شہر کے میئر منتخب ہو گئے۔ ۱۹۴۴ کے عام انتخابات میں ان کی پارٹی بھاری اکثریت سے جیت گئی اور انھوں نے سیرالیون کے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھال لیا۔ ڈاکٹر سٹیون نے ۱۹ اپریل ۱۹۴۵ کو سیرالیون کے پہلے وزیر اعظم کا حلف اٹھایا اور پھر صدر مملکت کا عہدہ بھی سنبھال لیا۔ ڈاکٹر سٹیون نے اپنے ملک کی تحریک آزادی میں دو مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

عراق

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا۔ اور یہاں دو شہر لہرہ اور کوفہ آباد کئے اموی دور میں واسطہ کا شہر آباد ہوا المنصور عباسی نے دجلہ کے کنارے بغداد کا شہر آباد کیا جو ۸۵۸ تک عباسیوں کا صدر مقام رہا۔ اسکے بعد ایل خانی منگولوں نے عراق پر حکومت کی۔ ۱۶ویں صدی عیسوی میں عثمانی ترکوں نے اسے اپنی عمارت میں شامل کیا۔ پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ نے فتح کر کے امیر فیصل بن شریف کو حکومت تفویض کی جس کے خاندان کی حکومت ۵۸ء میں سرخوردگی ایک فوجی انقلاب کے ذریعہ ختم ہوئی۔ صدر احمد حسن البکر عراق کے موجودہ سربراہ ہیں۔

جمہوریہ صومالیہ

صومالیہ ایک وقت میں برطانیہ اور اٹلی کے مابین پرغمال کے طور پر تقسیم ہو گیا تھا لیکن اب یہ ملک مشرقی افریقہ میں ایک آزاد اسلامی مملکت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا رقبہ ۲۷۰ ہزار مربع میل اور آبادی ۲۵ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ صومالیہ کے ساتھ قریباً ۱۸ سو میل تک سمندری ساحل پھیلا ہوا ہے۔ صومالیہ میں دو دریا بہتے ہیں۔ جن سے کچھ آبپاشی کھسے سہولیتی حاصل ہو جاتی ہیں صومالیہ کی زیادہ تر آبادی مویشی پالنے کا دھندہ کرتی ہے۔

صومالیہ میں ۲۵ فیصد لرگ محنت مشقت سے روزی کماتے ہیں۔ ۵۰ فیصد آبادی کے روزگار کا دار و مدار کھیتی باڑی پر ہے۔ جب کہ ۴ فیصد صنعت کار اور ۱۲ فیصد سرکاری ملازم ہیں۔ صومالیہ صرف اشیائے خوردنی کی برآمد سے کل زرمبادلہ کا دو تہائی فیصد حصہ کھاتا ہے۔ ۱۹۷۱ میں ایک کروڑ ۷۰ لاکھ روپے کی اشیائے خوردنی برآمد کی گئیں اس کے علاوہ ۵۵ لاکھ روپے کا زرمبادلہ گزشتہ اد رکھالوں کی برآمد سے بھی حاصل کیا گیا۔ اس وقت صومالیہ میں بکثرت جانور موجود ہیں جن میں ۴۰ لاکھ گائے ہیں، ۳۰ لاکھ اونٹ اور ۲۱ کروڑ بھیڑ بکریاں شامل ہیں۔

سعودی عرب صومالیہ کا سب سے بڑا گاہک ہے جو ہر سال اشیائے خوردنی کی کل برآمد کا ۸۵ فیصد حصہ منگواتا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں جنوبی مین اور مصر بھی صومالیہ کے اہم گاہک ہیں۔

صومالیہ کی اہم فصلوں میں بانس، گنا اور کاٹن شامل ہے۔

صومالیہ کی ۸۵ فیصد فیکٹریوں میں برآمدی سامان تیار کیا جاتا ہے اور صرف پانچ صنعتیں ایسی ہیں جہاں چھتی، گزشت، پھل، دودھ اور خوراک کی دیگر مصنوعات تیار ہوتی ہیں یہاں صرف ایک ٹیکسٹائل یونٹ قائم ہے اور پٹے و فرنیچر وغیرہ کی فیکٹریاں بھی محدود پیمانے پر موجود ہیں۔

سربراہ مملکت

سرمالیہ کے سربراہ مملکت میجر جنرل محمد سعد ۱۹۱۹ء میں ضلع لاہ میں پیدا ہوئے ابھی ان کی عمر صرف دس برس تھی کہ ان کے والدین انتقال کر گئے۔ انہوں نے لاہ کے ایک سکول میں تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۴۱ء میں پولیس فورس میں ملازم ہو گئے جہاں وہ ترقی کرتے ہوئے ۱۵ء میں چیف انسپٹر کے عہدے تک پہنچ گئے ۱۹۵۲ء میں انھیں اُلی کی فوجی اکیڈمی میں تربیت حاصل کرنے کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ اور تربیت مکمل کرنے کے بعد انھیں فوج میں کمیشن لی گیا۔

جب اپریل ۱۹۴۹ء میں سرمالیہ کی قومی فوج کا قیام عمل میں آیا تو انھیں کرنل کے عہدے پر فوج کا وائس کمانڈنٹ آفیسر مقرر کر دیا گیا۔ وہ ۱۹۶۵ء میں کمانڈنٹ ہوئے اور ۶۶ء میں انھیں میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔

۲۱ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو انہوں نے فوجی انقلاب کی قیادت کی۔ اور پریم انقلابی کونسل کی صدارت سنبھال لی۔ وہ سوشلسٹ نظریے پر یقین رکھتے ہیں اور دل سے اپنے عوام کی ترقی و بہبود چاہتے ہیں۔

جمہوریہ التونسیہ

سرکاری نام : تیونس (اسلامی عرب جمہوریہ)

محل وقوع : یہ الجزائر اور لیبیا کے مابین شمالی افریقہ کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کے مغرب میں مراکش، مشرق میں لیبیا، شمال میں بحیرہ روم اور جنوب میں الجزائر اور صحرائے اعظم واقع ہیں۔

رقبہ : ۶۳۲۷۹ مربع میل آبادی : ۵۰ لاکھ

دارالحکومت : تیونس

دیگر اہم شہر : صفاقس، سوس، بزرہ

زبان : عربی سرکاری زبان ہے۔ البتہ فرانسیسی بھی بولی جاتی ہے۔

مذہب : ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہے تقریباً ۹۷ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے دیگر مذاہب کے لوگوں میں عیسائی اور یہودی شامل ہیں۔

سکہ : دینار

اہم پہاڑی سلسلے : جبل شیبی (بلندی ۵۰۶۶ فٹ) آب و ہوا : ساحلی علاقوں کا درجہ حرارت معتدل ہوتا ہے، ملک کے اندرونی حصوں میں موسم خشک اور گرم ہوتا ہے۔

زرعی پیداوار : گندم، جو، انگور، زیتون، کھجور، مچلی، سنگترہ، لیموں اور پستہ نشینی علاقوں میں ایک خاص قسم کی گھاس پیدا ہوتی ہے جس سے کاغذ بناتا ہے۔

معدنی پیداوار : لوہا، خام سیسہ، حبت، فاسفیٹ، پارہ، تیل وغیرہ، معدنی پیداوار میں فاسفیٹ بڑا اہم ہے اس کی کانیں جفصہ کے علاقہ میں ہیں۔

صنعتیں : بناسپتی گھی، آٹا پیسنے، شیشہ سازی، دھات کی مصنوعات، رنگ و روغن کپڑا وغیرہ، گھریلو صنعتوں میں ادنی دھاگا، ادنی کپڑا، برتن، دریاں اور جوتے کی صنعت

قابل ذکر ہیں۔ زیتون کا تیل نکالنے کی صنعت بڑی ترقی یافتہ ہے۔

جنوری ۱۹۷۲ء کو لیبیا اور تیونس کو غم کر کے اسلامی عرب جمہوریہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس پر دونوں ملکوں کے سربراہوں نے انضمام کے معاہدے پر دستخط کر دیئے۔

۱۱۷۱ قاضی خلفا یہاں کے حکمران رہے ۱۷۷۵ء میں ترک یہاں قابض ہو گئے ۱۸۸۱ء میں

فرانس سے آزادی حاصل کرنے کیلئے جدوجہد جاری ہوئی فرانس نے اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد حبیب بورقیہ نے دستور پارٹی کی بنیاد رکھی۔ حبیب دیکر جماعتیں بھی اس پارٹی کے ساتھ شامل ہو گئیں اور انہوں نے فرانس کی حکومت کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیونس کے عوام میں حق خود اختیاری اور داخلی امر میں خود مختاری کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔ بالآخر تیونس کے عوام کے سامنے فرانس کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور اس نے ۲۰ مارچ ۱۹۵۵ء کو تیونس کو آزاد کر دیا۔ حبیب بورقیہ ملک کے صدر مقرر ہوئے۔

اہم شخصیات: قدیم کاربھیج کا علاقہ تیونس پر ہی مشتمل تھا اس کا ممتاز ترین رہنما جنرل مہنی بال (۲۴۷-۱۸۲ ق م) تھا اس نے کئی بار رومیوں کو شکست دی مگر بالآخر وہ بھی زاما کے مقام پر ۲۰۲ ق م میں شکست کھا گیا۔

موجودہ تیونس کی اہم ترین شخصیات میں سے حبیب بورقیہ (پ ۱۹۰۳ء) ہیں جنہوں نے تیونس کو آزاد کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ آج تک تیونس کے صدر چلے آ رہے ہیں دیگر شخصیات میں سے منوکی سلیم (۱۹۰۸-۱۹۶۹ء) ہیں وہ ۶۱-۱۹۶۲ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۱۶ویں اجلاس کے صدر تھے۔

تیونس میں بہترین ادیبوں نے بھی جنم لیا ہے۔ ان میں البرٹ میمی (پ ۱۹۱۵ء) اور محمد مسعودی (پ ۱۹۱۱ء) شامل ہیں۔ اول الذکر فرانسیسی اور مؤرخ الذکر عربی میں لکھتے ہیں۔

عمار فرحت (پ ۱۹۱۱ء) اور جلال بن عبداللہ (پ ۱۹۲۱ء) کے مشہور مصنف ہیں۔

جمہوریہ سینیگال

جنوری ۳ نے کو سینی گال افریقہ
کی اقتصادی برادری میں شامل ہوا

سرکاری نام : جمہوریہ سینی گال

محل وقوع : اس کے شمال میں ماریطانیہ، مشرق میں مالی، جنوب میں گنی اور نیگال
گنی اور مغرب میں اطلانتک اوشن واقع ہیں، شمال اور مشرق میں دریائے سینی گال نے
اس کی حد بندی کر رکھی ہے۔

رقبہ : ۷۱۰۴ مربع میل آبادی : ۲۰۰۰۰۰۰ دولت، فلیس
نیزنگو، بیارس اہم قبائل ہیں۔

دارالحکومت : ڈاکر سکہ : فرانک

دیگر اہم شہر : کاؤلک، سینٹ، لٹیس، ڈیوریل وغیرہ
زبانیں : فرانسیسی، دولت، پیولر (فولانی)، ملک کی سرکاری زبان فرانسیسی ہے۔
مذہب : ۸۰ فیصد لوگ مسلمان ہیں۔
آب و ہوا : ساحلی علاقوں میں بارش کم ہوتی ہے اور یہاں بڑا حبس رہتا ہے یہاں
بارش کی اوسط ۲۰ تا ۸۰ ہے مشرقی اور وسطی سینی گال میں خشک موسم میں پانی کی بڑی کمی
واقع ہو جاتی ہے۔

اہم دریا : دریائے سینی گال، دریائے گیمبیا اور دریائے سالوم۔
زرعی پیداوار : روٹی، باجرہ، کٹی، چاول، مونگ، مچھلی وغیرہ
معدنی پیداوار : معدنی نمک، فاسفیٹ، کرومائیٹ، سونا، ہیرا اور تانبہ۔
صنعتیں : یہاں کپڑا بننے، شراب کشید کرنے، سیمنٹ بنانے، صابن سازی اور
چینی تیار کرنے کے کارخانے ہیں۔

معاہدوں اور تنظیموں سے وابستگی : یہ اقوام متحدہ، افریقی اتحاد کے ادارہ، افریقہ،

مالا گیسو اور مارشس کے مشترکہ ادارہ اور اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن ہے۔

مختصر تاریخ : ۱۵ صدی عیسوی میں فرانسیسیوں نے دریائے سینے گال کے کنارے کچھ سٹیٹن قائم کئے اور ۱۶۵۰ میں سینٹ لوتیس کے مقام پر فرانسیسیوں کی پہلی بستی تعمیر کی گئی۔ نپولین کے ساتھ جنگوں کے دوران برطانیہ نے اس پر قبضہ کر لیا مگر ۱۸۱۵ء میں پھر یہ علاقہ فرانسیسیوں کو واپس کر دیا گیا۔ ۱۹۴۶ میں سینے گال فرانسیسی یونین کا علاقہ قرار دیا گیا اور اس ضمن میں اس علاقہ کے دو ممبروں کو فرانسیسی اسمبلی میں ۲ نشستیں حاصل ہو گئیں۔ ۱۹۵۸ء میں سنیکال اور سوڈان کو مدغم کر کے وفاق مالی کا قیام عمل میں آیا۔ ۲۰ اگست ۱۹۶۰ کو سنیکال اس وفاق سے علیحدہ ہو گیا۔ لیوپولڈ اس کے پہلے صدر بنے۔

۱۹۶۲ میں حکومت نے مالی اور مراکش پر الزام لگایا کہ وہ حکومت سینے گال کا تختہ الٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ۱۹۶۷ میں ایک سرکاری ملازم نے صدر سینگور کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ملازم کو سزائے موت دی گئی۔ ۱۹۶۸ میں صدر سینگور کی جماعت نے انتخابات میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد یونیورسٹی کا ایک طالب علم پولیس کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور اس ضمن میں طلباء نے ہنگامے شروع کر دیئے۔ حکومت نے ہنگاموں کی قیادت کرنے والے رہنماؤں کو گرفتار کر لیا۔ جون ۱۹۶۹ء میں طلباء نے پھر ہڑتال کر دی۔ اور حکومت نے ہنگامی حالت کا اعلان کیا۔ فروری ۱۹۷۰ء میں نئے آئین کی منظوری کے لئے ریفرنڈم ہوا۔ نئے آئین کے تحت پارلیمانی نظام حکومت بحال کر دیا گیا۔ اور عبد ودیوٹ کو سینے گال کا وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔

یکم جنوری ۱۹۷۳ کو سینے گال مغربی افریقہ کی اقتصادی کمیونٹی میں شامل ہوا۔ اہم شخصیات : صدر لیوپولڈ سینگور کے بعد ڈیوی ڈیپ (۱۹۷۲-۱۹۶۰) کے ایسی شخصیت ہیں جو بین الاقوامی شہرت کی حامل ہے۔

والی اومانے زیرِ عظم بھڑ
کے بڑے مداح ہیں

سلطنت
اومان
جزیرہ نمائے عرب کی ریاست

جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مشرقی اہجار پر واقع سلطنت اومانے تقریباً تین لاکھ مربع کلومیٹر پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور ۱۹۷۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق اس کی آبادی ۷ لاکھ ۵۰ ہزار تھی۔ ملک کی مجموعی قومی پیداوار ۲۸ کروڑ ۸۰ لاکھ ڈالر تھی۔ آمدنی کا اہم ذریعہ پٹرول ہے۔

مجموعی سرکاری آمدنی ۵ کروڑ ۲۹ لاکھ ۹۲ ہزار اومانی ریال میں سے ۳ کروڑ ۹۵ لاکھ ۹۲ ہزار اومانی ریال تیل کی فروخت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک اومانی ریال ۲۶۸۹۵ امریکی ڈالر کے برابر ہوتا ہے۔ بمطابق جولائی ۱۹۷۳ء کی شرح (حکومت نے ۱۹۷۲ء کے دوران ترقیاتی کاموں کی مد میں ۲ کروڑ ۹۰ لاکھ اومانی ریال خرچ کرنے کا حکم دیا تھا۔ ۱۹۷۲ء میں تیل کی پیداوار تقریباً ۱۰ کروڑ ۲۰ لاکھ بیرل تھی ملک کا وسیع علاقہ صحرا پر مشتمل ہے۔

صرف شمال میں دھونر کا ساحلی علاقہ کچھ زرخیز ہے۔ مقامی کرنسی کے اعتبار سے ۱۹۷۱ء میں ملک کی مجموعی قومی پیداوار ۱۴ کروڑ ۵۴ لاکھ اومانی ریال تھی۔ اس میں سے ایک کروڑ ۷۸ لاکھ اومانی ریال زراعت اور ماہی گیری سے ۹ کروڑ ۲۹ لاکھ اومانی ریال تیل سے ۲ کروڑ ۱۰ لاکھ اومانی ریال تعمیرات سے اور بقیہ دوسرے شعبوں سے حاصل ہوا تھا۔ خاص زرعی پیداوار میں کھجور، آم، کیلے، گندم اور پیاز شامل ہیں۔ ۹۹ فیصد زرمبادلہ تیل سے حاصل ہوتا ہے تقریباً ۵۱ فیصد تیل ملائیشیا، کراچی اور امریکا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک کو بھیج دیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں درآمدات ایک کروڑ ۸۷ لاکھ ۱۰ ہزار ریال کی تھیں جس میں خاص طور پر چاول، تعمیراتی سامان، مشینری گاڑیاں، برقی آلات، پارچات اور پٹرول کی مصنوعات قابل ذکر ہیں۔

برآمدات مالیت دس لاکھ امریکی ڈالر میں

۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
۲۹۸	۳۷۹	۴۲۱	۵۳۵	۳۵۱
۷۸	۱۱۲	۱۳۷	۱۹۲	۱۸۵

درآمدات

سربراہ مملکت کے حالات زندگی

عزت مآب سید قاسم علی بن سید سعید ۱۹۲۸ میں پیدا ہوئے انھوں نے محل ہی میں بنیادی دینی، اسلامی اور انگریزی تعلیم حاصل کی اس کے بعد ان کی فوجی تربیت کا آغاز ہوا اور انھیں سینڈھرسٹ بھیج دیا گیا۔ وہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۰ کو تخت پر بیٹھے۔ ان کی شخصیت بہت دلکش اور اثر انگیز ہے وہ پاکستان کے وزیر اعظم کے بڑے مداح ہیں وہ جناب بھٹو کو پاکستان کا نجات دہندہ اور ایک عظیم مسلمان سیاست دان سمجھتے ہیں وہ نوجوان ہیں۔ اور عالم اسلام اور عربوں کے لئے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔

مالدیپ

مالدیپ کی اسلامی ریاست بھارت کے مغربی ساحل سے ۲ سو میل مغرب کی جانب بحیرہ عرب میں واقع انہزار ۸۷ جزیروں پر مشتمل ہے جس میں صرف ۲۱۰ جزائر آباد ہیں پہلی صدی ہجری میں یہاں عرب تجارتی اپنے نو آبادی قائم کر لی تھی۔ اس اسلامی ریاست کی آبادی ایک لاکھ تین ہزار آٹھ سو افراد پر مشتمل ہے۔

برطانیہ نے برصغیر پر قبضے کے ساتھ ۱۸۸۷ء میں ان جزائر پر بھی اپنا تسلط جما لیا تھا۔ ۲۴ جولائی ۱۹۶۵ء میں مالدیپ نے آزادی حاصل کی اور ۲۱ ستمبر ۱۹۶۵ء میں اقوام متحدہ کا ممبر بن گیا۔ یہاں کے سربراہ الامیر محمد قریب دیدی ہیں۔

جمہوریہ یوگنڈا

یوگنڈا جو پہلے برطانوی نوآبادی تھی۔ برعظم افریقہ کے عین وسط میں ہے اس کے مشرق میں کینیا، جنوب میں بھیل وکٹوریہ اور تنزانیہ مغرب میں بھیل البرٹ اور بھیل ایڈورڈ اور عوامی جمہوریہ کانگو اور شمال میں سوڈان واقع ہیں۔ یوگنڈا دولت مشترکہ کی منڈی میں سب سے زیادہ کافی برآمد کرنے والا ملک ہے۔ کپاس، چائے، مکئی، تیل کے بیج، تمباکو اور چینی بھی بڑی مقدار سے بنائی جاتی ہے۔ برآمدی معدنیات میں مین اور تانیا بڑی اہم معدنیات ہیں۔ ٹیکسٹائل اور کیمیکل کے کارخانے لگائے جا رہے ہیں۔

یوگنڈا ۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو آزاد ہوا۔ یہ ملک اقوام متحدہ اور دولت مشترکہ کا ممبر ہے ۲۲ فروری ۱۹۶۶ء کو اس وقت کے وزیر اعظم جناب ملٹن ادبوتے نے زبردست سیاست شورش کے بعد کاروبار حکومت سنبھال لیا۔ اور صدر ایڈورڈ رتزی کو تخت سے اتار دیا جو پہلے بیاتے کا بادشاہ تھا۔

۱۹۶۷ء میں دستور نافذ کیا گیا اور عام انتخابات میں صدر قومی اسمبلی کے نمائندوں کا انتخاب کیا گیا۔ سربراہ مملکت عدی امین ہیں۔

آبادی زیادہ عیسائیوں کی ہے۔ جو لغت سے زیادہ ہے

زبان انگریزی ہے اور "لہ عوامی زبان ہے۔

یوگنڈا میں وکٹوریہ بھیل افریقہ میں سب سے بڑی بھیل ہے جو ۲۶۸۲۸ مربع میل ہے یہ سطح سمندر سے ۳۷۲۰ فٹ اونچی ہے۔ وکٹوریہ بھیل کی اودن کی آبشار پر ایک بڑا ہائیڈرو الیکٹرک ڈیم بنایا گیا ہے۔ اس بھیل کی ایک اور آبشار مورچیس ہے۔

عرب یمن جمہوریہ

عرب جمہوریہ یمن یا شمالی یمن کا رقبہ ایک لاکھ پچاڑے ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ اور آبادی تقریباً ۷۰ لاکھ ہے۔ ۱۹۷۲ میں اس کی فی کس آمدنی ۴۰ ڈالر تھی۔ مجموعی قومی پیداوار کا تقریباً ۷۰ فیصد حصہ زراعت سے حاصل ہے۔ خاص فصلوں میں گندم، جو، کیاس، کافی، تنباکو، آلہ اور دیگر ہنرمیں شامل ہیں۔ قومی پیداوار میں صنعتوں کا حصہ صرف تین فیصد ہے۔ خاص صنعتوں میں ٹیکسٹائل، نمک اور پیسے بنانے کی صنعتیں شامل ہیں۔ برآمدات میں کافی، کیاس، کھالیں اور نمک وغیرہ شامل ہیں۔ درآمدات میں غذائی اشیاء، تیار صرفی مال، خام مال اور ایندھن، کیمیکل اور محل و نقل کے آلات و آزار شامل ہیں۔

امریکی طین ڈالر میں

برآمدات

۱۹۷۲ ۱۹۷۱ ۱۹۷۰ ۱۹۶۹ ۱۹۶۸

۳ ۲ ۸ ۲
۳۴ ۳۷ ۳۲ ۲۳ ۲۱ درآمدات

تہاڑ دار حکومت ہے۔ بنانا اور ہریدا اہم شہر اور بندرگاہ ہے۔

جس کے کانوں سے
سونا نکالا جاتا ہے

مالی

مال افریقہ کا ایک بڑا اسلامی ملک ہے جس کا رقبہ ۱۲۰۴۰۲۱ مربع کلومیٹر ہے۔ آبادی ۵۰ لاکھ کے قریب ہے اور مجموعی قومی آمدنی ۲۵ کروڑ ڈالر سے زائد ہے ملک کی تمام آمدنی زراعت سے ہے۔ فصلیں چاول، مکی، کپاس، آلو اور باجرہ ہیں مویشی پالنا اور ماہی گیری سے بھی آمدنی حاصل کی جاتی ہے۔ کانوں میں سے سونا اور نمک نکالا جاتا ہے دیگر معدنیات میں بکاسٹ، یورینیم، لوہا، تانبا، منیگائیر اور فاسفیٹ شامل ہیں۔ محدود پیمانے پر گھریلو صنعتیں بھی موجود ہیں۔ برآمدات میں زیادہ تر مویشی ہیں اور درآمدات میں کپڑا، موٹرین تیل اور دھات کی بنی ہوئی چیزیں ہیں۔ قیمت ۱۰ لاکھ امریکی ڈالر

برآمدات :	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
درآمدات	۱۳	۱۴	۱۸	۲۳	۲۸
	۳۲	۲۱	۲۸	۵۶	۶۹

سربراہ مملکت

مال کے صدر مرساتر اور ہیں وہ ۵ ستمبر ۱۹۳۶ کو کانیں میں پیدا ہوئے انہوں نے ابتدا میں ایک نان کمیشنڈ افسر کی حیثیت سے فرانسیسی فوج میں شرکت کی۔ ۱۹۶۰ تک وہ ملک سے باہر رہ کر ہی خدمات سرانجام دیتے رہے اس سال وہ واپس مالی پہنچ گئے۔ ۱۹۶۳ میں انہیں فوج میں لیفٹنٹ کا عہدہ دیا گیا اور ان کا تقرر گاؤں کے مسلح افواج کے کالج میں کر دیا گیا۔ یہاں پر انہیں بہت سے دیگر ہم خیال افسران بھی مل گئے جن کے ساتھ انہوں نے انقلاب کی مصروف بندی کی۔ یہ انقلاب نومبر ۱۹۶۸ء کو بپا کیا گیا اور فوج نے مورہو کسٹیا کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ نئی حکومت نے ایک طرہ کی کمیٹی برائے قومی آزادی قائم کر دی جس کے سربراہ صدر مرساتر اور ہیں۔ انقلاب کے وقت سے لے کر اب تک حکومت کے تمام اختیارات اسی کمیٹی کے ہاتھ میں ہیں۔ صدر ملک کی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف بھی ہیں۔

جمہوریہ گیبون

آنجہانی صدر لومبا کی وفات کے بعد ۱۹۶۷ء میں صدر البرٹ برنارڈ بونگو نے صدارت کا عہدہ سنبھال لیا۔ اور مکتورٹراہی عرصہ ہوا ہے انہوں نے اسلام قبول کیا ہے محل وقوع : وسطی افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ہے اس کے مغرب میں بحر اوقیانوس شمال میں کیمرون، مشرق میں جمہوریہ کانگو اور شمال میں گینیا ہیں۔

رقبہ : ۲ لاکھ ۶۷ ہزار مربع میل : موسم : موسم گرم ہے۔

آبادی : ۵ لاکھ ۲۵ ہزار، مسلمان : ۶۰ فیصد

دارالحکومت : لیبرویل سکہ : فرینک

زبان : سرکاری زبان فرانسیسی ہے لیکن بانٹو زیادہ بولی جاتی ہے۔

جمہوریہ گیبون پہلے فرانسیسی استوائی افریقہ کا ایک صوبہ تھا جس نے ۱۹۵۷ء میں اندرونی امور کے لحاظ سے آزادی حاصل کر لی۔ ۱۸۵۷ء میں فرینچ کیونٹی میں شامل ہو گیا اور اگست ۱۹۶۰ء میں اس نے آزادی حاصل کر لی۔

گیبون نے استوائی افریقہ کی حکومتوں کے سربراہوں کی کانفرنس کا ممبر ہے اپریل ۱۹۶۴ء میں عام انتخاب ہوئے ان کے پہلے صدر آنجنہانی لومبا ۶۷ء میں انتقال کر گئے تھے ان کے بعد البرٹ بونگو صدر بنے جو اس وقت نائب صدر تھے۔

۱۹۶۷ء کے قانون کے مطابق انتظامی امور صدر کے ہاتھ آ گئے اور صدر نے وزراء کی ایک کونسل تشکیل کی قانونی ادارہ ۷۴ ممبروں پر مشتمل ہے۔

اہم برآمدات : عمارتی لکڑی، پلائی وڈ اہم برآمدات ہیں لیکن اب مینگینز، پتیل اور یورینیم کے علاوہ لوہے کے بڑے بڑے ذخائر ملے ہیں۔

عوامی گنی جمہوریہ

گنی نے ۲ اکتوبر ۱۹۵۸ کو ایک آزاد عوامی جمہوریہ کی صورت اختیار کی۔ گنی کا کل رقبہ ۹۵ ہزار مربع میل ہے اور اس کی آبادی تقریباً ۲۵ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس مسلمان ملک کا بنیادی طور پر انحصار زرعی معیشت پر ہے۔ اہم زرعی پیداوار میں چاول، پام، ناریل، بانس، مالٹا اور کافی وغیرہ شامل ہیں۔ گنی جانوروں کی دولت سے بھی مالا مال ہے یہاں ۱۲ لاکھ سے زائد مویشی موجود ہیں۔

گنی میں ہیرے کی کانیں بھی موجود ہیں جس سے ۱۹۶۵ میں ہیروں کی پیداوار ۷۲ ہزار کریٹ تھی۔ یہاں لڑا بھی نکالا جاتا ہے۔ ۱۹۶۵ آ میں لڑا نکالنے کی مقدار ۱۷ کروڑ ۶۰ لاکھ ٹن تھی۔ گنی سے بیرون ملک برآمد ہونے والی دھاتوں میں المرنیم نمایاں ہے، جو ملک کی تمام برآمدات کے ۶۰ فیصد حصہ پر مشتمل ہے۔

سربراہ مملکت

گنی کے سربراہ مملکت جناب سیکو ٹورے ہیں جن کا شمار افریقہ کے ممتاز رہنماؤں میں کیا جاتا ہے۔ جناب ٹورے نے ایک ٹریڈ یونینسٹ کے طور پر اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ ایک نوجوان سیاسی کارکن کی حیثیت سے انہوں نے جلد ہی شہرت حاصل کر لی اور ۱۹۵۶ میں وہ کناکری کے مشیر اور گنی سے قومی اسمبلی کے ڈپٹی منتخب ہوئے۔ ۵۸ میں گنی کی آزادی کے موقع پر وہ گنی کے صدر منتخب ہوئے اور بعد ازاں ۶۱، ۶۲، ۶۸ میں یکے بعد دیگرے گنی کے صدر منتخب ہوتے رہے۔ ۱۹۷۰ میں انہوں نے روس کی طرف سے لینن پرائز کا اعزاز حاصل کیا۔

سربراہ مملکت افریقیہ اتحاد کے
تنظیم کے صدر بھی ہیں

اسلامی جمہوریہ ماریطانیہ

اسلامی جمہوریہ ماریطانیہ جو ۱۹۲۰ء سے ایک فرانسیسی نوآبادی تھی - ۲۸ نومبر ۱۹۶۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا رقبہ ۷۰۰ ۳۰۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۱۱ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ملک معدنی دولت سے مالا مال ہے۔ خاص طور پر خام لوہا اور تانبا بہت بڑی مقدار میں موجود ہے۔ مریشی پالنا سب سے بڑا دیہاتی پیشہ ہے۔ باجرہ ایک اہم فصل ہے لیکن چاول کی پیداوار میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ معدنی نمک بھی نکالا جاتا ہے اور حال ہی میں جیسم اور فاسفیٹ کے وسیع ذخائر بھی دریافت ہوئے ہیں۔

برآمدات میں زیادہ تر پھل، مویشی، اونٹ، خام لوہا، خام تانبا اور درآمدات میں خوراک، مریٹیں، مشینری، کپڑا اور جوتے شامل ہیں۔

برآمدات (دس لاکھ امریکی ڈالر میں)	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲
درآمدات :	۷۷	۸۲	۸۷	۱۰۵	۱۲۲
	۲۵	۲۹	۳۶	۵۱	۸۲

سربراہ مملکت : ماریطانیہ کے سربراہ مملکت کا نام جناب مختار الداد ہے وہ ۲۵ دسمبر ۱۹۶۴ کو پیدا ہوئے فرانس میں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ ۵۷ء میں وہ ادارہ کے علاقائی کونسلر منتخب ہوئے اسی برس انکو ماریطانیہ کی کونسل آف گورنمنٹ میں نائب صدر نامزد کیا گیا اور وزیر تعلیم کا عہدہ سنبھالا ۱۹۵۹ء میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور ماریطانیہ کو داخلی خود مختاری مل جانے کے بعد اس کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں جب ملک کا دستور نافذ کیا گیا تو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخاب میں وہ ماریطانیہ کی سپیڈ پارٹی کے سیکرٹری جنرل بنے۔

۱۹۶۶ء اور پھر ۱۹۷۱ء میں وہ ملک کے صدر منتخب ہوئے ۱۹۷۱ء میں انھیں افریقی اتحاد کی تنظیم کا بھی صدر چنا گیا۔

جمہوریہ گیمبیا

جناب داؤدا کے جوارا ازمئی ۱۹۲۴ء کو بارا جلی گیمبیا میں پیدا ہوئے انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم بائٹرسٹ کے محمدی سکول اور مسیحی ڈسٹ بورڈ میں حاصل کی۔ بعد میں ایشی ٹرس کالج گھانا میں چلے گئے۔ اور پھر گلاسکو یونیورسٹی سکاٹ لینڈ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۳ء میں ڈریزی سرجن کے رائل کالج کے ممبر بنے گئے۔

محل وقوع: مغربی افریقہ کا رقبہ کے لحاظ سے یہ سب سے چھوٹا ملک ہے اس میں سینٹ میری کا جزیرہ بھی شامل ہے یہ تین اطراف سے سینگال سے گھرا ہوا ہے۔

رقبہ: ۴ ہزار مربع میل دارالحکومت: بائٹرسٹ

آبادی: ۲ لاکھ ۸۰ ہزار مسلمان ۸۴ فیصد) زیادہ لوگ مانڈیو قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں

موسم: موسم منطقہ بارہ کا سا ہے یعنی گرم و خشک سکہ: پونڈ

زبان: سرکاری زبان انگریزی۔ اسی کے علاوہ دو بڑی زبانیں مینڈیکا اور والو۔

مذہب: اسلام ہے۔ اہم برآمدات: مونگ پھلی اور چاول۔

درآمدات: سب سے زیادہ ٹیکسٹائل اور متعلقہ اشیاء۔

رکنیت اقوام متحدہ: ۲۰ جولائی ۱۹۶۳ء سربراہ مملکت: داؤدا کے جوارا۔

فروری ۱۹۶۵ء میں گیمبیا آزاد ملک کی حیثیت سے دولت مشترکہ میں شامل ہو گیا اور نومبر ۱۹۶۷ء

میں دولت مشترکہ میں ایک جمہوری ملک شمار ہونے لگا۔ سینگال کی حکومت سے دفاع، امر

خارجہ اور دریائے گیمبیا کے تاس کے بارے میں معاہدے ہیں۔

دستور سازی کا کام پارلیمنٹ کرتی ہے۔ ایوان نمائندگان ایک سیکر، ایک اٹارنی جنرل

۲۲ منتخب نمائندوں اچار منتخب سربراہوں اور ۴ نامزد ممبروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

جمہوریہ افغانستان

افغانستان کے شمال میں روس، شمال مشرق میں عوامی جمہوریہ چین، مشرق اور جنوب میں پاکستان اور مغرب میں ایران کی سرحدیں واقع ہیں۔ افغانستان کا کل رقبہ ۲ لاکھ ۵۰ ہزار مربع میل ہے جس میں سے مرت ۵ فیصد رقبہ قابل کاشت ہے۔ آبادی پراکڑ نفوس پر مشتمل ہے اس ملک کی معیشت کا زیادہ تر انحصار افزائش حیوانات اور زراعت پر ہے۔ افغانستان کا چوتھا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ شروع ہو چکا ہے اور یہ ملک بھی صنعتی اور اقتصادی ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا ہے اس منصوبے کے تحت افغانستان میں سوتی ادنی پٹے، چمڑے، فرنیچر، پلاسٹک، سائیکل اور شیشہ سازی کی متعدد فیکٹریاں اور کارخانے قائم کئے گئے ہیں اس کے علاوہ افغانستان کی درآمدات میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے افغانستان کا دارالحکومت کابل ہے۔ دوسرے بڑے شہر میں قندھار، ہیرات، جلال آباد، گردیز اور مزار شریف کے نام قابل ذکر ہیں۔

افغانستان کے صدر سردار محمد داؤد ۱۹۰۹ء میں سردار محمد عزیز خاں کے گھر پیدا ہوئے انہوں نے اپنی ثانری تعلیم مینیہ کالج کابل میں مکمل کی اور اعلیٰ تعلیم فرانس میں حاصل کی۔ فرانس سے لوٹ کر وہ مسلح افواج میں شامل ہو گئے جہاں سے ان کے روشن مستقبل کا آغاز ہوا۔ سردار داؤد ۳۲ میں نگدامار کے جنرل آفیسر کمانڈنگ بنا دیئے گئے اور ۱۹۳۵ء میں قندھار کے جی ادسی مقرر ہوئے۔ اسی وقفے کے دوران نگدامار اور قندھار کے گورنر اور مشرقی صوبے کے سپریم گورنر بھی رہے۔ ۱۹۴۶ء میں سردار داؤد افغانستان کے وزیر دفاع مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۵۲ء میں انہوں نے وزارت عظمیٰ کا قلمدان سنبھالا۔ اور پھر ۱۹۶۳ء میں اس عہدے سے مستعفی ہوئے اس وقفے کے دوران افغانستان نے اقتصادی اور معاشرتی میدان میں نمایاں ترقی کی۔ جولائی ۷۳ء میں سردار داؤد نے سربراہ مملکت اور وزیر اعظم کا عہدہ سنبھال لیا اس کے علاوہ انھوں نے دفاع اور امور خارجہ کے محکمے اپنی تحریل میں ہی رکھے ہیں۔

عالم اسلام کی فوجی قوت

مسلم ممالک مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک پھیلے ہوئے ہیں یہ ممالک جزائریائی ، سیاسی ، اقتصادی اور فوجی لحاظ سے زبردست اہمیت کے مالک ہیں دنیا کے تین اہم ترین سمندر بحر اوقیانوس ، بحر روم اور بحر ہند سے ان کی سرحدیں ملتی ہیں۔ خلیج فارس اور تیل پیدا کرنے والی اہم عرب مملکتیں اسلامی دنیا میں شامل ہیں۔ خلیج عدن ، آبنائے جبلے الطارق ، نہر سوئز ، آبنائے باسفورس ، خلیج فارس اور آبنائے ملاکا جیسی اسٹریٹیجک بحری راہیں ان ممالک کے زیر تسلط آتی ہیں۔

دنیا کی ۷۵ کروڑ آبادی ان مسلم ملکوں میں رہتی ہے۔ اور تیسری دنیا کے اہم ترین ملک ان ہی میں موجود ہیں یہ ممالک عالمی سیاست میں خاص وجوہ کی بنا پر فیصلہ کن کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۷۳ میں عرب اسرائیل جنگ کے دوران اور اس کے بعد اب تک عرب ممالک نے متحد ہو کر تیل کا ہتھیار جس طرح استعمال کیا اس نے ان کے عالمی اہمیت کو واضح کر دیا ہے۔

یقینی امر ہے کہ ایسی اسٹریٹیجک اہمیت جن ممالک کو حاصل ہوگی ان میں بڑی طاقتیں اور دوسری عالمی طاقتیں ضرور دلچسپی لیں گی اور انہیں اپنے زیر اثر لانے کی کوشش کریں گی۔ چھوٹے ممالک کو اپنے حلقے میں لانے کے مختلف طریق کار بڑی طاقتوں نے واضح کر رکھے ہیں۔

۱۔ دفاعی معاہدے ، جن کے تحت دفاعی امداد ، تربیت اور سلامتی کی ذمہ داری لی جاتی ہے۔

۲۔ اقتصادی امداد۔

۳۔ اندرونی خلفشار اور نظریاتی کشمکش کو سہا دینا۔

طاقت کے توازن کی جو ڈیپلومیسی امریکا اور روس نے دوسری عالمی جنگ کے بعد اپنائی اس میں یہ تینوں طریقے استعمال کئے جاتے ہیں تمام مسلم ملکوں کو کسی نہ کسی انداز میں ان سے سابقہ پڑتا رہا ہے۔

سامراجی نظاموں اور حکومتوں نے مسلم دنیا سے انخلا کے وقت بھی اپنی مسلم دشمن پالیسیوں کو خصوصی طور پر مد نظر رکھا جاتے جاتے بھی ان علاقوں میں ایسے ناسو چھوڑ گئے جو اب تک رس رہے ہیں افریقہ میں اریٹریا، شرق اوسط میں فلسطین، ترکی میں قبرصی ترکوں کا مسئلہ اور پاکستان میں کشمیر کا مسئلہ، سامراجی حکومتوں کے انخلا کے بعد یوں بھی ضرور تھا کہ مسلم ممالک اپنی اقتصادی اور فوجی قوت بڑھاتے لیکن ان مسئلوں نے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ تمام امور سے ترجیح دے کر فوجی قوت کے احسانے پر زور دیے اسی میں ان کی عزت، سلامتی اور سالمیت برقرار رہنے کی امید تھی۔

برطانیہ، فرانس اور دوسری مغربی طاقتیں تو دوسری عالمی جنگ کے بعد ناکارہ ہو چکی تھیں لیکن دنیا نے دیکھا کہ روس اور امریکا بڑی طاقتوں کی حیثیت سے ابھر کر عالمی سیاسی کشمکش میں اپنا اپنا کردار ادا کرنے لگے۔

شرق اوسط میں دونوں طاقتوں کے زبردست مفادات تھے اسرائیل کو جنم دیا امریکا روس اور تمام مغربی دنیا نے اس کے قیام میں پشت پناہی کی۔ صرف اسلامی ممالک کی آواز اس کے خلاف بلند ہوئی لیکن کچھ عرصہ بعد ۵۰ء کے عشرے میں ان دونوں بڑی طاقتوں کے مابین سرد جنگ شدت اختیار کر گئی دونوں نے اپنے اپنے مفادات مستحکم کرنے کی خاطر دفاعی معاہدوں، اقتصادی امداد کے پروگرام اور سیاسی معاہدوں کے حوالے پھیلا دیئے۔ مسلم ممالک بھی کچھ اپنی مجبوریاں اور کچھ اپنے دفاعی نظام کو استحکام پہنچانے کے لئے ان میں شامل ہوتے رہے۔

شرق اوسط میں تل کے مفادات اور نہروں میں دونوں طاقتوں کو دلچسپی تھی۔ امریکا نے اسرائیل کو فوجی امداد دے کر مضبوط بنایا۔ ۱۹۵۵ء کے بعد روس نے عرب ممالک کی پشت پناہی شروع کر دی اور مصر، شام، عراق اور کئی افریقی عرب ممالک کو فوجی امداد

فہم کرنی شروع کر دی۔ ۱۹۷۱ تک مصر، عراق اور شام تینوں کسی نہ کسی قسم کے پروگرام اور معاہدوں میں روس کے ساتھ شامل ہو چکے تھے روس نے مصر کو جدید ترین فوجی اسلحہ سے لیس کیا جن میں ٹک ۱۲ طیارے، سام ۲-۳-۶ اور ۷ میزائل اور میزائل گشتیاں وغیرہ شامل ہیں۔ شام و عراق بھی چھوٹے پیمانے پر اس امداد کو حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ کچھ ممالک امریکا سے بھی فوجی امداد حاصل کرتے رہے جن میں سعودی عرب اردن اور لبنان قابل ذکر ہیں لیکن اسرائیل کے خلاف یہ تمام متحد رہے ہیں۔

غیر عرب مسلم ممالک جن میں پاکستان، ترکی، ایران، افغانستان، لائشیا اور انڈونیشیا قابل ذکر ہیں۔ یہ طاقتیں مختلف انداز میں فوجی و سیاسی اثرات مرتب کرتی رہیں، پاکستان، ایران، امریکا اور برطانیہ سینٹر میں شامل ہو گئے یہ معاہدہ شرق اوسط میں روسی اثرات کی نفی کرنے کے لئے تھا۔ یہ امر واقع ہے کہ مسلم ممالک نے کبھی بھی شرق اوسط کے عرب ممالک کے خلاف اس معاہدے کو استعمال نہ ہونے دیا یوں یہ معاہدہ ایک کلب سے زیادہ اہمیت اختیار نہ کر سکا۔

پاکستان، ترکی اور ایران پر امریکی اثرات غالب رہے تو افغانستان روس کے زیر اثر چلا گیا۔ دونوں بڑی طاقتوں کے درمیان سرد جنگ مسلم ممالک میں بھی نئے نئے رنگ دکھائی رہی۔

۱۔ پاکستان اور عرب ممالک (مصر اور شام) میں غلط فہمی پیدا ہوئی جو ۱۹۷۵ء کے بعد ہی دور ہوئی۔

۲۔ افغانستان اور پاکستان کے مابین تعلقات میں وہ خلوص نہ آ سکا جو مسلم ممالک کے درمیان ہونا چاہیے۔

جنوب ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا میں امریکا نے سینٹر قائم کر کے روس اور چین کے خلاف محاذ قائم کرنا چاہا۔ پاکستان اس میں شامل نہ ہوا لیکن "محاذ" کا حصہ دار نہ بنے سکا کیونکہ اس کی چین اور روس سے کوئی دشمنی نہ تھی۔ ان ہی تضادات کی وجہ سے یہ معاہدہ کوئی ٹھوس قدم نہ اٹھا سکا۔ اور جب ۱۹۷۱ء میں بھارتی افواج جارحیت کا اظہار کیا

کر کے مشرقی پاکستان پر قابض ہوئیں تو یہ بے بس تماشائیوں کی طرح دیکھتا رہا۔
 ۱۹۶۸ کے بعد چین عالمی سیاست میں اپنا کردار ادا کرنے کے لئے آہستہ آہستہ اپنے
 سیاسی اثرات پھیلانے لگا۔ جنوب ایشیا میں پاکستان اس کا قابل اعتماد دوست بن چکا تھا۔
 ۱۹۷۱ میں چین اقوام متحدہ کا رکن بھی بن گیا۔ اور امریکہ سے اس کی مفاہمتی راہیں کھلنے لگیں
 درحقیقت اب چین تیسری سوپر پاور بن چکا ہے اور عالمی سیاست خصوصاً ایشیا میں وہ اپنا
 کردار ادا کرنے کے لئے بڑھتا جا رہا ہے۔

ہم تمام مسلم دنیا کے ممالک کی فوجی قوت کا ایک جائزہ پیش کر رہے ہیں اس سے
 اندازہ ہو جائے گا کہ مسلم دنیا کے دفاعی نظام میں ہم آہنگی پیدا کرنے میں کیا لائحہ عمل
 اختیار کیا جائے :

افغانستان

افغانستان کی تمام تر فوجی قوت روس کی تیار کردہ ہے۔ مختلف فوجی سلامتی کے امدادی
 پروگراموں کے تحت افغان فوج کو روسی اسلحہ اور فوجی تربیت کی سہولتیں حاصل ہیں۔
 افغانستان روس کی ایشیائی اسٹریٹجی میں بہت اہمیت رکھتا ہے فوجی امداد کے ساتھ ساتھ
 فوجی تنصیبات اور اہم راستوں کی تعمیر روسی ماہرین کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۰ میں روسی انجینئرز
 نے روس کو شمالی افغانستان سے ملانے والی چوڑی ہائی وے مکمل کی جس پر ہر قسم کے
 بھاری ٹریفک گزر سکتی ہے۔

چین کے ساتھ افغانستان کا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ موجود ہے افغانستان غیر
 جانبدار ملکوں کے بلاک میں شامل ہے۔ افغانستان کی بری فوج ایک بکتر بند ڈویژن، دو
 پیڈل ڈویژن، ایک پیڈل بریگیڈ، دس آزاد موٹر سوار ٹبائلین اور دس آزاد پیڈل ٹبائلین پر
 مشتمل ہے بکتر بند دستوں کے پاس روسی ساخت کے درمیانے ٹی ۲۲ اور ٹی ۳۵ ٹینک موجود
 ہیں اسپر ٹینک شکن میزائل بھی اس کی ٹینک شکن قوت کو حاصل ہے۔
 فضائی طیاروں میں اصلی قوت جدید قسم کے ۲۱ اسکواڈرن کو حاصل ہے ان کی

تعداد تیس ہے اس کے علاوہ آئی ایل ۲۸ ہلکے بمبار، مگ ۱۹، مگ ۱۵/۱۷ لڑاکا بمبار طیارے بھی فضائیہ میں شامل ہیں۔ پہلی کا پٹر ایم آئی ۱۔ اور ایم آئی ۴ قسم کے ہیں۔

الجزائر

فرانس کے تسلط سے آزاد ہوتے کے بعد الجزائر کی فوجی کو جدید طرز پر تشکیل دیا گیا۔ روس نے فوجی امداد کے پروگراموں کے تحت فوجی تربیت اور اسلحہ کی فراہمی کی۔ اس وقت کچھ سہتیار فرانس کے دیئے ہوئے بھی ہیں لیکن فوج کی لڑاکا قوت زیادہ تر روسی اسلحہ پر مشتمل ہے۔

الجزائر غیر جانبدار ملکوں کے بلاک میں شامل ہے اور عرب لیگ کی دفاعی کمان کا رکن بھی۔ بری فوج چار موٹر سوار پیدل برگیڈ، ایک چھاتہ بردار برگیڈ، تین آزاد ٹینک ٹیالین چھاپس آزاد ٹیالین، صحرائی فوج کی ۱۲ کمپنیاں اور ۵ توپ خانہ ٹیالین پر مشتمل ہے۔ فوج میں یہ ٹینک شامل ہیں۔ ٹی ۳۴، ٹی ۵۴، ٹی ۵۵، اے ایم ایس ۱۳ توپ خانے میں ۱۲۲، ۱۵۲ ملی میٹر کی تینیں موجود ہیں ۱۴۰ اور ۲۴۰ ملی میٹر کے راکٹ لانچر بھی روس نے دے دیئے ہیں۔

بحریہ میں ۸ کوار اور ایک اوسا مینر ایل کشتیاں ہیں۔ ۸ پی ۶ قسم کی تارپیڈو کشتیوں کے علاوہ کچھ سرنگیں صاف کرنے والے جہاز بھی موجود ہیں۔

فضائیہ میں روسی ساخت کے ۳۰ مگ ۲۱ قسم کے طیارے ہیں۔ اس کے علاوہ طیاروں میں آئی ایل ۲۸، ہلکے بمبار مگ ۱۵/۱۷، اے اینے ۱۲ اور آئی ایل ۱۸ ٹرانسپورٹ ایم آئی ۱۔ ایم آئی ۴، گس ۲۶۹، اور ایس ۷۲۰ پہلی کا پٹر بھی فضائی قوت میں شامل ہیں۔ سام میزائلوں کی ایک ٹیالین پیرامٹری افواج تقریباً ۱۰ ہزار ہے۔

ایران

۱۹۷۱ء تک پاک بھارت جنگ اور بحر ہند سے برطانوی انحصار کے بعد سے

ایران نے زبردست طریقوں سے اپنی فوجی قوت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں اسے کا دفاعی بجٹ تقریباً ایک ارب ڈالر تھا لیکن ۱۹۷۳ء میں یہ ۳ ارب ڈالر سے بھی زیادہ ہو گیا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آنے والے زمانے میں ایران اس خطے میں اہم رول ادا کرے گا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایران نے خود بھی تیل بہت بڑی مقدار میں نکالتا ہے اس کے علاوہ خلیج فارس سے وہ تمام تیل ٹینکر گزرتے ہیں جو جاپان اور امریکہ وغیرہ تک جاتے ہیں۔ ایران کو اسلحہ اور فوجی تربیت برطانیہ، امریکا، فرانس اور مغربی جرمنی سے ملتی رہی ہے امریکا کے ساتھ وہ دو طرفہ دفاعی معاہدوں اور نیٹو میں شامل ہے۔ آر۔ سی۔ ڈی میں وہ پاکستان اور ترکی کا حلیف ہے۔

بڑی فوج تین بکتر بند ڈویژن، سو پیدل ڈویژن، چار آزاد پیدل برگیڈ۔ ایک سام ٹیبلین حبیبیں ہاک میزائل ہیں) پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں ایم ۷۴، ایم ۶۰ اور ایم ۲۴ قسم کے ٹینک ہیں۔

توپ خانے میں ۷۵، ۱۰۵ اور ۱۵۵ ملی میٹر کی ہونٹزر ہیں۔

بحریہ میں تباہ کن جہاز، فریگیٹ، پٹرول کشتیاں، ہینرائل فریگیٹ، سرنگیں صاعقہ کرنے والے جہاز، لینڈنگ کرافٹ اور ہور کرافٹ شامل ہیں۔

فضائیہ ایف ۴ ڈی لڑاکا بمبارر، سائٹونڈر اور اسپیرو میزائل سے لیس، فنٹم

لڑاکا بمبارر آر ۳۰، جاسوسی طیارے سی ۷۴، سی ۱۳۰ ای، بلیر اور سی ۱۳۰۔ ایم ٹراپسیدرپ اور منہکی اے جے ۲۰۵ اور سوپر فریون ہیلی کاپٹر طیارے ہیں۔

میزائلوں میں ٹائیگر کیٹ اور پیپر سام میزائل۔

لیکن اس کے علاوہ ۱۹۷۳ء میں ایران نے زبردست فوجی سامان کا آرڈر دیا تھا یہ

ایران پہنچ رہا ہے اور اس کی فوجی قوت میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔

فنٹم ایف ۴ : ۱۰۸

کے سی - ۱۳۵ جیٹ ٹینکر - ۱۰

۸۰۰	چیف ٹینک (برطانوی)	۷۰۰	ہیلی کاپٹر
۴	فریگیٹ	۸	تباہ کن جہاز
۲	مرمتی کشتیاں	۱۲	تیز رفتار گن بوٹس
		۱۲	ہور کرافٹ
			لینر گائیڈڈ میزائل زمین سے زمین پر مار کرنے والے دو جدید قسم کے بحری
۲۰	طہام کیٹ طیارے		فضائی اڈے

اردن

اس ملک کی افواج تعداد میں گو زیادہ نہیں ہے لیکن شرق اوسط کے علاقے میں انھیں بہترین افواج میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ سرحدیں ہونے کی وجہ سے اسے ہر وقت فوجی طور پر چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ یہ ۲۸ - ۶۷ اور ۱۹۷۳ء میں جنگیں لڑ چکا ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں دریائے اردن اور بیت المقدس اسرائیل کے تسلط میں چلا گیا۔

امریکا اور برطانیہ اس ملک کو ہتھیار اور فوجی تربیت مہیا کرتے ہیں پاکستان بھی اردن کی افواج کو تربیت دیتا ہے۔

بڑی افواج ایک بھرتیڈویشن، ایک میکانائیزڈ ڈویشن، ایک پیڈل ڈویشن، ایک شاہی گارڈ بٹالین، ۳ توپ خانہ رجمنٹ اور ایک ٹائیگر کیٹ، سام میزائل رجمنٹ پر مشتمل ہے ٹینکوں میں ایم ۷۷ - ایم ۴۸ اور سچورینے قابل ذکر ہیں۔

توپ خانے میں ۱۰۵ اور ۱۵۵ ملی میٹر ہرٹزر کے علاوہ کچھ ۱۵۵ - اور ۲۰۳ ملی میٹر کی توپیں ہیں۔

بحریہ صرف آٹھ پٹرول کشتیاں رکھتی ہے۔ فضائیہ میں نہٹر الٹ ۱۰۴ اور سی ۴۷ اور دو ڈرائیورٹ شامل ہیں۔ الیٹ III قسم کے ہیلی کاپٹر بھی موجود ہیں۔ پیرامٹری افواج کی تعداد ۴۰۰۰ کے قریب ہے۔

اندونیشیا

جنوب مشرق ایشیا کا یہ مسلم ملک اپنا نئے ملا کر کے نزدیک ہونے کی وجہ سے زبردست فوجی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اپنا نئے ملا کر ہی وہ راستہ ہے جس سے بحر الکاہل سے بحر ہند میں داخل ہوا جاتا ہے۔ اندونیشیا کے پاس روسی اور امریکن دونوں قسم کے ہتھیار موجود ہیں چین سے بھی اسے اسلحہ مل چکا ہے۔

اندونیشیا غیر جانبدار ملکوں کے بلاک کا رکن ہے۔

تہی فوج پندرہ ہیل برگیڈ، ۸ بکتر بند ٹیالینے ایک پیرا کمانڈ و رجمنٹ اور ۶ برگیڈ اسٹریجک ریئر و کمانڈ پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں اے ایم اچس ۱۳ اور PT ۷۶ - ہلکے ٹینک شامل ہیں۔ توپ خانے میں ۵۷ ملی میٹر کی توپیں اور ریڈار موجود ہیں۔

جزیرہ ہونے کی وجہ سے اندونیشیا کی بحریہ خاصی مضبوط ہے اس میں یہ ہتھیار شامل ہیں ۱۲۔ آبدوزیں، ایک کروزر، ۳ تباہ کن جہاز، ۱۱ فریگیٹ، ۱۸ کرٹل ایسکورٹ، ۱۲ کوماں پٹرول کشتیاں، ۲۰ تارپیڈ کشتیاں، ۶ فلیٹ مائن سویپر، ۱۵ کرٹل مائن سویپر، ۸ اگن بوٹس، ۲۵ سی ورڈ ڈیفنس بوٹس، ۶ لینڈنگ کشتیاں، ۷ لینڈنگ کرافٹ، دو برگیڈ میرین فوج۔

بحری فضائی قوت میں ۱۹ اور ۲۱۔ مزاحمتی طیارے اس کے علاوہ ایچ ۱۶۔

۱۶۔ اور پی جی ڈائی۔ ۵ اے اے اے کی ڈبل طیارے۔ ایس ۵۵، ایس ۵۸ اور ایم آئی ۳ ہیلی کاپٹر بھی شامل ہیں۔

فضائیہ کے طیاروں میں ڈی ۱۶ بمبار، ۲۱ بی، ۲۵ بمبار، ۱۷ قابل ذکر ہیں۔

ٹرانسپورٹ طیاروں میں سی۔ ۱۳۰ بی۔ آئی ایل ۱۴، سی ۷۷ اے این ۱۲ اور اسکاٹی وین موجود ہیں۔

ہیلی کاپٹر میں اہم ایم۔ آئی ۴ اور ایم آئی ۶ ہیں۔

پیرامٹری افواج کی تعداد تقریباً ۱۲۰۰۰۰ ہے۔

پاکستان

۱۹۷۱ء میں بھارتی جارحیت کے نتیجے میں پاکستان کا ایک بازو اس سے کٹ کر بنگلہ دیش بن گیا۔ موجودہ پاکستان صرف مغربی پاکستان پر مشتمل ہے۔ جبرانیائی لحاظ سے یہ ملک شرق اوسط اور جنوب ایشیا کے بین بین واقع ہے۔ خلیج فارس کے دروازے کی حیثیت سے اسے فوجی اہمیت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں دونوں بڑی ایشیائی طاقتیں روس اور چین اس کے سمجھائے ہیں۔

پاکستان کو ۱۹۶۵ء تک امریکا، برطانیہ اور فرانس سے ہتھیار اور فوجی تربیت ملتی تھی۔ اس کے بعد چین نے اسے خاص فوجی امداد دینے والوں میں شامل ہو گیا۔ روس نے بھی کچھ ہتھیار دیئے۔ اس طرح پاکستان وہ واحد ملک ہے جو امریکی، روسی، چینی، فرانسیسی اور برطانوی ہتھیاروں کو استعمال کرنا جانتا ہے۔

بری فوج ۲ بکتر بند ڈویژن، ۱۲ اپیل ڈویژن، ایک خود مختار بکتر بند برگیڈ۔ ایک فضائی دفاع کے برگیڈ پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں ایم ۴۷، ایم ۴۸، ٹی ۵۴، ٹی ۵۵، ٹی ۵۹ (دو میلے ٹینک)، ایم ۲۳، ایم ۴ اور پی ٹی ۷۶ (سکے ٹینک) موجود ہیں۔ ٹینک ٹمکنے ہتھیاروں میں کوبرا میزائل ہے۔

ترب خاتے میں ۱۰۵ اور ۱۵۵ ملی میٹر کی ہونٹرز کی تربیہ۔ بحریہ میں آبروزیں، تباہ کن جہاز، فریگیٹ، کرور، پٹرول کشتیاں اور منرگی صاٹ کرنے والے جہاز موجود ہیں۔

فضائیہ میں میراج III لڑاکا بمبار طیارے خاص اہمیت رکھتے ہیں اس کے علاوہ ایک ۱۹، الیف ۸۶، بی ۵۷ بمبار، الیف ۱۰۳ فضائی دفاع کا حصہ ہیں۔ ان کے علاوہ آر ٹی ۳۲ اور آر ٹی ۵۷ بھی موجود ہیں، ٹرانسپورٹ طیاروں میں سی ۱۳۰ بی اور الیف ۲۷ شامل ہیں کچھ ایم آن ۸ الیوٹ III، ہکی اور سیوٹیس ہیلی کاپٹر ہیں۔

پیراٹری فوج کی تعداد ۲۸۰۰۰۰ ہے۔

ترکے

یورپ اور ایشیا میں بیک وقت موجود یہ مسلم ملک آبنائے باسفر سے جیسے اہم بحری راستے پر کنٹرول رکھتا ہے۔ روسی جہاز ترکی اجازت کے بغیر اس آبنائے سے نہیں گزر سکتے۔ بحر روم میں داخل ہونے کے لئے یہ آبنائے بہت اہم ہے۔

ترکی کو اسلحہ کی سپلائی تمام تر امریکا کرتا ہے اور وہی اس ملک کو فوجی تربیت بھی فراہم کرتا ہے۔ ترکی کی اسلحہ ساز فیکٹریوں میں ہلکے سنجھار تیار ہوتے ہیں۔ آر سی ڈی کی تنظیم میں وہ پاکستان اور ایران کا حلیف ہے۔

تہی فوج ایک بکتر بند ڈوٹرین، ۱۲ اپیل ڈوٹرین، ۴ بکتر بند بریگیڈ، ۴ بکتر بند کیوری بریگیڈ، ایک میکاٹائزر ڈیپیل ڈوٹرین، ۳ میکاٹائزر ڈیپیل بریگیڈ اور دو چھاتہ بردار ٹیبلین پر مشتمل ہے۔

ٹینکوں میں ایم ۷، ایم ۸، ایم ۲۶، ایم ۲۴ اور ایم ۴۴ شامل ہیں۔ ایم ۲۶ ٹینک ڈسٹر انڈر ٹینک شکن قوت میں موجود ہے۔

توپ خانہ ۱۰۵، ۱۵۵ اور ۲۰۳ ملی میٹر ہوٹرز رکھتا ہے اس کے علاوہ ۷۵ اور ۹۰ ملی میٹرز کی طیارہ شکن توپیں بھی ہیں۔

زمین سے زمین پر مار کرنے والا میزائل آٹلسٹ جان ترکی کو حاصل ہے۔

بحریہ میں ۱۲ آبدوزیں، ۱۰ اتباہ کن جہاز اور ۱۱ موٹر تارپیڈو، کشتیوں کے علاوہ سرنگین صاف کرنے والے جہاز، موٹر لاپچ اور لینڈنگ کرافٹ شامل ہیں۔

نقائی لڑاکا قوت ایف ۱۰۴، جی لڑاکا بمبار ایف ۱۰۰ لڑاکا بمبار، ایف ۵ لڑاکا مزاحمتی طیارے ایف ۸۶ مزاحمتی طیارے اور اے ڈبلیو ایف ۱۰۲ اے۔ ٹرانسپورٹ طیارے ہیں سی ۷، سی ۴، سی ۵ اور سی ۱۳۰ شامل ہیں۔ دو ٹیبلین سام میزائلوں کی ہیں جن کے پاس ٹائیک ہر کر لیس میزائل ہیں۔ پیرائلری افواج کی تعداد ۷۵۰۰ ہے جس میں تین حرکت پذیر بریگیڈ شامل ہیں۔

نیٹرو

بحر روم کے کناروں پر واقع یہ مسلم ملک الجزائر اور لیبیا کے ساتھ خشکی پر اپنی سرحدیں رکھتا ہے دفاعی سلامتی کے امدادی پروگراموں کے تحت امریکہ اسے فوجی اسلحہ دیتا رہا ہے کچھ ہتھیار فرانس نے بھی فراہم کئے افواج کی تربیت بھی اپنی دونوں ملکوں نے کی۔ بڑی فوج ایک بکتر بند ٹالین، چھ پیدلے ٹالین ایک کمانڈر ٹالین، ایک پٹرول گروپ پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں کچھ اسے ایم ایکس ۱۳ اور ایم۔۴۴ موجود ہیں توپ خانے کے پاس ۱۰۵ اور ۱۵۵ ملی میٹر کی توپیں ہیں۔

بحر یہ میں دو پٹرول کشتیاں جو ایس ایس ۱۲۰ کشتی سے کشتی مار کرنے والے میزائل سے لیس ہیں قابل فوج ہیں اس کے علاوہ زیادہ تر ہلکی پٹرول کشتیاں ہیں۔

فضائیہ کی قوت ۱۲ الیف ۸۶ طیاروں پر مبنی ہے۔

پیرامٹری افواج کی تعداد ۱۰۰۰۰ ہے۔

تنزانیہ

بحر ہند کے ساحل پر واقع یہ مسلم ملک زیادہ تر چینی اسلحہ اپنی افواج میں رکھتا ہے کچھ ہتھیار روس کے دیئے ہوئے بھی ہیں۔

تنزانیہ تنظیم برائے افریقی اتحاد کا رکن ہے۔

بڑی فوج ۴ پیدل ٹالین پر مشتمل ہے ٹینکوں میں ۱۳ ٹی۔۶۲ چینی ساخت اور بی

ٹی آر۔۴۰ ہیں۔ کچھ روس اور چین کی دی ہوئی توپیں ہیں۔

بحر یہ پٹرول کشتیاں رکھتی ہے۔ جن کی تعداد ۴۳ سے زیادہ ہیں۔

فضائیہ میں کوئی لڑاکا طیارہ نہیں صرف ٹرانسپورٹ اور تربیت کے لئے طیارے

ہیں۔

پیرامٹری فوج ایک پولیس میرین یونٹ پر مشتمل ہے۔

لیبیا

یہ اسلامی ملک بحر روم کے کنارے واقع ہے۔ کرنل قذافی کے اقتدار میں آنے سے قبل مشہور امریکی فوجی اڈہ و ہر بیس یہاں پر قائم تھا لیکن جناب قذافی نے اسے ختم کر دیا ہتھیاروں میں کچھ امریکن اور کچھ روسی بھی ہیں لیکن لیبیا کی افواج کی جدید تربیت فرانس کر رہا ہے جناب قذافی وہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے تل کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ لیبیا کی افواج میں بڑی تیزی سے توسیع ہو رہی ہے اس لئے ان کی تعداد کے بارے میں کوئی حتمی بات کہنا ممکن نہیں۔

تہی فوج ۳ بکتر بند ٹبالین، ۵ پیدل ٹبالین، ۳ توپ خانہ ٹبالین اور ۲ طیارہ شکن توپ خانہ ٹبالین پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں سنچورینے، چیفٹن، ٹی ۵۵/۵۴، ٹی ۵۵/۴۴ اور اے ایم ایکس سے قابل ذکر ہیں۔

بحر یہ میں میزائل بردار پیڑلے کشتیاں، فریگیٹ اور عام پٹرول کشتیاں شامل ہیں سنا ہے کہ ایک طیارہ بردار جہاز بھی اس بیڑے میں شامل ہونے والا ہے۔

فضائیہ کے اہم طیاروں میں ایف ۵، میراج ۱۱۱ موجود ہیں، ٹرانسپورٹ طیاروں میں سی۔۱۳۰ ای اور سی۔۴۷ ہیں۔ کچھ ہیلی کاپٹر بھی ہیں۔

لبنان

شرق اوسط کا یہ اہم تجارتی ملک بحر روم کے کنارے پر موجود ہے۔ امریکہ دفاعی امداد کے پروگراموں اور معاہدوں کے تحت اسے فوجی ہتھیار اور تربیت دیتا رہا ہے۔ لبنان عرب لیگ کا رکن ہے اور اس کی دفاعی کمان میں شامل ہے ۶۷ سے ۱۹۷۳ تک اسرائیلی حملے کئی دفع لبنان کی سرحدوں کے اندر تک ہوئے۔ بیروت ہوائی اڈے پر اسرائیلی فضائیہ کا حملہ اب تک ذہنوں میں محفوظ ہے انہی حملوں کے پیش نظر لبنان کو اپنی فوجی قوت میں اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔

بری فوج دو ٹینک ٹبائلین، ایک ہوٹر سوار ٹبائلین اور نو پیدل ٹبائلین پر مشتمل ہے
 ٹینکوں میں چیر لیٹر رائے ایم اچیس ۱۳، ایم ۴۱، ایم ۴۰، ایم ۶ شامل ہیں۔ توپ خانے کے
 پاس ۱۵۵ ملی میٹر کی ہوٹرز اور ایم ۴۲ طیارہ شکن توپیں ہیں۔
 بحریہ میں ۴ پٹرول کشتیاں اور ایک لینڈنگ کرافٹ شامل ہے۔
 فضائیہ کی قوت ہنٹر اور میراج طیاروں پر مشتمل ہے۔
 پیرا ملٹری فوج کی تعداد ۷۵۰۰ ہے۔

ملائیشیا

جنوب مشرقی ایشیا کا یہ اہم ملک ابنائے ملاکہ پر کنٹرول رکھنا شامل ہے۔
 اسی وجہ سے یہ زیر دست اسٹریجک اہمیت کا مالک ہو گیا ہے۔ بحرہند کے
 برطانوی انخلا سے قبل وہی اس کی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔ نومبر ۱۹۶۴ تک یہ ذمہ دار ہی برطانیہ
 ملائیشیا دفاعی معاہدے کے تحت منجائی جا رہی تھی۔ لیکن اب یہ دفاعی معاہدہ ایک پانچ طاقتی
 دفاعی معاہدے سے بدل گیا ہے اس میں آسٹریلیا، ملائیشیا، برطانیہ، سنگا پور اور نیوزی
 لینڈ شامل ہیں۔

بری فوج ۷ پیدل برگیڈ پر مشتمل ہے جس میں ۲۴ پیدل ٹبائلین، تین سبائرسی رجمنٹ،
 ۳ توپ خانہ رجمنٹ، ایک خاص سروس یونٹ اور ۳ گنل رجمنٹ شامل ہیں۔ توپ خانے
 کے پاس ۱۰۵ ملی میٹر ہوٹرز ہیں۔

بحریہ میں ۲ فریگیٹ ہیں جن میں ایک سی کیٹ، میزائل سے لیس ہے اس کے علاوہ
 پٹرول کشتیاں اور سرنگس صاف کرنے والے جہاز ہیں۔ فضائیہ میں میراج اور سی اے۔ ۲۷
 لڑاکا بمبار طیارے۔ پیرا ملٹری افواج ۵۰۰۰ ہے۔

مراکش

بحر روم اور بحر اوقیانوس کے ساحلوں پر واقع یہ مسلم ملک ابنائے جبل الطارق

پر کنٹرول رکھنے کی وجہ سے زبردست فوجی اہمیت کا حامل ہے۔ امریکا فوجی امدادی پروگرام کے تحت اسلحہ کی سپلائی اور فوجی تربیت دیتا ہے۔ فرانس بھی مراکش کو اسلحہ سپلائی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ دونوں ممالک کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس کے تحت فرانس مراکش کے ہوا بازوں کو تربیت دیتا ہے۔

بڑی افواج ایک بکتر بند بریگیڈ، ۳ سوڈ سوار انفنٹری بریگیڈ، ایک ہکا حفاظتی بریگیڈ، ایک بھاتہ بردار بریگیڈ، بارہ خود مختار پیدل ٹالین، ۲ اونٹ سوار ٹالین، ۳ صحرائی ٹالین، اور ۴ توپ خانہ۔ ٹینکوں میں ۵۴ اے ایم اکیس ۱۳ اور اے ایم اکیس ۱۰۵ شامل ہیں۔ توپ خانے کے پاس ۷۵ اور ۱۰۵ ملی میٹر کے ہونٹزر ہیں کچھ الیوٹ II/III قسم کے فوجی ہیلی کاپٹر بھی ہیں۔ بحریہ ایک فریگیٹ، ایک سپرول بٹ اور ایک لینڈنگ کرافٹ پر انحصار کرتی ہے۔

فضائی طیاروں میں لڑاکا قوت مک ۱۷ ایت ۵ اے اور ایت ۵ جی پر قائم ہے۔ ٹرانسپورٹ طیاروں میں C ۷۴ اور C ۱۱۹ ہیں۔ ہیلی کاپٹر اور ایچ ۱۳ اے بی۔ ۲۰۴ اور ایچ ایچ۔ ۴۳ قسم کے ہیں۔ پیرامٹری فوج کی قوت تقریباً ۲۵۰۰۰ ہے۔

ماریطانیہ

بحر اوقیانوس کے کناروں پر واقع یہ مسلم ملک اپنے رقبے کے لحاظ اور جغرافیائی پریشی سے خاصہ اہم ہے لیکن اب تک کوئی قابل ذکر افواج اس نے نہیں رکھی ہے۔ روس اسے فوجی امداد اور تربیت مہیا کر رہا ہے فرانس اور ماریطانیہ کے درمیان دفاعی معاہدہ اور دفاعی امداد کا معاہدہ موجود ہے جس کے تحت وہ اس ملک کو ہتھیار اور فوجی تربیت دے رہا ہے۔ ماریطانیہ تنظیم برائے افریقی اتحاد کا ممبر ہے۔

منگولیا

چین اور روس کی سرحدوں کے درمیان گھرا ہوا یہ مسلم ملک روس کے ساتھ دفاعی

معاہدوں میں منسلک ہے اس طرح وہی اسے ہتھیار اور تربیت دیتا ہے۔
 بری فوج میں ۲ پیدل ڈویژن، ۲۴، ۵۴/۵۵ ٹینک ایس یو ۱۰۰ ٹینک شکن
 گاڑیاں اور ۱۵۲، ۱۳۰ ملی میٹر کی ہونٹرز شامل ہیں۔
 فضائیہ میں کوئی قابل ذکر لڑاکا طیارہ نہیں صرف اے این ۲، ۲۴ اور آئی ایل ۱۳
 قسم کے ٹرانسپورٹ طیاروں کے علاوہ کچھ ایم آئی اور ایم آئی ۴ قسم کے ہیلی کاپٹر ہیں۔
 ایک سام ٹیبلین ہے جس میں ایس اے ۲ میزائل ہیں۔
 پیرامیٹری فوج کی تعداد ۸۰۰۰ ہے جو سیکورٹی پولیس کہلاتی ہے۔

مصر

عرب لیگ تنظیم برائے افریقی اتحاد اور غیر جانبدار ملکوں کے ہاک کا یہ اہم رکن اور
 شرق اوسط کا سب سے طاقتور رفرجی لحاظ سے، ملک نہرویز جیسے اسٹریجک راستے
 پر کنٹرول رکھتا ہے۔ اب تک یہ اسرائیل سے ۴ جنگیں لڑ چکا ہے۔
 مصری افواج جدید روسی اسلحہ سے لیس ہیں روس اسے فوجی تربیت بھی دیتا ہے۔
 روس نے مصر کو انتہائی جدید اسلحہ دیا ہے جس میں سام میزائل شامل ہیں۔ مصری افواج نے
 ۱۹۷۳ کی جنگ میں انھیں اعلیٰ کارکردگی سے استعمال کیا یہ خود بھی پھڑپھڑا اسلحہ بناتا ہے۔
 بری فوج ۲ بٹرنڈ ڈویژن، ۴ میکاٹنرڈ پیدل ڈویژن، ۵ پیدل ڈویژن، ۲ چھاتہ
 بردار بریگیڈ، ۱۶ توپ خانے کے بریگیڈ، ۲۰ کانڈو ٹیبلین پر مشتمل ہے۔ ٹینک یہ ہیں :
 ۵۴/۵۵، ۵۴/۸۵، پی ٹی ۷۴، جے ایس ۳، ٹی ۱۰، ٹی ۶۲۔
 توپ خانے میں یہ توپیں ہیں : ۱۲۲-۱۳۰-۱۵۲-۲۰۳ ملی میٹر کی ہونٹرز ۸۵، ۵۷
 اور ۱۰۰ ملی میٹر کی طیارہ شکن توپیں۔

میزائل : اینٹیئر، سویگر، سوہیٹر، فراگ ۲ اور شارٹ رینج۔ زمین سے زمین پر
 مار کرنے والے میزائل۔

فضائیہ میں ٹی یو ۱۱۶، آئی ۲۸، گک ۲۱، ایس یو ۷، گک ۱۷ اور گک یاک طیارے

موجود ہیں ٹرانسپورٹ طیاروں میں ای ایل ۱۴ اور لے این ۱۲ ہیں۔ پہلی کا پٹر ایم آئی۔ ایم آئی ۴ اور ایم آئی ۸ قسم کے ہیں۔

فضائی دفاع کے لئے ۲۷، ۵۷، ۸۵ اور ۱۰۰ میٹر کی طیارہ شکن توپیں ہیں۔
سام میزائل ۲، ۲، ۶ اور ۷ قسم کے موجود ہیں میزائل کمان : ۴ فضائیہ، بحریہ اور بحریہ
اور بحری فوج سے علیحدہ ہے اس میں ۴ ہزار افراد ہیں۔ انظر میزائل جس کی مار ۲۳۵
میل ہے۔ تیار ہو چکا ہے جبکہ ال قہر اور الریاض جنگی ۳۷۵ اور ۴۴۰ ہے پر کام جاری ہے
ہم تباہی کے ہیں کہ مصر کو نرسون جیسے اہم بحری راستے پر کنٹرول حاصل ہے اسی لئے
مصر کو ایک طاقتور بحری بیڑہ رکھنا پڑتا ہے۔

بحریہ میں یہ شامل ہیں :

۱۲ آبدوزیہ (۶ روسی ساخت کی ڈیپ کلاس اور ۶ روسی ساخت کی آر کلاس)

۵ تباہ کن جہاز (۴ روسی ساخت کے اسکری جہاز)

۲۔ کورویس ۱۵ آبدوزیہ تعاقب کرنے والے جہاز

۴ فلیٹ سرنگی صفا کر نیوالے جہاز ۲ ان شور سرنگی صفا کر نیوالے جہاز

۱۲ ادسا اور ۸ کوما قسم کے میزائل بردار کشتیاں (ان میں سے کچھ عرب اسرائیلی جنگ

۱۹۷۳ میں تباہ ہو گئیں۔

۲۵۔ موٹر تارپیڈ کشتیاں ۲۵ لینڈنگ کرافٹ

پیرامیٹری فوج کی تعداد ۱۲۰۰۰۰ ہے۔

سعودی عرب

شرق وسط کا یہ اہم ترین مسلم ملک آج کل عالمی سیاست کا زبردست حامل ہے۔ یہ
حقیقت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہاں آزاد دنیا کا تقریباً ۴ فیصد تیل ہے اس لئے
اس کے اقدامات کا اثر تمام دنیا خصوصاً ترقی یافتہ صنعتی ملکوں پر زور دار طریقے سے
مرتب ہوتا ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین ہونا چاہیے کہ گزشتہ سعودی عرب کے پاس کوئی قابل ذکر فوجی قوت نہیں لیکن اس نے جس طرح تیل کو اسٹریٹجک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے وہ دنیا میں مسلم ملکوں کی عزت بڑھانے کا سبب ہوا۔ ۱۹۷۷ء میں ہارے ہوئے عرب علاقے بھی اسی تیل کے ہتھیار کی مار سے آزاد ہو رہے ہیں۔

امریکا فوجی امداد کے پروگرام کے تحت سعودی عرب کو ہتھیار اور فوجی تربیت دیتا رہا ہے پاکستان بھی اس مسلم برادر ملک کی افواج کو تربیت دیتا ہے۔

بڑی فوج ۴۴ پیڈل بریگیڈ پر مشتمل ہے اس میں ۱۰ اسام میزائل (ہاک) بیٹریاں شامل ہیں، ٹینکوں میں ایم ۷۷ اور ایم ۱۴۰ قابل ذکر ہیں۔

فضائیہ میں این ۸۶ اور لائٹنگ مزاحمتی طیارے موجود ہیں۔ دس بڑے ایئرپورٹ سے

۱۳۰۔ ای بھی ہیں دو سام میزائلوں کی رجمنٹ ہیں جن کے پاس تھنڈر برڈ میزائل ہیں۔

بحریہ میں تین تارپیڈ کشتیاں، ۸ ہور کمانڈ اور تقریباً ۳۰ بٹرول کشتیاں ہیں۔

پیرامٹری فوج کی تعداد ۳۰۰۰۰ ہے جنہیں مشین گارڈ کہا جاتا ہے جو ٹینک شکن

ہتھیار و جھلینٹ سے لیس ہیں۔

سعودی عرب نے اب اپنی فوجی قوت میں زبردست طریقے سے توسیع شروع کر

دی ہے۔ امریکا اور فرانس سے مختلف نوعیت کے فوجی سودے ہو رہے ہیں جن کے

تحت بحاری مقدار میں فوجی سامان آرہا ہے اور آنے والا ہے۔ ایک اندازے کے

مطابق ۵۰ ملین ڈالر کی بحری کشتیاں، جہاز اور مواصلاتی سامان امریکہ سے آنے والا ہے

علاوہ ازیں ۵۰ ایف۔ ۵ قسم کے طیارے آنے شروع ہو گئے ہیں۔

فرانس سے معاہدہ ہو رہا ہے، جن کے تحت فرانس تیل کے بدلے فوجی ہتھیار دیگا

ان پر ۳۸ میراج طیارے، مزاحمتی طیارے، اے ایم ایکس ۲۵ قسم کے ٹینک، بکتریز

گاڑیاں، بحری جہاز، ہوا سے ہوا میں مار کرنے والے میزائل اور زمین سے فضا میں مار

کرنے والے میزائل شامل ہیں ۵

سوڈان

یہ مسلم افریقی ملک بحر قلزم کے کناروں پر واقع ہے۔ روس سوڈان کو فوجی ہتھیار اور تربیت دے رہا ہے۔ سوڈان عرب لیگ کا رکن ہے۔

برقی فوج ایک بکتر بند برگیڈ، ۶ پیدل برگیڈ، ایک خود مختار پیدل ٹیالین کا ایک چھاتہ بردار رجمنٹ۔

۳ توپ خانہ رجمنٹ اور ایک رینجر رجمنٹ پر مشتمل ہے۔ بکتر بند دستوں کو ٹی ۸۵/۲۲، ٹی ۵۴ اور ٹی ۵۵ ساخت کے روسی ٹینک حاصل ہیں۔ توپ خانے کے پاس ۱۰۵ اور ۱۲۲ ملی میٹر کی توپیں اور ہوٹ زہیں۔

فضائی طیاروں میں دو سوکراڈرن جگ ۲۱ موجود ہیں کچھ ٹرانسپورٹ طیارے آئینے ۲۲ اور کچھ ہیلی کاپٹر ایم آئی ۸ قسم کے ہیں۔

شام

۱۹۷۲ میں اسرائیل سے چوتھی دفعہ نبرد آزما ہونے والا یہ مسلم ملک فوجی ہتھیار اور فوجی تربیت زیادہ تر روس سے حاصل کرتا ہے۔ بحر روم پر ساحل رکھنے کی وجہ سے اسے بھی اسٹریٹجک اہمیت حاصل ہے۔ ۶۷ کی عرب اسرائیل جنگ میں جولان کی پہاڑیاں اسرائیل کے زیر تسلط چلی گئیں۔

شام عرب لیگ کا رکن ہے اور اس کی دفاعی کمان میں شامل ہے۔ جس کے تحت اسرائیل کے خلاف ایک مشترکہ میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ اردن، مصر کے ساتھ ایک مشترکہ دفاعی معاہدے میں بھی شامل ہے۔

برقی فوج ایک بکتر بند ڈویژن، ۲ میکا نائزڈ ڈویژن، ۲ پیدل ڈویژن، ایک چھاتہ بردار ٹیالین۔ ۵ کتاڈ ٹیالین، ۷ توپ خانہ رجمنٹ اور ۸ سام بیٹریوں پر مشتمل ہے۔ ٹینکوں میں ٹی ۲۲، ٹی ۵۴/۵۵ اور پی ٹی ۷۶ قابل ذکر ہیں۔ توپ خانے کے پاس روسی

ساخت کی ۱۲۲، ۱۳۰ اور ۱۵۲ ملی میٹر کی توپیں ہیں۔ میزائلوں میں سام ۲، ۳، ۴ اور ۷
موجود ہیں۔ بحریہ میں ۶ کورمارینر آل کشتیاں اور ۱۲ موٹر تارپیڈ کشتیاں قوت کی حامل ہیں
فضائیہ میں اہم طیارے ۲۱، ۱۵، ۱۷، ۱۸ اور ایس یو ۷ ہیں یہ تمام روسی
ساخت کے ہیں۔ کچھ سی ۷ اور آئی ایل ۳۱ قسم کے ٹرانسپورٹ طیارے، ایل کا پٹر ایم
آئی ایک۔ ایم آئی ۳ اور ایم آئی ۸ قسم کے ہیں۔
پیرامٹری فوج کی تعداد ۵۰۰ ہے۔

سوالیہ

بحر ہند اور خلیج عدن کے نزدیک واقع ہے یہ انتہائی اہم مسلم جمہوریہ زیادہ تر
روسی ہتھیاروں سے لیس ہے یہ تنظیم برائے افریقی اتحاد کا رکن ہے۔
بڑی فوج ۳ ٹینک ڈبیلین، ۹ پیدل میکاٹائزڈ ڈبیلین اور کمانڈر ڈبیلین پر مشتمل ہے
اس کی افواج کے پاس تقریباً ۱۵۰ ٹی ۲۴ قسم کے ٹینک اور ۱۰۰ ملی میٹر کی توپیں ہیں۔
بحریہ میں صرف پیٹرول کشتیاں ہیں۔
فضائیہ کی لڑاکا قوت ۱۷/۱۵ پر مشتمل ہے کچھ سی ۷، سی ۷ اور ایل
۲۴ ٹرانسپورٹ طیارے ہیں۔ پیرامٹری فوج میں ۵۰۰ سرحدی گارڈ ہیں۔

سنگال

یہ مسلم ملک بحرادقیانہ کے کنارے واقع ہے فرانس کے ساتھ اس کا دفاعی معاہدہ
ہے جس کے تحت اس کی افواج کو اسلحہ اور فوجی تربیت دی جاتی ہے۔
بڑی فوج ۳ پیدل ڈبیلین، ۲ بھپتہ بردار کمپنیاں، ۲ کمانڈو کمپنیاں، ایک جاسوسی اسکاڈرن
اور ایک انجینئر ڈبیلین پر مشتمل ہے کچھ بکتر بند گاڑیاں۔ بحریہ میں پیٹرول کشتی، کوسٹل کشتی اور آبدوز
کالے قاب کوریاں ۲ جہاز۔ فضائی طیاروں میں لڑاکا قوت نہیں۔ صرف ج ۲۴ ٹرانسپورٹ
اور ایل جی ۳ ایل کا پٹر۔ پیرامٹری فوج کی قوت ۱۶۰۰ ہے۔

گنتی

خلیج گنتی اور بحر اوقیانوس کے کناروں پر واقع یہ مسلم افریقی ملک اب بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ اسے روس فوجی تربیت اور اسلحہ دے رہا ہے۔
گنتی تنظیم برائے افریقی اتحاد کا رکن ہے۔
بڑی فوج ۵ پیدل ٹبائلین، ایک بکتر بند ٹبائلین، ۳ انجینئرز کمپنی اور کچھ فٹے ۳۳، ٹینکوں پر مشتمل ہے ۱۰۵ اور ۸۵ ملی میٹر کی توپیں ہیں۔
بحریہ میں روسی ساخت کی ۶ پیٹرول کشتیاں ہیں۔
فضائیہ لگ ۷۱ لڑاکا طیارے ہیں اس کے علاوہ کچھ آئی ایل ۱۸ اور آئی ایل ۱۴ ٹرانسپورٹ طیارے بھی ہیں۔ پیرامیٹری فوج کی تعداد ۷۵۰۰ ہے۔

کویت

شرقی اوسط اور خلیج فارس کا یہ اہم مسلم ملک تیل کی دولت سے مالا مال ہے امریکا اور اسرائیل کے دوسرے حلیفوں کے خلاف تیل کی ناکہ بندی کر کے کویت نے دوسرے عرب ممالک کا ساتھ دیا۔ اس تیل کے ہتھیار نے جاپان، امریکہ، فرانس، برطانیہ اور جرمنی جیسے ترقی یافتہ اور طاقتور ممالک کو بھگنے اور لچک پیدا کرنے پر مجبور کر دیا۔
برطانیہ کے انخلا سے قبل زیادہ تر وہی اس کی دفاعی ضروریات اور تربیت کا ذمہ دار تھا۔ لیکن اب کویت بڑی تیزی سے اپنی قوت بڑھا رہا ہے۔
کویت عرب لیگ کا رکن ہے۔

بڑی فوج میں ۳ ٹبائلین، درمیانیے ویکٹورینک اور بکتر بند گاڑیاں ہیں۔
فضائیہ میں لائٹنگ اور ہنٹر طیاروں کے علاوہ ہیلی کاپٹر بھی ہیں۔
بحریہ میں پیٹرول کشتیاں ہیں۔

متحدہ عرب امارت

خیلیج فارس کی سات ریاستوں نے اتحاد کی خاطر دسمبر ۱۹۷۱ء میں الحاق کا اعلان کیا۔ اس میں ابوظہبی، دوبئی، شارجہ، اجمان، ام القویں، فجیرہ اور راس الشیمہ شامل ہیں۔ برطانیہ کے انخلا سے قبل ان کی دفاعی ذمہ داریاں ایک معاہدے کے تحت برطانیہ پر رکھی گئی تھیں۔ اس الحاق کے بعد یہ معاہدہ ختم ہو گیا۔ اور ایک دوستی کے معاہدے نے اس کی جگہ لے لی۔ جو متحدہ عرب امارت اور برطانیہ کے درمیان ہے اس میں دفاع کا ذکر نہیں۔

اس الحاق کے بعد نئی متحدہ دفاعی قوت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ امریکہ سے ۱۹۷۳ء میں فوجی اسلحہ کی خرید و فروخت کے سلسلے میں اہم مذاکرات ہوئے تھے۔ یقیناً اس جدید فوجی اسلحہ کے آنے کے بعد اس ملک کی قوت بہت بڑھ جائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فرانس سے بھی میراج طیاروں اور دو سکر فوجی ہتھیاروں کا سودا ہوا ہے یہ سامان پہنچنا شروع ہو گیا ہے۔

متحدہ عرب امارت عرب لیگ کا رکن ہے اور دفاعی کمان میں شامل ہے متحدہ قوت کچھ زیادہ واضح نہیں لیکن ایک اندازے کے مطابق کچھ یوں ہے۔

تبدیلی فوج ۲ پیدل، ٹہالین، ایک بکتر بند رجمنٹ، ایک امدادی رجمنٹ، ۵ پیدل کمپنیاں موٹر سوار فوج اور کچھ بکتر بند گاڑیاں۔

فضائیہ میں سنہرے لڑاکا طیارے، ٹرانسپورٹ اور ہیلی کاپٹر شامل ہیں ایک اطلاع کے مطابق میراج طیارے پہنچ گئے ہیں۔ بحریہ میں پٹرول کشتیاں ہیں۔

نئی متحدہ دفاعی قوت کی تعداد ۲ ہزار سے زیادہ ہو گئی ہے۔

دوسرے مسلم ممالک

ان ممالک کے علاوہ کئی اور مسلم ممالک بھی موجود ہیں لیکن اس وقت کچھ ان کی قوت

زیادہ نہیں۔ ان میں سے زیادہ تر تہہ حال ہی میں مکمل طور پر آزاد ہوئے ہیں اور کچھ تہہ آزاد کافی عرصہ سے ہو چکے ہیں۔ لیکن دفاعی معاہدوں کے تحت ان کے دفاع کی ذمہ داری دوسرے ممالک کے ذمہ تھی۔ اس لئے انھوں نے کوئی قابل ذکر فوج نہیں رکھی۔ ہم ان کا مختصر ذکر کر رہے ہیں :

عمان : اس کی بڑی فوج ۴ ٹالین اور ایک توپ خانہ بیٹری پر مشتمل ہے کچھ تہہ ہیں اور بحتر بند گاڑیاں بھی ہیں فضائیہ کے پاس ۵۲، T - BAC - ۱۶۷ ، رانسپورٹ اور کچھ ہیلی کاپٹر ہیں :

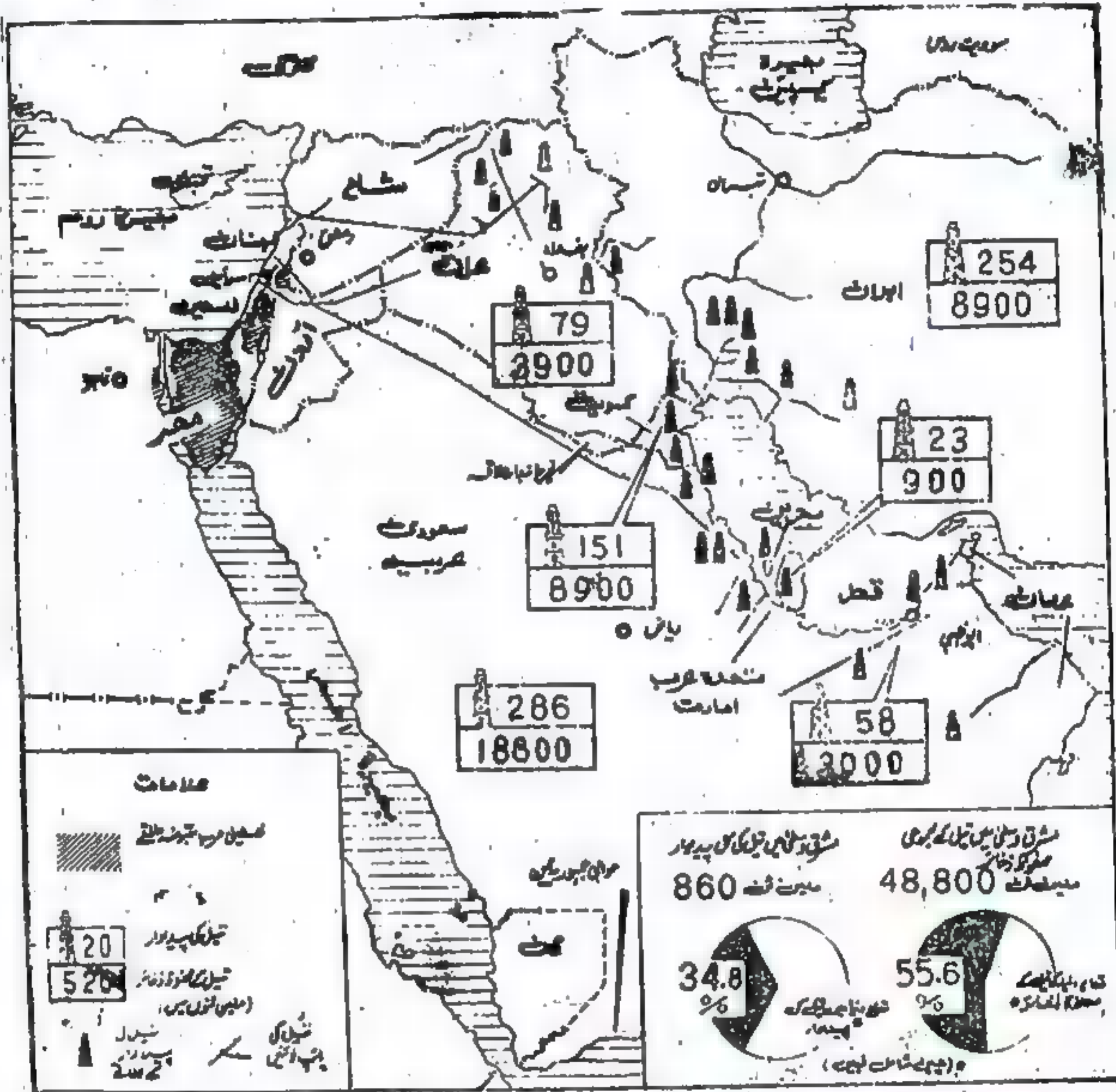
قطر کے پاس ایک مورٹسوار اور ایک گاڑی جہنٹ ہے کچھ بحتر بند گاڑیاں بھی ہیں۔ ۶ طیارے اور ۴ پیٹرول کشتیاں ، بحری اور فضائیہ میں شامل ہیں۔
یمن اور عدن کے پاس پیٹرول کشتیاں ہیں باقاعدہ افراد کھڑی کیجا رہی ہیں بحتر بند کی فوج ۲۰۰۰ سے کم ہے اس میں ایک ٹالین پیدل اور ایک بحتر بند گاڑیوں کا اسکوادرن ہے۔ بحریہ کے پاس کچھ پیٹرول کشتیاں ہیں :

ملک کے نام	باقاعدہ قرض	محفوظ قرض	ٹینک	پختہ بند گاڑی	لڑاکا طیارے	پہلی گاڑی	جنگی جہاز اور کشتیاں
ایران	۱۶۰۰۰۰		۹۲۰ آؤر ۷۲۰	۱۱۱۰	۲۲ آؤر ۳۰۰	۲۲ آؤر ۷۰۰	۲۲
آذربائیجان	۲۵۰۰۰۰	۶ برگیٹ	-	۱۵۲	۱۲۲	۳۰	۱۴۳ بحری قضاہیہ ۲۵
افغانستان	۸۰۰۰۰۰			+	۱۰۰	+	+
اردن	۶۸۰۰۰	۲۰۰۰۰	۲۲۰	۲۰۰	۵۲	۹	۸ پروٹو کشتیاں
الجزائر	۵۵۰۰۰		۲۵۰ کچھ آگے ایم ایس	۳۵۰	۱۴۲	۵۲	۲۵
پاکستان	۲۶۸۰۰۰		۸۵۰	۲۰۰ آؤر ۳۰۰	۲۶۸	۱۲	۱۲ کچھ لینڈنگ کرائٹ
ترکی	۲۲۰۰۰۰				۳۶۰	+	۲۲
تونس	۲۰۰۰۰		۱۵	۲۰	۱۲	۸	
تشرانیہ	۱۰۰۰۰		۱۲		x	x	۱۳
سعودی عرب	۳۵۰۰۰		۸۵	۲۰۰	۷۵ ۵۰ ایس پیج سیکر	۲۲	۲۲
سودان	۳۵۰۰۰		۱۲۰	۱۵۵	۲۲	۱۰	۸
سومالیہ	۱۳۰۰۰		۱۵۰	۲۰۵	۲۰	x	۶
سنگال	۵۵۰۰		x		x	۷	۴
شام	۱۲۰۰۰	۲۰۰۰۰۰	۱۳۰۰	۱۰۰۰	۳۲۶	۵۵	۲۵
لیبیا	۲۰۰۰۰		دوڑوں کی تعداد ۳۹۵	۳۹۵	۲۳ آؤر ۱۲۵	۱۵	۲۱
لبنان	۱۴۰۰۰		۱۲۰	۲۵	۱۸	۱۲	۶
مصر	۲۶۰۰۰۰	۵۰۰۰۰۰	۱۹۵۵	۲۰۰۰	۶۲۰	۱۹۰	۹۲
لائبیا	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰			۴۵	۳۲	۳۶
مراکش	۵۲۰۰۰		۲۲۰	تقریباً ۱۸۵	۲۸	۲۸	۶
منگولیا	۲۸۰۰۰		۱۴۰	۱۰۰	+	۱۰	+
ماریشیا							
عراق	۹۰۰۰۰	۲۵۰۰۰	۱۰۶۵	۱۳۰۰	۲۲۳	۶۹	۳۰
گنی	۵۰۰۰		کچھ ٹی ۳۲	کچھ ٹی ۲ ۱۵۲۰	۵	+	۶
کویت	۳۰۰۰		چند درمیک	+	۲۲	۹	۱۰
م متحدہ عرب امارات	۱۰۰۰۰	+	+	۱۵ او ۲۰ کے درمیان	اسکوائر شہر طیارے	۴	۱۲
ادانے	۶۰۰۰	+	+	چند	۱۷	۱۱	

تیل کا مہیا

عربوں نے پہلے بار اسے متھیا رک

انتہائی موثر طریقے پر استعمال کیا ہے



مسلم ممالک میں خام تیل کے پیداوار • مشرق وسطیٰ میں تیل کے ذخائر

ممالک کا نام	پیداوار	ذخائر
۱۔ سعودی عرب	۲۸ کروڑ ۶۰ لاکھ ٹن	۱۸ ارب ۸۰ کروڑ ٹن
۲۔ کویت	۱۵ " ۱۰ " ٹن	۸ " ۹۰ " ٹن
۳۔ ایران	۲۵ " ۴۰ " ٹن	۸ " ۹۰ " ٹن
۴۔ قطر	۲ " ۳۰ " ٹن	۹۰ کروڑ ٹن
۵۔ ابوظہبی	۵ " ۸۰ " ٹن	۳ ارب ٹن
۶۔ عراق	۷ " ۹۰ " ٹن	۲ ارب ۹۰ کروڑ ٹن

لیبیا	۱۵۰۰۰۰	الجزائر	۲۳۰۰۰
شام	۷۳۰۰۰	بحرین	۳۰۰۰
تیونس	۳۰۰۰۰	متحدہ عرب امارتیں	۲۳۰۰۰
ترکی	۳۰۰۰۰	مصر	۲۱۹ ملین پیرل
ادمان	۱۶۰۰۰	البانیہ	۹۰ ہزار ٹن

د اس کے علاوہ پاکستان، افغانستان اور الجزائر میں قدرتی گیس کے وسیع ذخائر بھی موجود ہیں۔

اسے ہم خدا کا انعام ہی کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں تیل کے سب سے زیادہ ذخائر مسلمانوں کے قدموں کے نیچے ہیں۔ دنیا کا ۷۰ فیصد تیل مسلم ملکوں میں پیدا ہوتا ہے ایشیا، افریقہ، تیل وہیں نکلا جہاں مسلمان آباد تھے یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ عوامی مجبور یہ چین میں بھی بیشتر تیل وہیں نکلا جہاں مسلمان آباد ہیں۔ مگر بدقسمتی سے مسلمانوں نے خدا کی اس نعمت کی قدر نہیں کی۔ اور وہ مستقل ان بڑی طاقتوں کا کھلونا بنے رہے جو ان سے تیل لیکر ان کا استحصال کرتی رہی ہیں مسلم ممالک نے صرف تیل کے ذخائر کی بدولت سونے اور زر مبادلہ کے ذخائر کا جو انبار لگا لیا ہے۔ اس کا اندازہ ان اعداد و شمار سے لگایا جاسکتا ہے جن کے مطابق سعودی عرب کا محفوظ سرمایہ چھ سال کے اندر ۴۰ ملین ڈالر ہو جائے گا۔ گویا امریکہ اور جاپان کے مشترکہ ذخائر سے بھی بڑھ جائے گا۔

گزشتہ سال ہی امریکی اقتصادی ماہرین نے تخمینہ لگایا تھا کہ خلیج اور شمالی افریقہ میں تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک کی آمدنی ۱۴ ارب ۴۰ کروڑ ڈالر ہے جس میں جون ۷۳ء کے بعد تیل کی قیمت میں اضافے سے ہونے والی آمدنی شامل نہیں ہے۔ اب ظہری دنیا کا اہم ترین ملک ہے جس کی فی کس آمدنی دنیا میں سب سے زیادہ ہے پیداوار اور قیمتوں میں اضافے کے باعث مشرق وسطیٰ کی تیل کی آمدنی جو ۴ ارب ڈالر سالانہ تھی۔ محض ۴ سال میں بڑھ کر ۱۰ ارب ڈالر سالانہ ہو گئی۔ صرف کویت کے پاس اس وقت ۲ ارب ڈالر کے غیر ملکی اثاثے ہیں۔ لیبیا کے پاس ۲ کھرب ڈالر کے ریزرو ہیں۔

سعودی عرب کو گزشتہ سال تیل سے ۴ ارب ڈالر کی آمدنی ہوئی جو ۷۲ برس سے فیصد زائد تھی۔ اسی طرح سعودی عرب کی زرمبادلہ کی ۴ ارب کی ہولڈنگز میں کم از کم ایک ارب ڈالر کا اضافہ ہوا۔

امریکہ کے ایندھن اور توانائی کے محکمہ کے ڈائرکٹر نے کہا ہے کہ ۱۹۷۴ء اور ۸۰ء کے درمیان عرب ملکوں کی آمدنی ان کے خرچے سے ۱۰ ہزار کروڑ ڈالر زیادہ ہو جائے گی وہ یہ رقم یا تو اپنے ملکوں میں خرچ کریں گے یا اس سے غیر مالک میں سرمایہ کاری کریں گے اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو انھیں اس نتیجہ تک پہنچنے میں دیر نہ لگے گی۔ کہ اب تیل کا زیر زمین رہنا ہی ان کے حق میں بہتر ہے اگر انہوں نے ایسا فیصلہ کر لیا تو ترقی یافتہ دنیا کے لئے بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔

اس وقت بھی امریکہ دنیا میں سب سے زیادہ تیل پیدا کرتا ہے مگر اس کی ضروریات اتنی زیادہ ہیں کہ یہ پیداوار کم پڑ جاتی ہے۔ امریکہ میں تیل کے ذخائر اس لئے قریب الختم ہے کہ اس نے یہ سوچ کر فیاضی سے تیل خرچ کیا کہ عرب مالک اس کی مٹھی میں ہیں جن کو حب چاہیں نچوڑا جاسکتا ہے۔ امریکہ میں تیل کی کتنی کھپت ہوتی ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں ایک کروڑ سے زائد کاریں ہیں۔

اسرائیل کے لئے امریکہ کی بھرپور امداد کے پیش نظر گزشتہ سال اکثربر کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد جب عربوں نے بطور احتجاج امریکہ کو تیل کی فراہمی بند کرنے اور پیداوار میں کمی کرنے کا فیصلہ کرتے کا فیصلہ کیا تو پوری دنیا سنگین بحران سے دوچار ہو گئی دنیا بھر میں تیل کی قیمتیں بڑھ گئیں اس مہم کی قیادت سعودی عرب کے شاہ فیصل نے کی تھی اس طرح دنیا میں پہلی بار تیل کا ہتھیار متعارف ہوا۔ کیا اس ہتھیار کا استعمال کامیاب رہا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر بحث ہو سکتی ہے کیونکہ گولی نشانے پر نہ بیٹھے تو بندوق چلاتا لا حاصل ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر تیل کے ہتھیار کو سلیقہ سے استعمال کیا جائے تو دنیا بھر کے ممالک اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں اور پھر کسی کو ان پر ظلم و زیادتی کرنے کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ مستقبل کے تیل کے ۲۵ فیصد ذخائر سعودی عرب، ۲۰ فیصد کویت، ۱۰ فیصد ایران، ۷ فیصد عراق

۷ فیصد لیبیا کے پاس ہیں اور ۳۰ فیصد ذخائر باقی ملکوں میں بٹے ہوئے ہیں۔
 اس کے برعکس مغرب کی محتاجی کا یہ عالم ہے کہ امریکا ایسا ترقی یافتہ ملک بھی عربوں
 کا دست نگر ہے اس کی آبادی دنیا کا صرف چھ فیصد جبکہ وہ عالمی توانائی کا ۶۶ فی صد
 خرچ کرتا ہے اس کے پاس تیل کے اپنے ذخائر بھی موجود ہیں تاہم اسے اپنی ضروریات
 پوری کرنے کے لئے روزانہ ۶۰ لاکھ بیرل تیل دوسرے ممالک سے منگوانا پڑتا ہے۔ سوویت
 یونین اگرچہ تیل کی ضروریات کے معاملے میں خود کفیل ہے لیکن اسے مشرقی یرپ کی ضروریات
 بھی پورا کرنا ہیں ایک اندازے کے مطابق معاہدہ دارسل کے ممالک کی ضروریات ۱۹۸۰ تک
 ڈیڑھ ملین ٹن ہو جائیں گی۔ اور اب وہ ایران کے ساتھ کوئی ایسا معاہدہ کرنا چاہتے ہیں
 جو مستقبل میں یہ ضروریات پوری ہونے کی ضمانت دے سکے۔

جہاں تک متبادل ایندھن تلاش کرنے اور شمسی توانائی استعمال کرنے کا تعلق ہے
 ایک تہ فوری طور پر یہ ممکن ہی نہیں اور اگر ۵ سال بعد شمسی توانائی پر انحصار کیا ہی گیا تو یہ
 ایندھن تیل کے مقابلے میں بہت مہنگی ہوگی۔ امریکی ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کہ سعودی عرب
 اپنے تیل کے ذخائر کو زیادہ دیر تک چلاتے اور اس مقصد کے پیش نظر تیل کی پیداوار میں
 کمی کا خدشاں ہے۔ اور اس نے اس مقصد کے حصول کے لئے یہ سارا چکر چلایا ہے۔ یہ
 خیال غیر منطقی اور غیر حقیقی ہے کیونکہ شاہ فیصل نے تیل کے حربے کے استعمال کے لئے
 تمام مسلم ممالک کو متحد کیا ہے تو اس کا مقصد عالم اسلام کی بھلائی، ارض فلسطین کی آزادی ہے
 اب ان ملکوں کے پیش نظر سب سے سگین مسئلہ ہوگا۔ کہ تیل سے ہونے والی اس آمدنی کو
 کس طرح ٹھکانے لگایا جائے اس سلسلہ میں مغربی سکوت، پونڈ، ڈالر اور اسٹرلنگ پر بھروسہ
 نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نہ جانے کب مغربی ممالک عرب ملکوں کے ریزرو کو منہجر کر لیں۔ واحد
 صورت یہی ہے کہ اس لامحدود آمدنی سے مشترکہ منصوبوں پر سرمایہ کاری کی جائے۔ یہی بات
 مسلم اتحاد کی مضبوط بنیاد بن سکتی ہے کیونکہ ایشیا اور افریقہ کے مسلم ممالک ایسے ہیں جہاں سرمایہ
 کاری کی فضا خاصی سازگار ہے اس سرمائے سے اسلامی بینک کی تجویز میں جان ڈالی جاسکتی
 ہے مسلم مشترکہ منڈی کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

اس جنگ کے بعد عرب ممالک کے عوام اور حکومتوں کو یہ احساس بھی ہوا کہ آج کی دنیا میں سیاسی اتحاد و اقتصاد ہی یک جہتی کے بغیر نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ لہذا عرب ممالک نے تیل کی پیداوار اور اس کی ترسیل کو اقتصادی حربے کی صورت میں استعمال کیا اور اسے حربے کی سیاسی اہمیت یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک نے اس حربے کی تائید و حمایت کی۔ اس پس منظر میں لاہور کانفرنس، نہ صرف عرب ممالک بلکہ تمام اسلامی ممالک کے لئے ایک موڑ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مسلمان ممالک کا معاشی نظام

انسان کی زندگی میں اس کی معیشت و معاشیات بڑی اہمیت رکھتی ہے اور ہر دور میں قوموں، ملکوں اور انسانوں نے اس کی طرف توجہ دی ہے کیونکہ انسان کو زندہ رہنے کے لئے غذا کی، لباس کی، اور مکان کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ غذا کی ضرورت اس لئے کہ اپنا پیٹ بھر سکے۔ پوشش و لباس کی اس لئے کہ اپنا تن ڈھانپ سکے۔ مکان کی ضرورت اس لئے کہ موسموں کی سردی گرمی سے بچتے ہوئے اسے اپنی جگہ سمجھ کر بڑے اطمینان سے آرام کر سکے۔ اور گھر سے متعلقہ زندگی کے دیگر وظائف ادا کر سکے۔ اس لحاظ سے معاشیات اس کی زندگی کے ایک اہم شعبہ پر حاوی ہے اور اس کی زندگی کا ایک بڑا اہم بنیادی مسئلہ ہے لہذا خدا نے اپنی مخلوق کے لئے زمین پر معیشت کے مختلف اسباب پیدا کر دیئے اور اس لئے پیدا کئے کہ اس کی مخلوق اپنی معاشی و بنیادی ضرورتیں پوری کر سکے۔ اس لحاظ سے مسلم ممالک خوش نصیب ہیں کہ یہ اسباب بہ نسبت دوسرے ممالک کے ان کے حصے میں کچھ زیادہ ہی آگئے ہیں۔

عالمی پیداوار کا ۵۰ فیصد تیل اسلامی ممالک ہی سے نکلتا ہے۔ ۵۰ فیصد ربڑ بھی ملک پیدا کرتے ہیں۔ ۹۳ فیصد کھجوریں، ۵۶ فیصد روغن زیتون اور ایک تہائی کھوپڑا یعنی تارلیے میں سے برآمد ہوتا ہے۔ پٹ سنس کے معاملہ میں کم و بیش اجارہ داری حاصل رہی ہے، ٹافٹ کی ایک تہائی اور ٹیس کی ۵۲ فیصد نکاسی انہی ممالک سے ہوتی ہے وں فیصد گندم اور ۱۴

فیصد چا دلے بھی یہی مالک مہیا کرتے ہیں۔

مسلمان مالک کو ایک مضبوط معاشی نظام کی ضرورت ہے ان کو سب سے زیادہ ہنرمیت تجارت کے میدان میں اٹھانا پڑتی ہے غیر مسلم مالک نے بڑے بڑے بنک کھولے رکھے ہیں جن کے ذریعے وہ پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے چکے ہیں۔ لیکن اسلامی مالک کے مال کے آگے انہوں نے محاصل کی اونچی اونچی دیواریں کھڑی کر رکھی ہیں۔ ان حالات میں اگر ان کا ترازو ادائیگی ان کے خلاف نہ رہے تو کیا ہو؟

لہذا استعمار پسند طاقتوں کی اس لٹ لھسٹ سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ اسلامی مالک اپنے معاشی وسائل کو خود ترقی دیکر اپنا ایک معاشی نظام قائم کریں۔ وہ اپنی معاشی وسائل و اسباب سے فائدہ اٹھائیں۔ وہ اپنی پیداوار کا بیشتر حصہ اپنی بقا، تحفظ اور ترقی پر صرف کریں اور خود کفیل بننے کی کوشش کریں۔ وہ اپنے معاشی دامن کی توسیع کریں اور ترقی پذیر یا نیم ترقی یافتہ مالک میں سرمایہ لگائیں۔ اپنے معاشی وسائل و اسباب سے ان کے لئے ایسے مواقع فراہم کریں کہ وہ بھی اپنے معاشی وسائل و اسباب کو ترقی دے کر ترقی دے سکیں اور اپنی معاشی ضروریات میں خود کفیل ہو سکیں۔

نیم ترقی یافتہ اسلامی مالک میں سرمایہ لگانے سے خود مالدار مالک کو بھی فائدہ پہنچے گا اس وقت ان کی معاشی قوت کا دار و مدار صرف تیل پر ہے جس کے ذخائر لامحدود نہیں ہیں۔ جیسا کہ شہنشاہ ایران نے کہا تھا وہ زیادہ سے زیادہ ۲۵ برس تک کام دے سکیں گے اسی طرح سعودی عرب اور خلیجی مالک کے تیل کے کنز بھی ایک محدود عرصے تک کارآمد رہیں گے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ مالک اپنے معاشی دامن کو وسیع کریں۔ تیل کے علاوہ

قدرت نے دوسری چیزوں سے بھی نوازا ہے مثلاً معدنیات بھی ہیں۔ زرعی حیوانی دولت بھی موجود ہے اس لئے زردار مالک نہ صرف اپنے یہاں بلکہ دوسرے مسلم مالک میں بھی رعیت کو فروغ دیکر اور مصنوعات تیار کر کے دولت آفرینی کے ایک ہی وسیلہ پر اپنے انحصار کو کم سے کم کر سکتے ہیں اس کا تجربہ ایران، ترکیہ اور پاکستان کی علاقائی تنظیم کے ذریعے ہو چکا ہے ان مالک میں کچھ کارخانے مشترک مہتم کے اصول پر قائم کئے گئے جو خلاصے کا مایاب ہیں۔

خوش قسمتی سے جہاں ایسے ممالک موجود ہیں جن کے پاس وافر سرمایہ ہے وہاں ایسے ممالک کی بھی کمی نہیں جو ہنرمندی اور صنعت گری کی دولت سے مالا مال ہیں لیکن ان کے مالی وسائل اسے بروئے کار لانے کی اجازت نہیں دیتے۔ ایک عالمی ترقیاتی بنک کے ذریعہ سے اگر دونوں صفات کو یکجا کر دیا جائے تو عالمی بازار میں مسلمان ممالک کا کوئی حریف نہ رہے گا۔ اس وقت کیفیت یہ ہے کہ اکثر اسلامی ممالک اپنا زرعی اور معدنی خام مال منہجی ممالک کو فروخت کر دیتے ہیں جو اس کی مصنوعات انہی کی منڈیوں میں بیچ کر ایک کے دس بنا لیتے ہیں۔ اگر تمام اسلامی ممالک کے وسائل کا جائزہ لے کر منطقی مقرر کر دیے جائیں تو نہ صرف معاشی توازن برقرار رہے گا بلکہ اختیار کی لڑکھسوٹ سے بھی نجات ہوگی۔ پھر ایک بڑی بات یہ ہے کہ منافع میں بھی اضافہ ہوگا کیونکہ وسائل نئے ہوں گے۔ اور نئے وسائل سے انتفاع کا تناسب پرانے وسائل کے انتفاع سے بہرہ ور زیادہ ہوتا ہے۔ ماضی قریب تک یہ محیر العقول آمدنی ان ممالک کے بادشاہوں کی تعیش پسندی کی نذر ہوتی رہی۔ لیکن انقلاب مصر کے بعد نہ صرف فاروق پر زوال آیا۔ ایران اور سعودی عرب کے فرمانرواؤں نے بھی اپنا نقطہ نگاہ عوام پسندانہ بنا لیا ہے۔ اسی طرح سے جب سے برطانیہ نے اپنا اقتدار اٹھایا ہے، خلیج فارس کے شیوخ نے بھی عوامی فلاح کو اپنا مقصد قرار دے لیا ہے۔ اس خوشگوار انقلاب کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیے کہ یہ ممالک اپنا نقطہ نگاہ قدرے اور وسیع کر دیں اور اسلامی اخوت و مروت کے تقاضوں کے تحت ان مسلم ممالک کی ترقی و بہبود میں حصہ لیں جن کو سرمایہ کی ضرورت ہے ظاہر ہے انتقال سرمایہ کا یہ کام عالمی ترقیاتی بنک ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

عالمی اسلامی بینک

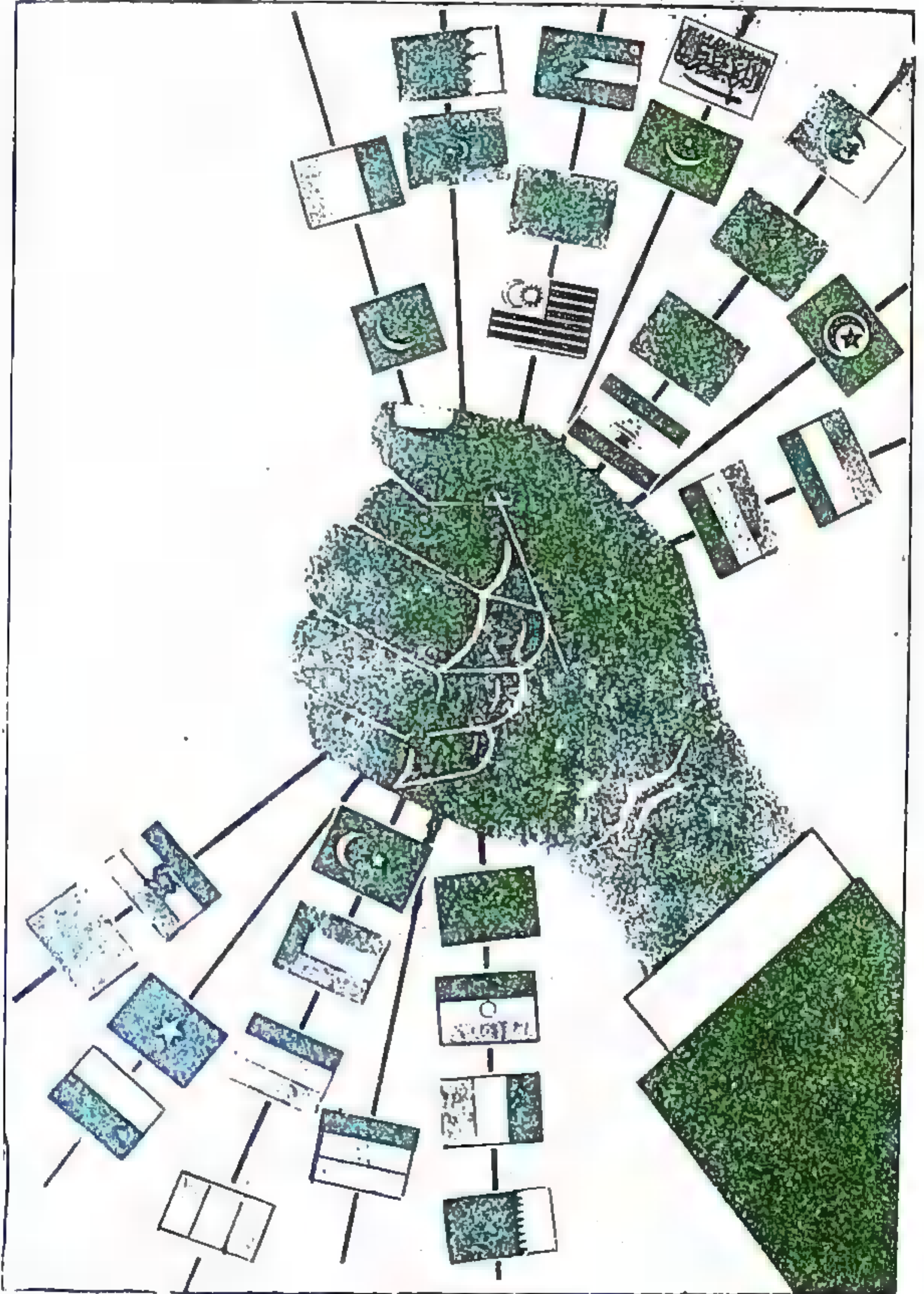
دول اسلامیہ کے وزارت نے خزانہ نے عالمی اسلامی ترقیاتی بینک کے دیرینہ خاکہ میں رنگ عمل بھرنے کا فیصلہ کر کے اخوت و مروت کا جو عظیم مظاہر کیا ہے اس سے بجا طور پر یہ امید وابستہ کی جاسکتی ہے کہ اب اسلامیات عالم کے لئے معاشی ترقی کے میدان میں ایک تیسری قوت بن کر ابھرنا دشوار نہیں رہے گا۔

عالمی اسلامی ترقیاتی بینک کے قیام کی تجویز یوں تو گزشتہ ۲۵ برس سے پیش کی جا رہی ہے لیکن نہ تو مقرر عالم اسلامی کی آواز اتنی موثر ثابت ہو سکی کہ اظہار پسندیدگی کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوتا نہ عرب لیگ کے مقاصد کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ معاملہ "معاشی لین دین میں تعاون" سے آگے بڑھتا۔ ۱۹۴۹ء میں کراچی میں بین الاقوامی اسلامی معاشی تنظیم کی بنیاد بھی رکھی گئی۔ لیکن جلد ہی اس کی دھول اڑنے لگی۔ آخر ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو جب مسلمانوں کے قبلہ اولیٰ مسجد اقصیٰ کے ایک حصہ کو نذر آتش کیا گیا تو رباط سے جکار تہ تک ۷۰ کروڑ مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور انہوں نے باطل کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا۔ رباط کے مقام پر ۲۵ ممالک کے سربراہ اور سربراہ آوردہ نمائندے جمع ہوئے۔ جہاں پہلی مرتبہ یہ طے ہوا کہ صرف یہود کی قلعہ آرائی اور فساد انگیزی کے خلاف مظاہرے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ عرب لیگ کی شکست کے خیر باد کہہ کر ہمہ گیر اتحاد و تنظیم کی سرگرمیوں کو مضبوط کیا جائے۔ چنانچہ مارچ ۱۹۷۰ء میں دول اسلامیہ کے وزارت نے خارجہ کی ایک کانفرنس حیدرہ میں ہوئی۔ جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ آپس میں رابطہ قائم رکھنے اور اقتصاد، سائنسی، ثقافتی اور مذہبی امور میں تعاون کے لئے ایک مستقل سیکرٹریٹ قائم کی جائے۔ اس کے چند ماہ بعد دسمبر ۱۹۷۰ء میں وزارت نے خارجہ کے اجلاس کراچی میں عالمی اسلامی بینک اور عالمی خبر رساں ایجنسی کی

تجارت زیر غور آئی لیکن فیصلہ ہوا کہ ان کے بارے میں مفصل رپورٹ تیار کی جائے جو ستمبر ۱۹۷۱ء کو کابل کانفرنس میں زیر بحث آئے گی۔ لیکن بدقسمتی سے افغانستان کے داخلی حالات نے اس کانفرنس کے انعقاد کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ معاملہ جدہ کانفرنس پر چھوڑ دیا گیا۔ جدہ کانفرنس (فروری ۱۹۷۲ء) نے خبر رساں اکیسی تو قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن عالمی بینک کی تجویز ماہرین کی ایک کمیٹی کے سپرد کر دی گئی۔ تاہم اس موقع پر جس اعلان مقاصد (چارٹر) پر دستخط ہوئے اس سے یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ نظر آ رہا تھا کہ اسلامی عالمی بینک بھی قائم ہو کہ رہے گا۔ چنانچہ پچھلے سال اسلامی مالک کے ذرائع خزانہ نے اس منصوبہ پر بھی صادر کر دیا اور اب یہ تجویز مجلس اہتمام کے سپرد اس ہدایت کے ساتھ کر دی گئی ہے کہ اس کے ماہرین اس منصوبے کے پس و پیش کا تفصیلی جائزہ لیں۔ ایک عہد نامہ کی عبارت تیار کریں اور یہ بتائیں کہ بینک کی تنظیم اور بہتیت کے اصول کیا ہوں گے؟ اس کمیٹی کو اپنی سفارشات ۴ ماہ کے اندر پیش کرنا ہیں اس لئے خیال ہے کہ یہ رپورٹ مسلمان سربراہوں کی لاہور کانفرنس میں زیر بحث آئے گی۔

جہاں تک عالمی اسلامی ترقیاتی بینک کی ضرورت و اہمیت کا تعلق ہے وہ اندر خود عیاں ہے اسلامی مالک زیادہ تر کوہِ عرض کے افریشیائی علاقہ میں واقع ہیں قدرت نے ان کو ناگوار زرعی، معدنی، صنعتی اور تجارتی وسائل سے نوازا ہے ایک زمانہ تھا کہ انہوں نے یورپ تک تہذیب و تمدن کی راہ پر ڈالا وہ پارچہ باقی کے فن میں بیکتا تھے۔ قالین سازی میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ حریر و دیبا اور زریفت کے کپڑے بھی تیار کرتے تھے کاغذ سازی کی ایجاد کا سہرا انہی کے سر ہے ریشم، قند، ترش پھل، بارود، گھڑی اور قطب نما سے یورپ کا تعارف انہی نے کرایا۔ آبپاشی کا فن بھی عربوں کے ذریعہ سے ہسپانیہ میں پہنچا۔ اور وہاں سے یورپ میں پھیلا۔ پھر وہی تھے جنہوں نے یونانیوں اور ہندوؤں کے قدیم علوم کو قابلِ فہم رنگ دیا لیکن اب حالت یہ ہے کہ ان کی معیشت کا گوشہ گوشہ مغربی طاقتوں کی ہر س استعمار کا شکار ہے۔

اسلامی کانفرنس کے تیاریاں



جیسا کہ اوپر تصویر میں دکھایا گیا ہے یہ نقش ایک دائرے کی شکل میں ہے۔ جسے اکتیس ستاروں سے احاطہ کر رکھا ہے۔ ہر ستارہ ایک اسلامی مملکت کے نام کا حامل ہے۔ پاکستان کو ایک ہلال کی صورت میں دکھایا گیا ہے جس کے چھوٹے میں "اللہ" کو پانچ مرتبہ جلی حروف میں خط کوئی میں لکھا ہے۔ قرآن حکیم کی ایک آیت

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ۵

بھی کوئی طرز میں نہایت شاندار طریقے سے لکھی گئی ہے۔ نقش میں کانفرنس کے سال انعقاد کی وضاحت کے لئے سال ہجری ۱۳۹۴ اور عیسوی ۱۹۷۴ لکھا گیا ہے۔ نقش کی تزئین اور تنظیم دیدہ زیب ہے۔

واپڈا ہاؤس کے تختے میں

اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں سے لاہور کا براہ راست رابطہ قائم کر دیا گیا تھا اور پل پل کی خبریں دنیا بھر کے اخبارات کو پہنچ رہی تھیں۔ دنیا کے کونے کونے سے اخبارات، خبر رساں اداروں، ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے نمائندے یہاں پہنچ چکے تھے۔ اور اپنے اپنے ملک کے عوام کو اس اہم اجتماع میں ہونے والے مذاکرات سے آگاہ کر رہے تھے۔ اگرچہ محکمہ اطلاعات ابھی تک ان کی مکمل فہرست تیار نہیں کر سکا۔ تاہم ایک اندازے کے مطابق تقریباً ۳۰۰ غیر ملکی اخبار نویس اور محیرہ بین لاہور میں موجود تھے۔ ان کے علاوہ تقریباً ۱۰۰ سو پاکستانی صحافی بھی اخبارات کے مختلف مراکز سے لاہور پہنچ چکے تھے۔

دنیا کو کانفرنس کی کارروائی سے باخبر رکھنے کے لئے واپڈا ہاؤس کے تختے میں "پریس سنٹر" قائم کیا گیا تھا۔ اخبار نویسوں کا زیادہ وقت پریس لاؤنج اور صلہ رستوران میں گزرتا تھا۔ جہاں ملکی اور غیر ملکی صحافی ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کرتے نظر آتے تھے۔ پریس لاؤنج کے ساتھ ہی رپورٹنگ ڈیسک بنایا گیا تھا۔ اس کمرے میں تیس ٹائپ رائٹر اور دس ٹیکس تقریباً ہر وقت مصروف نظر آتے تھے ساتھ ہی ایک عارضی تاجر

کھول دیا گیا تھا۔ جہاں سے اخبار نویس اپنے اخبارات کو خبریں بھیجتے تھے۔ اور براہ راست کسی بھی ملک کو ٹیلیفون کرسکتے تھے۔ فوٹو گرافروں اور ٹیلی ویژن والوں کی سہولت کے لئے پی آئی اے نے ایک کارگو آفس بھی تہ خانے میں کھول دیا تھا۔

کانفرنس ہاؤس میں چونکہ اخباری نمائندوں کا داخلہ محدود تھا اور صرف کھلے اجلاس میں چند منٹ کے لئے انھیں اندر جانے کی اجازت ملتی تھی اس لئے ان کے پاس خبریں حاصل کرنے کا سب سے باوثوق ذریعہ وہ "بریفنگ" تھی جو ہر اجلاس کے بعد واپس آؤٹڈوریم میں حکومت پاکستان کا ترجمان تھا۔ یہ ترجمان وزارت خارجہ کے مسٹر آغا شاہی تھے۔ ان کی مصروفیت کی صورت میں وزارت اطلاعات کے سیکرٹری مسٹر نسیم احمد ذرائع سرانجام دیتے تھے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھلک پاتے ہی تمام اخباری نمائندے فوراً آؤٹڈوریم کی طرف بھاگتے نظر آتے تھے۔ چونکہ پہلے سے تیار بیان بہت ہی مختصراً اور سفارشی زبان میں لکھا ہوتا تھا اس لئے اخبار نویس سوالات کی بوچھاڑ کر دیتے تھے۔ اور ترجمان کی زبان سے "پتے کی بات" کہلانے کی کوشش کرتے تھے۔

کانفرنس کی کارروائی کو پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن کے علاوہ بارہ دیگر ادارے بھی ٹیلی کاسٹ کر رہے تھے۔ ان میں سے آٹھ اسلامی ممالک یعنی اردن، لیبیا، ایران، ترکی، لبنان، مصر، قطر اور گوبن سے تعلق رکھتے تھے جبکہ باقی بیس بھائیوں، امریکہ اور اٹلی اور سوئٹزر لینڈ سے آئی تھیں ان میں سے ایک ادارہ سکرین اینڈ سائونڈ پروموشن "دنیا کے مختلف ممالک کے ٹیلی ویژن کر فلمیں فراہم کرتا تھا۔

اخبارات اور خبر رساں اداروں کے جو نمائندے دنیا کے کونے کونے سے یہاں پہنچے تھے ان میں اگرچہ اکثریت اسلامی ممالک کے متعلق ہے تاہم کانفرنس کی بین الاقوامی اہمیت کے پیش نظر آسٹریلیا اور جاپان سے لیکر ایک طرف روس اور پولینڈ اور دوسری طرف امریکہ تک کے اخبارات نے اپنے نمائندے لاہور بھیجے تھے سب سے پہلے جن غیر ملکی اخبار نویسوں نے کانفرنس کے لئے "پریس پاس" حاصل کرنے کی درخواست کی تھی۔ وہ ریڈیو آسٹریلیا کا نمائندہ کونٹس پارک اور دوسرے نمبر پر امریکی خبر رساں ادارے یوٹائیڈ پریس اسٹریٹسٹل کالیرن ڈنیل تھا۔

کانفرنس سے دنیا کی دلچسپی کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایسی ایڈاپرپریس آت امریکہ نے اپنے اسلام آباد بیورو کی مدد کے لئے مزید عملہ تقریباً تین ہفتے پہلے یہاں بھیج دیا تھا

لاہور ریڈیو سنٹرل پروڈکشن کے خصوصی پروگرام

پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن لاہور کے سنٹرل پروڈکشن یونٹ نے اسلامی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں خصوصی پروگرام پیش کئے جو کانفرنس کے دوران مختلف ریڈیو سٹیشنوں سے نشر کئے گئے۔ اس سلسلے کے تمام پروگراموں کے لئے موسیقی کی دھن علامہ اقبالؒ کے مشہور مصرع۔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے۔ کی بنیاد پر موزوں کی گئی۔ اسی سلسلے میں کانفرنس میں شرکت کرنے والے ممالک کی جغرافیائی، تہذیبی، سیاسی اور ثقافتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں معلوماتی پروگرام تیار کئے گئے جو روزانہ آٹھ بجکر بیس منٹ پر ملت کے چراغ کے عنوان سے نشر ہوتے رہے۔ یہ پروگرام ان ممالک کے بارے میں تیار کئے گئے:

افریقہ۔ گھون۔ گبیا۔ گنی۔ اندونیشیا۔ ایران۔ اردن۔ کویت

لبنان۔ لبیا۔ ملائیشیا۔ مالی۔ موریتانیہ۔ مراکش۔ نائیجر۔ اومان

قطر۔ سیرالیون۔ سعودی عرب۔ نیٹے کال۔ صومالیہ۔ سوڈان۔ شام

تیونس۔ ترکی۔ عرب جمہوریہ۔ الجزائر۔ افغانستان۔ متحدہ عرب امارات

سچاؤ۔ مصر اور بحرینے اسلامی ممالک کی موسیقی کے پروگرام بھی سنٹرل پروڈکشن یونٹ نے

تیار کئے جو ریڈیو پاکستان کے تمام اسٹیشنوں سے نشر ہوئے اسی طرح حکیم الامت علامہ اقبال

کی مشہور نظم ”مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا“ ملی ترانہ کے عنوان سے بڑے اہتمام کے

ساتھ ریکارڈ کی گئی جسے پاکستان کے ریڈیو سٹیشن سے مختلف اوقات میں نشر کیا گیا اس ترانے

کی صدا بندی میں مقامی اسکولوں اور کالجوں کے سینکڑوں طلباء نے حصہ لیا۔ رہنما جگہ کاروں میں

نذیر بیگم، آرن پروین، منیر حسین کے نام شامل تھے۔ اس ترانے کی دھن فلمی دنیا کے مشہور

موسیقار سلیم اقبال نے ترتیب دی۔ اس کو ایک مقامی ہال میں ریکارڈ کیا گیا۔ موسیقی اور صدا بندی

کے اعتبار سے یہ ترانہ سنٹرل پروڈکشن یونٹ کی ایک تجارتی پیش کش تھی۔ فیض احمد فیض کی مشہور نظمیں "سروادی سینا" اور "آجاؤ افریقہ" بھی اسی کانفرنس کے سلسلے میں خصوصی پروگراموں کے طور پر پیش کی گئیں۔ یہ نظمیں کورس کی شکل میں پاکستان کے ممتاز گلوکاروں نے گائیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال کی مشہور نظم "شکوہ جواب شکوہ" کے چند بند پاکستان کی مایہ ناز گلوکارہ ملکہ ترنم زرخیل کی آواز میں ریکارڈ کئے گئے اس کی کمپوزیشن ملک کے مشہور موسیقار نثار بزمی کی مرہم منت تھی۔ نظم کا عربی ترجمہ بھی نشر کیا گیا جس کو مصر کی عظیم گلوکارہ ام کلثوم نے گایا۔

لاہور شہر کو پھولوں محرابوں اور بیڑوں سے سجایا گیا

۱۸ فروری کو لاہور کا شہر پوری سچ دھج کے ساتھ مسلم سربراہوں کے پرچم خیر مقدم کے لئے تیار تھا۔ جمعہ کو یہاں شروع ہونے والی اسلامی کانفرنس کی تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں اور دہن کی طرح سچے شہر میں ہر طرف جشن کا سماں اور استقبال یہ کہا گئی عروج پر پہنچ گئی تھی ہر اس سڑک اور راستے پر جس سے مہمان گزرنے تھے پھولوں کے تختوں، خوبصورت محرابوں اور دلکش بیڑوں سے سجایا گیا تھا۔ ہوائی اڈے سے بادشاہی مسجد تک ۴۰ خوبصورت محرابیں نصب کی گئیں جن پر مختلف رنگوں میں قرآن مجید کی آیات اور نعرے لکھے ہوئے تھے جن میں اتحاد اسلامی کی تلقین کی گئی تھی۔ مختلف مقامات پر اسلامی پرچم لہا رہے تھے محرابوں کے علاوہ ان راستوں پر بیڑ بھی لگائے گئے تھے ان پر معزز مہمانوں کے لئے خیر مقدم کے کلمات درج تھے۔ گلبرگ میں تین اور شاہراہ قائد اعظم پر عجائب گھر کے سامنے روٹیوں کے خوبصورت فوارے لگائے گئے تھے، جن سے آبی کے وقت رنگارنگ روشنیاں پھوٹتی تھیں۔ انکے علاوہ شاہراہ قائد اعظم، سیکوڈ روڈ، گلبرگ روڈ اور معزز مہمانوں کی رہائش گاہوں کی طرف جانے والی تمام شاہراہوں پر مزید مرکزی ٹیوب لائٹیں اور بلب لگائے گئے تھے۔

ان دنوں شام کا چراغ بجتے ہی شارع قائد اعظم کے دروازے جگمگا اٹھتے۔ دروازے پر روشنی پکیتی، رنگ بکھر جاتے، عمارتیں، دکانوں اور درختوں پر روشنی کے قمقمے جگمگانے لگتے۔ اور روشنی کے ان نظاروں کو دیکھ کر آنکھیں چکا چوند ہو جاتی۔ روشنی کا آغاز یوں تو ہوائی اڈے کی عمارت سے ہوتا تھا لیکن سب سے زیادہ دلچسپ نظاروں کا مرکز گورنر ہاؤس کی پُرشکوہ

عمارت سے شروع ہوتا تھا۔ گورنر ہاؤس کی پوری عمارت کو داہن کی طرح سجانے کے ساتھ درختوں پر دوں اور گلوں کو بھی روشنی کا لباس پہنایا گیا تھا۔

چاروں طرف دریا کی طرح روشنی بکھری ہوئی تھی۔ گورنر ہاؤس کی پہاڑی پر سنی ہوئی لکڑی کا بیج کو اس طریقے سے سبز روشنی میں ڈبو دیا گیا تھا کہ وہ روشنی کا گھر بن گئی تھی گورنر ہاؤس کی روشنی رنگین بلبوں سے سجی ہوئی تھیں۔ سڑک کے دورویہ لگے سرو کے قد آور بوٹے لال رنگ کے بلبوں سے مزین تھے۔ گراؤنڈ پر اس طریقے سے روشنی بکھری تھی کہ مختلف رنگوں کے قالین بچھ گئے تھے۔ گورنر ہاؤس سے آگے ٹنگری ہال کی عمارت جواب سول سروس اکیڈمی میں تبدیل ہو گئی ہے اکیڈمی کے اندر جانے والی سڑک کے دونوں جانب کھڑے طویل قامت درختوں کو رنگین بلبوں سے ڈھانپا گیا تھا رات کی سیاہی میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے درختوں کو آگ لگ گئی ہے۔

چیزنگ کراس پر روشنی کا سیلاب امنڈ آیا تھا جہاں ایک طرف الفلاح، ایک طرف داہڑا کی دیو قامت اور درمیان میں پنجاب اسمبلی کی وجیہ عمارت ہے۔ ان عمارتوں پر زمین پر رکھی ہوئی سرچ لائٹوں کے ذریعے اس طرح روشنی کا عکس ڈالا گیا تھا کہ چاروں طرف نور بکھریا تھا۔ داہڑا ہاؤس کا گنبد جگمگا رہا تھا۔ دروں اور کھڑکیوں سے روشنی چھن رہی تھی۔ اسمبلی کے باہر پوچھ لگانے کے لئے جوستون بنائے گئے تھے ان کے درمیانی حصے میں اس طریقے سے بلب لگائے گئے تھے کہ روشنی کے پھوارے پھوٹ رہے تھے۔ اس کے آگے دو روپہ عمارتوں پر بلبوں کی بھاری لیسٹکی ہوئی تھیں ہر دکان اور عمارت پر اپنی اپنی صوابدید کے مطابق چراغاں کیا گیا تھا۔ مسجد شہدار کی عمارت اپنے پر وقار ڈیزائن اور سفید پتھر کی وجہ سے پاکیزگی کا نمونہ ہے اس پر ہلکے نیلے رنگ کے عکس ڈالے گئے جس سے پوری مسجد دھل گئی اور اس کی پاکیزگی پہلے سے دوچند ہو گئی۔ ہائی کورٹ کی محرابوں، گنبدوں اور بہ آدوں میں سرخ، سبز اور نیلے رنگ کی روشنی کی گئی۔ مختلف رنگوں کے امتزاج سے پوری عمارت پر قوس و قزح کا گمان گزرتا۔ جی پی او کی سرخ عمارت پر رنگین بلب نہیں لگائے گئے تھے البتہ پورے عمارت پر روشنی کو بکھیر دیا گیا جس سے جی پی او کی عمارت کا رنگ اور نکھر آیا اور عمارت

کی سرخی شفق سے بھی گہری ہونگئی تھی۔

جی پی اے کے آگے ہر عمارت پر روشنی کے پھول لٹک رہے تھے۔ نیشنل بینک کی زیر تعمیر عمارت کے درخت اور سلیں رنگوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پنجاب کی عظیم درس گاہ جامع پنجاب میں روشنی کرتے وقت اس کے وقار کا خاص خیال رکھا گیا۔ یونیورسٹی کے لائن درختوں اور سرو کے گول پردوں کو مکمل طور پر روشنی سے ڈھانپ دیا گیا۔ اور وہ روشنی کے درخت بن کر رہ گئے۔

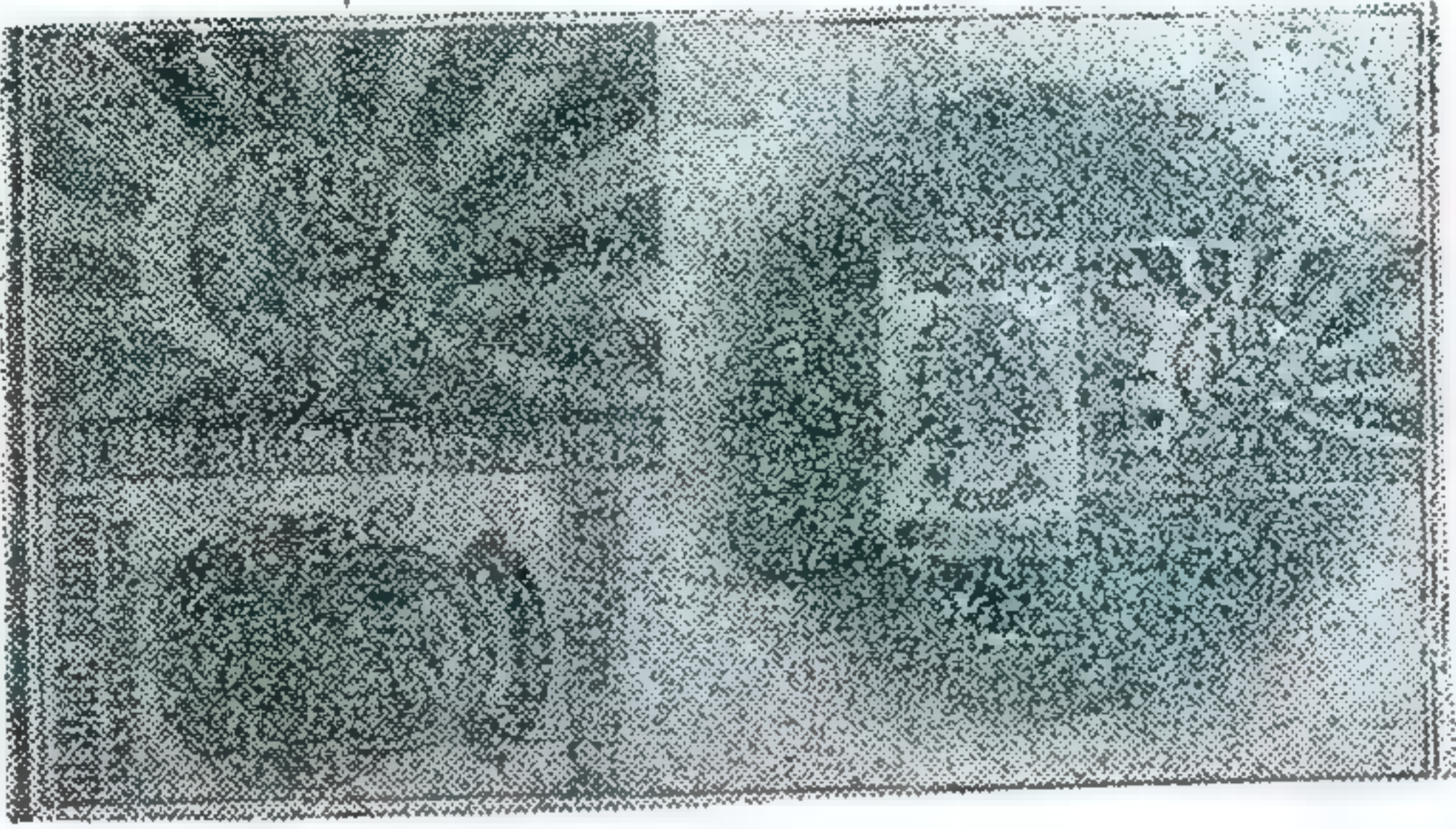
عجائب گھر کی روشنی بھی ایک عجائب معلوم ہوتی تھی۔ یہاں بھی عمارت اور درختوں کا کاکوئی گوشہ روشنی سے محروم نہیں رکھا گیا تھا اس کے پہلو میں واقع نیشنل کالج آف آرٹس کی عمارت پر بھی خوبصورتی سے چراغاں کیا گیا تھا۔ زمزمہ کے ساتھ بنے ہوئے فوارے کو بھی اچھی طرح سجایا گیا تھا اس میں پانی میں رنگین ٹیڑہیں پھل کی طرح تیرتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ لاہور میونسپل کارپوریشن کی عمارت پر لمبوں کی لمبی لمبی جھاری لٹکانی گئیں۔ گنبدوں کو روشنی کے عکس سے اور بھی چمکدار بنا دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ لاہور کی تاریخی شاہی مسجد اور شاہی قلعے کی عمارتوں پر بھی چراغاں قابل دید تھا۔ لاہور حقیقی معنوں میں روشنیوں کا شہر بن گیا تھا۔

پی آئی اے کی میزبان ہوٹلیں

پی آئی اے کی میزبان ہوٹلوں نے اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر لاہور اور کراچی میں نئی یونیفارم استعمال کیں۔ یونیفارم پاکستان کے چاروں صوبوں کے علاقائی لباسوں پر مشتمل تھیں۔

یادگار ٹکٹیں

اسلامی کانفرنس کے موقع پر حکومت پاکستان نے یادگار ٹکٹیں بھی جاری کیں :



ایک ایسے مبارک موقع پر جب عالم اسلام کی تمام مقتدر ہستیاں روشنیوں کے شہر لاہور میں
بتاں رنگ و خون کو توڑ کر ایک ملت میں گم ہونے کا مژدہ جانفزا سنانے جمع ہو رہی تھیں اور
تمام اخلاقی مسائل کو بحیر بھول کر اتحاد اسلامی یا بھی انہام و تفہیم اور محبت و اخوت کے لئے اکٹھی
ہو رہی تھیں یہ سعاد کسی ایسے شخص کو ہی نصیب ہو سکتی ہے جو اس کے بارے میں اپنے جذبات و
عقیدت کا اظہار کرے۔

پاکستان کے نستعلیق و نسخ

کے فن خطاطی کے عظیم استاد اور ماہر
ممتاز فن جناب محمد یوسف سدید مدنی نے
اسلامی سربراہی کا نفرین کے موقع پر
ایک موزن گرام بنا کر یہ سعاد حاصل
کر لی ہے اب اس جاذب نظر نقش
میں ان کے فن کی وہ جھلکیاں نظر آتی
ہیں جن سے اس نقش نے نہ صرف
اسلامی فن خطاطی کی زندہ و تازہ

مثال قائم کر دی بلکہ ماضی کے فن خطاطی کے کمال فن کے نمونوں میں اپنا مقام بھی حاصل
کر لیا ہے۔

آسہلی چیمبر کی نواحی عمارتوں میں داخلہ پر پابندی

۱۶ فروری کو اسلامی سربراہ کانفرنس کے انتظامات کرنے والی کمیٹی نے حفاظتی اقدامات کے طور پر آسہلی کے نواح میں واقع واہڑا ہاؤس، الفلاح بلڈنگ، چڑیا گھر اور ٹرانسپورٹ ہاؤس میں عام لوگوں کا داخلہ بند کر دیا گیا ان عمارتوں میں صرف ان لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت تھی جن کے پاس ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سیشل برانچ لاہور کے جاری کردہ سکیورٹی پاس تھے۔ واہڑا ہاؤس، الفلاح بلڈنگ اور چڑیا گھر کے بارے میں پابندی فی الفور عاید کر دی گئی۔ ٹرانسپورٹ ہاؤس میں داخلے پر پابندی ۱۸ فروری سے شروع ہوئی پابندی ۲۵ فروری تک جاری رہے گی۔

کانفرنس کے دوران رکشا ٹیکسی اور منی بسوں کے اوقات

اسلامی کانفرنس کے موقع پر ۲۲ سے ۲۴ فروری تک تین روز کے لئے اپر مال پر آسہلی ہال سے بادشاہی مسجد تک مقررہ اوقات کے دوران میں رکشا، ٹیکسی، منی بس اور ٹانگے نہ چل سکیں اس امر کا فیصلہ اسپ پی سی جیو دھری عبدالغفور کی زیر صدارت منعقدہ رکشا و ٹیکسی و منی بس نمائندوں کے اجلاس میں کیا گیا۔ فیصلہ کے مطابق ۲۲ فروری کو آسہلی ہال سے بادشاہی مسجد تک کوئی رکشہ، ٹیکسی، ٹانگہ اور منی بس نہیں چل سکی۔

۲۳ فروری کو بعد دوپہر آسہلی ہال سے بادشاہی مسجد تک ٹانگہ، رکشا، ٹیکسی اور منی بس چلائے پر پابندی لگا دی گئی۔ ۲۴ فروری کو دوپہر سے سات بجے شام تک شمال مار باغ کو جانے والی تمام سڑکوں پر کوئی رکشا، ٹیکسی، منی بس اور ٹانگہ نہ چل سکا۔ ان روٹوں کے علاوہ شہر کے دیگر علاقوں میں رکشہ، ٹیکسی، منی بس اور ٹانگے حسب معمول چلتے رہے اجلاس کے فیصلہ کے مطابق مقررہ تاریخوں پر مذکورہ راستوں پر رکشاؤں، ٹیکسیوں کی آمد و رفت کو کنٹرول کرنے والے رکشا ٹیکسی یونین کے نمائندوں کو خصوصی پاس اور اجازت نامے دیئے گئے جو حکومت کی طرف سے جاری کئے جائیں گے۔

ٹریفک کے انتظامات کی رپورٹ

لاہور میں ٹریفک پولیس نے ۱۷ فروری کو پانچ بجے سے اسی بجے تک رپورٹ کی۔ اس دوران حسب ذیل سڑکیں بند رہیں۔ تاہم وقفوں سے سڑک پار کرنے کی اجازت دی گئی۔ یہ ٹریفک کرسچین ہسپتال کے قریب واقع نرسری سے شروع ہونے والی بغلی سڑکیں جو جیل روڈ سے جاتے ہوئے ظفر علی روڈ اور مال روڈ کے چوک تک جاتی ہیں مال روڈ کے ظفر علی کینال برج سے ریگل کے چوک تک کے حصہ کی دونوں بغلی سڑکیں، شاہ جمال روڈ، شاد ماں کالونی روڈ کے چوک سے آخر تک، ایچ ٹن روڈ شملہ پہاڑی سے اسمبلی ہال تک، کوہ روڈ بیڈن روڈ سے ایچ ٹن روڈ تک، کوئینز روڈ اور لارنس روڈ کے چوک سے اسمبلی ہال تک اور مال روڈ کو جانے والی تمام بغلی سڑکیں۔

جمعہ ۲۲ فروری کو شاہی مسجد میں نمازیوں کے داخلے کے اوقات

۱۶ فروری کو محکمہ اوقات لاہور کے ایک اعلان میں بتایا گیا کہ جمعہ ۲۲ فروری کو بادشاہی مسجد لاہور میں نمازیوں کو جنوبی حصے کے پانچ دروازوں سے داخلے کی اجازت ہوگی نمازیوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اسی بجے دوپہر سے مسجد میں آنا شروع کر دیں کیونکہ پہلے ۱۲ بجے کے بعد کسی شخص کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملے گی یہ انتظامات نمازیوں کی سہولت کے لئے کئے گئے۔

انارکلی کو دلہن کی طرح سجایا گیا

۱۸ فروری کو انارکلی کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا کیونکہ زیادہ تر عمارتیں انارکلی میں خرید و فروخت کے لئے آئے تھے۔ انارکلی سے ریڑھیاں اور خواتین بٹا دیئے گئے ان ریڑھی والوں اور خواتین فروشوں نے قومی مقاصد کی خاطر فیصلہ کیا تھا کہ اسلامی کالفرنس کے دوران انارکلی میں کاروبار نہیں کریں گے انھوں نے انارکلی سے ملحق گلیوں میں اپنی ریڑھیاں اور

خوائے سچائے۔ شارع قائد اعظم کی طرح انارکلی میں آرائشی دروازے بنائے گئے جن پر عربی زبان میں استقبالی نعرے آویزاں کئے گئے۔ پورے بازار کو رنگ رنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ کر دیا گیا۔ انارکلی ٹریڈرز سوسائٹی کے صدر نے کہا کہ انارکلی کے تاجر معزز جہاز کا شاندار استقبال کریں گے اور خریداری کے دوران انھیں خاص رعایت بھی دیں گے۔

کانفرنس کی کاروائی ٹیلی کاسٹ کرنے کے انتظامات

پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن نے اسلامی سربراہی کانفرنس کی کاروائی ٹیلی ویژن سے براہ راست ٹیلی کاسٹ کرنے کے سلسلہ میں اسمبلی چیمبر کے سامنے ٹیلی ویژن کیمرے نصب کرنا شروع کر دیے۔ مواصلاتی سیارے کے ذریعے کانفرنس کی کاروائی مکمل کاسٹ کرنے کا انتظام کیا گیا جسے کانفرنس میں شریک مندوبین کے ممالک میں دیکھا جا سکے۔

دکانیں کھلی رہیں

شاہراہ قائد اعظم پر واقع جنرل سٹور اور ڈرائنگ کلینک کی اہم دکانیں ۲۰ فروری تا ۲۵ فروری چوبیس گھنٹے کھلی رہیں۔ اس کے علاوہ شہر کے دوا فروشوں کو چوبیس گھنٹے سردی کی اجازت دے دی گئی۔ ضلعی انتظامیہ اس سلسلہ میں سرکاری طور پر دکانوں کے مالکان کو اطلاع دے دی کہ اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کی سہولت کے پیش نظر ضلعی انتظامیہ گلبرگ مین مارکیٹ، شارع قائد اعظم، گلبرگ نمبر ۳ کے بعض اہم جنرل سٹور، ڈرائنگ کلینک اور دواؤں کی دکانیں چوبیس گھنٹے کھلی رکھنے کا فیصلہ کیا ہے یہ دکانیں ۲۰ فروری تا ۲۵ فروری تک دن رات سردی کے لئے کھلی رکھی جائیں گی۔ ضلعی انتظامیہ نے اس سلسلہ میں دکانداروں کو اس فیصلہ سے مطلع کر دیا ہے۔

۱۸ فروری کو شارع قائد اعظم پر لگے ہوئے ٹریفک سگنل درمیان سے ٹہا کہ سڑک کے ایک طرف لگائے گئے۔ پہلے واسے ٹریفک سگنل ٹریفک میں رکاوٹ تھے ان کے ٹہانے سے سڑک کشادہ ہو گئی۔

شہر کی سجاوٹ دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ آتے

اسلامی کانفرنس کے سلسلہ میں شہر اور خصوصاً اسمبلی چیمبرز اور اس کے نزاحی علاقے کو جس کو جس خوب صورتی سے سجاایا گیا اسے دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ آتے ہزاروں شہری بھی اسمبلی چیمبرز دیکھنے پہنچے۔ صبح کے وقت اسمبلی چیمبرز میں ایک اہم اجلاس ہو رہا تھا اس لئے تماشائیوں کو اسمبلی کے قریب نہیں کھڑا ہونے دیا گیا۔ اسمبلی چیمبرز اور واپڈا ہاؤس کے گرد و نزاح میں پولیس کی بھاری جمعیت بھی موجود تھی۔

شہر کو دلہن کی طرح آراستہ کر دیا گیا۔ انڈیپورٹ سے لے کر بادشاہی مسجد تک چالیں آرائشی دروازے بنائے گئے جن پر استقبالی نعرے اور قرآنی آیات آویزاں کی گئی اتحاد کے مفہوم کو واضح کیا گیا اس کے علاوہ ان مقامات پر جہاں سے معزز مہمانوں نے گزرنا تھا۔ اے کے قریب بنیز لگائے گئے ان پر بھی اسلامی اتحاد کے مفہوم کو واضح کیا گیا۔

صادقین کے فن پاروں اور ٹکٹوں کی نمائش

اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر پنجاب اسمبلی میں پاکستان کے نامور خطاط اور مصور صادقین کے دس فن پاروں کی نمائش کی گئی۔ صادقین نے یہ فن پارے خاص طور پر اسے نمائش کے لئے بنائے۔ خطاطی کے ان نمونوں پر اسلامی اتحاد کے مفہوم کو صادقین نے اپنے مخصوص انداز میں واضح کیا۔ دریا اثنا لاہور کے عجائب گھر میں ڈاک کے ٹکٹوں کی ایک نمائش بھی کی گئی۔ اس نمائش میں اسلامی ملکوں کے ڈاک ٹکٹ رکھے گئے یہ نمائش کانفرنس کے دوران جاری رہی۔

مہمانوں کی رہائش گاہوں کو بجلی کی فراہمی کا خاص اہتمام

لاہور آنے والے مسلمان سربراہان کی رہائش گاہوں کے باہر واپڈا نے خصوصی جنریٹر نصب کر دیئے تاکہ بجلی قیل ہو جانے کی صورت میں ان جنریٹروں کے ذریعے معزز مہمانوں

کی رہائش گاہوں کو بجلی مہیا ہوتی رہے۔

معزز مہانوں کی قیام گاہوں پر چراغاں کرنے کی غرض سے رنگ برنگی روٹنیاں لگا دی گئیں، جو وفد لاہور پہنچے ان کی رہائش گاہوں کے گرد پولیس کا سخت پہرہ لگا دیا گیا تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔ پولیس کے دستے رات بھر ان علاقوں میں گشت کرتے رہتے۔ غیر ملکی اخبار نویس جن ہوٹلوں میں مقیم تھے ان کی حفاظت کا بھی انتظام کیا گیا۔

پنجاب اسمبلی کی ترمیم و آرائش

اسلامی مالک کے سربراہوں کے اجلاس پنجاب اسمبلی کی عمارت میں منعقد ہونے لگے تھے اور یہ عمارت ساری دنیا کی نظروں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ لہذا پنجاب اسمبلی کی عمارت اپنے اس قابلِ فخر اور ہمیشہ یاد رہنے والے بین الاقوامی تاریخی اعزاز کو حاصل کرنے کے لئے معزز مہانوں کے آنے سے پہلے پوری طرح تیار تھی۔

سرخ بھٹ، کریم کلر کے ستونوں سفید دیواروں اور سرخ دیواروں کی اس عمارت کے صدف دروازے کے دونوں طرف تیس ٹکروں کے جھنڈے لہرا رہے تھے تاکہ رات کو بھی یہ جھنڈے دن کا سماں پیش کریں۔ پوری عمارت میں صدف دروازے سے مرکزی ہال تک دبیر سرخ قالین بچھائے گئے تھے۔ سیڑھیوں پر بھی معزز مہانوں کے لئے سرخ قالین بچھے ہوئے تھے۔ صدف دروازے سے داخل ہوتے ہی پاکستان کے نامور مصوٰعہ صادقین کی خطاطی میرے کلام پاک کی چار آیات سے اسلامی مالک کے وفد کی نگاہیں فیض حاصل کرتی تھیں صادقین کے دو اور شہکار سیڑھیاں چڑھتے ہی لابی میں اور ایک اور نمونہ جو سب سے زیادہ نظر نماز تھا۔ مرکزی ہال کے دروازے کے اوپر آویزاں تھا۔ خطاطی کے نمونے دزرائے خارجہ کے لابی میں رکھے گئے تھے۔

مرکزی کانفرنس ہال میں نشستیں فی الحال اسلامی ملکوں کے دزرائے خارجہ کی کانفرنس کے لئے تیار کی گئی تھیں پورے ہال میں سرخ قالین بچھے تھے اور سیاہ آنبرسی کرسیوں کی

سیٹیں سرخ محل کی تختیں صدارتی کرسی کے ساتھ دو اور کرسیاں رکھی گئی تھیں اور ان کے سامنے نیم دائرے کی شکل میں نوے نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا ہر ملک کے وفد کے سامنے اس ملک کے نام کی عربی اور انگریزی میں تختی اور اس ملک کا پرچم رکھا گیا تھا ملکوں کی ترتیب عربی حروف تہجی کے مطابق تھی۔

کانفرنس روم کی دیواروں پر سنہری رنگ کے محلیں پردے تھے۔ صدارتی کرسی کے بائیں جانب دیوار پر اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی سابقہ کانفرنس کے موقع پر تیار کیا گیا پیتل میں کھدا ہوا نشان تھا اور دائیں جانب اسلامی سربراہوں کی لاہور کانفرنس کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا طعمری تھا جو صادقین نے تیار کیا۔ اس کے حروف طین لیس سٹیل، تانبے اور پیتل کے حروف کو کاٹ کر بنائے گئے۔ ابھرے ہوئے الفاظ کے پچھے سیاہ سبز اور سرخ محل لگایا گیا۔

وزرائے خارجہ کی کانفرنس کے بعد سربراہوں کی کانفرنس کے لئے یہ نشستیں دائرے کی صورت میں ہر جاتی تھیں۔ کانفرنس کے انتظامات کے انچارج جنرل رضوانے سیکرٹری وزارت خارجہ آغا شاہی اور کمشنر لاہور ڈوٹیرن کی معیت میں کانفرنس کے انتظامات کا جائزہ لیا گیا لافنج، لابی، کیفے ٹیریا، مترجمین کے بوتھ اور ٹیلیفون وغیرہ کے انتظامات کا معائنہ کیا۔ اور پنجاب اسمبلی کی عمارت کو ہمیشہ یاد رہنے والا بین الاقوامی اہمیت کا تاریخی اعزاز حاصل کرنے کے لئے پوری طرح تیار پایا۔

شرکائے کانفرنس کی حفاظت

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ اسلامی کانفرنس میں شریک ہونے والے سربراہوں اور مندوبین کی حفاظت کے لئے حکومت کی طرف سے سخت ترین انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ ایک غیر ملکی نامہ نگار کے سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ کانفرنس کے شرکاء کی حفاظت کے لئے اطمینان بخش انتظامات کئے جائیں گے۔ اور اس امر کی ضمانت دلائی جائے گی کہ کانفرنس کا میاں بی کیسا تھا

ختم ہوا اور اس دوران کسی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔

لاہور کی اہم عمارتوں پر چرائیاں

اسلامی سربراہی کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں حکومت نے گورنر ہاؤس سے لے کر بادشاہی مسجد تک کے درمیان واقع تمام سرکاری اور نیم سرکاری عمارتوں اور تعلیمی اداروں پر ۲۰ فروری سے ۲۳ فروری تک چرائیاں کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ مقامی مجسٹریٹ شوکت علی چودھری نے ان سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر کو اس ہدایت سے آگاہ کر دیا۔ ان عمارات کے علاوہ پرائیویٹ عمارتوں اور مال روڈ سے لے کر بادشاہی مسجد تک کے درمیان دکانوں کے مالکان سے حکومت نے اپیل کی کہ وہ عمارتوں اور دکانوں پر روشنی کر دیں۔

لاہور کے شہری معزز مہانوں کے استقبال کے لئے چشم براه تھے لاہور کو مسلم سربراہوں کی کانفرنس کے شایان شان طور پر آراستہ کرنے کی تیاریاں مہانوں کے آنے سے ۳ دن پہلے مکمل ہو چکی تھیں۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر شہری اپنی اپنی ذمہ داریوں کو بجا طور پر عرصے کو رہا تھا اور شہریوں کے خوش دلانہ تعاون کے باعث حکام نے ایک ناممکن اہم منصوبے کو کامیابی سے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔ اہم مقامات اور معزز مہانوں کی تمام گزرگاہوں کو بالخصوص آراستہ و پیراستہ کر دیا گیا تھا اور معزز مہانوں کے خیر مقدم کے لئے اہل لاہور بڑی بے تابی سے چشم براه تھے۔

لاہور شہر میں جشن کا سماں تھا جوں جوں کانفرنس کی تاریخ قریب آتی جا رہی تھی اہل شہر کی بتیا بیوں میں اضافہ ہو رہا تھا ہر گھر اور ہر جگہ اسلامی کانفرنس کے موضوع پر ہی تبادلہ خیال ہو رہا تھا کہ جوں سے لے کر کافی ہاؤس کے دانشور تک سبھی اس مشترکہ جذبے سے سز سار تھے کہ کانفرنس کو کامیاب کرنا چاہیے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں پہلی بار اتنی بڑی تعداد میں مسلم مالک کے سربراہ عالم اسلام کی بگڑی بنانے کے لئے جمع ہوئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس اجتماع گاہ کی سعادت شہر لاہور کو حاصل ہوئی جس پر یہ شہر اور اس کے شہری جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

کانفرنس سے چھ دن پہلے لاہور شہر کی آبادی خاصی بڑھ چکی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ شہر کے تمام ہوٹل اور سرائے بھرے پڑے تھے یہاں تک کہ ریپر سیشن اور دوسرے علاقوں میں چارپائی بستر اہیا کر نیوالے ہوٹل بھی ۱۱/۱۲ فروری سے ریپر و تھے جن کے رشتہ دار لاہور میں ہیں انہوں نے ایک ماہ قبل ہی اپنی آمد کی اطلاع اپنے رشتہ داروں کو دے دی تھی اور جن کے رشتہ دار نہیں وہ اپنے احباب کو پیشگی اطلاع دے چکے تھے۔

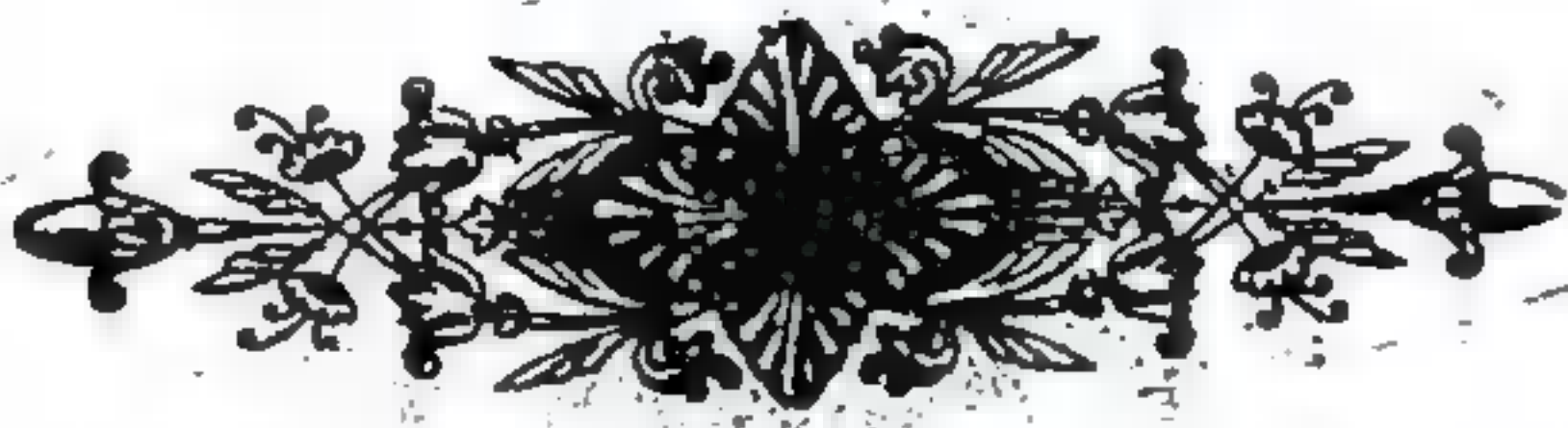
جن چلے خازن میں ٹیلیوژن تھے وہاں مستقل گاہکوں کی بنگل شروع ہو چکی تھی۔ خواتین نے بھی ان سہیلیوں سے رابطہ قائم کرنا شروع کر دیا تھا جن کے گھروں میں ٹیلیوژن تھے۔

اخبارات نے کانفرنس کے سلسلے میں تیاریوں کی جس انداز میں تشہیر کی اس سے انتظامات کو مزید بہتر بنانے کے ضمن میں بڑی مدد ملی۔ اسی طرح شہر میں آمدورفت کے جملہ وسائل کمزور بھی مسلمان سربراہوں کی کانفرنس کی تشہیر کے لئے بڑی خوبی سے استعمال کیا گیا۔

مسلم سربراہوں کے استقبال کے لئے گزشتہ کئی دنوں سے مشقین کی جبارہی تھیں ان کے باعث شہریوں کو ٹریفک کے قواعد و ضوابط پر عمل کرنے کا موقع پہلی بار ملا وہ ٹریفک کے قواعد کے عادی ہوتے جا رہے تھے۔ اور یہ ٹریفک کے ضوابط پر عمل درآمد کرنے والے عملے کی سختیوں کی بنا پر نہیں بلکہ عوام کے احساس ذمہ داری کا نتیجہ تھا۔ جن سڑکوں پر ٹانگوں کی آمدورفت پر پابندی تھی وہاں سے اب کوئی ٹانگے والا ٹریفک کنسٹیبل سے نظر بچا کر نکلنے کی کوشش نہیں کرتا اور جن دیواروں پر سفیدی پھیر دی گئی تھی وہاں کسی پنیر نے دوبارہ طبع آزمائی نہ کی۔ ان اشتہاروں کے بغیر وہ راستے اجنبی سے لگتے تھے اگرچہ وہ پہلے سے زیادہ دیدہ زیب ہو گئے تھے۔

یہی حال سیکرڈ اور دوسری معروف سڑکوں پر آویزاں قد آدم سے بھی زیادہ قد آور گفتہ و ناگفتہ اشتہاری بوڑھوں کا تھا جو وہاں سے غائب ہو چکے تھے اور سڑکیں وسیع و فراخ دکھائی دیتی تھیں۔





افتتاحیہ

سربراہی اسلامی کانفرنس منعقدہ لاہور تاریخ میں ایک عظیم تاریخ ساز واقعہ ہے۔ یہ برصغیر میں مسلم عوام کی احیائے اسلام کی اس تحریک کا حصہ ہے، جس کا خواب سید جمال الدین افغانی نے دیکھا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس کی تعبیر پیش کی اور قائد اعظم محمد علی جناح نے اس کے لئے برصغیر میں ایک ایسی ریاست تشکیل کی جس کی بنیاد و اساس لا الہ الا اللہ ہے اور بنیادی مقصد اتحاد عالم اسلام ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبان سے کے لئے

نیل کے ساحل سے لے کر تاجک کا شجر

اسلامی سربراہی کانفرنس کے انعقاد کے لئے پاکستان کے کسی اور شہر کو بھی منتخب کیا جا سکتا تھا۔ مگر لاہور کو یہ اعزاز اس لئے حاصل ہوا ہے کہ یہ شہر صدیوں، اسلامی تہذیب و ثقافت اور علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔ اسی شہر میں حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش محد خواب ہیں۔ اسی شہر میں شاعر مشرق علامہ اقبال کا مرقد ہے۔ اسی شہر میں ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ کو بابائے ملت حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ کی زیر صدارت وہ انقلاب انگیز انقلاب آفرین قرارداد منظور ہوئی۔ جو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی پہلے و اساس بنی جس کی یادگار کے طور پر مینار پاکستان شہر کی ایک تاریخی پارک — اقبال پارک میں اسیادہ ہے۔ جہاں لاکھوں میں مسلم لیگ کا ایک انقلابی اجلاس ہوا۔ اور اسی شہر لاہور میں پاکستان اور ملت اسلامیہ کے ایک جیائے فرزند جناب ذوالفقار علی بھٹو کی مساعی جیل سے عالم اسلام کے

مقتدر و برگزیدہ سربراہان مملکت ایک سربراہی کا نفرین میں مجتمع ہوتے رہے۔
عالم اسلام کا یہ مبارک اتحاد مسلمانان عالم کے لئے ایک نیک نال ہے اس اتحاد سے
مسلمانوں کے لئے کامیابی اور عظمت کی راہیں کھل جائیں گی۔ مسلمان حکومتوں کا اجتماع مسلمانوں
کے لئے بڑا مبارک اور باعث خیر و برکت ہے کہ ہم اپنے مشترک مسائل کو حل کرنے
اور ایک دوسرے کی ترقی میں مددگار بننے کے لئے باہم مجتمع ہوں۔ اور پھر مزید ایک
مفید ترین بات ہمارے اجتماع میں یہ بھی ہے کہ ہم بڑی طاقتوں کی بین الاقوامی کش مکش
کے تباہ کن اثرات سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔

یہ دنیا ایک رزمگاہ ہے۔ یہ فلسفہ کسی فلسفی کی فکری و نظری بعید از حقیقت ایک
اختراع و ایجاد ہی نہیں بلکہ عین حقیقت و واقعیت ہے کہ کائنات بسیط و بکیاں میں ابتدائے
آفرینش سے لے کر اب تک مختلف قوتیں برسرِ پیکار ہیں۔ اس رزم گاہ میں تنازع للبقا
(Struggle for Existence) کا تعمیری و تخریبی عمل جاری ہے۔ تعمیری کم
اور تخریبی زیادہ۔ اس کائنات میں زندگی کی بنیاد تھی تو مرافقت پر لیکن اس کو نزاع پر
قائم کر دیا گیا ہے۔ قوی ضعیف کو نکل جانے پر تلا ہوا ہے۔ ہر بڑی قوت چھوٹی قوت کو
اپنے میں سمور لینے پر تلی ہوئی ہے۔ اس ہنگامہ کشت و خون میں فقط وہی زندہ رہ سکتا ہے
جو دوسروں کے مقابلے میں زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے یہ بقائے اصلح

(Survival of the Fittest) کا فطری ضابطہ ہے اور اسی ضابطہ
کے مطابق دنیا میں زندگی کے لائق انواع کا انتخاب ہو رہا ہے۔ یعنی کمزور کا مٹ جانا
اور طاقتور کا باقی رہنا ہی فطری انتخاب (Natural selection) ہے اور اس
فطری انتخاب میں قوت و حیات کے ہر تعلق سے کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس
اسلام کی قوت ہے اور اسلام کا اساسی مشاق جس کو شریعت کی زبان میں کلمہ طیبہ کہا جاتا
ہے۔ ارتقاء نام کے ہنگامہ فنا و بقاء میں ہمیں اپنی حفاظت کے لئے اتحاد کا حربہ دیتا
ہے۔ اگر یہ حربہ ہمارے ہاتھ میں ہے تو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کی پیرکشاں
یلتا رہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ہمارے ہاتھوں میں یہی وہ عصائے موسوی ہے

کہ جس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی سامری اور اس کے بتائے ہوئے طلسمی سانپوں کا کوئی خوف نہیں۔

قرآن نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ہر انسان کے لئے ایک جامع اور اہل قانون کے لئے آیا ہے۔ اور انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کے لئے وہ حکم نہ ہو، وہ اپنی تعلیم توحید میں نہایت بخیر رہے اور یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو ماننے والے کسی اور کے حکم کو مانیں۔ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیوی، حاکمانہ ہو یا محکمانہ وہ اپنے اندر ایک اہل ترین قانون رکھتی ہے۔ اور اسلام کے سوا ایسا کوئی نظریہ نہ اس سے پہلے کبھی تھا نہ اب ہے، جو ضعیف کو قوی اور مظلوم کو ظالم کی تباہ کاریوں سے بچا سکے۔ اور انسانیت کو ایک مرکز پر جمع کر سکے۔ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جو پورے نزع انسانی کو ایک خاندان سمجھتا ہے اور تمام انسانوں کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ تم سب اصل میں ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہو۔ ایک قوم کے پاس دوسری قوم کو اپنے مقابلے میں پست نہ سمجھنے کا کوئی جواز موجود نہیں۔ ایک طاقتور ملک کو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں کمزور ملک پر مسلح یا غیر مسلح جارحیت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اسلام چونکہ خود کمزور نہیں اس لئے کسی قسم کی کمزوری کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام ایک عظیم و جلیل قوت کا نام ہے۔ وہ ہر انسان ہر قوم کو کش مکش حیات میں زندہ رہنے اور زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا نہ صرف درس دیتا ہے بلکہ زندہ رہنے اور زندہ رہنے کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے گز اور اسرار و رموز بھی سکھاتا ہے۔ زندگی کے لائق انواع کے انتخاب و ارتقاء میں کمزور ہونا یا کمزور رہ جانا اسلام کے نزدیک بھی یقیناً معیوب ہے اسلام اسے کسی طرح پسند نہیں کرتا کسی کیڑے کی طرح زمین پر ریگتے ہوئے زندگی گزارنا اسلام کے نزدیک بھی زندہ رہنے کی ایک کمزور اور کم تر علامت ہے لیکن وہ یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک حبیم ہاتھی ایک چیونٹی کو اپنے بو بھیل پاؤں تلے کچلتا مستان نکل جائے۔ شاہین کی طرح چٹانوں پر بسیرا کرتا اور شاہین ہونے کے پورے اعتماد کے ساتھ اپنے سپر بھیلانے۔ سنسناتی آنڈھیوں میں افلاک کی رفعتوں میں پرواز کرتا اسلام کے ضوابط حیات میں سے ایک ارفع و اعلیٰ ضابطہ

ہے۔ لیکن اسلام شاہین کہ اس کا حق ہرگز نہیں دیتا کہ وہ ایک کنجشک فرومایہ پر پٹ جھپٹ
 رپٹ کر خون گرماتے کے لئے اس کا خون پی جاتے۔ اسلام کی میزان عدل میں ایسا کوئی اندھا
 اور بہرہ فائدہ نہیں ہے۔ وہ زندہ رہنے اور زندہ رہنے کے لئے زندہ رہنے کی صلاحیتیں
 رکھنے کا یقیناً قائل ہے۔ لیکن اس طرح نہیں کہ زندہ رہنے اور زندہ رہنے کی صلاحیت
 کے لئے دوسروں کو زندہ نہ رہنے دو۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اسلام کی میزان میں دھونس دھاندلی
 اور دھکی کا ایسا کوئی پاشنگ نہیں۔ گمراہوں کی آنکھیں ہی نہیں ان کے سینے میں دھڑکتے
 ہوئے دل بھی اندھے ہو جاتے ہیں۔ اسلام گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے ظہور
 پذیر ہوا ہے۔ اسلام اندھے کی لالٹھی ہی نہیں بلکہ اس کی آنکھوں کی بصارت بھی ہے۔ بہرے
 کے سماعت ہی نہیں بلکہ وہ مقدس آواز بھی ہے جو دن میں پانچ مرتبہ اس کے کانوں میں گونجتے
 ہوئے اسے کبھی بہرہ نہ ہونے دیگی۔ اسلام وہ حکیم کامل ہے جس کے مطلب میں کنجشک فرومایہ
 کو شاہین اور چوینٹی کو ہاتھی سے بھی جسیم بنا دینے والے کرشمے موجود ہیں۔ اسلام وہ پارس
 ہے کہ جس پتھر سے چھو جاتا ہے اس کو پارس بنا دیتا ہے۔ اسلام کسی فطری انتخاب کا تابع نہیں
 بلکہ وہ جس کا انتخاب کرے وہی فطرت کا انتخاب ہے۔ اسلام صلح و آشتی کا پیغامبر ہے۔
 مصالحت و مرافقت کا حامی ہے۔ جیہ اور جینے دو کا لقیب ہے۔ اسلام تزیہ چاہتا ہے
 کہ قوموں کے درمیان اتحاد کی کوئی ایسی شکل پیدا ہو جائے کہ دنیا سے جنگ کا ہمیشہ کے
 لئے خاتمہ ہو جائے تو یہ چاہتا ہے کہ مختلف قومیں مل کر ایک مرکزی اقتدار وجود میں
 لائیں جو قوموں کو تصادم سے بچالے۔ لیکن وہ مرکزی اقتدار سیاست کا سم سم نہ ہو جس میں
 کمزور قوموں کو مردہ سمجھتے ہوئے اپریشن تھیٹر میں ڈال کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں
 جہاں مختلف قوموں کو بڑی بڑی سلطنتوں کے انتداب (Mandate) میں دینے
 کے نت نئے ایسے سیاسی فارمولے سوچے جائیں جو بظاہر تو بڑے بڑے لیکن درون پر وہ قوتور
 تو ہیں ان پر عمل کرتے ہوئے کسی ملک کو بزدل شمشیر ختم کر دیتا ہیں۔ انھیں تو پٹینک طیارے
 استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ کمزور قومیں ایک تحفے کی طرح ان کے ہاتھوں سے
 میں چلی جاتی ہیں۔

جہاں امن و صلح اور بین الاقوامی انصاف کے سارے دعووں کے باوجود کمزور قوموں کے حقوق پر ڈاکے نہ پڑیں۔ جہاں نسلی تفاخر اور قومی برتری کی کوئی اہمیت نہ دی جائے۔ یہ ہے انسانیت کا وہ تصور جو دنیا میں امن قائم کر سکتا ہے اگر ایسا ہو جائے تو دنیا کے تمام انسان ایک مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں اور ان کی ایک برادری ایک عالمی معاشرہ اور ایک عالمی ریاست قائم ہو سکتی ہے۔

انسان انسان کے ساتھ ایک سطح پر مل کر اسی وقت برادری نہ تعلقات قائم کر سکتا ہے جب ہر شخص یہ سمجھے کہ وہ ایک خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔ ایک ہی خدا اس کا اور تمام انسانوں کا خالق ہے۔ ایک ہی مادے سے اس کی اور دوسرے سب انسانوں کی تکوین، تقویم و تخلیق ہوئی ہے۔ اچھے اخلاق اور اچھے اعمال جس کے بھی ہوں وہ اچھا ہے اور بُرے اخلاق و اعمال جس کے بھی ہوں وہ بُرا ہے۔ اس میں مشرق و مغرب میں پیدا ہونا بھی باعث فساد نہیں اور نہ کالے گورے کا کوئی امتیاز موجود ہے۔

اور یہی حقیقت ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تاریخی خطبہ حجۃ الوداع میں بیان فرمایا تھا کہ کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی تفوق حاصل نہیں۔ اور نہ گورے کا لے پر اور نہ کالا گورے پر فرقیت رکھتا ہے۔

اسلام اس بات کو محض ایک نظریے اور فلسفے کے طور پر پیش کر کے نہیں رہ گیا بلکہ عملاً اس نے ایک معاشرہ ایک قوم اپنی بنیادوں پر وجود میں لا کر دکھا دی۔ اس معاشرے میں اس نے مختلف ملکوں، نسلوں اور قوموں کو بالکل مساوی حیثیت سے ایک مرکز پر متحد و مرکوز کر دیا۔ نسل، رنگ، زبان اور قومیت کے اختیارات و امتیازات مٹا دیئے۔

نہ افغانیم و نہ ترک و نہ ہندویم

چمن زادیم و از یک شاخاریم

تمیز رنگ و بد بہا حرام است

کہ ما پروردہ یک نہ بہاریم

اور پھر اس نظریے کی بنیاد پر اسلام نے عملاً ایک عالمی ریاست بھی قائم کر کے دکھا

دی۔ خلافت راشدہ کے دور میں جب اسلام عرب سے نکل کر اطراف و اکناف عالم میں پھیلا تو تمام مسلمانوں کا ایک ہی امام ایک ہی امیر تھا اور بلاد اسلام میں ایک ہی اسلامی قانون رائج تھا۔

امت مسلمہ آیات خدا سنت

اصلش از ہنگامہ قالہ بلی است

از اجل این قوم بے پرواہی

استوار از سخن نزول است

بعد کے ادوار میں اگرچہ مسلمانوں کے اندر بہت سی خرابیاں رونما ہو گئیں مگر اسلام نے مسلمانوں کے اندر جو عالمگیر برادری پیدا کر دی تھی وہ اپنی جگہ قائم ہے اور رہے گی۔ اور یہ تخیل برابرتا قائم ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک امت ہیں اور کلمہ اسلام کا ماننے والا خواہ کسی وطن اور کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو، خواہ کوئی زبان بولتا ہو، خواہ اس کا رنگ و روغن کچھ ہی ہو۔ وہ مسلم ہے اور مسلم معاشرے میں وہ جہاں بھی چلا جائے اس کے حقوق وہی ہیں جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اسلام کے نزدیک وطن و مقام اور رنگ و زبان کی تفریق کوئی چیز نہیں۔ رنگ اور زبان کی تفریق کو وہ ایک نشان ضرور تسلیم کرتا ہے لیکن اس کو وہ کسی انسانی تفریق و تقسیم کی حد قرار نہیں دیتا۔ انسان کے تمام دینی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں اصل رشتہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے وہ ایک ہے پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ اگرچہ سمندروں کے طوفانوں، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں، زمین کے دور دراز گوشوں اور جنس و نسل کی تفریقوں نے ان کو باہم ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہو۔

ان ہذہ امتکم امت

واحدة اصلنا ربکم فاتقون

دیشک تمہاری جماعت ایک ہی امت ہے اور ہم ایک ہی
تمہارے پروردگار ہیں

✓ اے برادران ملت! یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور دعوت اسلام کی وحدت تھی۔ جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا مگر صحرائے افریقہ میں اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل بوقیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیوار چین سے صدائے لا الہ الا اللہ کی بازگشت گونجی۔ تاریخ کی نظریں جس وقت دجلہ و فرات کے کنارے پیروان اسلام کے نقش قدم گن رہی تھیں۔ عین اسی وقت گنگا و جہنا کے کنارے سینکڑوں ہاتھ تھے جو خدائے واحد کے آگے سر بسجود ہونے کے لئے وضو کر رہے تھے۔

یہ تمام عالم کی مختلف قومیں زمین کے دور دراز گوشوں میں بسنے والی آبادیاں گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے، جن کو شیطان جہیم کی تفرقہ اندازیوں نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا لیکن خدائے رحیم نے ان صدیوں کے پھڑپھڑے ہوئے دلوں کو ایک دائمی صلح کے ذریعے پھر ایک جگہ جمع کر دیا۔ یہ برادری خدایا کی قائم کی ہوئی برادری ہے۔ ہر انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا۔ اس برادری میں شامل ہو گیا، خواہ مصری ہو، خواہ نائیجیریا کا باشندہ، خواہ ترک، لیکن اگر وہ مسلم ہے تو اس ایک خاندان توحید کا عضو ہے جس کا گھر ان کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ تمام دنیا اس کا وطن اور تمام قومیں اس کی عزیز ہیں دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں لیکن اسلام کا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ جو رشتہ چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے، عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے، اور ایک ہندوستانی نو مسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی سے پیوستہ یحجان کرتا ہے اٹوٹ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو توڑ نہیں سکتی۔

تو پھر اے عزیزان ملت! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیا کے ایک گوشے میں پیروان اسلام کے سروں پر تلواریں چمک رہی ہوں اور دنیا کے دوسرے گوشے کے مسلمان ان کے زخم اپنے دلوں پر نہ دکھیں۔ خدائے اسلام کی قسم جب سے اسلام دنیا میں موجود ہے یہ اخوت و وحدت بھی موجود ہے۔ یہ ثالثت اور اشتراک فکر و عمل کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔ عزیزان ملت! وہ ہاتھ نہایت ہی مقدس ہے، جس میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہے۔

مگر کارزار حیات میں زندہ وہی رہ سکتا ہے جس میں خوشچکان تلوار کا دستہ ہے یہی اقدام کسی زندگی کا منبع، قیام عدل و میزان کا وسیلہ، انسانی بہمیت و زندگی کا بچاؤ اور مظلوم کے ہاتھ میں اس کی حفاظت کی ایک ہی ڈھال ہے اور وہ ہے اتحاد و اتفاق، تلاطم کی تند و تیز موجیں ریت کے بھرے ہوئے ذروں کو تو اپنی رو میں بہا کر لے جاسکتی ہیں لیکن ریت کے بھرے ہوئے ذرے متحد و منسلک ہو کر جب چٹان بن جاتے ہیں۔ تلاطم کو اپنی گزرگاہ تبدیل کرتے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

برادران ملت! حضرت مسیح کی تعلیم صرف اخلاق ہے اور حضرت موسیٰ کی شریعت نقطہ قانون، لیکن وہ جس نے کہا: "میں خانہ نبوت کی آخری اینٹ ہوں"۔ وہ جس طرح معلم اخلاق تھا اسی طرح ایک مقنن آئین و قانون بھی تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔ وہ صاحب قرآن بھی تھا اور صاحب سیف بھی اور یہ وہ تلوار ہے جو اب تک کسی کمزور پر نہیں اٹھی اور نہ آئندہ کبھی اٹھے گی۔ یہ وہ تلوار ہے جس نے مظلوم انسانوں کا کبھی خون نہیں بہایا بلکہ ان کے خون کا ظالموں کا قصاص لیا ہے۔ یہ وہ تلوار ہے، جو زمین کے امن و سلامتی کو برباد اور قوموں کے سکون و راحت کو غارت نہیں کرتی جو انسانوں کو حلال کرنے کا نہیں حرمت جاب کا درس دیتی ہے جو انسانوں کے قدرتی حقوق اور ملوں کی آزادی و خود مختاری کی حفاظت کرتی ہے۔ یہ الگ الگ عنصروں کو تسبیہ و اعتدال کے ساتھ اس طرح ترکیب دیا کرتی ہے کہ اس کی ہر ضرب پر قانون کا عدل اور اخلاق کا رحم دونوں باہم مل جاتے ہیں اور نظام انسانی کا ایک صحیح و صالح مرکب پیدا ہو جاتا ہے یہ تلوار زمین و زندگی پر تباہی و بربادی کا پیغام بن کر نہیں بلکہ رحمت اور سراسر رحمت بن کر نازل ہوئی ہے۔ اس کی ہر ضرب شریعت حقہ الہیہ ہے۔ تو پھر اے برادران ملت، اس تلوار کے ہاتھ میں ہوتے ہوئے آج تم خدا کی عبادت گاہوں کی محرابوں اور صحنوں کے حیدر بند کرنے کے مناروں کی بھی حفاظت نہ کر سکو گے، جبکہ اعدائے اسلام یہیں نیست و نابود کر دینے کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں کیا ہم اپنی حفاظت کے لئے ایک مرکز پر اکٹھے نہ ہوں گے جبکہ فزع اکبر اور طاقت اکبری کا وقت بالکل قریب آگیا ہے جبکہ فنا و بقا اور تہود

حیات کا آخری فیصلہ ہو جائے گا۔

برادران ملت! آپ کہہ ارض کی کوئی قوم لے لیں اور زمین کا کوئی خطہ سامنے رکھ لیں اور جس وقت سے اس کی تاریخ میں روشنی آئی ہے ان حالات کا کھوج لگانے سے پتہ چلے گا کہ اس کی پوری تاریخ کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وارث و میراث کی ایک مسلسل داستان ہے۔ ایک قوم قابض ہوتی اور پھر مٹ گئی پھر دوسری وارث ہو گئی اور وہ بھی مٹ گئی تو اس کی جگہ کسی تیسری قوم کا تسلط و اقتدار قائم ہو گیا۔ قرآن حکیم کہتا ہے یہاں وارث و میراث کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اب سوچنا یہ ہے کہ جو ورثہ پھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں، کیوں ہوتے ہیں اور جو وارث ہوتے ہیں ان کو حق وراثت کیوں ملتا ہے۔ فرمایا اس لئے کہ یہاں خدا کا ایک اہل قانون کام کر رہا ہے۔

انّے الارض یونھا عبادہ من الصالحون ہ

(زمین کے وارث خدا کے نیک بندے ہوتے ہیں)

یعنی جماعتوں اور قوموں کے لئے یہاں بھی یہ قانون کام کر رہا ہے کہ انہی لوگوں کے حصہ میں ملک کی فرمان روائی آتی ہے جو نیک ہوتے ہیں اور صالح ہوتے ہیں۔ اور حکومت و قراڑ و محض ایک ورثہ ہے جو ایک گروہ سے نکل جاتا ہے۔ اور دوسرے گروہ کے حصہ میں آجاتا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ ہوتے قرآن وراثت ارض کی شرط اصلاح و صلاحیت ہے جو صالح نہ رہے ان سے نکل جائے گی جو صالح ہوں گے ان کے ورثہ میں آئے گی۔

سورہ رعد میں فرمایا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہے حق و باطل کی آویزش ہے لیکن حق او باطل کی حقیقت کیا ہے اور کون سا قانون ہے اس کے اندر کام کر رہا ہے۔ یہاں واضح کیا ہے کہ یہ تقاضا نفع کا قانون ہے۔ لیکن وہ کبھی لفظ نفع کی بجائے لفظ اصلاح استعمال کرنا ہے۔ لفظ دوہیں لیکن معنی ایک یعنی اللہ نے قانون ہستی کے قیام و اصلاح کے لئے یہ قانون ٹھہرا دیا ہے۔ کہ یہاں وہ چیز باقی رہ سکتی ہے، جس میں نفع ہے اور جس میں یہ نہیں ہے وہ باقی نہیں رہ سکتی کیونکہ کائنات کا جمالیاتی ارتقا قائم نہیں رہ سکتا اس لئے کہ اس میں خوبی کی تقاضا و خرابی کے ازالے کے لئے ایک اہل قوت سرگرم عمل نہیں رہتی۔

اور وہ اہل قوت فطرت کا انتخاب ہے۔ فطرت ہمیشہ چھانٹتی رہتی ہے۔ وہ ہر گوشہ زمین و زندگی میں صرت خوبی اور برتری ہی کو باقی رکھتی ہے۔ فساد اور نقص کو محو کر دیتی ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے اس کا رگہ فیضان و جالیات میں صرت وہی چیز باقی رکھی جاتی ہے جس میں نفع ہو۔ وہ خسران و نقصان کو ارا نہیں کرتی۔ اور بس طرح بادیات میں اس اہل قدرت کا تعمیری و تخریبی عمل جاری ہے۔ بعینہ معنیات میں بھی وہی عمل کا رفرما ہے جو عمل حق ہو گا باقی رہے گا جو باطل ہو گا مٹ جائے گا اور جب کبھی حق و باطل کا مقابلہ و معرکہ ہو گا بقا حق کے لئے ہو گی اور اسی کو وہ تضار باحق سے تعبیر کرتا ہے۔ یعنی فطرت کا فیصلہ حق و باطل کے لئے نہیں ہو سکتا۔

قرآن کہتا ہے تم اس قانون سے کیسے انکار کر سکتے ہو جبکہ زمین و آسمان کا تمام کارخانہ ہی اس اصول پر چل رہا ہے۔ اور اہم و اوقام و جماعت بھی اس سے خارج نہیں ہیں جس قانون کی کہانی و گیرائی سے کائنات کا کوئی ذرہ باہر نہ ہو، اقوام و اہم کا عروج و زوال اس کی گرفت سے کیسے باہر ہو گا۔ قرآن کہتا ہے یہاں بھی وہی قانون کام کر رہا ہے۔ قوموں، امتوں اور جماعتوں کے گزشتہ و پیوستہ اعمال ہی تو ہیں جن سے ان کا حال تشکیل پاتا ہے اور حال کے اعمال ہی تو ہیں جو ان کے مستقبل کو متشکل کرتے ہیں۔ پھر اس کی مزید تشریح یہ ہے کہ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل ڈالے۔ یہ خدا کا قانون ہے اور قانون خدا کا نفاذ کون روک سکتا ہے۔ قرآن اس کو استبدال اقوام سے تعبیر کرتا ہے۔ اور جابجا مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر تم نے صلاحیت عمل کھودی تو وہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو اقبال و ارتقا کی نعمت عظمیٰ سے نوازے گا اور کوئی نہیں جو اس کو ایسا کرنے سے روک سکے۔ یہ انقلابات و تبدلات جو ملکوں اور قوموں میں ہوتے رہتے ہیں یہ جو پرانی قومیں مرجاتی ہیں اور نئی قومیں ان کی جگہ لے لیتی ہیں یہ تمام حوادث اسی حکمت و قانون الہیہ کا نتیجہ ہیں۔

برادران ملت! ہم نے جب تک اپنے عروج کے مقاصد کو سنبھالے رکھا، دنیا کے لئے نافع رہے، اپنی ذات کے لئے نافع رہے۔ اس لئے ہمیں تکمیل فی الارض کا اعزاز حاصل

رہا اور جب سے ہم نے اپنے ظہور و عروج کا مقصد دل و دماغ سے محو کر دیا ہم وہ نہ رہے جو ہم تھے۔ برادران عزیز یہ آیت ہمارے لئے اتری تھی۔

کنتم خیرا امتہ احرجت الناس تنازوت بالمعروف وتنہون
عن المنکر ۵

تمام امتوں میں تم سب سے بہتر امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے
ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا اصلی مشن اور مقصد تخلیق اور قومی اقتیاد و شرف
خصوصی اس چیز کو قرار دیا ہے کہ دنیا میں اعلان حق اور صالحیت ان کا سرمایہ حیات ہے اور
وہ قیام عدل کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں جب تک قومیں قیام عدل میں مساعی و جدوجہد
کرنے والی ہوتی ہیں فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی ہے۔ بصورت دیگر حرف غلط کی طرح
مٹ جاتی ہیں۔ پھر ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں خود اپنی
تاریخ اٹھا کر دیکھئے۔ جب تک ہم دنیا میں حق و انصاف کے حامی و مددگار رہے۔ خدا بھی
ہمارا مددگار رہا اور دنیا کی کوئی بھی طاقت ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ لیکن جو ہماری تاریخ اسلام
کا عہد تاریک شروع ہوا ہم نے اجتماعی انتشار کا شکار ہو کر اپنی ہمت اجتماعیہ کی ہمت
ہی بگاڑ لی اور گھور گھمبیر اندھیروں میں لڑھکتے چلے گئے۔ آئیے ایک دوسرے کا ہاتھ
مضبوط سے پکڑ کر پھر سے ان اجالوں کی طرف لوٹ چلیں۔ جو ہماری گزشتہ عظمت و جبروت
کا نشان ہیں۔

امت مسلمہ کی تاسیس و نشاۃ ثانیہ !!

مگر یہاں تاسیس نہیں تجدید کہوں گا۔ تاسیس اساس سے ہے جس کے معنی ہیں
از سر نو کسی چیز کو بنانا اور تجدید جدت سے ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے کی بنی ہوئی
کسی چیز کو تازہ کر دینا اور اس طرح سنوارنا کہ یا وہ بالکل نئی ہو گئی۔

مسلمانوں کو اصلاح حال کے لئے طریقہ تاسیس کی ضرورت نہیں کہ پہلے سے ایک
کارخانہ ملت ایک جامعہ اسلامیہ موجود ہے جس کو اپنی بقا کے لئے کسی نئی بات کی حاجت

نہیں بس ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ خرابیاں دور کر دی جائیں اور چھوٹی ہوئی چیزیں واپس لے لی جائیں اور ان کو ایسا بنا دیا جائے جیسا کہ وہ اصل میں تھیں۔ تاسیس کے معنی تو یہ ہوتے کہ آپ نے ایک نئی عمارت تیار کی۔ اس کو از سر نو تعمیر کر کے بنایا اور تجدید یہ ہوتی کہ عمارت پہلے ہی سے موجود ہے صرف شکست و ریخت کی درستگی مطلوب ہے اور اصلاح ملت اسلامیہ کے لئے شریعت قرآنیہ کی تعلیمات و نظامات کافی ہیں وہ سب کچھ ہمارے پاس پہلے ہی سے موجود ہے۔ جس کی یہی ضرورت ہے۔ اسلام اگر دین کامل ہے تو اس نے اپنے پیروں کی تمام انفرادی و اجتماعی اور مدنی ضروریات کے لئے کامل و اعلیٰ تعلیم دے دی ہوئی ہے۔ اور پھر اگر وہ دین آخری ہے تو ضروری ہے کہ اس کی تعلیم اور شارع کی عملی سنت ہر عہد، ہر زمانے اور ہر حالت کے لئے رہنما و کفیل ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ حقیقت ایسی ہی ہے اور اسلام نے ہمارے تمام اجتماعی و قومی برکات کا سامان دے کر دیا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اسلام کا قرار دادہ نظام جماعتی قائم کریں۔ جب تک مجالس نہ ہوں اجتماعیات نہ ہوں۔ انجمنیں نہ ہوں۔ کانفرنسیں نہ ہوں تو کوئی قومی عمل انجام نہیں پاسکتا۔ نہ اتحاد و تعاون کی برکت حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی مقصد اجتماع و تعاون کے لئے اسلام نے پانچ وقت کی نماز باجماعت، جمعہ، عیدینے اور حج۔ اگر دیکھا جائے تو حج بھی ایک پان اسلامی کانفرنس (Pan Islamic Conference) ہے۔

برادران ملت! اس کا نظام و قوام جو درہم برہم ہو رہا ہے سب سے پہلے اسے کیوں نہ درست کریں۔ ہم نئے نئے قومی فنڈ قائم کرتے ہیں جبکہ خود شریعت نے اس ضرورت کو رفع کرنے کے لئے زکوٰۃ و صدقات کا حکم دے دیا ہے اور اس مقصد کے لئے اسلامی مالک کا ایک مشترکہ بینک بھی قائم کیا جاسکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قوم کی تعلیم عام کے لئے مجامع و محافل کی ضرورت ہے۔ جبکہ عین اسی مقصد سے شریعت نے خطبہ جمع کا حکم دیا ہے اور ہم نے اس کی برکتوں کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا ہے۔ کوئی قومی و اجتماعی کام انجام نہیں پاسکتا۔ جب تک اس میں نظم و انضباط نہ ہو اور یہ کس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا کوئی رئیس و قائد مقرر نہ کیا جائے اور یہی حقیقت شریعت کی اصطلاح امامت کے

لفظ میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ ان مثالوں سے مقصود یہ ہے کہ ہمارے لئے راہ عمل تجدید و احیاء ہے۔ ہماری راہ تو اتباع شریعت اور ابتداء بہ مشکوٰۃ نبوت کی ہے اور اسوۂ حسنہ نبوت اور حکمت رسالت کی ہے۔ ہمارا طریق عمل یہ ہونا چاہیے کہ ہم تمام طرف سے آنکھیں بند کر کے حکمت اجتماعیہ نبویہ کو اپنا دستور العمل بنالیں۔ شریعت کے کھوئے ہوئے درجہ از سر نو قائم و استوار کر دیں تاکہ اسلام کی مٹی ہوئی سنتیں زندہ ہو جائیں اور حوت ملت ابراہیمی کی اطاعت کہیں۔ یہی وہ صراط مستقیم ہے کہ حضرت آدم نے بھی اس پر قدم رکھا۔ حضرت نوح نے بھی پیغروں کی بارش میں اس کا وعظ کیا۔ اور حضرت ابراہیم نے اس کی نشان دہی کے لئے قربان گاہ بنائی اور حضرت اسمعیلؑ نے اس کی ایٹیں چنیں۔ حضرت یوسفؑ نے مصر کے قید خانہ میں اس کا اعلان کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے طور سینا پر تجلی میں اس صراط مستقیم کو دیکھا۔ اور گلیل کا واعظ جب یروشلم میں کہہ رہے تھے کہ یہ چڑھاتو اس کی نظر اسی راہ پر تھی اور پھر جب خداوند سعیر سے چمکا اور فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوا تو وہی راہ تھی جس کی طرف اس نے دنیا کو دعوت دی کہ

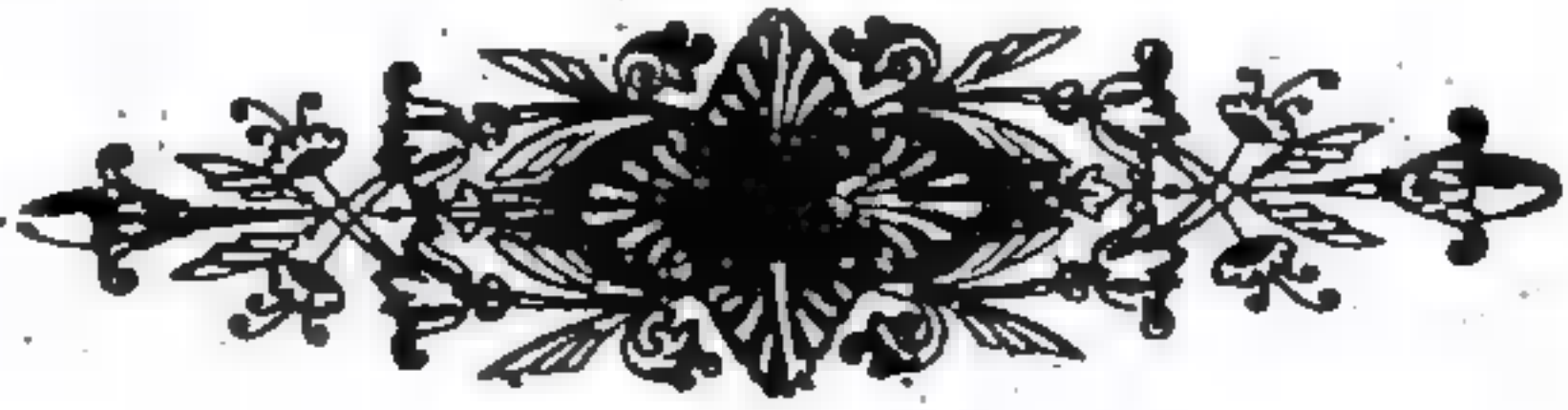
— انے ہدا صراطے مستقیما — یہ ہے میری راہ —

فاتبعونی — تم میری اتباع کرو — پھر خدا راہ بتائیں، ہم اس راہ کو چھوڑ کر کدھر جائیں — اور اس سراج منیر کو پس پشت ڈالکر کس سے روشنی حاصل کر دیں پس یہی ہمارا ایمان ہے اور یہی ہمارا راستہ ہے۔

باداران ملت — الحمد للہ کہ اسلامی سربراہی کا نفرنس بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ اسلام کے نور سے دنیا کے ظلمت کدے روشن ہو جائیں گے ظلم و استبداد کی چکی میں پستی ہوئی انسانیت کو امن و آشتی کا پیغام ملے گا۔ اور پھوٹی قومیں بڑی قوموں کے استحصالی نظام سے نجات پانے کا کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرنے کے قابل ہو جائیں گی۔

مسلم ممالک میں مضبوط و پائیدار تعاون کا آغاز ہو چکا ہے اور مسلمانوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کے لئے تمام عالم میں صرت ایک ہی ہاتھ بچھ رہنا ہو سکتا ہے اور ایک ہی چشم نگراں ہے جو لغزشوں سے بچا سکتی ہے جو کبھی طور سینا پر تجلی بن کر چمکی، کبھی فاران

پر ابو بکر بن کر نمودار ہوئی۔ کبھی غار ثور میں لا تعزنی انے اللہ معنا کی صدا میں تھوے۔
 کبھی بدر کے کنارے انے ینصوت اللہ فتلا غالب لکم کے پیغام میں تھی۔ کبھی احد
 کے دامن میں وکاتے عقیلاً علینا نصر المومنین کی بشارت تھی۔ اور آج بھی ایک لڑے
 ہوئے جس کا رواں اور ایک خاموش انجمن کے لئے شمع فیروزاں ہے ۛ



اسلامی سربراہ کانفرنس پر وزیراعظم بھٹو کی تقریر

لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر وزیراعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے افتتاحی تقریر کرتے ہوئے کہا :

اسلامی سربراہ کانفرنس ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اور یہ کانفرنس مسلم اتحاد کی آئینہ دار ہے۔ اس سے قبل جدید دور میں کبھی بھی عالم اسلام کو ایسا انتقادی استحکام اور سیاسی اثر و رسوخ حاصل نہیں ہوا، جیسا کہ اب حاصل ہے۔ اور پاکستانی کے غلام کہ اس کانفرنس میں شریک مسلم ممالک کے عظیم رہنماؤں کی میزبانی پر بجا طور پر فخر ہے، کیونکہ پاکستانی کے غلام ہمیشہ سے ہی اسلام کی سرطنتی کے لئے کوشاں رہے ہیں۔

ہندوستان میں مسلم سلطنت کے زوال کے بعد عالم اسلام کے دل مشرق وسطیٰ اور افریقہ اور ایشیا میں سامراجیت نے اپنے پنجے گاڑنے شروع کر دیئے جس کے نتیجے میں عالم اسلام منقسم ہو کر غلام بن گیا۔ تاہم ان تمام امور کے باوجود مسلمان مسلسل اتحاد و ملت کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔

ہمارے جدید دور میں سید جمال الدین افغانی نے اتحاد مسلمین کا پرچم بلند کیا اور بعد ازاں دیگر اکابر نے علامہ محمد عبده اور علامہ محمد اقبال اور بیرون دوسرے علما اور قائد اعظم محمد علی جناح جیسے دیگر عظیم سیاسی رہنماؤں نے اسلام کی سرطنتی کے لئے جدوجہد کی۔ اس سے قبل جو ہر برادرانہ نے کچھ ہوتے مسلمانوں کے ممالک کی آزادی اور اسلام کی سرخروئی کے لئے

اپنی زندگیاں وقت کر دیں۔

وزیر اعظم نے اپنے پیغام میں اس پُر مسرت کا اظہار کیا کہ ہمارے اخبارات شروع سے ہی اتحادِ ملت کی حمایت کرتے رہے ہیں اور انھوں نے ہمیشہ اس نظریے کو بہت اہمیت دی ہے مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے اس کانفرنس کا پُر جوش خیر مقدم کیا۔

وزیر اعظم نے مزید کہا :

مجھے امید ہے اس کانفرنس سے دنیا پر یہ واضح ہو جائے گا کہ دنیا کے مسلمان اپنے عزیز ترین علاقوں کو آزاد کرانے کے لئے پھر سے متحد ہو گئے ہیں ۔



اجتماع کے معنی ہیں مختلف چیزوں کا باہم اکٹھا ہو جانا اور اطلاق کے معنی ہیں مختلف چیزوں کا اس تناسب و ترتیب کے ساتھ اکٹھا ہو جانا کہ جس چیز کو جس جگہ ہونا چاہیے۔ وہی جگہ اس کو ملے۔ جو پہلے ہونے کی حقدار ہے وہ پہلے رہے۔ جس کو آخری جگہ ملنی چاہیے وہ آخری جگہ پائے۔ اور عید اجتماع و اطلاق سے مقصود وہ حالت ہے جب مختلف کارکن قوتیں کسی ایک مقام، کسی ایک مرکز، ایک سلسلے ایک وجود، ایک طاقت اور ایک فرد واحد میں اپنی قدرتی اور مناسب ترکیب و ترتیب کے ساتھ اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تمام مواد قومی اعمال اور افراد پر ایک اجتماعی و انضمامی دور طاری ہو جاتا ہے۔ جس میں بندھی اور سمٹی ہوئی اور

ہر فرد زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے متحد و متصل ہو جاتا ہے۔ کسی چیز کسی حشر سے کسی عمل میں علیحدگی نظر نہیں آتی۔ الگ الگ جز جز اور فرد فرد ہو کر رہنے والی حالت نہیں ہے مادہ میں جب یہ اجتماع و انضمام پیدا ہو جاتا ہے تو اس سے تخلیق و تکوین اور وجود ہستی کے تمام مراتب ظہور میں آتے ہیں۔ اس کو قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں تخلیق و تسویر سے تعبیر کیا ہے۔

اشتات و انتشار آفات کی ضد ہے جس کے معنی تفریق اور الگ الگ ہو جانے کے ہیں۔ یہ حالت جب مادیات پر طاری ہوتی ہے تو تکوین کی جگہ تباہی اور وجود کی جگہ اس پر عدم وجود کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور جب یہ حالت جسم پر طاری ہوتی ہے تو اس کا نام پہلے بیماری اور پھر موت ہوتا ہے اور جب اعمال پر طاری ہوتی ہے تو اس کو قرآن حکیم اپنی اصطلاح میں سوعمل اور عصیان سے تعبیر کرتا ہے۔ اور پھر یہی چیز ہے کہ جب قوموں اور امتوں کی اجتماعی زندگی پر مسلط ہوتی ہے تو دنیا دیکھتی ہے کہ ان کی ترقی تنزل میں، عظمت قلت میں، آزادی غلامی میں اور حکومت محکومت میں بدل جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جایجا اجتماع و آفات کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد اور اللہ کی جانب سے انسانوں کے لئے سب سے بڑی رحمت و نعمت قرار دیا ہے اور اس کو انضمام بحبل اللہ اور اسی طرح کی تعبیرات عظیمیہ سے موسوم کیا ہے اور مسلمانوں کے اولین مادۂ تکوین امت یعنی اہل عرب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ — تم سب مل کر اللہ کی رستی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ یہ صرف حکم ہی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے تاکید و حکم تھا۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ اشتات و انتشار کی زندگی کو بقا و قیام حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ آگ ہے جس کے بھڑکتے شعلے قومی زندگی کی نشوونما کو جلا کر خاکستر کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔

قرآن حکیم ظہور شریعت و نزول وحی کا ایک سبب یہ بھی بتاتا ہے کہ اجتماع و آفات پیدا ہو اور بار بار کہتا ہے کہ تفرقہ و انتشار شریعت و وحی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام جماعت رکھا۔ اور جماعت سے

علیحدگی کو جاہلیہ اور حیات جاہلی سے تعبیر کیا ہے اور اسی بنا پر بکثرت وہ احادیث موجود ہیں جن میں نہایت شدت کے ساتھ ہر مسلمان کو ہر حال میں التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا۔ اگرچہ امیر غیر مستحق ہو، نا اہل ہو، فاسق و فاجر ہو، ظالم و جابر ہو، لیکن مسلمان ہر اور غازی ہو، نماز قائم رکھے اور ساتھ ہی تہلہ دیا کہ جس شخص نے جماعت سے علیحدگی کی راہ اختیار کی تو اس نے اپنے تئیں شیطان کے حوالے کر دیا۔ وہ گمراہ ہوا، اس نے اپنی ہلاکت کا سامان کیا۔ یہ الفاظ مشہور خطبہ جاہلیہ سے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ اپنے خطبوں میں بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے۔ کہ فرمایا رسول اللہ نے ہمیشہ جماعت کے ساتھ مل کر رہو، جو جماعت سے الگ ہو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ افراد تباہ ہو سکتے ہیں۔ مگر ایک صالح جماعت تباہ نہیں ہو سکتی، اس پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ سورہ فاتحہ میں جو قومی دعا مسلمانوں کو سکھلائی گئی اس میں متکلم واحد نہیں بلکہ جمع۔ قرآن کے نزدیک فرد کوئی شے نہیں ہستی صرت اجتماع اور جماعت کی ہے اور فرد کا وجود اور اعمال بھی صرت اسی لئے ہیں، تاکہ ان کے اجتماع و تالیف سے مہیت اجتماعیہ پیدا ہو، اسی بنا پر احکام و اعمال شریعت کے ہر گوشے اور ہر شاخ میں یہی اجتماعی و اتلا فی حقیقت بطور اصل و اساس کے نظر آتی ہے نماز کی جماعت خمسہ اور جمعہ و عیدین کی نماز اور حج بجز اجتماع کے اور کچھ نہیں۔ زکوٰۃ کی بنیاد میں اجتماعی زندگی کا قیام اور ہر فرد کے مال و اندوختہ میں جماعت کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ علاوہ بریں اس کی ادائیگی کا نظام بھی انفرادی حیثیت سے نہیں رکھا گیا بلکہ جماعتی حیثیت سے مسلمانوں کی متحد قومیت ایسی ہے جیسے ایک جسم اور اس کے مختلف اعضا۔ ایک عضو میں اگر تکلیف ہو تو سارا جسم اس سے متاثر ہوتا ہے اور پھر تشبیک اصالیح کر کے اس کی تصویر تیار دی۔ یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں رکھ کر دکھایا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑے اور متصل رہے۔ ان تمام تصریحات میں بھی اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی قومیت متفرق اینٹوں کا نام نہیں دیوار کا نام ہے۔

اور پھر نماز میں تسبیح صغیر پر سخت زور دیا گیا ہے یعنی صفت بندگی پر۔ یعنی سب کے سر، سینے اور پاؤں ایک سیدھ میں ہوں۔ اس قانون الہی کے مطابق مسلمانوں کی قومی زندگی

عروج کا اصلی دور وہی تھا جب ان کی قومی و انفرادی، مادی و معنوی، اعتقادی و عملی زندگی پر اجتماع و اتلاف کی رحمت طاری تھی۔ اور ان کے تنزل و ادبار کی اصلی بنیاد اس وقت پر پڑی جب ان پر اثبات و انتشار کی نحوست چھانی شروع ہوئی۔ قرآن و سنت اور عقلیات صادقہ کے نزدیک تنزل کے اسباب اثبات و انتشار کے سوا کچھ بھی نہیں۔

آپ حب دنیا سے تشریف لے گئے، خلفاء راشدین کی خلافت خاصہ اسی اجتماع پر قائم ہوئی۔ اس لئے اس کو منہاج نبوت سے تعبیر کیا گیا۔ اور اجتماع و اتلاف کی یہ حالت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہو گئی۔ اس کے بعد سے اثبات و انتشار کا دور شروع ہوا۔ مرکزی قوتوں اور منصوبوں کا انتشار و اثبات۔ جس نے فی الحقیقت امت کا تمام شرعی و اصلی نظام درہم برہم کر دیا۔ خلافت راشدہ کے بعد یہ ساری یک جا قوتیں الگ الگ ہو گئیں اور ملت اسلامیہ ایک وجود سے مختلف وجودوں میں بٹ گئی۔

قومی ترقی و فلاح کے لئے جماعت کی تشکیل میں پانچ مراتب کا لحاظ ضروری ہے اجتماع اتلاف۔ اتحاد۔ امتزاج۔ انتظام۔ یہ پانچ عناصر ہیں۔ جو ہر قومی تنظیم کے لئے ضروری ہیں۔ جس قوم نے یہ پانچ مراتب طے کر لئے اس نے عروج و ارتقا اور فلاح و کامرانی کی سب منزلیں طے کر لیں۔ جماعت سے مقصود یہ ہے کہ افراد کا ایک ایسا مجموعہ۔ جس میں اتحاد، امتزاج اور نظم ہو اور اتحاد سے یہ مقصود ہے کہ افراد اپنے اعمال حیات میں منتشر نہ ہوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ اتلاف کا مرتبہ اتحاد سے بلند تر ہے۔ اتحاد صرف باہم مل جانا ہے۔ ضروری نہیں کہ کسی تناسب کے ساتھ ترکیب ہوئی ہو لیکن اتلاف سے مقصود ایسا اتحاد ہے جو محض اتحاد ہی نہ ہو بلکہ ایک صحیح و مناسب ترکیب کے ساتھ اتحاد ہو۔

امتزاج اس ترکیب کا تیسرا درجہ ہے۔ اس میں توازن مزاج کا ہونا بہت ضروری ہے اس میں طبیعت و خصلت اور استعداد و صلاحیت میں مطابقت بہت ضروری ہے جماعت ایک مرکب وجود ہے۔ افراد اس کے عناصر ہیں۔ فرد بجائے خود کوئی کامل وجود نہیں پا سکتا۔ لیکن یہ باہم ملنا امتزاج کے ساتھ ہونا چاہیے۔ تاکہ ہر ٹکڑا اپنے صحیح و مناسب ٹکڑے کے ساتھ مل کر اس طرح جوڑ جائے کہ معلوم ہو یہ یکجہ اسی انگشتری کے لئے تھا۔ نظم سے

مراد جماعت کی وہ تربیتی و تقربیتی حالت ہے، جب اس کے تمام افراد اپنی اپنی جگہوں میں قائم اپنے اپنے دائرہ میں محدود اور اپنے اپنے فرائض و اعمال کے انجام دینے میں سرگرم ہوں۔ اس کے بعد سب سے اہم مسئلہ اتباع خلافت کا ہے۔ خلیفہ خلف سے ہے جس کے معنی جانشینی اور قائم مقامی کے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ فرمایا۔ کیونکہ انسان بھی اپنے خالق کا اپنے اعمال و احوال تکوینیہ اور افعال و کیفیات طبیعیہ میں اپنے خالق کا قائم مقام اور جانشین ہے۔ ایسے ہی امور شرعیہ اور معلومات تشریعیہ میں اس کی قائم مقامی اور جانشینی اس طرح ہوگی کہ نظام عدل اور قانون انصاف کو اپنے شہنشاہ حقیقی کی جانب سے نافذ اور جاری کرنے کا حق اس کو ہوگا۔ اور خلافت اقتدار ارضی کا نام ہے یہ کوئی اقتدار سماوی نہیں جس کے پاس ارضی اور زمین حکومت و اقتدار ہے وہ خلیفہ ہے ورنہ نہیں، اس اجمالی تمہید کے بعد سب سے زیادہ اہم مسئلہ سامنے آتا ہے یعنی اسلام کا وہ نظام شرعی جو ہر مسلمان کے خلیفہ وقت کی معرفت اور اطاعت پر اسی طرح مجبور کرتا ہے جس طرح اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر۔

کائنات کے ہر حصہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی قدرت و سنت ایک خاص نظام پر کار فرما ہے جس کو قانون مرکز یا مرکزیت قومیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی قدرت نے خلقت و نظام خلقت کے بقا و قیام کے ہر حجبہ اور ہر شاخ و جود میں یہ صورت اختیار کر رکھی ہے کہ کوئی ایک وجود مرکز کی حیثیت کا حامل ہوتا ہے اور باقی اجسام ایک دائرے کی شکل میں اس کے چاروں طرف وجود پاتے ہیں اور پورے دائرے کی زندگی اور بقا صرف اس مرکزی وجود کی زندگی و بقا پر موقوف ہوتی ہے۔ اگر یہ اجسام اپنے مرکز سے الگ ہو جائیں تو نظام کائنات و حیات درہم برہم ہو جاتے۔ اور دائرے کی اکائیاں (UNITS) مرکز سے ہٹ کر کبھی باقی نہ رہ سکیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو بعض اصحاب فقہات نے دائرہ قیام قوسین سے تعبیر کیا ہے۔ یہ قانون مرکزیت و دائرہ نظام ہستی کے ہر جزو اور ہر حصہ میں جاری و ساری ہے نظام شمسی کے طلسم ہی کو لیجئے۔ ہر ستارہ اپنے ایک محو و مرکز پر گردش کر رہا ہے اور عالم نباتات میں بھی یہی قانون جذب و کشش کار فرما ہے

شاخیں، پتے، پھول و پھل ایک ہی وجود یعنی پودے سے وابستہ ہیں۔ ہر پودا اپنی شاخوں، پتوں، پھولوں اور پھلوں کے لئے مرکز کی حیثیت و اہمیت رکھتا ہے۔ ہر پتہ اور شاخ اپنے مرکز سے جدا ہو کر فنا ہو جاتا ہے اور یہی نظم و ضبط اجسام انسانی میں دیکھنے میں آتا ہے۔ جسم انسانی کے اعضا و جوارح کے کارخانہ حیات میں قلب اثر و انعقاد ہے اور ایک مرکز کی حیثیت رکھتا۔ وہ دل ہی تو ہے جو جسم کے ایک ایک خلیے کو خون پہنچاتا ہے۔

اسلام فی الحقیقت سنت اللہ اور فطرت اللہ ہی کا دوسرا نام ہے اگر نوع انسانی کی سعادت و ارتقاء کے لئے قانن اسلام اس فاطر السموات والارض کا بنایا ہوا ہے جس نے تمام کائنات کے لئے قانن حیات بنایا تو ضرور ہے کہ دونوں میں اختلاف نہ ہو بلکہ پہلا قانن کچھپے قانن عام کا ایک ایسا قدرتی جز نظر آئے جیسے زنجیر کی ایک کڑی۔ پس اسلام کا نظام شرعی بھی ٹھیک ٹھیک اسی قانن مرکزیت پر قائم ہے۔ قرآن نے یہ حقیقت جا بجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام و اشیاء کی زندگی اپنے اپنے مرکزوں سے وابستہ ہے اسی طرح نوع انسانی اور کس کی جسمانی و معنوی بقا بھی قانن مرکزیت پر موقوف ہے، جس طرح ستاروں کی زندگی اور حرکت کا مرکز و محور سورج کا وجود ہے اسی طرح نوع انسانی کا بھی مرکز سعادت انبیاء کرام کا وجود ہے لہذا ان کی اطاعت و انقیاد بقا و حیات کے لئے ناگزیر ٹھہری۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۵

دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جانے اور پھر قوم و ملت کی بقا کے لئے ہر طرح کے دائرے اور ہر طرح کے مرکز قرار دیئے۔ اور یقیناً، و اعتقاداً میں اصلی مرکز عقیدہ توحید کو ٹھہرایا۔ جس کے گرد تمام عقائد کا دائرہ قائم ہے۔ عبادت میں نماز کو مرکز عمل ٹھہرایا، جس کے ترک کر دینے سے تمام دائرہ اعمال منہدم ہو جاتا ہے۔ پھر جس طرح شخصی و اعتقادی اور عملی زندگی کے لئے مراکز قرار پائے ضرور تھا کہ جماعتی اور ملی زندگی کے لئے بھی ایک مرکزی وجہ و قرار پاتا۔ لہذا وہ مرکز بھی قرار دے دیا گیا۔ تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے ٹھہرایا۔ اس کی معیت، اس کی رفاقت، اس کی اطاعت اور اس کی دعوت پر اتفاق جان و مال ہر مسلمان کے لئے فرض کر دیا گیا۔ ایسا فرض جس کے بغیر وہ

جاہلیت کی ظلمت سے نکل کر اسلامی زندگی کی روشنی میں نہیں آسکتا۔ اسلام کی اصطلاح میں اس ترجمہ مرکز کا نام خلیفہ اور امام ہے اور جب تک یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا ہے۔ یعنی کتاب و سنت کے مطابق اس کا حکم ہے ہر مسلمان پر اس کی اطاعت و اعانت اس طرح فرض ہے جس طرح خود اللہ اور اس کے رسول کی، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے :

مسلمانو! اطاعت کرو اللہ کی، اس کے رسول کی، اور تم میں جو اولوالامر ہو اس کی۔
پھر اگر کسی معاملہ میں تم مختلف ہو جاؤ تو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹو اور اس کے فیصلہ پر متفق ہو جاؤ۔

قرآن حکیم میں تین اطاعتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت، مسلمانوں میں جو اولوالامر ہو اس کی اطاعت، اللہ کی اطاعت کتاب اللہ کی اطاعت ہے رسول کی اطاعت سے مقصد سنت قول و فعل ہے۔ باقی رہی اطاعت اولوالامر تو نہایت قوی و روشن وجہ موجود ہیں کہ اولوالامر سے مقصد مسلمانوں کا خلیفہ و امام ہے جو کتاب و سنت کے احکام نافذ کرنے والا ہے، نظام امت قائم کرنے والا ہے اور تمام اجتہادی امور میں صاحب حکم و سلطان ہے۔

اہل حق را زندگی از قوت است

قوت ہر ملت از جمعیت است

رائے بے قوت ہمہ مکر و فسوں

قوت بے رائے جہل است و جنوں

کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جب تک اس کا کہن مرکز نہیں ہے کوئی تعلیم باقی نہیں رہ سکتی جب تک اس کی ایک قائم و جاری جامعہ نہ ہو۔ نظام شمسی کا ہر ستارہ روشنی و حرارت صرف اپنے مرکز شمسی سے حاصل کرتا ہے یہی قانون الہی ہے جس پر اس کی شریعت کے تمام جہانتی احکام مبنی ہیں۔ جس طرح اسلام نے امت کی بقا اور حق و ہدایت کے لئے ہر طرح کے مراکز قرار دیئے ہیں، ضروری تھا کہ ایک ارضی مرکز بھی قیامت تک کے لئے قرار دیا جائے اور اسلام نے اس غرض کے لئے سرزمین حجاز کو منتخب فرمایا اور سرزمین حجاز

جزیرہ عرب میں تھی۔ وہی اسلام کا اولین وطن اور وہی اس کا سب سے پہلا سرچشمہ تھا۔ مرکزی ارض اسلام، مرکزی ارض اسلام سے مقصود یہ ہے کہ اسلام کی دعوت ایک عالمگیر اور دنیا کی بین الملی دعوت تھی۔ وہ کسی خاص ملک اور قوم میں محدود نہ تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کے اجزا تمام کہہ ارض پر محیط و وسیط ہو جانے والے تھے لہذا ان کو ایک مستقل متحدہ قومیت کی ترکیب میں قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ کوئی ایسا مقام مخصوص کر دیا جائے کہ مختلف سمتوں میں منتشر و متفرق اجزا کو مرکزیت دے دی جائے۔ ان کے اتحاد و انضمام کے لئے ایک مرکزی نقطہ قائم کر دیا جائے۔ تاکہ تمام منتشر و متفرق اجزا اس مرکزی نقطے پر آپس میں مدغم و منسلک ہو جائیں منتشر و متفرق کثرت اسی نقطہ وحدت میں سمٹ آئے۔ اور پھر یہ بھی ضروری تھا کہ اس نقطہ وحدت کو صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

اسلام کا جب ظہور ہوا تو علاوہ مشرکین عرب کے یہود و نصاریٰ کی بھی ایک بڑی تعداد جزیرہ عرب میں آباد تھی۔ مدینہ میں یہودیوں کے مختلف قبیلے تھے خیبر میں انہیں کسے ریاست تھی۔ یمن اور بحران عیسائیوں کا بہت بڑا مرکز تھا لہذا ان کو وہاں خارج کر دیا گیا۔ احکام شرعیہ و قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق افراد کی اصلاح و تزکیہ سے ہوتا ہے جیسے تمام ادا مرد و نساہی اور فرائض و واجبات۔ دوسرے وہ جن کا تعلق افراد سے نہیں بلکہ امت کے قومی و اجتماعی فرائض اور ملی سیاسیات سے ہوتا ہے۔ جیسے فتح ممالک اور قوانین سیاسیہ و ملکیہ۔ پہلی قسم کے احکام خود شارع کی زندگی ہی میں تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہ دنیا چھوڑنے سے پہلے ان کی تکمیل کا اعلان کر جاتا ہے لیکن دوسری قسم کے لئے ایسا ہرنا ضروری نہیں کئی احکام ایسے ہوتے ہیں جن کے نفاذ و وقوع کے لئے ایک خاص وقت مطلوب ہوتا ہے۔ اور وہ شارع کے بعد تدریج تکمیل و تنقید پاتے ہیں۔ لہذا ان کی نسبت کوئی پیش گوئی کی جاتی ہے یا شارع اپنے جانشینوں کو وصیت کر جاتا ہے۔ ہے اور عرب سے غیر مسلموں کا اخراج اسی دوسری قسم میں تھا کہ اس کا پورا نفاذ خود آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ ہی میں ہو جاتا۔ آپ نے یہود مدینہ کے اخراج سے عمل نفاذ شروع کر دیا۔ یہود خیبر سے ابتدا ہی میں شرط کر لی تھی کہ جب ضرورت ہوگی اس سرزمین سے خارج کر دیئے جاؤ گے۔ پھر

حضور نے اس کی تکمیل کے لئے اپنے جانشینوں کو وصیت فرمادی۔ چنانچہ حضرت عمر کے وقت تکمیل کا وقت آگیا اور تمام صحابہ کے اجماع و اتفاق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اسلام نے ہمیشہ کے لئے جزیرہ عرب کو صرف اسلامی آبادی کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ اقتدار اعلیٰ اور قوت حاکم خدا کے لئے ہے۔ اس کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ سوائے خدا کی ذات کے اقتدار اعلیٰ اور قوت حاکم کا دعویٰ کرے۔

حکومت خدا کی ہے، خدا ہی سب سے بڑا حاکم و شہنشاہ ہے، وہی احکم والا مر ہے ہر چیز پر اس کی حکمرانی ہے۔ دنیا اور اس کی بادشاہیاں فانی ہیں اور وہ جو زمین پر اپنی شہنشاہی

و جہاں بانی کا دعویٰ کرتے ہیں فنا ہو جانے والے ہیں۔ ثبات اللہ کی ذات پاک کو ہے،

آج خدا کی حکومت اور دیرہنی شہنشاہوں میں ایک جنگ جاری ہے۔ شیطان کا تخت زمین

کے سب سے بڑے حصے پر بچھا دیا گیا ہے اور اس کی وراثت اس کے پجاریوں میں تقسیم کر

دی گئی ہے۔ شیطانی قوتیں چاہتی ہیں خدا کی حکومت کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن خدا کی حکومت

کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ شیاطین دنیا ہی ختم ہو جائیں گے۔

اور جس دن آسمان ایک بادل کے ٹکرے کی طرح ٹھٹھ جائے گا اور اس بادل کے

اندازے قرآن مجید درج فرماتا ہے۔ اس دن کسی بادشاہ کی بادشاہت باقی

نہ رہے گی صرف خدا کے رحمن کی حکومت رہے گی اور یاد رکھو کہ وہ دن کافروں کے لئے

بہت ہی سخت ہو گا۔ قرآن کہتا ہے،

و یوم نقض السماء و یوم یزل الملائکۃ تنزیلاً املکت یومئذ الوحان

و کان یوما علی الکافرین عسیراً

اے ہمارے حقیقی بادشاہ ہم نے ایک پکارتے دالے کی آواز سنی جو تیری بادشاہت کا اعلان کر رہا تھا۔ تیری

عظمت و جبروت کی منادی کر رہا تھا اسے ہمارے ایک ہی بادشاہ کے تیری بادشاہت قبول کر لی اور ایمان

لائے، پھر پھر رسول پر، میرے دین اسلام پر، تیری کتاب القرآن پر۔ ہم تیری بات پر دین کی تیرے

رسول کی آغیزی کتاب کی سرکشی کے لئے تیری بادشاہت کے باغیوں سے اچھٹے ہو گئے ہیں، ہمیں سچ و

نصرت دے۔ کیونکہ تو ہی عزت دے والا ہے۔

اچھا۔ کہ جب کبھی، تو کبھی بہت سے بے ایمان لوگ تیرے



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم انسانیت کے لئے فضائل و مکارم اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔ صاحب خلق عظیم، خلق القرآن۔ اگر آنحضرت کے اخلاق دیکھنا ہوں تو قرآن دیکھ لیں۔ اس کتاب مرقوم کا وہ ایک ظل مجسم اور اس کے عمل نمونے کی ایک لوح محفوظ تھے جس وجود مبارک کو پوری اولاد آدم کے لئے قیامت تک اسوہ حسنہ قرار دیا گیا۔ اس کی حیثیت اس کے سوا ہو بھی کیا سکتی تھی اس کا پہلا شاہد قرآن پاک ہے :

وَ اَنْتَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِیْمٍ ۝ (سورہ قلم، ۴)

دلے پیغمبر، تم اعلیٰ اخلاق پر پیدا ہوئے۔

نَبَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لَنْتَ لَهُمْ و لَوْ كُنتَ فِطْرًا غَلِيظًا الْقَلْبِ

لَا نَفْضُوْا مِنْ حَوْلِكَ ۝ (آل عمران، ۱۵۹)

دلے پیغمبر، خدا کی یہ بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے اس قدر نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ کچھ خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے ہٹ جاتے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَیْكُمْ

بَا الْمُؤْمِنِیْنَ ذُوْنَ رَحِیْمٍ ۝ (توبہ، ۱۲۸)

مسلمانو! تمہارے پاس اللہ کا رسول آگیا ہے۔ جو تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا

رہنچ و کلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بھوکا

ہے۔ مومنوں کے لئے نہایت شفیق و رحیم ہے۔

خداوند رحیم کے اپنے ارشادات ملاحظہ ہوں :

بعثت لا تم حسن الاخلاق انما بعثت لائتم مكارم الاخلاق ۔
 میں اخلاق کی تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں تو اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم
 اخلاق کا معاملہ درجہ اتمام پر پہنچاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر حضرت
 ابوذر غفاریؓ تک پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو تحقیق احوال کے لئے مکہ
 مکرمہ بھیجا۔ بھائی نے مکہ مکرمہ سے مراجعت پر ابوذرؓ کو ان الفاظ میں اطلاع
 دی۔

دایتہ یا مریکارم الاخلاق ۔

میں نے آپ کو دیکھا آپ اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں ۔

یہ بعثت کے بالکل ابتدائی دور کا واقعہ ہے اس دور میں بھی جس کسی کی نظر آپ پر
 پڑی، آپ میں جو نمایاں ترین وصف نظر آیا اسے فضائل اخلاق ہی سے تعبیر کیا گیا ہے ۔



اسلام امن و سلامتی کا دین ہے جس کی تعلیم کی خصوصیت کبریٰ یہ ہے کہ وہ انسان کو سلامتی کی راہ دکھاتا ہے۔ اس کا بتایا ہوا راستہ نوع انسانی کو اس منزلی تک لے جاتا ہے جسے دارالسلام یعنی امن و سلامتی کا گھر کہا جاتا ہے۔

اسلام کے بھیجنے والے خدا کی ایک صفت المؤمن ہے جس کے معنی ہیں امن عالم کی ضمانت دینے والا۔ اور اس کے ماننے والے امن کے ذمہ دار اور مسلم کہلاتے ہیں اسلام کی بنیاد ہی تعلیم امن و سلامتی کا پیام ہے۔ وہ فساد برپا کرنے والوں کو خدا کے عذاب کا مستحق قرار دیتا ہے۔ اسلام اہم سابقہ اور اقوام گزشتہ کی تباہیوں اور بربادیوں کی عبرت ایگزٹا نہیں بیان کرتا ہے تو اس لئے کہ اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ فتنہ و فساد شرع انسانیت کے کس قدر خلاف ہے بعثت نبی اکرم کی غایت اور اسلام کے ظہور کا مقصد صرت یہی تھا کہ اس زمانہ میں دنیائے فکر و عمل کے ہر گوشے میں فساد و دنیا پر چکا تھا اور فساد کو مٹانے کے لئے نظام خداوندی کی ضرورت تھی۔ اسلام کی دعوت کی پہلی آواز یہی تھی کہ اللہ کی زمین میں فساد مست برپا کرو۔ اسی لئے وہ فساد کو ایمان و عمل صالح کی ضد قرار دیتا ہے کہ یہ دونوں ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ لیکن زمانہ کی جہالت اور تعصب نے اسلام کے خلاف جو فرد جرم مرتب کیا ہے اس میں سرفہرست یہ لکھا ملتا ہے کہ اس میں دوسروں کو یہ جبر مسلمان کیا جاتا ہے اور اسلام بذور شمشیر پھیلا یا جاتا ہے۔ کہنے والوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلوار ہاتھ میں لے کر خطبہ دیا کرتے تھے اور بعض مساجد میں تلوار ہاتھ میں لے کر خطبہ دینا سنت سمجھا جاتا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز لوگ مسجد

میں جمع ہو جاتے تو تشریف لاتے۔ لوگوں کو سلام کرتے۔ منبر پر جا کر حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے تو پھر سلام کہتے۔ اذان کے بعد خطبہ شروع کر دیتے۔ جو بہت مختصر اور جامع ہوتا اور اس کی ابتداء ہمیشہ حمد و ثناء سے ہوتی۔ فرماتے نماز کا طول اور خطبے کا اختصار آدمی کے نقطہ کی دلیل ہے۔ جب تک مسجد میں منبر نہیں بنا تھا عصا ہاتھ میں رہتا۔ منبر بن گیا تو عصا کی ضرورت نہ رہی۔ میدان جہاد میں خطبہ دیتے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے۔ خدا جانے یہ خیال کہاں سے پیدا کر لیا گیا کہ حضور صلعم تلوار ہاتھ میں لے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ یہ الزام زندہ شہادت ہے اس حقیقت کی کہ انسان جب جوش انتقام اور جذبہ مخالفت سے اندھا ہو جاتا ہے۔ تو کس طرح ان مخالف کی طرف سے آنکھیں موندھ لیتا ہے جو چھپائے چھپ نہیں سکتے۔ اور کس طرح اس واضح تعلیم سے چشم پوشی کرتا ہے۔ جو بلا تاویل و تفسیر اپنے آپ کو ہر دیدہ دنیا کے سامنے بے نقاب پیش کر رہی ہے۔

قرآن کریم کوئی کتاب مستور نہیں جس کی رسائی صرف خواص تک ہو، کوئی باطنی تعلیم نہیں جو دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھی جائے۔ کسی مشکل زبان میں نہیں کہ اس کا مطلب سمجھ میں نہ آ سکے۔ جس کا جی چاہے اسلام کی حقیقت و اصلیت معلوم کرنے کے لئے اس کا مطالعہ کرے۔ جہاد اسلامی کی وسعت نے آپ کی اخلاقی طاقت کو اور بھی مستحکم و استوار کر دیا۔ آنحضرت کا معمول تھا کہ جب مجاہدین جہاد کے لئے روانہ ہوتے تو آپ ان کو ہدایت فرماتے کہ وہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور ان پر جو تلوار نہ اٹھانا چاہیے تلوار نہ اٹھائیں۔

یہاں پوری تفصیل کا موقع نہیں۔ اختصاراً عرض کرنا ہے کہ اسلام کی دعوت توحید و خدا پرستی محض اس معنی میں ایک مذہبی عقیدے کی دعوت نہ تھی جس میں عام طور پر مذہبی عقائد کی دعوت ہوا کرتی ہے۔ بلکہ حقیقت میں یہ ایک اجتماعی انقلاب کی دعوت تھی۔ اس کی ضرب بلا واسطہ ان طبقوں پر پڑتی تھی جنہوں نے مذہبی رنگ میں مختلف روپ دھار کر عامۃ الناس کو اپنا بندہ بنا لیا تھا جو اعلانیہ "ارباب من دون اللہ" بنے ہوئے تھے۔ دنیا سے اپنے پیدائشی یا طبقاتی حقوق کی بنا پر اطاعت و بندگی کا مطالبہ کرتے تھے اور صاف کہتے تھے کہ

ما لکم من الیہ غیری اور انا لکم الاعلیٰ

اور انا احی و اموات

اور من الشد منازکۃ ۵

اور کسی جگہ انھوں نے عامۃ الناس کی جہالت کو استعمال (EXPLOIT) کرنے کے لئے بتوں اور پیکوں کی شکل میں مصنوعی خدا بنائے تھے جن کی آڑ میں وہ اپنے خداوندی حقوق ہندگان خدا سے تسلیم کرانے لگے۔ پس کفر و شرک اور بت پرستی کے خلاف اسلام کی دعوت اور خدا سے واحد کی بندگی و عبودیت کے لئے اسلام کی تبلیغ براہ راست حکومت اور اس کو سہارا دینے والے یا اس کے سہارے چلنے والے طبقوں کی اغراض سے متصادم ہوتی تھی اسی وجہ سے جب کبھی کسی نبی نے

یا قوم اعبدوا اللہ فانکم من اللہ غیرہ

کی صدا بلند کی حکومت وقت فوراً ان کے مقابلے میں آن کھڑی ہوتی اور تمام ناجائز انتفاع کرنے والے طبقے اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ یہ محض ایک بالعد الطبعی تفسیر (metaphysical proposition) کا بیان نہ تھا بلکہ ایک اجتماعی انقلاب کا اعلان تھا اور انبیاء علیہم السلام سب کے سب انقلابی لیڈر تھے۔ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے انقلابی لیڈر، لیکن جو چیز دنیا کے عام انقلابیوں اور خدا پرست انقلابی لیڈروں کے درمیان واضح خط امتیاز کیسچھتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ دوسرے انقلابی لوگ خواہ کتنے ہی نیک نیت کیوں نہ ہوں۔ عدل اور توسل کے صحیح مقام کو نہیں پاسکتے۔ وہ یا تو خود مظلوم طبقوں میں سے اٹھتے ہیں یا ان کی حمایت کا جذبہ لے کر اٹھتے ہیں اور پھر سارے معاملات کو اپنی طبقوں کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی نظر غیر جانبدارانہ اور خالص انانیت کی نظر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک طبقے کی طرف عصبہ و نفرت کا اور دوسرے طبقے کی طرف حمایت کا جذبہ لے رہے ہوتے ہیں وہ ظلم کا ایسا علاج سوچتے ہیں جو نتیجتاً ایک جبرانی ظلم ہوتا ہے۔ ان کے لئے انتقام، حسد اور عداوت کے جذبات سے پاک ہو کر ایک ایسا معتدل اور متوازن اجتماعی نظام تجویز کرنا ممکن نہیں ہوتا

جس میں مجموعی طور پر تمام انسانوں کی فلاح ہو۔ بخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام خواہ کتنے ہی تہمتیں لگائے گئے ہوں۔ اور کتنا ہی ان پر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کیا گیا ہو۔ ان کی انقلابی تحریک میں کبھی ان کے شخصی جذبات کا اثر نہیں آئے پایا۔ وہ براہ راست خدا کی ہدایت کے تحت کام کرتے ہیں۔ اور خدا چونکہ انسانی جذبات منترہ و مبرا ہے۔ کسی انسانی طبقے سے اس کا مخصوص رشتہ نہیں نہ کسی دوسرے انسانی طبقے سے اس کو کوئی شکایت و عداوت ہے۔ اس لئے خدا کی ہدایت کے تحت انبیاء علیہم السلام تمام معاملات کو بے لاگ انصاف کے ساتھ اس نظر سے دیکھتے تھے کہ تمام انسانوں کی مجموعی فلاح و بہبود کس چیز میں ہے کس طرح ایک ایسا نظام بنایا جائے جس میں ہر شخص اپنی جائز حدود کے اندر رہ سکے۔ اپنے جائز حقوق سے مستمتع ہو سکے۔ اور افراد کے باہمی روابط نیز فرد اور جماعت کے باہمی تعلق میں کامل توازن قائم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی انقلابی تحریک کبھی طبقاتی نزاع (CLASS WAR) میں تبدیلی نہ ہونے پائی۔ انہوں نے اجتماعی تعمیر گو اس طرز پر نہیں کی کہ ایک طبقے کو دوسرے طبقے پر مسلط کر دیں۔ بلکہ اس کے لئے عدل کا ایسا طریقہ اختیار کیا جس میں تمام انسانوں کے لئے ترقی اور مادی و روحانی سعادت کے یکساں امکانات رکھے گئے تھے۔

لہذا اسلام محض ایک مذہبی عقیدہ اور چند عبادات کا مجموعہ نہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا۔ بلکہ وہ ایک جامع سسٹم ہے جو دنیا سے زندگی کے تمام ظالمانہ اور مفسدانہ نظامات کو مٹانا چاہتا ہے اور ان کی جگہ اپنا ایک اصلاحی پروگرام نافذ کرنا چاہتا ہے۔ جس کو وہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ اس تخریب و تعمیر اور انقلاب و اصلاح کے لئے وہ کسی ایک قوم یا گروہ کو نہیں بلکہ تمام انسانوں کو دعوت دیتا ہے۔ وہ خود ان ظالم طبقوں اور ناجائز انتفاع کرنے والے گروہوں کو پکارتا ہے کہ آؤ اس جائز کے جدا کردہ رہنا قبول کر لو جو تمہارے خالق نے تمہارے لئے مقرر کی ہے۔ اگر تم عدل اور حق کے نظام کو قبول کر لو گے۔ تو تمہارے لئے امن اور سلامتی ہے یہاں کسی انسان سے دشمنی نہیں۔ دشمنی جو کچھ کبھی ہے ظلم سے ہے فساد سے ہے۔ بد اخلاقی سے ہے۔ اس بات سے ہے کہ کوئی شخص اپنی فطری حد سے تجاوز کر کے وہ کچھ حاصل کرنا چاہے جو فطرت اللہ کے لحاظ سے اس کا نہیں ہے۔

یہ دعوت جو لوگ بھی قبول کر لیں وہ خواہ کسی طبقے، کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک کے ہوں یکساں حقوق اور مساویانہ حیثیت سے اسلامی جماعت کے رکن بن جاتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بین الاقوامی انقلابی پارٹی تیار ہوتی ہے۔ جسے قرآن "حزب اللہ" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اور جس کا دوسرا نام امت مسلمہ ہے اور قرآن اس کی پیدائش کا ایک مقصد بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے :

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاعُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط
(آل عمران ۱۱۰)

(ترجمہ) تم وہ بہترین امت ہو جسے نفع انسانی کے لئے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ خدائی فرجداروں کی جماعت ہے۔

لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۝

اور اس کا کام یہ ہے کہ دنیا سے ظلم، فتنہ فساد، بد اخلاقی اور ناجائز انتفاع کو بذور مٹا دے۔ اور باب من وون اللہ کی خدادندی کو ختم کر دے اور بدی کی جگہ نیکی قائم کرے۔

قَاتِلُوا هُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ۔ الْاِتِّفَاعِلُوهُ

تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ۔ هُوَ الَّذِي ارْسَل رَسُوْلَهُ

بِالْهُدَىٰ وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهَرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ

الْمُشْرِكُوْنَ ۝



کتاب انزلنا لا الہ الا انتہی الخرج الناس من الظلمات الى النور
 ترجمہ، قرآن ایک کتاب ہے جو تم پر نازل کی گئی اس لئے کہ انسان کو تاریکی سے نکلے
 اور روشنی میں لائے

انسانی اعمال کی خواہ کوئی شاخ جو ہم کو اسے مذہب ہونے کی نظر سے دیکھتے ہیں ہمارے
 پاس اگر کچھ ہے تو صرف قرآن ہی ہے۔ اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔ ساری دنیا کیطرت
 سے ہماری آنکھیں بند ہیں۔ اور تمام آوازوں سے کان بہرے ہیں۔ اگر دیکھنے کے لئے روشنی
 کی ضرورت ہے تو یقیناً کچھ ہے کہ ہمارے پاس تو سراج منیر کی بجائی ہوئی ایک ہی روشنی ہے
 ہم نے جو کچھ کیا ہے، جو کچھ سیکھا ہے، وہی روشنی اسے لیا اور سیکھا ہے۔ ہمارے عقائد میں
 تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی درس گاہ سے حاصل کیا گیا ہو۔ ایک کفر صریح ہے
 اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور اکل قانون بننے کے لیا اور انسانی اعمال کا کوئی
 مناقشہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے وہ حکم نہ ہو۔ وہ اپنی تعلیم و توحید الہی شہادت وغیرہ کے لئے
 اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چو کھٹ پر چھکنے والے کسی دوسرے بزرگوار کے لئے مانگیں
 مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا عملی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیوی، خالصتاً ہو
 یا محکمانہ وہ ہر زندگی کے لئے ایک اکل ترین قانون اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔
 تو اسلام دنیا کا آخری و عالمگیر مذہب نہ ہوتا۔ وہ خدا کی آواز ہے اور اس کی تعلیم گاہ
 خدا کا حلقہ درس ہے۔ جس نے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ پھر کسی انسانی دستگیری
 کا محتاج نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین، حق یقین، حامی بکرو اور اسی طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے اکثر موقعوں پر کہا کہ وہ ایک روشنی ہے اور روشنی جب لگتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہو جاتی ہے خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہر خواہ سیاسی۔

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور ہدایت کو بیان کرنے والی کتاب آئی ہے۔ اللہ اس کے ذریعے سے سلامتی کے راستوں پر ہدایت کرتا ہے اور ہر طرح کے گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتا ہے اور صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔

دنیا میں کون سی کتاب ہے جس نے خود اپنی زبان سے اپنی نسبت ایسے عظیم الشان دعوے کئے ہوں۔ قرآن جل اسلام کے لئے ہادی ہے۔ کہ وہ تمام سلامتی کی راہوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کے سامنے سیاسی اعمال کی بھی کوئی راہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی سلامتی ان کو قرآن کریم سے نہ ملے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری سیاسی گمراہیاں صحت اس لئے ہیں کہ ہم نے قرآن کے دست راہنما کو اپنا ہاتھ سپرد نہیں کیا۔ ورنہ تاریکی کی جگہ آج ہمارے چاروں طرف روشنی ہوتی۔ آخر میں کہہ دیا کہ وہ صراط مستقیم پر ہے جانیوالی ہے اور صراط مستقیم کی اصطلاح قرآن کی زبان میں ایسی جامع و مانع ہے کہ ساری دنیا اسی کے اندر سمجھئے۔

ایک جگہ فرمایا:

☆ اے پیغمبر! تم نے تجھ پر کتاب اتاری جو ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر دینے والی ہے اور نیز ہدایت بخش اور رحمت اور خوش خبری ہے، مسلمانوں کے لئے۔

سورہ یوسف کے آخری رکوع میں فرمایا:

☆ قرآن کوئی نیا ہیروئی بات نہیں ہے بلکہ جو صداقتیں اس سے پہلے کئے موجود ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں ارباب ایمان کے لئے ہر چیز کا تفصیل بیان اور ہدایت اور رحمت ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا :

✽ ہم نے انسان کے سمجھانے کے لئے اس قرآن میں سب طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

ان آیات میں قرآن حکیم کا دعویٰ بالکل صاف ہے وہ ہر طرح کی تعلیمات کے لئے اپنے نہیں ایک کامل معلم ظاہر کرتا ہے۔ پھر اس کی تعلیم صاف اور غیر پیچیدہ ہے۔ بشرطیکہ اس پر تدبیر اور تفکر کیا جائے۔ پھر یہ کیرتو ممکن ہے کہ اس کتاب کے پیرو اپنی زندگی کے ایک ضروری شعبہ یعنی سیاسی اعمال کے لئے دوسروں کے دروازوں کے سائل بنیں۔ حالانکہ خود قرآن ان کے پاس ایک حکم اور ایک امام مبین ہے۔

وکلے شے احسنہ فی امام مبینہ ۵

اور ہر شے کہ ہم نے اس کتاب واضح (قرآن) میں جمع کر دیا

دوسری جگہ اس کو تمام امور کے لئے قول فیصل بیان کیا :

انہ لقولے فصلک وما هو بالهزل ۵

ربیشک یہ قرآن ایک قول فیصل ہے تمام اختلافات و اعمال کے لئے اور کوئی بے

معنی اور فضول بات نہیں)

مسلمانوں کی ساری مصیبتیں صرف اسی غفلت کا نتیجہ ہیں۔ کہ انھوں نے اس الہی تعلیم گاہ کو چھوڑ دیا اور سمجھنے لگے کہ صرف روزہ نماز کے مسائل کے لئے اس کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت ہے وہ جس قدر قرآن سے دور ہوتے گئے اتنا ہی تمام دنیا ان سے دور ہوتی گئی اور جس راہ میں قدم اٹھایا مگر اسی کی ظلمت سے دوچار ہوتے۔

نزدول قرآن کے وقت اگر مشرکان مکہ قرآن کی تلاوت کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے یا کعبہ کے اندر شور مچاتے اور تالیاں بجاتے تھے کہ اس کی آواز کسی کے سنتے میں نہ آتے تو آج خود مسلمان کانوں کی جگہ دلوں کو بند کئے ہوتے ہیں۔ اور شور مچانے کی جگہ خاموش ہیں۔ لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کے لئے بھیجے اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا راہنما بناتے وہ مسلم نہیں بلکہ شرک فحشہ صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم ہے اور مشرک ہے۔

اسلام کی اسس اولین اصول توحید ہے وہ سکھاتا ہے کہ صرف خدا کو مانو اور صرف خدا کے آگے جھکو۔ اسی سے مدد مانگنی چاہیے اور اسی کی اعانت پر اعتماد کرنا چاہیے۔ جس طرح خدا کی ذات کو ایک ماننا توحید میں داخل ہے اسی طرح اس کی صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا جزو توحید ہے۔ پس خدا کے سوا کوئی نہیں جس کا حکم انتہائی حکم ہو۔ کوئی نہیں جو عاجزی اور تذال کا مستحق ہو، کوئی نہیں جس کی جبروت و عظمت کے آگے چوں و چرا کی گنجائش نہ ہو۔ کوئی نہیں جو ڈرنے اور خوف کرنے کے لائق ہستی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیر الائم بنایا اور دنیا میں اپنی نیابت اور خلافت بخشی۔ پس اپنے درجہ کو ہر مسلمان محسوس کرے۔ اور افسردگی، بے مہمتی، خون و مرعوبیت کے حجب اپنے اندر بلندی، خود داری، طاقت اور اتھکام پیدا کرے۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک عادلانہ قوت قرار دیا ہے اور فرمایا کہ

وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

ان کا ہر کام عدل و اعتدال پر مبنی ہو گا پس مسلمانوں کو ہر موقع پر میانہ روی اور اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

مسلمان دنیا میں صلح و امن کا پیام ہیں۔ انہوں نے تزار بھی اٹھائی ہے تو صلح کی حمایت میں۔ پس فتنہ و فساد اگر اوروں کے لئے معیوب و جہم ہے تو ان کے لئے تو معصیت اور فسق ہے۔ دنیا میں جن قوموں نے فتنہ و فساد اختیار کیا وہ تہرا الہی مغضوب و مردود ہر گئے۔

مسلمان دنیا میں خدا کے پاس اس امر کے ذمہ دار ہیں کہ نیکی کی حفاظت کریں اور فساد کو روکیں اور ہر اچھی بات کرنے والوں کے وہ مددگار ہوں خواہ وہ کوئی قوم ہو یا حکومت قرآن انتظام عالم کے ضروری سمجھتا ہے کہ شخصی استیلا و اقتدار کی مخالفت کرے اس کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں جو انسانوں کو محض اپنی رائے اور خواہش کے بنائے ہوئے احکام کی تعمیل پر مجبور کرے کا حق رکھتا ہے۔

جس چیز کا اختیار خود انبیاء کرام کو نہیں اس کا حق کسی دینی طاقت و حکومت کو بھی نہیں مل سکتا۔ البتہ وہ ملت اور جماعت کے اندر اپنی عقل کو مخفی نہلاتا ہے اور کہتا ہے:

وَدَّ يَسِيْرُ اللّٰهِ عَلٰى الْجَمَاعَةِ ۝

”اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔“ پس اس کے نزدیک وہی حکومت جائز ہو سکتی ہے جو شخصی نہ ہو بلکہ کسی ملت اور قوم کے ہاتھ میں ہو۔ اسی بنا پر اس نے باہمی مشورے اور اجتماع کا حکم دیا ہے۔

وَاٰمُرُهُمْ شُورًا مِّنْهُمْ ۝

اور ان کو حکم دیا کہ آپس میں مشورہ کر کے تمام کام انجام دیں۔

قرآن حکیم ایک عظیم آسمانی صحیفہ ہے۔ جسے اللہ تبارک تعالیٰ نے انسانیت کے پیشوائے عظیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

یہ کتاب آسمانی کتابوں میں سے آخری کتاب ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود اور ترقی و عروج کے لئے راہ نما اصول بیان کئے گئے ہیں۔

اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ الَّذِیْ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝

ایہ یہ وہ کتاب ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا تر ہے۔ یہ متقی و پرہیزگار لوگوں کے لئے ہدایت کے رستے متعین کرتی ہے۔

مادی اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس کتاب کی حقیقت اور وضع کرتے ہوئے فرمایا:

”میں نے تمہیں دو چیزیں چھوڑ دی ہیں، جہاد و ہجرت، جو تمہیں ان دونوں میں سے ایک میں سے چھوڑنے کی ضرورت ہے، اور جو چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔“

اس کے بعد اس نے فرمایا: ”جو تمہیں اس کتاب میں سے کوئی چیز یاد آئے، اسے اپنے دل سے نکلے اور اسے اپنے پیچھے چھوڑ دے، اسے اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔“

گویا قرآن شریف مسلمان معاشرہ کے لئے کتاب قانن کا درجہ رکھتا ہے جس کے اندر زندگی میں پیش آنے والے تمام معاشرتی و اقتصادی، سیاسی، اخلاقی مسائل، اعتقادات، عبادات کے واضح خطوط متعین و وضع کر دیئے گئے ہیں، جن کی بنیاد پر مسلمان ہر زمانہ میں ہر وقت ہر طرح کے مسائل تلاش کر سکتے ہیں۔

الغرض قرآن کریم مسلمانوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات، آئین زندگی اور قانن معاشرت ہے۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا :

اس بات سے ہر شخص آگاہ ہے کہ قرآن حکیم مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے یہ مذہبی ضابطہ بھی ہے اور سماجی بھی، دیوانی بھی اور فوجداری بھی، اور ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو ہماری زندگی کی ایک ایک چیز کا بندوبست

کرتا ہے۔ مذہبی مناسک و رسوم سے لے کر روزمرہ کے اعمال تک، روح

کی نجات تک، جسم کی صحت و صفائی تک، اجتماعی فرائض و حقوق سے

لے کر انفرادی فرائض و حقوق تک، اخلاقیات سے لے کر جرائم تک اور دنیا

کی تعزیرات سے لے کر اس دنیا کے مکانات تک، ہر چیز اس کے دائرہ کے

تحت ہے۔ احکام صرف روحانی اخلاق و تعلیمات تک ہی محدود نہیں، بلکہ

دنیا کی ہر ممکن نظام حیات ہے۔ جو اگرچہ اسلامی معاشرے کا بندوبست کرتا ہے

۱۱۔ اور اگرچہ اس کے اندر ایک ایک چیز کا بندوبست ہے۔

۱۲۔ اور اگرچہ اس کے اندر ایک ایک چیز کا بندوبست ہے۔

۱۳۔ اور اگرچہ اس کے اندر ایک ایک چیز کا بندوبست ہے۔

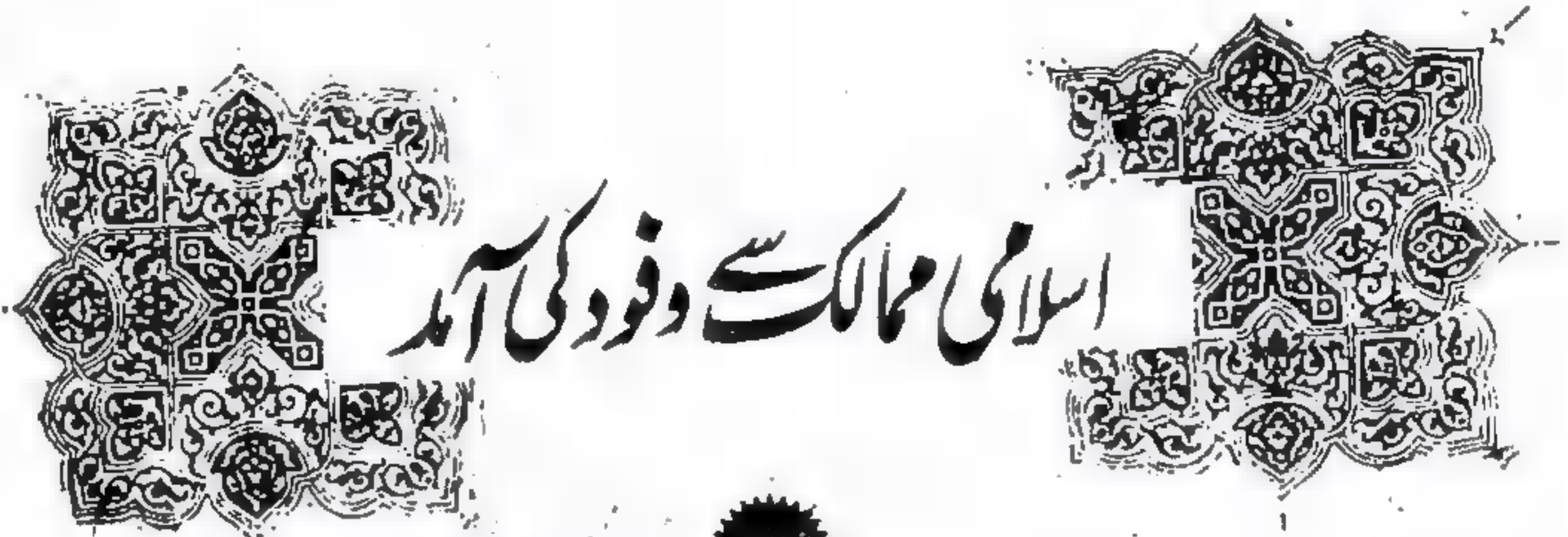
۱۴۔ اور اگرچہ اس کے اندر ایک ایک چیز کا بندوبست ہے۔

۱۵۔ اور اگرچہ اس کے اندر ایک ایک چیز کا بندوبست ہے۔

۱۶۔ اور اگرچہ اس کے اندر ایک ایک چیز کا بندوبست ہے۔

۱۷۔ اور اگرچہ اس کے اندر ایک ایک چیز کا بندوبست ہے۔

۱۸۔ اور اگرچہ اس کے اندر ایک ایک چیز کا بندوبست ہے۔



اسلامی ممالک کے وفد کی آمد

اسلامی کانفرنس میں شرکت کیلئے ۳۷ ملکوں اور تنظیموں کے وفد لاہور پہنچ گئے
تحریک آزادی فلسطین اور مومتر عالم اسلام کے وفد بطور مبصر شریک ہوئے

اسلامی سیکرٹریٹ کے زیر اہتمام لاہور میں ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء میں منعقد ہونے والی
اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے مشرق وسطیٰ، افریقہ اور جنوبی ایشیا سے ۱۸ فروری
تک ۳۷ اسلامی ملکوں اور تنظیموں کے سرکاری وفد لاہور پہنچ چکے تھے ان میں تحریک
آزادی فلسطین اور مومتر اسلامی کے وفد بھی شامل تھے جو بطور مبصر کانفرنس میں شریک ہوئے
اس سلسلے میں متعدد عرب امارتوں کے حکمران جن میں ابوظہبی کے امیر شیخ زید بن سلطان
بھی شامل تھے پہلے ہی یہاں پہنچ چکے تھے، جن سربراہوں کی آمد کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ ان
میں سعودی عرب کے شاہ فیصل، مصر کے صدر انور السادات، لیبیا کے صدر قذافی، شام کے
صدر حافظ الاسد، الجزائر کے صدر بومدینے، سوڈان کے صدر جعفر النمیری، تحریک آزادی
فلسطین کے سربراہ یا سرعرفت شامل تھے۔ عوامی جمہوریہ یمن کے وزیر اعظم علی ناصر محمد، لائبیا
کے وزیر اعظم تن عبد الرزاق اور لبنان کے وزیر اعظم صالح کی آمد بھی متوقع تھی۔ مومتر عالم اسلامی
کے وفد کی قیادت مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی کر رہے تھے۔

سربراہ کانفرنس کا ایجنڈا تیار کرنے کے لئے وزراء خارجہ کے دوروزہ اجلاس
میں شرکت کرنے والے ملکوں اور ان کے وفد کے قائدین کے نام حسب ذیل ہیں ان میں سے

بعض خود کے قائدین نے سربراہ کافرئیں میں بھی اپنے ممالک کی نمائندگی کی :

- ۱ : جناب عزیز احمد وزیر مملکت برائے امور خارجہ و دفاع -
- ۲ : ایران سے : جناب عباس علی خلعت باری وزیر خارجہ -
- ۳ : افغانستان سے : جناب عبدالرحمن ٹیہ واک سفیر متعینہ دہلی -
- ۴ : ترکی سے : جناب اسماعیل اکیتر نائب وزیر خارجہ (وزیر خارجہ دوران گینر کا انتظار ہے)
- ۵ : انڈونیشیا : جناب آدم ملک وزیر خارجہ -
- ۶ : ملائیشیا : جناب تنکو احمد رسالہ الدین وزیر اطلاعات -
- ۷ : عرب جمہوریہ مصر : جناب عبدالعزیز کمال نائب وزیر اعظم و وزیر اوقاف -
(وزیر خارجہ اسماعیل فہمی کا انتظار ہے)
- ۸ : سعودی عرب : جناب عمر ثقات وزیر خارجہ
- ۹ : شام : جناب عبدالحلیم خدام وزیر خارجہ -
- ۱۰ : متحدہ عرب امارتیں : (البطینی، قطر، دوبئی، کویت، بحرین وغیرہ)
خلیفہ سویدان، وزیر خارجہ
- ۱۱ : یمن سے : جناب عبداللہ وزیر خارجہ -
- ۱۲ : عراقی جمہوریہ یمن سے : جناب محمد صالح مطیع وزیر خارجہ -
- ۱۳ : الجزائر : جناب عبدالحمید عجالی ڈائریکٹر جنرل وزارت -
سیاسی امور (وزیر خارجہ کی آمد کا انتظار ہے)
- ۱۴ : عرب جمہوریہ لیبیا : جناب بو زید دروا وزیر اطلاعات و ثقافت -
- ۱۵ : مراکش سے : جناب احمد طیبی نمینا وزیر خارجہ -
- ۱۶ : تونس سے : جناب حبیب شطی وزیر خارجہ -
- ۱۷ : سوڈان سے : جنرل عبید انڈریک ٹرمی وزارت خارجہ
- ۱۸ : لبنان سے : جناب فرادناقہ وزیر خارجہ ۱۹ : البطینی : وزیر خارجہ
- ۲۰ : اردن : جناب قیس عبدالمنان وزیر خارجہ -

۲۱ : دہلی : سیکرٹری آفلی : ۲۲ : اکریت : وزیر خارجہ

۲۳ : بحرین : ۲۴ : قطر :

۲۵ : موریتانیہ : محمدی المتقاس وزیر خارجہ -

۲۶ : صومالیہ : جناب عمرات غالب وزیر خارجہ - ۲۷ : گنی : جناب کیسکر ڈیرے وزیر خارجہ

۲۸ : گیبون : وزیر صنعت -

۲۹ : یوگنڈا : جناب ایم رمضان وزیر برائے مارکیٹنگ اینڈ کراپیشن -

۳۰ : سیرالیون : الحاج اے بی اکیس جینیہ وزیر سماجی مذہبی و اسلامی امور

۳۱ : نامیبیا : جناب بخاری صبو وزیر خارجہ - ۳۲ : چاڈ : جناب چیرا بی ڈرالا وزیر خارجہ

۳۳ : مالی : جناب بویکارو سفیر متعینہ قاہرہ -

۳۴ : سینیگال : جناب سمباسرے سفیر متعینہ تھران -

۳۵ : مسقط : وزیر خارجہ -

۳۶ : اردن : سید آباح سیکرٹری امور خارجہ دارن کے وزیر اعظم بھی لاہور پہنچ چکے تھے -

اسلامی سربراہ کانفرنس میں پاکستان کے وفد کی قیادت وزیر اعظم بھڑنے کی -

اور مندرجہ ذیل حضرات بھی اس میں شامل تھے :

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو (چیرمین) دفاع اور امور خارجہ کے وزیر ملک مسٹر عزیز احمد

(رڈی پی چیرمین) وزیر اعظم کے معاون خصوصی برائے اطلاعات مسٹر یوسف نیک ، وزارت خزانہ

کے سیکرٹری جنرل مسٹر اے جی این قاضی ، وزارت خارجہ کے سیکرٹری مسٹر آغا شاہ سے ،

جنیوا میں پاکستان کے سفیر اور مستقل ناآئندے برائے اقوام متحدہ مسٹر نیاز سہیل ناٹیک اور

وزارت خارجہ میں افسر کارج خاص مسٹر ایم یونس :

دُفود کے قایدینے کے بیانات

مفتی اعظم فلسطین مبصر کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے تشریف لائے۔ ان کے چھ رکنی وفد میں حمید الحسینی - خالد عالیہ (عراق) ظہیر الدین قاضی اور آفتاب قریشی (پاکستان) بھی شامل تھے۔

✓ مفتی اعظم فلسطین سید کریم الحسینی نے اخبار نویسوں کو بیان دیتے ہوئے کہا : پاکستان نے اسلامی دنیا کے لئے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں مسلمان ممالک اس کے لئے سجدہ ممنون ہیں انہوں نے کہا کہ پاکستان ہمیشہ ہر میدان میں اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کے لئے پیش پیش رہا ہے مفتی اعظم آج یہاں ہوائی اڈے پر اخبار نویسوں سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں فلسطینی عوام کے مندوب کی حیثیت سے شریک ہوں گے۔

مفتی صاحب نے کہا کہ سربراہ کانفرنس سے صرف اسلامی دنیا میں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ اس سے پوری دنیا مستفیض ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے امن کا درس دیا ہے جو ساری دنیا کے لئے ہے مفتی صاحب نے کہا کہ وہ لاہور میں آکر بے حد خوش ہوئے ہیں۔ لاہور شاعر مشرق علامہ اقبال کا شہر ہے۔ جنہوں نے اسلامی اتحاد کو اپنے شاعرانہ پیغام کی بنیاد بنایا ہے۔ انہوں نے کہا علامہ اقبال نے ۱۹۲۱ء میں مسلم کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ جو بیت المقدس میں ہوئی تھی اور وہ کانفرنس کے ایگزیکٹو رکن بھی منتخب ہوئے تھے۔ مفتی اعظم نے مسلمانوں کے مسائل پر غور کرتے اور ان کے مثبت حل سے تلاش کرنے کے لئے اسلامی سربراہ کانفرنس بلانے پر حکومت پاکستان کا دل شکریہ بھی ادا کیا۔

سربراہ کانفرنس سے مسلم اتحاد اور مشرق وسطیٰ کے مسئلہ پر عربوں کا موقف مستحکم ہو گا ————— فوادنافہ

لبنان کے وزیر خارجہ فوادنافہ نے کہا ہے کہ حکومت لبنان مسلمان کے عالمی اتحاد کی حامی اور مشرق وسطیٰ اور فلسطین کے مسائل کے متعلق مسلمانوں کے موقف اور مقاصد سے پوری طرح اتفاق رکھتی ہے۔ اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے لبنان کے لو اعلیٰ حکام پر مشتمل وفد کے ہمراہ لاہور پہنچنے پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے لبنان کے وزیر خارجہ نے کہا: لبنان عربوں کے موقف کا پر جوش حامی ہے اور فلسطین سمیت تمام مقبوضہ عرب علاقوں سے اسرائیلی فوج کی داپسی پر زور دیتا ہے لاہور کے ہوائی اڈے پر لبنان کے وزیر خارجہ فوادنافہ کا استقبال پنجاب کے وزیر آبپاشی ڈاکٹر عبدالحق اور دوسرے حکام نے کیا۔

فوادنافہ نے توقع ظاہر کی کہ اسلامی کانفرنس سے مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی کی جارحیت کو ختم کرانے کی راہ ہموار ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ عرب ملکوں سمیت تمام مسلمان ملکوں کے سربراہ اس موقع پر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور مشرق وسطیٰ کے مسئلہ پر مشترکہ موقف اختیار کریں گے۔ فوادنافہ نے کہا کہ فلسطین کا مسئلہ بہت صاف اور واضح ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ فلسطینیوں کو حق خود ارادیت ملنا چاہیے۔ اب مسیحی ملکوں کے عوام اور حکومتیں بھی مشرق وسطیٰ اور فلسطین کے مسئلہ کو سمجھنے لگی ہیں اور وہ بھی فلسطینی عوام کے موقف کی حمایت کرتے لگی ہیں لبنان کے وزیر خارجہ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں کوئی دوسرا بھی مسئلہ پیش کریں گے انہوں نے کہا کہ سربراہ کانفرنس کے انعقاد کا مقصد مشرق وسطیٰ اور فلسطین کے مسائل پر تبادلہ خیال اور غور و خوض کرنا ہے اور میری حکومت ان مسائل پر عربوں کے موقف کی حمایت کرتی ہے ایک دوسرے سوال کے جواب میں فوادنافہ نے کہا کہ اس کانفرنس کے باعث سیاسی اور دوسرے شعبوں میں مسلمان ملکوں کے درمیان تعاون پیدا ہو گا۔

شام کے وزیر خارجہ عبدالحکیم خدام کا بیان

شام کے وزیر خارجہ عبدالحکیم خدام کے ہمراہ شامی وزارت خارجہ کے اعلیٰ افسر تھے لبنان کے وزیر خارجہ طور و فلاح ندرکنی وفد کی قیادت کر رہے تھے۔ مراکش وزیر خارجہ احمد طیبی بن ہیمہ کے ہمراہ مراکش وزیر اوقاف اور مراکش وزیر اعظم کے سیکرٹری تھے ان کے علاوہ البوٹبی کے وزیر پٹرولیم اور شیخ البوٹبی کے مشیر بھی لاہور پہنچ گئے۔ دس رکنی مصری وفد، صومالیہ کا چار رکنی وفد، الجزائر کے دو افسر، متحدہ عرب امارت لیبیا کے دو مندوب اور زائرے کے سفیر بھی لاہور آئے۔ اخبار نویسوں کی بڑی تعداد لاہور پہنچ گئی ہے۔ یہ اسلامی کانفرنس کی خبریں اپنے ملکوں کو بھیجیں گے۔ رات متحدہ عرب امارت کے وزیر خارجہ اور وزیر اوقاف، سوڈان کی وزارت خارجہ کے انڈر سیکرٹری لاہور پہنچے تھے۔ ان کے علاوہ گنی کے وزیر خارجہ اور گیبون کے وزیر صنعت بھی آج لاہور پہنچے۔

اسلامی سربراہ کانفرنس قائد اعظم کے خوابوں کی تعبیر ہے

مراکش وزیر خارجہ

وزیر اعظم بھٹو اتحاد اسلامی کیلئے قائد اعظم کا مشن پورا کر رہے ہیں

مراکش کے وزیر خارجہ احمد طیبی بن ہیم نے کہا ہے کہ لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس قائد اعظم کے خوابوں کی تعبیر ہے انہوں نے کہا قائد اعظم محمد علی جناح اسلامی اتحاد کے بہت بڑے داعی تھے انہوں نے ملت اسلامیہ کے حقوق کی ہمیشہ ہی حمایت کی وہ چاہتے تھے کہ تمام دنیا کے مسلمان متحد ہو جائیں اور ہر معاملے میں یک زبان ہو کہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔ چنانچہ آج اسلامی سربراہ کانفرنس کی صدارت میں ہم قائد اعظم کی تعبیر دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ یہ کانفرنس ایک ایسے ملک میں منعقد ہو رہی ہے جسے قائد اعظم نے خود بنایا تھا۔

وزیر خارجہ مراکش نے کہا : مراکش کے عوام لاہور سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔

وہ یہاں کے عوام کے بھی بے حد مداح ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں جب فرانس نے مراکش پر حملہ کیا تھا تو لاہور کے عوام نے اس جارحیت کے خلاف زبردست مظاہرے کئے تھے انہوں نے کہا اس لحاظ سے بھی میں لاہور میں آکر بیحد خوش ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ وزیر اعظم بھٹو قائد اعظم کے مشن ہی کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

اسرائیل کو عربوں کے تمام علاقے خالی کرتے پڑیں گے

شامی وزیر خارجہ عبدالمحلیم خدام نے لاہور پہنچنے پر کہا کہ ہم پاکستان کے مشکور ہیں جس نے اسلامی سربراہ کانفرنس کا اہتمام کیا جو عالم اسلام کے مسائل پر غور کرے گی۔ انہوں نے امیر ظاہر کی کہ سربراہ کانفرنس سے جو ہمارے مشترکہ دشمن کے خلاف دیر پا اور دور رس نتائج برآمد ہوں گے، دوسرے اس کے باعث عالم اسلام کے سیاسی مسائل کے حل کی راہ نکل آئے گی۔

عربوں کے تمام علاقوں سے اسرائیلی فوجوں کو نکلنا پڑے گا۔ جولان پر صفت آرائی کا خاتمہ اس مسئلے کے حل کی جانب ایک قدم ثابت ہو گا۔ اس سوال کے جواب میں کہ اگر جولان میں صفت آرائی ختم کرنے کے لئے معاہدہ ہو گیا تو کیا امریکا کے خلاف تیل کی پابندی ختم کر دی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ تیل کا مسئلہ تیل پیدا کرتے والے ملکوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ ہی اس بارے میں کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ جب ان سے یورپی ممالک میں پیدا ہونے والے اس تاثر پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا گیا کہ اگر جولان میں فوجوں کی علیحدگی کا مرحلہ طے ہو گیا تو تیل کی پابندی ختم ہو جائے۔

شامی وزیر خارجہ نے کہا کہ میں ایسا خیال نہیں کرتا اس سوال کے جواب میں سربراہ کانفرنس کے علاوہ کیا یہاں عرب سربراہ اجلاس کا کوئی امکان ہے تو انہوں نے یہ کہا کہ کانفرنس میں عرب سربراہ موجود ہوں گے۔ اس بارے میں وہی کچھ فیصلہ کر سکتے ہیں۔

لیبیا نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے

لیبیا کے وزیر اطلاعات و ثقافتی امور عمر لونزیر دروانے کہا ہے کہ لیبیا کے عوام اپنے پاکستانی بھائیوں کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں براہِ ملک آپس میں محبت اور خلوص کے رشتہ میں منسلک ہیں وہ یہاں ایک استقبالیہ میں تقریر کر رہے تھے جو ان کے اور لیبیا کے صحافیوں کے وفد کے اعزاز میں پاکستان لیبیا اتحاد ایسوسی ایشن کی طرف سے دیا گیا۔

انہوں نے کہا کہ جنگِ دیش کے بارے میں لیبیا کے موقف بالکل وہی ہے جو پاکستان کا ہے۔ لیبیا کی حکومت نے جنگِ دیش کے بارے میں اپنا موقف بہت پہلے واضح کر دیا تھا، اور آج بھی وہ اس پر قائم ہے۔ انہوں نے وزیرِ اعظم بھٹو کے سیاسی تدبیر کی تعریف کی اور مسلمان ملکوں کو متحد کرنے کی کوششوں کو سراہا انہوں نے کہا کہ وزیرِ اعظم بھٹو کا یہ کارنامہ سنہری حریت میں لکھا جائے گا۔ لیبیا کے وزیر اطلاعات نے کہا کہ لیبیا کی حکومت اور عوام یقین رکھتے ہیں کہ وزیرِ اعظم بھٹو کی کوششوں کی بدولت اسلامی کانفرنس کامیاب ہو جائے گی انہوں نے کہا کہ لیبیا حق کی حمایت کرتا رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ پاکستان کی حمایت کرتا رہا ہے انہوں نے کہا کہ سامراجی طاقتوں نے مسلم اتحاد کی قوت کو بہت پہلے بجا ناپ لیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو کبھی متحد نہیں ہونے دیا۔

ہم پاکستان کے لئے محبت اور خیر سگالی کے جذبات لائے ہیں: عبد المنعم

اردن کے شاہ حسین کے ذاتی نمائندے اور بین الاقوامی امور کے مشیر مسٹر عبد المنعم رفاعی نے کہا کہ وہ وزیرِ اعظم بھٹو حکومت پاکستان اور پاکستان کے عوام کے لئے محبت اور خیر سگالی کے جذبات لائے ہیں اردن سے یہاں پہنچنے پر ہوائی اڈے پر اختیاری نامہ نگاروں سے بات چیت کر رہے تھے وہ اسلامی ملکوں کے وزراء نے خارجہ کی کانفرنس میں اپنے ملک کے وفد کی قیادت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اردن کے عوام پاکستان کو اپنا وطن اور پاکستان کے

عوام کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ وزیر اعظم بھٹو نے اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے لئے جو کوششیں کی ہیں اور جس طرح وہ بار آور ہوئی ہیں اس پر وزیر اعظم مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس کے علاوہ وزیر اعظم مسٹر بھٹو یہ بھی چاہتے تھے کہ یہ کانفرنس لاہور میں ہو۔ وزیر اعظم کا یہ جذبہ قابلِ تدریس اور ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

میں وزیر اعظم بھٹو اور پاکستانی عوام کیلئے نیک تمنائیں لایا ہوں

لاہور کے ہوائی اڈے پر مصر کے نائب وزیر اعظم ڈاکٹر کمال کا بیان عرب جمہوریہ مصر کے نائب وزیر اعظم مسٹر عبدالعزیز کمال نے کہا کہ پاکستان میں ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس کامیاب ہوگی۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور پہنچنے کے بعد ہوائی اڈہ پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کانفرنس کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات لے کر آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے عوام اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے لئے مصر کے عوام اور حکومت کی نیک تمنائیں ساتھ ہیں۔

پاکستان انٹرنیشنل ائر لائنز کا بوئنگ جیٹ جب معزز مہانوں کو لے کر لاہور کے ہوائی اڈہ پر اترا تو پاکستان کے وزیر مملکت برائے امور خارجہ مسٹر عزیز احمد نے مہانوں کا خیر مقدم کیا۔ طیارہ میں سب سے پہلے مصر کے نائب وزیر اعظم مسٹر عبدالعزیز کمال باہر آئے ان کے ساتھ اسی طیارہ میں جمہوریہ شام کے وزیر خارجہ جناب بدراتا، نائیجیریا کے وزیر خارجہ جناب نجاری سالو، ماریطانیہ کے وزیر خارجہ جناب حمدی المتفاس اور صومالیہ کے وزیر خارجہ جناب عمر آرتے غالب بھی لاہور پہنچ گئے۔

جناب عزیز احمد معزز مہانوں کو لے کر خصوصی لاؤنج میں آئے، یہاں مہانوں کی تواضع کی گئی۔ وزارت خارجہ کے افسر مہانوں کی دیکھ بھال کے لئے ہوائی اڈہ پر موجود تھے جناب عزیز احمد کے ہمراہ مصر کے نائب وزیر اعظم، جمہوریہ شام کے وزیر خارجہ، نائیجیریا کے وزیر خارجہ، ماریطانیہ اور صومالیہ کے وزیر خارجہ بھی تھے۔ یہاں اخبار نویسوں سے مصر کے نائب وزیر اعظم نے معزز مہانوں کی جانب سے بات چیت کی۔

پاکستان ہمیشہ عربوں کے موقف کی حمایت کی ہے
 الجزائر کانفرنس کو کامیاب بنانے کی پوری کوشش کریگا۔
 ————— عبد الحمید الحجالی کا انٹرویو —————

الجزائر کی وزارت سیاسی امور کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر عبد الحمید الحجالی نے کہا ہے کہ پاکستان نے عربوں کے موقف کے سلسلہ میں مکمل یک جہتی کا جو اظہار کیا ہے۔ الجزائر ان کے عوام اس کے لئے بیحد شکر گزار ہیں۔ وہ کراچی سے لاہور پہنچنے پر اخباری نمائندوں سے باتیں کر رہے تھے اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں اپنے ملک کی نمائندگی کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ اور ان کے وفد کے ارکان برادر ملک پاکستان آکر بہت خوش ہوتے ہیں کیونکہ پاکستانی عوام ہماری جنگ آزادی میں ہماری ہمیشہ حمایت کرتے رہے ہیں جب ان سے کانفرنس میں زیر بحث آنے والے اہم امور کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ کانفرنس وزیر اعظم بھٹو کے ایکا پر بلائی گئی ہے۔ اور اس کا واحد مقصد یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کے سوال پر غور کیا جائے اس لئے کانفرنس میں مشرق وسطیٰ کے مسئلہ پر زیادہ توجہ دی جائے گی۔

مسٹر عبد الحمید الحجالی نے کہا کہ میرا وفد کانفرنس کو زیادہ کامیاب بنانے کی پوری پوری کوشش کرے گا۔ ہم اسلامی ممالک میں بہتر اتحاد قائم کرنے کی بھی پوری پوری کوشش کریں گے اور اس سلسلہ میں کھلے دل سے متعلقہ امور پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔ انہوں نے مشرق وسطیٰ کے بارے میں ایک سوال پر بتایا کہ اس کا ابتدائی کام ہی یہ ہوگا کہ اسرائیل کے قبضہ سے عربوں کے مقبوضہ علاقے خالی کرائے جائیں اور فلسطینیوں کے حقوق کو تسلیم کرایا جائے۔

بنگلہ دیش کا نمائندہ ہمارے ساتھ شاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کریگا : آدم ملک

انڈونیشیا کے وزیر خارجہ مسٹر آدم ملک نے یہاں پہنچنے پر اخباری نمائندوں کو بتایا کہ تمام اسلامی ملکوں کے سربراہ اور وزرائے خارجہ اور ان کے وفد کے ارکان ایک ساتھ نماز جمعہ

ادا کریں گے اور نمازیوں میں بنگلہ دیش کے نمائندے بھی شامل ہوں گے۔
 ڈاکٹر آدم ملک نے بتایا کہ بنگلہ دیش کی حکومت نے انہیں یقین دلاتی کرائی ہے
 کہ وہ یہ ضمانت دینے کو تیار ہے کہ سربراہ کانفرنس میں شرکت کے سلسلہ میں جو مسئلہ در
 پیش ہے اس کا تسلی بخش تصفیہ ہو جائے گا اس ضمن میں پاکستان کے ۱۹۵ جنگی قیدیوں پر
 مقدمے چلانے کے مسئلہ کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے ڈاکٹر آدم ملک نے کہا میں یہ سمجھتا
 ہوں کہ تسلی بخش تصفیہ سے مراد یہ ہے کہ پاکستان کے ۱۹۵ جنگی قیدیوں سے پر مقدمے نہیں
 چلائے جائیں گے۔

افغانستان مسلمان ممالک سے تعاون کے لئے تیار ہے

بھارت میں افغانستان کے سفیر مسٹر عبدالرحمن پٹواک نے امید ظاہر کی ہے کہ اسلامی
 کانفرنس کامیاب ہوگی کیونکہ اس میں مشرق وسطیٰ کی صورت حال زیر بحث آئے گی جس کا حل
 سجد ضروری ہے۔ سربراہ کانفرنس میں افغانستان کے وفد کی نمائندگی کے لئے دہلی سے لاہور
 پہنچنے کے بعد اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے یہ بات کہی، ہوائی
 اڈہ پر افغان سفیر کا استقبال پاکستان کے وزیر مملکت امور خارجہ مسٹر عزیز احمد، وزارت
 خارجہ کے افسروں اور پاکستان میں متعین افغان سفیر نے کیا۔

سربراہ کانفرنس کے لئے افغان وفد کے سربراہ نے کہا کہ مجھے پاکستان آکر خوشی ہوئی
 ہے۔ یہ بات میرے لئے خوشی کا باعث ہے کہ میں مسلم سربراہ کانفرنس میں افغانستان کے
 سربراہ سردار داؤد اور افغان حکومت کی نمائندگی کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں امید ہے
 کہ سربراہ کانفرنس کامیاب ہوگی۔ اس میں مشرق وسطیٰ کے مسائل جو یقیناً بہت اہم ہیں اور جن کا
 حل بھی نہایت ضروری ہے زیر بحث آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں امن قائم رکھنے کے
 لئے بھی ضروری ہے کہ ان مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ افغان سفیر نے کہا کہ پاکستان سے
 افغانستان کے سیاسی اختلافات کے باوجود افغانستان کی عرب ممالک سے دوستی، اتحاد اور
 بھائی چارے کے لئے ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ افغانستان کانفرنس سے باہر نہ رہے۔

انہوں نے کہا کہ افغانستان کو اسلامی سیکرٹریٹ کے علاوہ پاکستان کی جانب سے بھی دعوت نامہ ملا، ہمیں اس کی خوشی ہے اور اس لئے بھی ہم نے کانفرنس میں شرکت قبول کر لی ہے۔

حسن التہامی نے وزیر اعظم کو صد بیدینے اور سادات کی کوششوں سے آگاہ کر دیا

۱۸ فروری کو اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن التہامی نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ اسلامی کانفرنس میں جنگ دیش کی شرکت کے مسئلہ پر بات چیت کی۔ مسٹر حسن التہامی نے وزیر اعظم بھٹو کو الجزائر کے صد بیدینے اور مصر کے سادات کی ان کوششوں سے آگاہ کیا جو وہ جنگ دیش کو کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اسلامی کانفرنس کے انتظامات اور بعض دوسرے امور پر بھی بات چیت کی۔

ایران کے وزیر خارجہ مسٹر خلعت باری نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی اور انہیں شہنشاہ ایران کے خاص پیغامات بتائے۔ ایرانی وفد کے دو ارکان اور پاکستان میں ایران کے سفیر مسٹر منوچہر ظلی بھی ان کے ساتھ تھے۔

بعد میں لیبیا کے وزیر اطلاعات مسٹر ابو زید عمر دروا بھی وزیر اعظم سے ملنے گئے ان کے ہمراہ پاکستان میں لیبیا کے سفیر مسٹر ابوالہجیم الحرجی اور وفد کے دوسرے ارکان بھی تھے۔

کانفرنس کے بعد عالم اسلام اسرائیلی جارحیت کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جائے گا۔

عبدالحلیم الخدام کا انٹرویو

شام کے وزیر خارجہ عبدالحلیم الخدام نے کہا ہے کہ اگر سربراہ کانفرنس میں شریک عرب ممالک کے سربراہوں نے مناسب سمجھا تو کانفرنس کے بعد یا اس کے دوران عرب سربراہ کانفرنس کے انعقاد کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آج اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے لہر مچنے کے بعد ہوائی اڈہ پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے امید ظاہر کی کہ اسلامی سربراہ کانفرنس کے بہتر نتائج برآمد ہوں گے اور اس کے بعد مسلمان اسرائیلی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوں گے۔

پاکستان نے عظیم خدمت انجام دی ہے : عبدالعزیز کا ل

✓ مصر کے نائب وزیر اعظم جناب عبدالعزیز کا ل نے کہا کہ لاہور میں ہونے والی اسلامی سربراہ کانفرنس دنیا کے ۱۰۰ کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کر رہی ہے اور پاکستان نے یہ سربراہ کانفرنس بلا کر مسلمانوں کی عظیم خدمت انجام دی ہے وہ آج یہاں لاہور ٹیلیوژن پر عربی میں تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا پاکستان کی قیادت عالم اسلام کی اس خدمت پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ جناب کا ل نے کہا کہ صد سادات اور دریائے نیل کے کنارے آباد لوگ پاکستان کے عوام اور حکومت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ حالیہ عرب اسرائیل جنگ میں مادر وطن کا دفاع کرنے والے فوجی بھی اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد کرنے پر پاکستان کے شکر گزار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حالیہ جنگ سے عربوں کو نئی زندگی ملی ہے۔

ڈاکٹر کا ل نے کہا کہ لاہور پہنچتے ہی میں بادشاہی مسجد گیا اور علامہ اقبال کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ جنہوں نے مذہب اسلام کی بنیاد پر محبت اور اخوت کا پیغام دیا تھا جس کی بازگشت اچھے ملک دنیا میں باقی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قائد اعظم نے بھی ہمیشہ برادرانہ تعلقات کی بنیاد پر مسلمانوں میں اتحاد قائم کرنے کی وکالت کی انہوں نے کہا کہ اسلامی سربراہ کانفرنس قائد اعظم کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے اور فلسطینی عوام کے حقوق بحال کرنے کی کوشش کرے گی۔ مصر کے نائب وزیر اعظم نے کہا کہ علامہ اقبال کی تخلیقات پاکستان کی عظیم میراث ہیں۔

اسلامی کانفرنس عالم اسلام کے احیاء کا نقطہ آغاز ثابت ہوگی

وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات اور اوقات و حج مولانا کوثر نیازی نے کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس سے عالم اسلام کے اتحاد کا وہ خواب شرمندہ تعبیر ہو رہا ہے جو شام مشرق علامہ اقبال نے دیکھا تھا انہوں نے کہا کہ یہ کانفرنس عالم اسلام کے عروج اور سر بلندی کے احیاء کا نقطہ آغاز ہے جس سے ترقی کا وہ سفر پھر سے شروع ہو جائے گا جس کا سلسلہ تقریباً ایک صدی پہلے

منقطع ہو گیا تھا انہوں نے ان تاثرات کا اظہار ڈنڈہ میں شریک ملکی اور غیر ملکی صحافیوں کی بڑی تعداد سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ مولانا نے اس تقریب کے دوران عرب ترک ایران سے اور افریقی صحافیوں سے مصافحہ کیا اور ان کی خیریت دریافت کی۔

تاریخی شہر | مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ یہ کانفرنس ایسے شہر میں منعقد ہو رہی ہے جس کے چپے چپے پر تاریخ کے نقش ثبت ہیں۔ یہ شہر صدیوں سے علماء شعراء صوفیائے کرام اور مختلف علوم و فنون کے ماہرین کا مرکز رہا ہے۔ بغداد، غزنی، سمرقند اور بخارا تک کے اہل کمال کھنچ کھنچ کر یہاں آئے رہے برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی و تہذیبی زوال کی تاریخ بھی شہر لاہور کے انحطاط کی تاریخ ہے لیکن جب مسلمانوں نے اپنے ملی تہذیبی اور سیاسی تشخص کی جدوجہد کا آغاز کیا تو یہ سفر بھی اسی شہر سے شروع ہوا۔ یہ شہر لاہور کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ایشیا اور افریقہ کے رہنماؤں کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا ہے عالم اسلام کے مفکرین ایک جگہ جمع ہو کر عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کے لئے راہیں متین کر رہے ہیں مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ ان کی وزارت نے اسلامی کانفرنس کی خبروں کے سلسلے میں مہمان صحافیوں کی تمام پیشہ ورانہ ضروریات پوری کرنے کے لئے انتظامات کئے ہیں میں خود واپڈا بلڈنگ میں دفتر قائم کر کے وزارت کے کارکنوں کے کام کی نگرانی کرتا رہا ہوں اس کے باوجود مجھے احساس ہے کہ ہم سے کچھ کوتاہیاں یقیناً سرزد ہوئی ہوں گی۔ جس کے لئے میرے ان سے معافی کا خواستگار ہوں انہوں نے کہا کہ پاکستان کی وزارت اطلاعات کے لئے صحافیوں کی اتنی بڑی تعداد کا یہاں جمع ہونا بھی ایک تاریخی واقعہ ہے جن کے لئے ٹیلیکس، ٹیلی پرنٹر، ٹیلیفون، ریڈیو فوٹر، وائس کاسٹ اور ٹیلی کاسٹ کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔

وزارت خارجہ کے اجلاس

اسلامی سربراہ کانفرنس کا ایجنڈا تیار کرنے کے لئے ۲۱ ممالک اسلامیہ کے
وزارت خارجہ کی کانفرنس کا اجلاس ۱۹ فروری کی سہ پہر کو اسمبلی کی عمارت
میں شروع ہو گیا

ان اکیس ملکوں کے سربراہوں کے علاوہ آزادی فلسطین کی تنظیم کے نمائندے اور مفتی
فلسطین نے بھی اجلاس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جس کا اہتمام اسلامی سیکرٹریٹ نے کیا۔
اور جس کی میزبانی کا شرف پاکستان کو حاصل ہوا۔ ۳۰ اسلامی سیکرٹریٹ کے رکن ممالک تھے
علاوہ ازیں گیبون جو اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن نہیں ہے وہ بھی کانفرنس میں شریک تھا۔
وزارت خارجہ کی کانفرنس کا سب سے اہم مسئلہ سربراہی کانفرنس کے ایجنڈے کی
تیاری تھا اور خیال تھا کہ ان ممالک کی وزارت خارجہ کے افسران نے اپنے کل کے اجلاس
میں ایجنڈے پر جو ابتدائی گفتگو کی اس کی روشنی میں وزارت خارجہ ایجنڈے کا معاملہ طے
کر دیں گے۔ ایجنڈے کے سلسلہ میں اس وقت دو واضح رجحان موجود تھے ایک رجحان تو یہ کہ
جس مقصد کے لئے یہ کانفرنس طلب کی گئی ہے اسی تک یہ کانفرنس محدود رہے۔ اور
صرف عربوں کے مقبوضہ علاقوں کی واکزاری اور بیت المقدس کی آزادی کے عزم تک اپنی
توجہ مرکوز کرے۔

دوسرا رجحان یہ کہ الجزائر نے عرب سربراہوں کی کانفرنس میں جو قراردادیں منظور ہوئی
تھیں ان قراردادوں سے متعلق تمام مسائل کو زیر غور لایا جائے لیکن بہت سے ممالک ان
تمام قراردادوں کا یہاں اس کانفرنس میں اعادہ نہیں کرنا چاہتے تھے ان ہر دو رجحانات
کا اظہار مختلف ممالک کے وفد کے قائدین کے ان خیالات سے بھی ہوتا تھا جن کا اظہار

انہوں نے ہوائی اڈے پر کیا مثلاً شام کے وزیر خارجہ نے واضح الفاظ میں کہا کہ کچھ فیصلے عرب سربراہوں نے اجراء میں کئے تھے اس کانفرنس کا ان فیصلوں سے گہرا تعلق ہے لیکن انہی خیالات کے برعکس ایران اور افغانستان کے وفد کے قیام پر اس امر پر اصرار کیا تھا کہ اس کانفرنس کو عرب مقبوضہ علاقوں کی داکٹری اور بیت المقدس کی آزادی کے حصے تک محدود ہونا چاہیئے۔

سربراہ کانفرنس میں مدعو ملکوں کے اعلیٰ افسروں کے اجلاس میں کانفرنس کے متعلق تنظیمی امور اور طریق کار کے بارے میں غور کیا گیا یہ اجلاس تین بجے سہ پہر شروع ہوا اور رات گئے تک جاری رہا۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور پہنچنے والے اسلامی ملکوں کے اعلیٰ افسروں کا یہ پہلا باقاعدہ اجلاس تھا اس اجلاس میں وزراء خارجہ کا اجلاس کے طریق کار اور ابتدائی ایجنڈے کے بارے میں اتفاق رائے سے فیصلے کر لئے گئے اس اجلاس کی صدارت پاکستان کے سیکرٹری امور خارجہ آغا شاہی نے کی انہوں نے افتتاحی تقریر میں اجلاس میں شریک مسلمان ملکوں کے اعلیٰ افسروں کے تدبیر اور صلاحیتوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور توقع ظاہر کی۔ اجلاس میں شریک یہ اعلیٰ حکام وزراء خارجہ کے ہونے والے اجلاس اور سربراہ کانفرنس کے لئے ابتدائی امور کو بہتر طور پر انجام دیں گے۔

سیکرٹری امور خارجہ آغا شاہی نے اپنی افتتاحی تقریر میں مشرق وسطیٰ کی حالیہ جنگ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس جنگ کا اثر صرف عرب ملکوں ہی پر نہیں پوری دنیا کے حالات پر پڑا ہے۔ ان واقعات نے پوری دنیا کے سیاسی اور اقتصادی ڈھانچے کے لئے دور رس نتائج مرتب کئے ہیں انہوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ اسلامی سربراہ کانفرنس ان مسائل کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ بدوگرام کے منطابق وزراء خارجہ کا اجلاس آج صبح شروع ہونا تھا لیکن بعض وزراء خارجہ کے بروقت لاہور نہ پہنچنے کے باعث یہ سہ پہر شروع ہو سکا۔

قرار دادیں مرتب کرنے کیلئے سترہ رکنی کمیٹی مقرر کر دی گئی

۲۰ فروری کو وزراء خارجہ کا اجلاس دو نشستوں کے بعد ختم ہو گیا اور اس نے

ایک شق کا ایجنڈا اتفاق رائے سے منظور کر لیا اس ایجنڈے کی رو سے اب اسلامی سربراہوں کی کانفرنس مشرق وسطیٰ کی صورتحال، فلسطین کا مسئلہ اور بیت المقدس کی آزادی پر جو تمام مسلمانان عالم کو عزیز ہے غور کیا جانا تھا۔

اس کانفرنس نے سترہ رکنی ایک ڈرافٹنگ کمیٹی بھی نامزد کی جسے سربراہوں کے غور کے لئے قرار دادیں مرتب کرنا تھیں۔ ان قرار دادوں پر وزرائے خارجہ غور کر سکتے تھے۔ لیکن وزرائے خارجہ کے آئندہ اجلاس کے لئے کوئی وقت مقرر نہ کیا گیا۔

اس کانفرنس نے فلسطین کی تنظیم آزادی کو بھی سربراہوں کی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینے کا فیصلہ کیا کہ اس تنظیم کے سربراہ یا سرعزات سربراہوں کے اجلاس میں شریک ہوں گے۔ اس سے پہلے وزرائے خارجہ کا ایک اجلاس ہوا جس میں کمیٹی مقرر کی گئی جس کے سپرد قرار دادیں اور دوسری دلائل و تائیدیں مرتب کرنے کا کام تھا۔ وزرائے خارجہ کے اجلاس کی صدارت پاکستان کے وزیر مملکت برائے امور خارجہ عزیز احمد نے کی۔ کمیٹی کے رکن انہوں سے لئے گئے۔ افغانستان، الجزائر، مصر، گنی، انڈونیشیا، ایران، اردن، کویت، لبنان، پاکستان، تنظیم آزادی فلسطین، سعودی عرب، سینیگال، صومالیہ، سوڈان، شام اور متحدہ عرب امارت۔

ایسی سی ایڈ پریس آف پاکستان کے مطابق ایک ترجمان سے پوچھا گیا کہ کیا بنگلہ دیش کے مسئلہ پر کوئی رائے قائم کی گئی ہے۔ ترجمان نے جواب دیا کہ اس کے بارے میں بتا دیا جائیگا۔ قلیات میں مسلمانوں پر تشدد کا مسئلہ زیر غور آنے کے متعلق سوال پر ترجمان نے بتایا کہ ایجنڈے سے ساری بات واضح ہے۔ پاکستان پریس انٹرنیشنل کے مطابق آج وزرائے خارجہ کا اجلاس ۵ صمت جاری رہا اور خیال تھا کہ اجلاس اسی دن دوبارہ ہوگا۔

نایجرا اور نٹاد (جہاد) کے سفیر بھی اسی دن لاہور آئے اس سے پہلے کہ اپچی میں انہوں نے بتایا کہ دونوں ملکوں کے سربراہ بہت جلد خصوصی طیاروں سے لاہور پہنچنے والے ہیں۔ الجزائر نے کی وزارت خارجہ کے ڈائریکٹر جنرل بھی اسی دن لاہور آئے بہت سے مسلمان ملکوں کے مزید اخباری نمائندے بھی لاہور پہنچ گئے۔

گزشتہ رات وزرائے خارجہ کے اجلاس کے اختتام پر کانفرنس کے ترجمان اور وزارت خارجہ کے سیکرٹری آغا شاہی نے بتایا تھا کہ جملہ مزید ملکوں کیسوں، یوگنڈا، گیمبیا، کیمرون، ایروڈوٹا اور گنی کو اسلامی کانفرنس میں شریک کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے یہ سب افریقی ہیں آغا شاہی نے بتایا کہ وزارت خارجہ نے عوامی جمہوریہ مین کو اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن تسلیم کر لیا ہے۔ اس طرح کانفرنس میں شریک مسلمان ملکوں کی تعداد ۳۷ ہو گئی ہے ایک اہم چیز یہ ہے کہ عراق نے کانفرنس میں مبصر کے طور پر شریک ہونے کی درخواست کی ہے جسے منظور کر لیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ پامر عرفات سربراہ مملکت کی حیثیت سے کانفرنس میں شریک ہونے کو مقرر عالم اسلامی کا وفد مہمان کی حیثیت سے شریک ہو رہا ہے۔

وزرائے خارجہ نے جنگلہ دیش کی شمولیت کے سوال پر غور کیا

اسلامی سربراہ کانفرنس کے ترجمان اور پاکستان کے سیکرٹری خارجہ مسٹر آغا شاہی نے بتایا ہے کہ اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں جنگلہ دیش کی سربراہ کانفرنس میں شمولیت کا جائزہ لیا گیا۔ تاہم اس سلسلہ میں وزرائے خارجہ کو باہمی صلاح و مشورہ کا وقت نہیں ملا توقع ہے کہ کل تک کوئی ٹھوس بات سامنے آجائے گی۔ وہ وزرائے خارجہ کے پہلے اجلاس کے بعد اخباری نمائندوں سے بات چیت کر رہے تھے۔

مسٹر آغا شاہی نے وضاحت کی اجلاس کے ایجنڈے پر جنگلہ دیش کا مسئلہ کسی خاص تجویز کی حیثیت سے نہیں ہے تاہم یہ حقیقت ہے کہ متعدد دوست اسلامی ممالک کے سربراہ اس مسئلہ پر گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ برصغیر میں حالات معمول پر آجائیں اور وہ اس مسئلہ پر سرگرمی سے غور کر رہے ہیں ان سے دریافت کیا گیا آیا جنگلہ دیش سربراہ کانفرنس میں شرکت کرے گا انہوں نے جواب دیا میں کسی قسم کی تیاس آرائی کرنا نہیں چاہتا بلاشبہ جنگلہ دیش نے سربراہ کانفرنس میں دلچسپی ظاہر کی ہے لیکن اس نے اسلامی سکرٹریٹ کی رکنیت کیلئے ابھی تک باقاعدہ درخواست نہیں دی ہے۔

نصف شب کے بعد مسلم وزراء خارجہ کا اچانک اجلاس

۲۰ فروری کو رات گئے۔ ب اسمبلی چیمبرز میں مسلم وزراء نے خارجہ کا ایک اجلاس اچانک شروع ہو گیا، اجلاس کی صدارت پاکستان کے وزیر مملکت برائے دفاع و امور خارجہ مسٹر عزیز احمد کر رہے تھے جبکہ اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن اتہامی بھی اجلاس میں موجود تھے۔ واضح رہے آج دوسرے روز ایجنڈا تیار کر لیا تھا اور قراردادیں اور دوسرے دستاویزات تیار کرنے کے لئے ایک سترہ رکنی کمیٹی قائم کر دی گئی تھی رات گئے تک یہ اجلاس ہو رہا تھا تاہم اس کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔

سرباہ کانفرنس کا ایجنڈا

۲۰ فروری کو مسلم وزراء نے سرباہ کانفرنس کا جو ایجنڈا منظور کیا وہ مندرجہ ذیل ہے:

مشرق وسطیٰ کی صورت حال، فلسطینی عوام کے حقوق، بیت المقدس کے ساتھ مسلمانوں کی گہری وابستگی اور اس کی آزادی کے لئے مسلم حکومتوں کا پختہ عزم۔
ترجمان نے بتایا کہ وزراء خارجہ کی کانفرنس رسمی طور پر ختم ہو گئی ہے تاہم وہ آپس میں صلاح مشورے جاری رکھیں گے۔ ترجمان نے کہا کہ تنظیم آزادی فلسطین کے چیرمین کو سرباہ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ ترجمان نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ تنظیم آزادی فلسطین کو کانفرنس میں شریک کرنے کا فیصلہ متفقہ طور پر ہوا تھا۔

پی پی آئی کے مطابق اگرچہ ایجنڈا تیار ہونے کے بعد وزراء نے خارجہ کا کام ایک حد تک مکمل ہو گیا تھا، تاہم مسودہ کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرنے کے لئے وزراء نے خارجہ کا ایک اور اجلاس بھی ممکن تھا۔

ترجمان نے بتایا کہ مختلف ملکوں نے مسودہ کمیٹی کو اپنی قراردادیں پیش کی ہیں جن پر اب غور کیا جائے گا ترجمان نے کہا کہ آج کے اجلاس میں بنگلہ دیش کی شرکت کے مسئلہ پر

بحث نہیں ہوئی۔

وزرائے خارجہ کے اجلاس میں سربراہ کانفرنس کا جو ایجنڈا منظور کیا گیا۔ اس میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں :

مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر غور کیا جائے گا۔

بیت المقدس سے مسلمانوں کے گھرے لگاؤ اور اسے آزاد کرانے کے لئے تمام رکن ممالک کے عزم صمیم کے پیش نظریہ مسئلہ بحث میں سرفہرست ہو گا۔

فلسطین کے مسئلہ اور مہاجرین کے حقوق کی بحالی کے مسئلے پر بھی بحث کی جائے گی۔
تیل کے مسئلہ کا مشرق وسطیٰ کے مسئلہ سے گہرا تعلق ہونے کی وجہ سے سربراہ کانفرنس میں اس پر بھی غور کیا جائے گا۔

کانفرنس کے رکن ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھانے پر بھی غور و خوض ہو گا۔

رکن ممالک کے دو طرفہ مسائل کانفرنس میں زیر غور نہیں لایا جائے گا۔ کانفرنس میں پیش کی جانے والی قراردادوں کا مسودہ سترہ رکنی کمیٹی تیار کرے گی۔

بنگلہ دیش کو سربراہ کانفرنس میں شریک کرنا کی آخری کوشش

بنگلہ دیش کو سربراہ کانفرنس میں شریک کرنے کے لئے سات رکنی وفد طیارے کے ذریعے روانہ کیا گیا تو بھارتی حکومت کی طرف سے لاہور سے ڈھاکہ جانے والے سلم وزارہ خارجہ کے سات رکنی مصالحتی وفد کے طیارے کو اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت بڑی پھرتی سے دی۔

انڈیا ریڈیو نے وزارت خارجہ کا بیان نشر کیا جس میں کہا گیا کہ جو نہیں ہم سے درخواست کی گئی اجازت دے دی گئی لیکن پاکستانی حکام لاہور میں یہی بتاتے رہے کہ ابھی باقاعدہ اجازت نہیں ملی۔ بعد میں پاکستانی حکام نے بتایا کہ وفد کویت کے طیارے میں جائے گا۔ اس کی بھی فوراً ہی اجازت دے دی گئی۔ انڈیا ریڈیو کے مطابق طیارہ رات تقریباً نو بجے دہلی سے گزرا اور دس بجے کے قریب ڈھاکہ پہنچا۔

لاہور سے ڈھاکہ جانے والا سلم وزارہ خارجہ کے سات رکنی وفد کو نماز جمعہ سے قبل یا شام کو سربراہ کانفرنس شروع ہونے سے پہلے لاہور واپس پہنچنا تھا۔

اس وفد نے آج رات ڈھاکہ پہنچنے ہی شیخ مجیب الرحمن اور دوسرے بنگلہ دیشی لیڈروں سے بات چیت شروع کر دی۔ وفد بھیجنے کی کوششیں گزشتہ رات سے جاری تھیں اس سلسلے میں ایسی اطلاعات بھی ملی تھیں کہ کوئی ایک رکنی یا دو رکنی وفد ایک خصوصی طیارے سے رات کو بھی ڈھاکہ گیا تھا لیکن سرکاری ذرائع نے اس قسم کی تمام اطلاعات سے لاعلمی کا اظہار کیا اور بتایا کہ جس وفد کو ڈھاکہ بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا تھا وہ شام سے پہلے روانہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ نئی دہلی اور ڈھاکہ سے پیغامات کا کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب بھٹو اس رات دس بجے جو تقریر کرنے والے تھے۔ وفد کی روانگی میں تاخیر کے سبب اسے ایک بار پھر کلی تک کے لئے ملتوی کرنا پڑا۔ امکان تھا کہ وفد

کی دایسی پر یہ تقریر کل کسی وقت ہوگی اور اس کا تعلق جنگلہ دیش کے مسئلہ سے بھی ہوگا۔
 جنگلہ دیش جاتے والے وفد کے سربراہ کریت کے وزیر خارجہ شیخ صباح الاحمد الجابر
 تھے۔ اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن التهامی اسلامی کانفرنس کے نمائندے کو
 حیثیت سے وفد میں شامل تھے۔ دوسرے ارکان میں لبنان کے وزیر خارجہ فراد نفج صوالیہ کے
 وزیر خارجہ عمر آرطے غالب، وزارت خارجہ کے اجلاس میں الجزائر کے وزیر خارجہ مسٹر
 عبدالمجید عجالی پاکستان میں سنگال کے سفیر الیہ داما مبا اور تنظیم آزادی فلسطین کے نمائندے
 ابوشم شامل تھے۔

وفد کو ڈھاکہ روانگی سے پہلے تقریباً چھ گھنٹے تک نئی دہلی اور ڈھاکہ سے ان پیغامات
 کا انتظار کرنا پڑا کہ بھارت کریت ایز دیز کے خصوصی طیارے کو اپنے علاقے پر سے پرواز
 کی اجازت دے گا اور جنگلہ دیش حکومت ڈھاکہ میں وفد کا استقبال کرے گی۔
 قبل ازیں وزارت خارجہ کے سیکرٹری مسٹر آغا شاہی نے جو مسلم وزارت خارجہ کے ترجمان
 کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اخبار نویسوں کو بتایا کہ وزارت خارجہ کا اجلاس اسی دن
 ایچکر ۲۰ منٹ پر ہوا جس میں صوالیہ کے وزیر خارجہ عمر آرطے غالب نے جنگلہ دیش کے لئے
 غیر سنگالی وفد تشکیل دینے کی قرارداد پیش کی۔ قرارداد کے مطابق وزارت خارجہ کی کانفرنس
 مسلمانوں کے مابین امن اور مفاہمت کے جذبہ کے تحت پاکستان اور جنگلہ دیش کے درمیان
 مفاہمت کرنے اور جنگلہ دیش کو مسلم سربراہ کانفرنس میں شریک کرنے کی کوشش کریں گے۔
 ترجمان نے بتایا کہ وفد نے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے دو ملاقاتیں کیں اسے ڈھاکہ میں
 اپنے کام کے بارے میں وزارت خارجہ کی جانب سے اختیارات حاصل تھے کہ جب تک
 مناسب ہوگا وہ ڈھاکہ میں قیام کرے گا۔

ترجمان نے یہ بھی بتایا کہ وفد بھیجنے کا یہ فیصلہ بعض مسلم سربراہوں کی ان کوششوں کا
 حصہ تھا جو وہ پاکستان اور جنگلہ دیش کے درمیان مفاہمت اور لاہور کانفرنس میں جنگلہ دیش
 کی شرکت کے لئے کر رہے تھے۔ ترجمان نے اس سوال کے جواب میں کوئی تبصرہ نہیں کیا۔
 کہ وفد وزیر اعظم بھٹو کی جانب سے کوئی پیغام لے کر جا رہا تھا۔

ترجمان نے بتایا کہ وفد کے طیارے کے لئے بھارتی علاقہ پر سے پرواز کی اجازت کے لئے کل بھارتی حکومت کو پیغام بھیجا گیا تھا۔ کمریت کے وزیر خارجہ نے نئی دہلی میں کمریت کے سفیر کو بھارتی حکومت اور بنگلہ دیش سے رابطہ قائم کرنے کی ہدایت کی۔

ہرائی اڈے پر بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ ڈاکٹر کمال حسین نے وفد کے ارکان کا خیر مقدم کیا۔ اور آخری اطلاع کے مطابق شیخ مجیب الرحمن سے ان کی ملاقات جاری ہے۔

ریڈیو پاکستان کی اطلاع کے مطابق سوئٹزر لینڈ کے سفارتخانہ کے ذریعے حکومت بنگلہ دیش کو سات رکنی مصالحتی مشن کی ڈھاکہ میں آمد کے متعلق اطلاع دی گئی تھی، چنانچہ بنگلہ دیش مشن کا سرکاری طور پر استقبال کرتے کے لئے تیار ہو گیا۔



اسلامی ممالک کے سربراہوں کی آڈے پر لاہور کے ہوائی اڈے کو دہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ طیاروں کی صحیح سمت میں رہنمائی کے لئے دو نئے آلات بھی لگائے گئے۔ ہوائی اڈے پر سب سے زیادہ سنیر عملہ دن رات کام کر رہا تھا۔ نئے قالین بھی بچھائے گئے اور ری آئی پی لاؤنچ بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا۔ گلاب کے نو ترار اور دوسرے پھولوں کے پانچ ہزار گندے مختلف ممالک کے پرچموں کے نیچے جگہ پر رکھے گئے۔ یہی کی فراہمی جاری رکھنے کے لئے بھی جنرل لگائے گئے ہیں، جن کے باعث برقی رومسٹل ہونے کے پانچ سیکنڈ بعد ہی چالو ہو جاتے۔ ہوائی اڈے کے حکام نے بیک وقت دو قسم کے طیاروں کے اترنے کے انتظامات کئے، ہوائی اڈے پر سخت حفاظتی اقدامات بھی کئے گئے۔ سربراہان مملکت جنہیں طیاروں پر آنے تھے ان کی سروس کا انتظام کراچی میں کیا گیا۔ اکثر طیارے کانفرنس کے دوران کراچی ہی میں رہے۔ فوجی دستے سربراہوں کی روانگی پر بھی سلامی دیں گے۔ برہائی جری اور فضائی افواج کے ۵۶ بینڈ ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ جو استقبال دھنیں بجاتے رہے۔

کون سا مہمان کس وقت تشریف لائے؟

۸۔۔۔ صبح

بلقان ایئر لائنز کے طیارے میں شاد کے صدر فرنیچر اتے ٹیل باتے گیبیا کے

صدر داؤد جوارا اور نائیجر کے صدر ولیرے حمانی لاہور پہنچے۔

۲۵ — ۹ صبح

پلا آئی اسے کے طیارے میں عرب امارتوں کے وفاق کے سربراہ شیخ زید سلطان بن آل مہیان اور نائب صدر شیخ رشید بن سعید المکتوم تشریف لاتے۔

۱۱ — صبح

عمان امیر لائنز کے طیارے میں عمان کے سلطان سید قابوس بن سعید لاہور میں اترے۔

۲۵ — ۱۱ صبح

لبنان کے وزیر اعظم مسٹر تقی الدین صلیح جنوبی مین کے وزیر اعظم علی ناصر محمد، سنیگال کے وزیر خارجہ احسان الشیخ اور عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد ریاض ایک ہی طیارے میں آئے۔

۲۵ — ۱۲ دوپہر

بحرین کے امیر عیسیٰ بن سلمان خلیفہ بنے۔

۱۵ — ۱ بعد دوپہر

بی اداے سی کا چارٹرڈ طیارہ امیر قطر شیخ حلیم خلیفہ بن حماد الثانی کو لیکر اترے۔

۵۰ — ۱ بعد دوپہر

شامی ایرویز کا خصوصی طیارہ شام کے صدر حافظ الاسد کو لے کر پہنچا۔

۱۰ — ۲ بعد دوپہر

سودان کے صدر جعفر النمیری پہنچ گئے۔

۲۵ — ۳ سہ پہر

الجزائر کے طیارے میں صدر ہواری بومدینے، گنی بساؤ کے وزیر اعظم فرانسیس مائزے گنی کے وزیر اعظم ڈاکٹر نسانا بیو گری لاہور پہنچے۔

۲۵ — ۳ سہ پہر

سعودی عرب ایئر لائنز کے طیارہ میں شاہ فیصل آئے۔ ان کے ہمراہ وزیر خارجہ عمر متفق بھی تھے۔

۵۵ — ۲ سہ پہر

کویت ایئر لائنز کے خصوصی طیارہ میں کویت کے امیر صباح السالم، الصباح اور تنظیم آزادی فلسطین کے قائد پارس عرفات اترے۔

۲۰ — ۵ شام

یمن عرب جمہوریہ (شمالی یمن) کے صدر قاضی عبدالرحمن الاریانی روسی الیونشن طیارے میں پہنچے۔

۵۵ — ۵ شام

مصر کی قومی فضائی ٹیم کے جیٹ طیارے میں مصر کے صدر انور السادات ان کی اہلیہ اور بیٹی کے صدر معمر القذافی پہنچے۔

۱۵ — ۷ شام

ترکی کے وزیر خارجہ سرتوران یونس مخصوص طیارے میں پہنچے۔

۵۰ — ۷ شام

لائشیا کے وزیر اعظم تون عبدالرزاق پہنچے۔

۵۵ — ۸ رات

سعودی عربیہ ایئر لائنز کے طیارے کے ذریعہ صومالیہ کے صدر محمد سید باری لاہور پہنچے۔

سربراہوں کے استقبال کی جھلکیاں

■ معزز مہازن کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے کو دھن کی طرح سجایا گیا تھا وی آئی پی لائن کے سامنے استقبالیہ چوڑی بنایا گیا تھا جس پر پیش قیمت سرخ قالین بچھائے گئے تھے۔ چوڑے کے سامنے کچھ فاصلے پر بری اور فضائی فوج کے جوازوں کے چاقو چوبند دستے کھڑے تھے اور بحریہ کا بنیڈ نغمہ سرائی کر رہا تھا۔

■ صبح ٹھیک آٹھ بجے پہلا طیارہ ہوائی اڈے پر اترا، مطلع صاف تھا اور موسم نہایت خوش گوار، اس طیارے سے نائب چوڑا اور گیبیا کے صدر لاہور پہنچے۔ جب یہ سربراہان

مملکت بلقان ایڈالانتز کے چار بڑے طیارے سے نکلے تو صدر مملکت فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ان کا استقبال کیا اور ہوائی اڈے کی نقاب ۲۱ توپوں کی گھن گرج سے گونج اٹھی۔ معزز مہمانوں کا استقبال کرنے والوں میں صدر مملکت، وزیر اعظم سینٹ کے سپریمین، قومی اسمبلی کے اسپیکر، پنجاب اسمبلی کے اسپیکر، گورنر پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب اور پنجاب کا بینہ کے وزراء شامل تھے۔

● پاکستان انٹرنیشنل ایڈالانتز کی پانچ میزبان خواتین ملک کے مختلف علاقائی لباسوں میں ملبوس تمام دن معزز مہمانوں کا استقبال کرنے میں مصروف رہیں یہ خواتین سرخ، کاسنی، فیروزی سبز اور مونگیا رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھیں۔

● بری اور نقابائی فوج کے جس چاق و چوبند دستے نے معزز مہمانوں کو گارڈ آف آرز پیش کیا۔ اس کو اردو میں کمانڈ آرڈر دیتے گئے اس طرح یہ پہلا موقع ہے کہ قومی زبان سے کہ اس قسم کی انتہائی اہم تقریبات میں استعمال کیا گیا۔

● صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر پنجاب کے وزراء تک صبح کے وقت کریم رنگ کی پارٹی یونیفارم پہنے ہوئے تھے لیکن سہ پہر کو تمام میزبانوں نے اپنا لباس تبدیل کر لیا اور اس کے بعد یہ سب کے سب گہرے نیلے رنگ کے لباس میں معزز مہمانوں کا استقبال کرتے رہے۔

● صدر مملکت کے دائیں ہاتھ میں سفید رنگ کی خوب صورت پھڑی تھی جو دور سے نمایاں نظر آتی تھی۔

● بعد دوپہر جب سوڈان کے صدر جناب جعفر انمیری کا طیارہ ہوائی اڈے پر اترتا تو موسم بدل چکا تھا اور وزیر اعظم بھٹو نے دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لئے خاکتری رنگ کی ماؤکیپ پہن لی۔

● شاہ فیصل اپنے روایتی لباس میں ملبوس تھے۔ وہ سعودی عرب کے ۱۹ اراکین پر مشتمل وفد کی قیادت کر رہے تھے، کانفرنس میں شریک ممالک کے جن وفد کا اعلان کیا گیا ان میں سعودی عرب کا وفد سب سے بڑا تھا۔

پانچ بجے دس منٹ پر امیر کویت شیخ صباح السالم الصباح کا طیارہ ہوائی اڈے پر اترا تو عام خیال تھا کہ ان کے ہمراہ تنظیم آزادی فلسطین کے چیرمین جناب یاسر عرفات ہوں گے انھیں طیارے سے نکلنے میں دیر لگی تو لوگوں کو سخت مایوسی ہوئی لیکن کچھ دیر بعد جناب یاسر عرفات اپنے محضر صلباس میں باہر نکلے تو لوگوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں جناب یاسر عرفات نے اپنے چہرے کا بیشتر حصہ چار خانوں والے بڑے رد مال سے بھپا رکھا تھا۔

اسلامی سربراہ کا نفرین کی وجہ سے پاکستان کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس نے یاسر عرفات کا استقبال سربراہ مملکت کی حیثیت سے کیا، انھیں بھی ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ جناب یاسر عرفات نے امیر کویت کے ہمراہ گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا اور بعد میں مارچ پاسٹ سے سلامی لی، اس موقع پر وزیر اعظم بھٹو جناب یاسر عرفات کے بائیں جانب اور صدر فضل الہی چودھری امیر کویت کے دائیں جانب موجود تھے۔

جناب یاسر عرفات جب ہوائی اڈے کی تقریبات کے بعد کار میں سوار ہو کر روانہ ہوئے تو ہوائی اڈے پر موجود ہجوم نے پر جوش تالیاں بجا کر ان کا خیر مقدم کیا اس پر انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں اٹھا کر "وئی کانٹان بنایا جس پر لوگوں نے یاسر عرفات زندہ باد کے نعرے لگائے۔

چھ بجے شام مصر کے صدر انور سادات اور لیبیا کے صدر کرنل معمر القذافی مصر ایئر لائنز کے چارٹرڈ طیارے سے آئے۔ دونوں رہنماؤں کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ صدر سادات سوٹ پہنے ہوئے تھے جبکہ کرنل قذافی فوجی وردی میں تھے اور انہوں نے مصری رنگ کی "بیرٹ کیپ" لگا رکھی تھی۔ ہوائی اڈے کی تقریبات میں دونوں رہنما سجدہ سنجیدہ نظر آ رہے تھے دونوں رہنماؤں کی سبکدوشی بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ جن کا استقبال خاتون اول بیگم نصرت بھٹو اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی اہلیہ بیگم شہزاد نے کیا۔ بیگم نصرت بھٹو اسی موقع پر منبر رنگ کی ساڑھی پہنے ہوئے تھیں اور ان کے کندھوں پر گرم شال تھی :

اسلامی سربراہوں کا شاندار استقبال

رنگ پیرہن کا خوشبو زلف لہرنے کا نام
مرسم گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام
(فیض احمد فیض)

مہانوں کی آمد پر بادل چھٹ گئے

دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے جب اسلامی ممالک کے رہنماؤں کی آمد شروع ہوئی تو لاہور کا موسم گرم تھا، صبح کے وقت مطلع ابھرا تھا لیکن بعد میں بادل چھٹ گئے اور تیز دھوپ نکل آئی، البتہ شام کے وقت موسم پیلے کی طرح خوش گوار ہو گیا۔ خاص طور پر دھوپ کی تمازت ان شخصیتوں کے لئے سخت تھی جو ایئر پورٹ پر مہانوں کے استقبال کے لئے موجود تھیں ان ممتاز پاکستانی شخصیتوں میں صدر پاکستان جناب فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو بھی شامل تھے۔ جنہیں صبح سے رات تک متعدد بار استقبال آداب کے ساتھ معزز مہانوں کو خوش آمدید کہنا پڑا۔ وزیر اعظم صبح کے وقت ٹرپی پہنچے ہوئے تھے لیکن بعد میں انہوں نے دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لئے سرمئی رنگ کی پی کیپ پہن لی۔

لاہور کے دو ہزار سالہ قدیم تاریخی شہر میں شروع ہونے والی دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے آنے والے عظیم اسلامی رہنماؤں کا یہاں نہایت پر تپاک استقبال کیا گیا ان معزز مہانوں کے شایان شان استقبال کے لئے لاہور کے ہوائی اڈے کی خاص طور پر نہایت نفاست کے ساتھ ترمیم و آرائش کی گئی تھی جس کی وجہ سے ہوائی اڈے نے دلہن کا روپ اختیار کر لیا تھا۔ اور وہ عالم اسلام کے اتحاد کا عزم بنا ہوا ایک عجیب روح پرور نظارہ پیش کر رہا تھا۔ مصافحے، معافیے، ۲۱ توپوں کی سلامی، قومی ترانے، گارڈ آف آئر، معزز مہانوں کے پر تپاک استقبال کے مختلف مراحل تھے۔ تمام دن ان رہنماؤں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور شام تک ۲۵ بادشاہ، صدر وزراء، عظم اور وفود کے سربراہ یہاں پہنچے ان کی آمد سے دن بھر لاہور

ایرپورٹ پر گھاگھی رہی۔ معزز مہازوں کے استقبال کے لئے صدہ فضل الہی چودھری اور وزیراعظم
ذوالفقار علی بھٹو بہ نفس نفیس ہوائی اڈے پر موجود رہے۔

اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے جو معزز مہمان لاہور پہنچے۔ ان میں مصر کے صدہ
انور السادات، لیبیا کے صدہ معمر قذافی، شام کے صدہ حافظ الاسد، سعودی عرب کے شاہ فیصل،
الجزائر کے صدہ بومدین، سوڈان کے صدہ جعفر نمیری، متحدہ عرب امارتوں کے صدر شیخ زائد بن
سلطان آل نہیان، چڈ کے صدر ٹومبا بے، گامبیا کے صدر دوا دا جوارا، ملائیشیا کے وزیراعظم تن
عبدالرازق، کویت کے امیر شیخ صباح السلام الصباح، ترکی کے وزیر خارجہ پردیسر طور خاں گومیش
اور لیبیا کے وزیر خارجہ تقی الدین صلیح شامل تھے۔ تینوں ملکوں کے صدور کو لے کر پہلا طیارہ ٹھیک
صبح ۸ بجے لاہور کے انٹرنیشنل ایرپورٹ پر اترا، اس طیارے سے چڈ، گامبیا اور نائیجر کے صدہ
پہنچے۔ میزبان معزز مہازوں کے ساتھ مشکل دی آئی پی روم پہنچے تھے کہ دوسرا طیارہ آگیا۔

سب سے بڑا وفد سعودی عرب کا آیا ہے جو ۱۹۔ اراکین پر مشتمل تھا اور جس کی قیادت
سعودی عرب کے شاہ فیصل کر رہے تھے۔ شاہ فیصل کانفرنس کے شریک محرک بھی تھے۔ بیشتر
سربراہان مملکت اپنے قومی لباس میں تھے۔ جبکہ لیبیا کے صدہ کرنل قذافی، سوڈان کے صدر نمیری
اور اومان کے حکمران سید قابوس بن سعید فوجی دروہیاں پہنے ہوئے تھے۔ بحریہ کا ایک بیڈن
بھر مہمان ملکوں کے قومی ترانے اور جنگی دھنیں بجاتا رہا۔ ہوائی اڈے سے زمزمہ چوک تک راستہ
انتہائی خوبصورت سے سجایا گیا تھا۔ جگہ جگہ آرائشی محرابیں بنی ہوئی تھیں جن پر استقبالیہ نعرے
اور قرآنی آیات تحریر تھیں۔ سب سے بڑا استقبالیہ ہجوم چیرنگ کراس پر تھا جہاں ہزاروں افراد
مہازوں کی ایک بھبک دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے
جو معزز مہمان پہنچے ان میں ۱۱ ملکوں کے صدہ، ایک ملک کے بادشاہ، ۴ ملکوں کے امیر، ۵ ملکوں
کے وزرائے اعظم، دو ممالک کے وزرائے خارجہ اور ۲ مسلم تنظیموں کے سربراہ شامل تھے۔

صدہ ناگارتا ٹومبا لبائے صدہ داودا جوارا صدہ دیوری حماتی

سب سے پہلے چڈ کے صدر ناگارتا ٹومبا لبائے گامبیا کے صدہ داودا جوارا اور نائیجر

کے صدر الحاج دلیری گمانی لاہور پہنچے۔ دہلی کی طرح سب سے پہلے لاہور انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ان کا استقبال کیا۔ تینوں ملکوں کے صدر ولیم ایئر ویز کے خصوصی طیارے سے لاہور پہنچے۔ صدر فضل الہی چودھری معزز مہانوں کا گرمجوشی سے استقبال کر کے لئے جب بڑھے تو ۲۱ توپوں نے سلامی دی۔ صدر اور وزیر اعظم دونوں کہیم رنگ کا یونیفارم پہنے ہوئے تھے۔ فوجی بندوقوں نے تینوں ملکوں کا قومی ترانہ بجا یا اور بعد میں مہانوں کو گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔

صدر شیخ زاید بن سلطان آل نہیان نائب صدر شیخ رشید بن سعید المکتوم

چڈ، گامبیا اور نائیجر کے صدور کی آمد کے تقریباً ۴۵ منٹ بعد پی آئی اے کے ایک چارٹرڈ بوئنگ طیارے سے متحدہ عرب امارتوں کے صدر شیخ زاید بن سلطان آل نہیان اور نائب صدر شیخ رشید بن سعید المکتوم لاہور پہنچے۔ صدر زاید بن سلطان آل نہیان اور نائب صدر شیخ رشید دونوں اکثر و بیشتر شکار کے لئے پاکستان آتے رہتے ہیں۔ ان کے ہمراہ وزیر خارجہ وزیر خزانہ اور وزیر پٹرولیم پروڈکٹس سمیت وزیروں اور میٹروں کی ایک جماعت بھی لاہور آئی تھی۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے معزز مہانوں کا استقبال کیا۔ معزز مہانوں کو ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی اور گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔

سلطان قابوس بن سعید

صبح دس بجے سلطنت اومان کے نوجوان باریش حکمران اعلیٰ حضرت سید قابوس بن سعید لاہور پہنچے۔ وہ فوجی یونیفارم میں ملبوس تھے۔ صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا۔ معزز مہمان کو ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں معزز مہمان کو ڈالس پر لے جایا گیا۔ فوجی بندوقوں نے اومان اور پاکستان کے قومی ترانے بجانے۔ معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔ جس کے بعد پاکستان کی تینوں مسلح افواج کے دستوں نے مارچ پاسٹ کی۔

وزیر اعظم تقی الدین صالح، وزیر اعظم علی ناصر محمد وزیر خارجہ آسین سیکرٹری جنرل محمد ریاض

دوپہر کو پی آئی اے کے طیارے سے لبنان کے وزیر اعظم جناب تقی الدین صالح وزیر کئی لبنانی وفد کے قائد کی حیثیت سے لاہور پہنچے۔ ان کے وفد میں لبنان کے وزیر خارجہ بھی شامل ہیں۔ اسی طیارے سے عوامی جمہوریہ یمن (جنوبی یمن) کے وزیر اعظم جناب علی ناصر، سنگال کے وزیر خارجہ آسین سیکرٹری جنرل کی تیادت میں سنگال کا وفد اور عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد ریاض بھی لاہور پہنچے۔ سنگال کے وفد میں وزارت امور خارجہ کے سربراہ جناب کولی بھی شامل ہیں طیارے سے سب سے پہلے لبنان کے وزیر اعظم اترے تمام معزز مہمانوں کا صدر فضل الہی اور وزیر اعظم بھٹو نے استقبال کیا بعد میں معزز مہمانوں کو ڈانس پر لے جایا گیا جہاں چاروں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ مہمانوں کو تلوپوں کی سلامی دی گئی بعد میں گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔

امیر بحرین شیخ عیسیٰ بن سلمان علی خلیفہ

دوپہر ۱۲ بجکر ۴۵ منٹ پر بحرین کے حکمران شیخ عیسیٰ بن سلمان علی خلیفہ برٹش ایئر ویز کے طیارے سے لاہور پہنچے، صبح سے یہ پانچواں طیارہ تھا جو معزز مہمانوں کو لے کر لاہور پہنچا تھا بحرین کے حکمران کا صدر جناب فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے استقبال کیا۔ اور انھیں ۲۱ تلوپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں فوجی دستوں نے انھیں گارڈ آف آنر پیش کیا۔

امیر قطر شیخ خلیفہ بن حمد الثانی

بحرین کے حکمران کی آمد کے کچھ دیر بعد قطر کے حکمران شیخ خلیفہ بن حمد الثانی کو لے کر آنے والا برٹش ایئر ویز کا طیارہ لاہور کے ہوائی اڈے پر اترا۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الہی اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا اور معزز مہمان کو ۲۱ تلوپوں کی سلامی دی گئی۔ معزز مہمان کے ہمراہ اخبار نویسوں کی ایک جماعت بھی آئی تقی بعد میں معزز مہمان کو سلامی کے چہرے پر لے جایا گیا۔ فوجی بینڈ نے قطر اور پاکستان کے قومی ترانے بجائے۔

صدر حافظ الاسد

دوپہر ایک بجکر ۴۵ منٹ پر شام کے صدر حافظ الاسد شام عرب ایئر لائنز کے طیارے سے لاہور پہنچے۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے معزز مہمانے کا استقبال کیا۔ صدر الاسد کی آمد پر انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ صبح سے اب تک لاہور کے ہوائی اڈے پر پہنچنے والے طیاروں میں صدر حافظ الاسد کا طیارہ سائراں تھا۔ معزز مہمانے کو سلامی کے چوتھے پر لے جایا گیا اور فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے بعد میں چھٹی بلوچ رجمنٹ اور پاک فضائیہ کے دستوں نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

صدر جعفر محمد نیری

سہ پہر ۲ بجکر ۱۳ منٹ پر سوڈان کے صدر جناب جعفر محمد نیری لاہور پہنچے۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الہی اور وزیر اعظم بھٹو نے استقبال کیا۔ صدر نیری کی آمد پر انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں انھیں سلامی کے چوتھے پر لے جایا گیا جہاں دونوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے اور بری اور فضائی اڈاج کے دستوں نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

صدر حواری بوردین وزیر اعظم ڈاکٹر لائسانہ بیروگونی، وزیر اعظم فرینکونس مینڈیس

صدر نیری کے بعد الجزائر کے صدر جناب حواری بوردین گنی کے وزیر اعظم ڈاکٹر لائسانہ بیروگونی اور گنی بساؤ کے وزیر اعظم فرینکونس مینڈیس لاہور پہنچے۔ تینوں رہنما ایئر الجزائر کے طیارے سے پہنچے۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے ان کا استقبال کیا۔ معزز مہمانوں کو ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی بعد میں انھیں سلامی کے چوتھے پر لے جایا گیا جہاں چاروں ملکوں کے قومی پرچم لہرا رہے تھے فوج کے دستوں نے مہمانوں کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

شاہ فیصل بن عبدالعزیز

سہ پہر ۲ بجکر ۴۵ منٹ پر سعودی عرب میں ایئر لائنز کے ایک خصوصی طیارے سے سعودی عرب کے حکمران شاہ فیصل بن عبدالعزیز تھے۔ لاہور پہنچ گئے۔ شاہ فیصل جو اسلامی کانفرنس کے ایک محرک بھی ہیں ۱۹۱۰ دکنی وفد کی قیادت کر رہے تھے۔ جواب تک آتیرالے وفد میں سب سے بڑا وفد تھا۔ شاہ فیصل کا صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے استقبال کیا۔ معزز مہمان کی آمد پر انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں انھیں سلامی کے چوتھے پرے جایا گیا۔ جہاں دونوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ فوجی بینڈ نے سعودی عرب اور پاکستان کے قومی ترانے بجائے اور بری اور فضائی فوج کے دستوں نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ شاہ فیصل کا اہم شخصیتوں سے تعارف بھی کرایا گیا۔ شاہ فیصل جس طیارے سے لاہور پہنچے اس کے دونوں جانب کمرہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔

امیر کویت شیخ صباح السلم الصباح چیرمین یا سر عرفات

شام ۵ بجے کویت ایئر ویز کا طیارہ کویت کے حکمران شیخ صباح السلم اور تنظیم آزادی فلسطین کے چیرمین جناب یا سر عرفات کو لے کر لاہور کے ہوائی اڈے پر اترا، طیارے سے اترنے تک جناب یا سر عرفات کی آمد کی اطلاع نہیں تھی۔ ہوائی اڈے پر معزز مہمانوں کا استقبال صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے کیا۔ معزز مہمانوں کی آمد پر انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی، بعد میں انھیں سلامی کے چوتھے پرے لایا گیا۔ فوجی بینڈ نے قومی ترانے بجائے۔ بعد میں بری اور فضائی فوج کے دستوں نے معزز مہمانوں کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ کویت کے حکمران کے ہمراہ صحافیوں اور کیمرا مینوں کی ایک جماعت بھی آئی تھی۔ صدر فضل الہی وزیر اعظم بھٹو، وزیر اعلیٰ اور ان کی کابینہ کے اراکین نے جو شاہ فیصل کی آمد تک سفید لباس پہنے ہوئے تھے کویت کے حکمران اور جناب یا سر عرفات کا نیلے سوٹوں میں استقبال کیا۔ تنظیم آزادی فلسطین کے چیرمین جناب یا سر عرفات کا پرے اعزاز کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ صدر

فضل الہی اور وزیر اعظم بھٹو نے ان سے انتہائی گرم جوشی سے مصافحہ کیا، بعد میں صدر فضل الہی اور وزیر اعظم بھٹو انھیں اور کویت کے حکمران کو سلامی کے چوتھے پر لائے، جناب یاسر عرفات نے مسلح افواج کے دستوں سے سلامی لی اور گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ بعد میں جناب یاسر عرفات نے مسکراتے ہوئے قومی اسمبلی کے اسپیکر، گورنر پنجاب، وزیر اعلیٰ پنجاب اور صوبائی کابینہ کے اراکین سے مصافحہ کیا واضح رہے کہ جناب یاسر عرفات کا یہ پہلا دورہ پاکستان ہے۔

قاضی عبدالرحمان بن یحییٰ الاربیان

شام ۵ بجکر ۱ منٹ پر عوامی عرب جمہوریہ یمن (شمالی یمن) کے صدر قاضی عبدالرحمن بن یحییٰ الاربیان لاہور پہنچے، ہوائی اڈے پر صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا اور انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے ترانے بجائے اور فوج نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔

صدر انور السادات، صدر کرنل معمر قذافی

شام ۵ بجکر ۲ منٹ پر مصر کے صدر جناب انور السادات اور لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی کو لیکر مصر ایئر ریز کا طیارہ لاہور کے انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر اتارا۔ دونوں سربراہوں کے ہمراہ ان کی بیگمات بھی آئی ہیں۔ جیسے ہی یہ خیر پھیلی کہ معزز مہانوں کو لے کر آنے والا طیارہ اترنے والا ہے۔ ایئر پورٹ پر موجود ہجوم میں زبردست جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ معزز مہمان جیسے ہی طیارے سے اترے قضا ۲۱ توپوں کی سلامی سے گونج اٹھی۔ معزز مہانوں کا صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے استقبال کیا۔ بعد میں انھیں سلامی کے چوتھے پر لے جایا گیا۔ جہاں تینوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ فوجی بینڈ نے تینوں ملکوں کے قومی ترانے بجاتے بعد میں فوج کے دستوں نے معزز مہانوں کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ دونوں مہانوں کے ہمراہ لیبیا اور مصر کے اخبار نویس بھی تھے۔

صدر قذافی سربراہ کانفرنس میں دس رکنی وفد کی اور صد سادات سات رکنی وفد کی قیادت کریں گے، صدر سادات اور کئی قذافی ایسے رہنما ہیں جنہوں نے اقوام کی برادری میں اپنے اپنے ملکوں کے لئے باوقار مقام حاصل کیا ہے صدر قذافی نے اپنے ملک کو ان تمام برائیوں سے پاک کر دیا ہے جو ان کے برسرِ اقتدار آنے کے وقت لیبیا میں موجود تھیں۔ پاکستانی عوام ان سے گہری محبت کرتے ہیں۔

پروفیسر طور خاں گویش

ترکی کے وزیر خارجہ پروفیسر طور خاں گویش پاک فضائیہ کے طیارے سے شام کو راولپنڈی سے لاہر پہنچے۔ وہ آج صبح ترکی سے راولپنڈی پہنچے تھے معزز مہمان کا ویسے ہی استقبال کیا گیا جس طرح سربراہ مملکت کا کیا جاتا ہے۔ ہوائی اڈے پر صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم بھٹو نے استقبال کیا۔ ان کی آمد پر ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی بعد میں انھیں سلامی کے چوبرے پر بجا یا گیا جہاں دونوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے فوج نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

وزیر اعظم تنویر عبد الرزاق

لائبیا کے وزیر اعظم تنویر عبد الرزاق شام کو لاہر پہنچے وہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں اپنے ملک کے نو رکنی وفد کی قیادت کریں گے۔ ان کے ہمراہ ان کی اہلیہ بھی آئی تھیں معزز مہمان جب طیارے سے اترے تو انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔

صدر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا بعد میں انھیں سلامی کے چوبرے پر لے جایا گیا۔ جہاں دونوں ملکوں کے پرچم لہرا رہے تھے قریبی بیڈٹے دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجانے اور فوج نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔

صدر میجر جنرل محمد سعید بک

رات ۸ بجکر ۵ منٹ پر سعودی عربین ائیر لائنز کے طیارے سے صومالی کے صدر میجر

جنرل محمد سعید برتے لاہور پہنچے۔ ہوائی اڈے پر پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے معزز مہمان کا استقبال کیا۔ معزز مہمان جب طیارے سے اترے تو انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ بعد میں معزز مہمان کو سلامی کے چوتھے پرے جایا گیا۔ جہاں سے صومالی اور پاکستان کے پرچم لہرا رہے تھے فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے اور بری اور نضائی فوج کے چاق و چوبند دستوں نے معزز مہمان کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔

پیغامات

اسلامی سربراہ کانفرنس عالم اسلام کے تاریخی اتحاد کا منظر ہے

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے ایک پیغام میں کہا :
اسلامی اتحاد اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ہمارے اخبارات نے بھی ہمیشہ اسی
اتحاد کی تبلیغ و حمایت کی ہے۔ لاہور کی اسلامی سربراہ کانفرنس ہماری اس خواہش و تمنا کی منظر ہے
آئیے اس مبارک موقع پر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کو ایسا پیٹ فارم ثابت کرے
کہ پوری دنیا جان لے کہ اسلامیان عالم اسلامی دنیا کے قلب میں اپنے مقبرہ علاؤں کو آزاد
کرانے کے لئے متحد ہو گئے ہیں وزیر اعظم کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے :

اسلامی سربراہ کانفرنس ۲۲ فروری ۱۹۷۳ء سے لاہور میں شروع ہو رہی ہے اسی
شہر میں نظریہ پاکستان ۱۹۴۰ء پیش کیا گیا تھا۔ یہ کانفرنس بحر اد تیانوس میں مراکش سے
بحر الکابل میں انڈونیشیا تک پورے عالم اسلام کے لئے ایک تاریخی واقعہ ہے۔ یہ کانفرنس
اسلامی اتحاد کی نشاۃ ثانیہ کی منظر ہے۔ اقتصادی قوت اور سیاسی اثر و نفوذ کے حصول کے لئے
اس سے قبل عالم اسلام کی حالیہ تاریخ میں کبھی ایسا موقع مہیا نہیں ہوا۔ پاکستان کے عوام مسلم نشاۃ
ثانیہ پر شاداں و فرحاں ہیں انھیں ان اسلامی ممالک کے عظیم رہنماؤں کی میزبانی کا شرف و سعادت
حاصل ہوا ہے جو اس کانفرنس میں شریک ہو رہے ہیں۔

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے زوال کے ساتھ عالم اسلام کے قلب میں سامراجیت نے
پرپر زے نکالنا شروع کر دیئے۔ مشرق وسطیٰ افریقہ اور ایشیا اس کی زد میں آ گئے اور اس طرح
عالم اسلام تقسیم ہو گیا اور اسے غلام بنالیا گیا۔ لیکن غلامی کے کس دور میں بھی مسلمانوں نے اتحاد
ملت کے عظیم تعصب العین سے کبھی صرف نظر نہیں کیا۔ دور حاضر کی تاریخ میں جمال الدین افغانی

نے ملی اتحاد کی شمع روشن کی۔ بعد ازاں ملت کے اس عمری جذبہ کا اظہار محمد عبیدہ اور علامہ محمد اقبال کی نگارشات سے ہوا۔ متحدہ دوسرے رہنماؤں نے اسلام کی سر بلندی کے لئے عملی جدوجہد کی، ہمارے علما اور عظیم سیاسی رہنما جیسے بابائے قوم، قائد اعظم محمد علی جناح، ان سے قبل عزم و جرات کے مجسم محمد علی جوہر نے اپنی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیں اور مظلوم مسلم ممالک کی آزادی کے لئے کوشاں رہے۔

میں یہ دیکھ کر بجا طور پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے اخبارات شروع سے مسلسل اتحاد ملت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور انھوں نے اس عظیم مقصد کو ہمیشہ سر بلند رکھا ہے۔ فطری بات یہ ہے کہ ہمارے اخبارات کو اس تاریخی کانفرنس کا فرط مسرت سے بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہو کر خیر مقدم کرنا چاہیے کہ یہ کانفرنس پاکستانی عوام کی دیرینہ خواہش کی تعبیر ہے آئیے ہم سب دعا کریں کہ کانفرنس ایک ایسا پلیٹ فارم ثابت ہو جس سے پوری دنیا کو یہ "ناشر مل جائے کہ مسلمان پھر اسلامی دنیا کے قلب میں اپنے مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرنے کے لئے متحد ہو گئے ہیں۔"

شیخ خلیفہ بن حماد الثانی

امیر کویت شیخ خلیفہ بن حماد الثانی نے یہاں پہنچنے پر ایک تیار شدہ بیان جاری کیا جس میں انہوں نے تمام مسلم ملکوں پر زور دیا کہ وہ اپنے وسائل کو مسجد قصے اور دیگر مقامات مقدسہ کی آزادی کے لئے کوئی مشترکہ موقف اختیار کیا تو قطر ان تمام فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔ جو اس پر عاید ہوں گے۔ انہوں نے اسلامی کانفرنس کے تیاریوں کے لئے پاکستان کے عوام اور حکومت کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے قطر اپنی تمام کوششیں کرے گا۔ انہوں نے عالم عرب اور بالعموم عالم اسلام کو درپیش مسائل کے سلسلے میں پاکستان کے رویہ کی بھی تعریف کی اور اس موقع کا اظہار کیا کہ اسلامی کانفرنس مسئلہ فلسطین کے حل اور مسجد الاقصیٰ اور دیگر مقامات مقدسہ کو یہودی قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے اہم کردار ادا کرے گی۔

ہندوستان کے بارے میں کسی تجویز پر غور نہ کیا جائے

اسلامی ملکوں کے نام اندرا کا تار

ہندوستانی وزیر اعظم مندراندرا گاندھی نے لاہور میں ہونے والی اسلامی کانفرنس میں شریک ممالک کے نام ایک تار میں کہا کہ ہندوستان کو کانفرنس میں مدعو نہیں کیا گیا ہے۔ حالانکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کئی مسلمان ممالک کی آبادی سے زیادہ ہے انہوں نے کہا ہے کہ ان کے مسلمان ملکوں سے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ اگر پاکستان کانفرنس میں ہندوستان کے متعلق کوئی تجویز پیش کرے تو اس پر غور کیا جائے۔ آل انڈیا ریڈیو کے مطابق انہوں نے شاہ ایران کے کانفرنس میں بذات خود شریک نہ ہونے کا خیر مقدم کیا ہے۔

ہندوستانی وزیر اعظم مندراندرا گاندھی نے مسلمان ملکوں کے سربراہوں اور وفد کے نام جو تار بھیجے، ان میں کہا گیا کہ کانفرنس میں کشمیر کے مسئلہ پر غور نہ کیا جائے کیونکہ یہ فیصلہ کانفرنس کے دائرے سے باہر ہے۔

ہم اسلامی کانفرنس کی کامیابی کیلئے دعا گو ہیں

مولانا مودودی اور میاں طفیل کے تار

جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی اور امیر جماعت اسلامی کے میاں طفیل محمد نے ایک مشترکہ تاریخی اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کرنے والے اسلامی ملکوں اور حکومتوں کے سربراہوں کا خیر مقدم کیا اور مختلف امور پر ان کے اقدامات کی کامیابی کی دعا کی۔ دونوں لیڈروں نے اپنے تاریخی کہا کہ ہم جماعت اسلامی اور پاکستانی عوام کی جانب سے اسلامی اخوت کے جذبہ کے ساتھ آپ اور آپ کے وفد کے ارکان کا گرمجوشی سے استقبال کرتے ہیں اس تاریخی اسلامی کانفرنس کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا ہمارے لئے انتہائی خوشی اور اعزاز کا باعث ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ یہ کانفرنس مسلم اقوام کے درمیان اتحاد اور اخوت کے رشتوں کو مزید مستحکم کرے۔

افغانی وفد کے قائد سے یسبیا کے صدر کی بات چیت

یسبیا کے صدر معمر القذافی نے اسلامی سربراہی کانفرنس میں افغان وفد کے قائد وزیر خارجہ عبدالرحمن پژواک سے بھی ملاقات کی اور کہا کہ کانفرنس کے اختتام کے بعد جب وہ افغانستان کے دورہ پر جائیں گے تو وہاں افغانستان کے صدر سردار محمد داؤد سے ان کے پاکستان افغانستان تعلقات پر بات ہوگی کیونکہ تیل پیدا کرنے والے بہت سے اسلامی ممالک کی خواہش ہے کہ پاک افغان کے درمیان خوش گوار تعلقات قائم ہوں۔ بعض دوست ممالک نے بہتر تعلقات کی صورت میں بہت سے صنعتی منصوبوں کے لئے امداد دینے کی بھی پیش کش کی ہے جو دونوں ملکوں کے درمیان مشترک ہوں گے۔ صدر قذافی اس سلسلہ میں وزیر اعظم بھٹو سے تفصیلی بات بھی کریں گے۔

عالمی سطح پر اب ہماری آواز کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انتہامی

اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل جناب محمد حسن محمد انتہامی نے کہا کہ اسلامی سربراہ کانفرنس میں جو فیصلے کئے گئے ہیں ان میں اسلامی حکمت عملی کو ٹھوس اور واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ان فیصلوں پر مکمل عمل درآمد کے لئے بھرپور کوشش کی جائے گی۔ جدہ روانگی سے قبل لے پی پی سے ایک خصوصی انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ ہم کسی مشکل کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے بلکہ جو دشواری اور مشکل بھی ہماری راہ میں آئے گی ہم اسے ہٹا کر کامیابی کے منزل کی طرف بڑھتے جاتے گے۔ جناب حسن انتہامی نے کہا کہ ہمیں خدشہ ہے کہ بعض عالمی طاقتیں بعض اسلامی ملکوں پر عالم اسلام کے باہمی اقتصادی تعاون کے منصوبے کے بارے میں دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں گی۔ کیونکہ مسلمان ملکوں نے جس عزم و ارادے کا اظہار کیا ہے۔ اس سے ہمیں بڑی تقویت ملی ہے۔

اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ عالمی طاقتوں کو کانفرنس میں کئے گئے فیصلوں کا خیال رکھنا ہی پڑے گا۔ عالم اسلام کی آواز رائیگاں نہیں جاسکتی، انہوں نے کہا

یہ پہلا موقع ہے کہ تمام مسلم ممالک نے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنی پالیسی وضع کی ہے اور جب بھی عالمی سطح پر کوئی فیصلہ کیا جانا ہو گا۔ اسلامی ملکوں کے جذبات کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ کانفرنس کے فیصلے دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

جناب حسن اتھامی نے کہا کہ وہ عنقریب ان اسلامی ملکوں کا دورہ کریں گے، جنھوں نے اعلیٰ سطح پر کانفرنس میں نمائندگی نہیں کی۔ بلکہ کانفرنس میں اپنے نمائندے بھیجے اس سلسلے میں سب سے پہلے میں مراکش جاتے گا اور پھر شہنشاہ ایران سے ملنے۔ کئے لئے تہران کا دورہ کروں گا انھوں نے کہا کہ یہ بہت ضروری ہے تاکہ ان ملکوں کے سربراہ حالات سے پوری طرح باخبر ہو سکیں۔

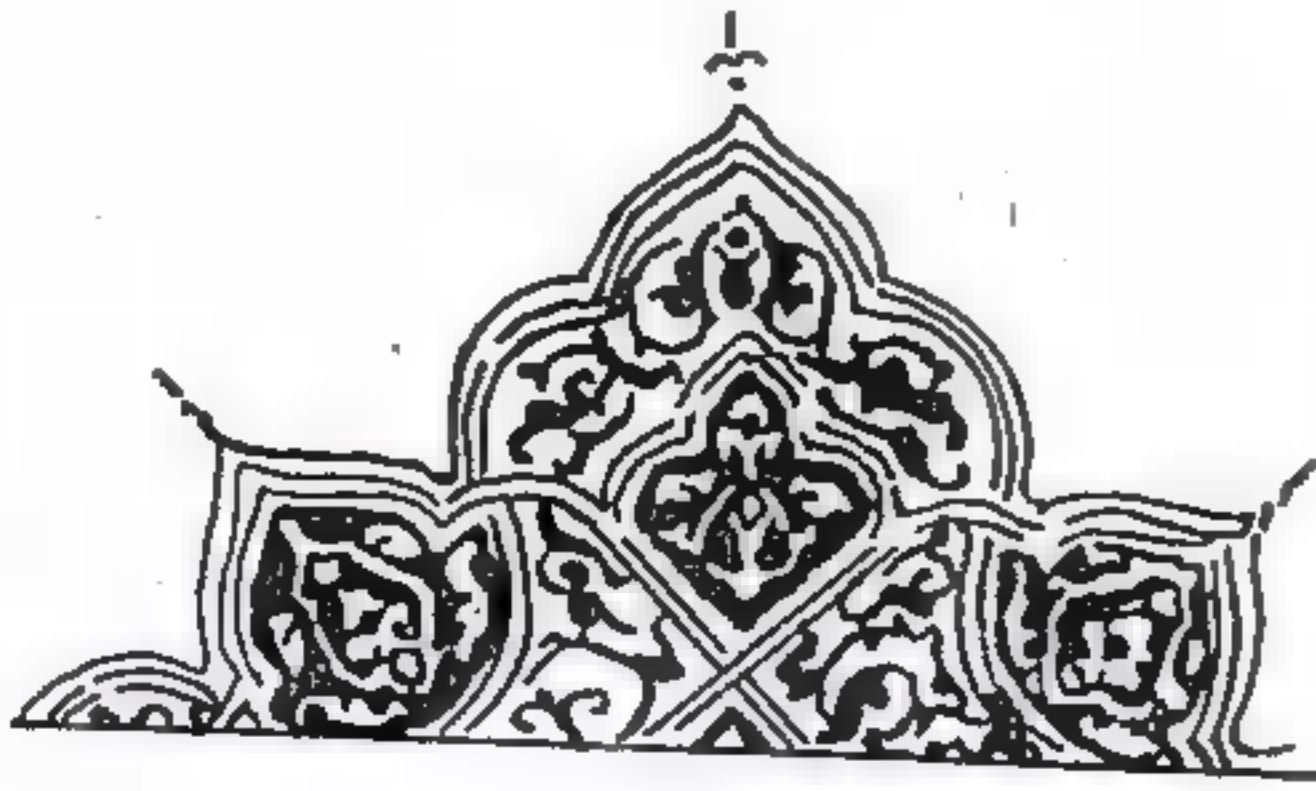
انہوں نے کہا میں افریقی ملکوں کا دورہ بھی کروں گا۔ جنھوں نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا انھوں نے کہا جب تک مسلمان ملکوں کی نوجوان نسل متحد ہو کر ذمہ داریاں سنبھال لیتی چاہئیں۔ تاکہ ہم دوسرے کام کر سکیں۔ اسلامی سیکرٹریٹ کی مزید توسیع کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جناب حسن اتھامی نے کہا ہماری خواہش ہے کہ اسلامی سیکرٹریٹ دس گنا بڑا ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ لاہور کانفرنس سے قبل سیکرٹریٹ کا سب سے بڑا مسئلہ رقوم کا تھا لیکن کانفرنس کے دوران متعدد ملکوں نے سیکرٹریٹ کی مالی امداد کی یقین دہانی کرائی ہے انھوں نے کہا مجھے اس بات پر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ اقوام متحدہ اب تک وہ کامیابیاں حاصل نہیں کر سکی جو اسلامی سربراہ کانفرنس نے پہلے ہی مرحلے میں حاصل کر لی ہیں۔

انھوں نے کہا عرب موقف کی حمایت سے قطع نظر اسلامی سربراہ کانفرنس کے فیصلے عالمی مسائل کے ساتھ مسلمانوں کی از سر نو مطابقت پیدا کرنے کی غمازی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا مسلمان اپنا وجود محسوس کر رہے ہیں اور عالمی قوت کے طور پر ابھر رہے ہیں اور انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنی سرزمین کے خرد مالک ہیں۔

انھوں نے کہا پہلی مرتبہ یروشلم کو مسلمانوں کا ایک شہر قرار دیا گیا ہے اور یہ ایک قابل تحسین فیصلہ ہے اس طرح یروشلم کو بین الاقوامی تحویل میں دینے کے قریب کا خاتمہ ہو گیا ہے

اب کوئی طاقت یا بین الاقوامی تنظیم شہر کو بین الاقوامی تحریکی میں دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔
 انہوں نے کہا ایک وقت تھا جب مسلمان ملک بین الاقوامی سطح پر آواز بلند کرنے کا سوچ بھی
 نہیں سکتے تھے لیکن اسلامی سربراہ کانفرنس کے ساتھ ہی مسلمان ملکوں کی پالیسیوں کی سرطبدی کا
 آغاز ہو گیا ہے۔

مسٹر تنہا می نے کہا لاہور سچے مومنوں کا شہر ہے اور اس شہر میں اسلامی کانفرنس کے ذریعے
 اسلامی یک جہتی حاصل کر کے تاریخ ساز مکی گئی ہے انہوں نے کہا یروشلم اور عرب مقبوضہ علاقوں
 کی آزادی ہماری ابتدائی منزل ہے۔ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب صرت اسرائیل
 کے خلاف عرب جدوجہد کی حمایت یا مقبوضہ علاقوں کو خالی کرانا نہیں ہوتا بلکہ اسلام سے ہم یہ مراد
 لیتے ہیں کہ مسلمانوں کی سوچ کے مطابق عالمی پالیسیوں کو از سر نو مرتب کیا جائے۔ انہوں نے کہا
 دشمن پسند کرتا ہے یا نہیں۔ اسے مقبوضہ علاقوں سے نکلنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ وہ جنسیرا
 مذاکرات میں شرکت نہیں کریں گے۔ کیونکہ جنسیرا مذاکرات کا اسلامی سربراہ کانفرنس سے کوئی تعلق
 نہیں ہے۔ سربراہ کانفرنس نے عرب موقف کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ کراچی میں اخبار نویسوں
 سے باتیں کرتے ہوئے مسٹر تنہا می نے کہا مسلمان ملکوں نے پہلی مرتبہ اسلامی فلسفے کو ایک پالیسی
 لائن کے طور پر اپنایا ہے۔



نماز جمعہ

ملت اسلامیہ کے جاہ و جلال کا ایمان سے افروز اجتماع

اسی کروڑ فرزند ان توحید کے مقتدر رہنماؤں
نے بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ ادا کی

لاہور کی بادشاہی مسجد نے گزشتہ تین سو سال کے دوران ملت اسلامیہ کے جاہ و جلال کے بہت سے مناظر دیکھے ہیں۔ اسے ان مسلمان حکمرانوں کے مسجدے بھی یاد ہیں جنہوں نے برصغیر میں اسلام کی عظمت کو فروغ دیا تھا اسے ان مجاہدین کی بحیریں بھی یاد ہیں جنہوں نے اسلام کی حرمت کی خاطر اپنی گردنیں پیش کی تھیں اسے ان بزرگوں کی دعائیں بھی یاد ہیں جنہوں نے اسلام کی شمع کو فروزاں رکھنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں اور اسے روح پرور سماں بھی یاد ہو گا۔ جب قیام پاکستان کی خوشی میں اہل لاہور نے بارگاہ رب العزت میں سجدہ شکر پیش کیا تھا لیکن اس نے جمعہ ۲۲ فروری ۱۴۴۷ء کو جو دلولہ انگیز، حیات آفرین اور ایمان پرور نظارہ دیکھا ہے اس کی مثال ماضی کے دامن میں نہیں۔

بادشاہی مسجد میں جمعہ کی نماز صدیوں ادا کی جاتی رہی ہے اسے دو دامن مغلیہ کے اس شہنشاہ سے نسبت ہے جس کے سینے میں مرد مومن کا دل تھا اور جو شعائر اسلام کا نہ صرف پابند تھا بلکہ مبلغ اور محافظ بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسجد کو ہمیشہ احترام کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے یہ مسجد مکہ معظمہ کی مشہور مسجد الوحید کے نمونے پر تعمیر کی گئی ہے اور اس نسبت کی وجہ سے اسے ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ یہ مسجد مسلمانوں کے فن تعمیر کا نہایت حسین

مرقع ہے اور اس لئے اہل پاکستان اسے اپنا بہت ہی قیمتی ورثہ سمجھتے آئے ہیں لیکن اس مسجد میں بیک وقت تمام عالم اسلام کے سربراہوں اور نمائندوں کی موجودگی سے جو انفرادی حیثیت اسے ملی ہے اس پر ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

بادشاہی مسجد میں تمام عالم اسلام کے نمائندوں کا اجتماع اس تاریخی موقع پر ہوا جب لاہور میں ۲۲ فروری کو اسلامی سربراہ کا نفرنس شروع ہوئی اور اس حسن اتفاق پر مستقبل کا مومخ یقیناً غور کرے گا۔ کہ سربراہ کا نفرنس کی کاروائی نماز جمعہ کے بعد شروع ہوئی اور صحن مسجد ہی میں خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اس دعا کے ساتھ شروع ہوئی کہ اسلام اور عالم اسلام کو وہ منصب، وہ عزت، وہ رفعت نصیب ہو جس کی تمنا سترکہ در مسلمانوں کے دل میں ہے اہل پاکستان اور اہل لاہور کے دلوں میں اسلام اور عالم اسلام کے لئے جو محبت اور عقیدت ہے اس کا مظاہرہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ مگر ۲۲ فروری کو ایک عجیب روح پرور اور ولولہ انگیز سماں دیکھنے میں آیا تھا۔ لاہور کے شہریوں نے ذات ہی کو سن لیا تھا کہ بحر اوقیانوس کے ساحل سے لے کر بحر الکاہل کے جزائر تک کے جو سربراہان مملکت اور نمائندے لاہور کی سربراہ کا نفرنس میں شریک ہونے کے لئے آئے ہیں وہ جمعہ کی نماز بادشاہی مسجد میں ادا کریں گے۔ اس خبر سے اہل لاہور کے دلوں میں عالم اسلام کے ان رہنماؤں کو ایک جھلک دیکھنے کی تمنا پیدا ہوئی جو ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی اور عالم اسلام کی سرطندی کے لئے تشریف لائے تھے۔ صبح ہی سے انسانوں کا ہجوم اٹنا شروع ہوا اور گیارہ بجے چرنگ کو اس سے لے کر بادشاہی مسجد تک شرک کے دونوں کناروں پر تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی اور عوام فٹ پاتھروں کے علاوہ قریبی عمارتوں کی پھٹوں پر بھی چڑھے ہوئے تھے۔

بادشاہی مسجد جس کا صحن تمام دنیا کی مساجد سے بڑا ہے نماز جمعہ سے دو گھنٹہ قبل ہی مکمل طور پر بھر چکا تھا۔ جب کسی مسلم رہنما کی گاڑی مسجد کے قریب پہنچتی تو ہر طرف سے نعرہ کبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو اسلام علیکم کی ایمان افروز آواز آتی تھی۔ جن لوگوں کو صحن مسجد میں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی انھوں نے اپنی نماز قریبی مسجدوں میں

جیت پر اسی امام کے پیچھے ادا کی۔ صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان پہلے ہی بڑے دروازے پر پہنچ گئے تھے اور وہ یہاں پر اپنے معزز ہمانوں کا استقبال کرتے تھے۔

اسلامی ممالک کے سربراہوں کی متوقع آمد کے پیش نظر مسجد میں نماز جمعہ کے لئے انتہائی خاص انتظامات کئے گئے تھے۔ حضورِ باغ کے سامنے سیڑھیوں سے مسجد کے اندر تک سرخ قالین بچھایا گیا تھا جس پر سے گزر کر سربراہ مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ مسجد کے ارد گرد اسلامی ممالک کے بھنڈے لہرا رہے تھے۔ دیگر انتظامات کے ساتھ ساتھ زبردست حفاظتی انتظامات بھی تھے۔ مسجد کے صحن کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ مین دروازے کے ساتھ لوہے کی چادروں کا ایک نچتہ راستہ بنایا گیا تھا جو زمین سے ایک فٹ بلند تھا اس پر سرخ قالین بچھا تھا اور اس راستے کے دونوں طرف قالین کی سرخ رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اس کے دائیں بائیں تیس تیس فٹ جگہ خالی تھی۔

مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے ہر جگہ پر نازی موجود تھے۔ اس کے علاوہ مسجد کے باہر شاہی محلہ کی جانب دور دور تک میدان میں اور سڑکوں پر ارد گرد واقع مکانات کی چھتوں پر لوگوں نے نماز جمعہ ادا کی۔

مسجد کا اندرونی حصہ سب سے اہم تھا جہاں صحن ممالک کے سربراہوں، ان کے وفد کے ارکان صوبائی گورنر، وزراء اور چند نہایت اہم اعلیٰ سرکاری افسروں نے نماز پڑھی۔ اس کے علاوہ مسجد کے باہر بھی ہزاروں افراد نے نماز جمعہ ادا کی۔ مسجد کے دائیں جانب مکانات کی چھتوں پر ہزاروں افراد دور سے سربراہوں کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے کئی گھنٹے تک بیٹھے رہے۔

معزز ہمانوں کے وفد کی آمد پر نے ایک نیچے شروع ہوئی۔ سب سے پہلے مین کے سربراہ قاضی عبدالرحمن الاریانی آئے جو بارہ بجکر ۵۵ منٹ پر مسجد میں پہنچے، ان کے بعد انڈونیشیا کے آدم ملک آئے۔ تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات ایک بجکر ۲۵ منٹ پر مسجد میں پہنچے۔ صحن میں عوام نے یاسر عرفات کو دیکھا تو نعرہ ہائے تحکیر کی آوازوں سے نضا گونج اٹھی اور یاسر عرفات نے بھی عوام کے جذبات کا اپنے مخصوص انداز میں

ہاتھ ہلا کر جواب دیا۔ یا سر عرفات اپنے مخصوص لباس خاکی پتلون سفید قمیض اور سر پر سیاہ اور سفید رنگ کا چارخانہ دو بال ڈالے مسٹر عبدالحفیظ کا روار کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد کے اندر موجود لوگ کھڑے ہو گئے۔ ایک شخص ان سے والہانہ انداز میں لپٹ گیا۔ اس سے فائدہ اٹھا کر وزیر تعلیم عبدالحفیظ کا روار نے بھی یا سر عرفات کو گلے سے لگایا اور ان کی گردن کو بھی بوسہ دیا۔ ڈپٹی ڈیپٹی صدر حافظ الاسد آئے۔ شاہ فیصل جب نماز جمعہ میں شرکت کے لئے شاہی مسجد میں پہنچے تو صفت میں بیٹھنے سے قبل ہی انھوں نے دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ نماز کے بعد شاہ فیصل ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔ ٹیلیوژن پر کاروائی نشر کرنے والے اصحاب نے اس موقع پر شاہ فیصل کی ایک حالیہ تقریر کا ذکر جس میں انھوں نے کہا تھا کہ میری زندگی کی اب آخری خواہش یہ ہے کہ میں بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کروں۔

اس حوالہ سے ٹیلیوژن دیکھنے والے لاکھوں افراد کے جذبات میں تلاطم برپا ہو گیا۔ اولے اختیار ان کی زبان سے یہ دعا نکلی کہ "اے اللہ تو بیت المقدس کو غاصبوں کے تسلط سے آزاد کر دے۔ شاہ فیصل کافی دیر تک بڑے خشوع و خضوع سے دعا کرتے رہے اور جب انھوں نے دعا ختم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ چہرے کے سامنے سے ہٹائے تو ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو پھلک آئے۔ اور ان کے ساتھ ہی ٹیلیوژن دیکھنے والے لاکھوں افراد کی آنکھیں بھی آبدیدہ ہو گئیں۔

ہزاروں نمازی بڑی عقیدت کے ساتھ اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے انھوں نے اللہ اکبر اور پاسبان کعبہ زندہ باد کے نعرے لگائے۔

شاہ فیصل نے اپنے شانوں تک ہاتھ اٹھا کر مسلمانان لاہور کے اظہار محبت کا جواب دیا۔ لوگ ایک بار پھر محافظہ کعبہ کی ایک بھلک دیکھنے کے لئے صفیں چھوڑ کر جنگلے کے قریب جمع ہو گئے۔ شاہ فیصل جب مسجد کے اندرونی برآمدے میں داخل ہوئے تو وہاں موجود متعدد سربراہ اظہار عقیدت، احترام کے طور پر کھڑے ہو گئے۔ شاہ فیصل کو امام کے منبر کے بالکل سامنے جگہ دی گئی۔

پوگنڈا کے صدر عبیدی امین جب مسجد میں داخل ہوئے تو وہ اپنی فوجی وردی میں طوس

تھے۔ نمازیوں نے اللہ اکبر اور مجاہد اسلام زندہ باد کے نعروں سے ان کا استقبال کیا ایک بار پھر صفوں میں پہل پہل مچی لوگ جنگے کی طرف بڑھے اور انھوں نے ہاتھ ہلا کر افریقی مسلمانوں کے اس پرہیزش اور مقبول قائد کا خیر مقدم کیا اور عیدی اپن نے بھی باد بار ہاتھ ہلا کر ان کے جذبات کا جواب دیا۔ ان کے بعد ماریطانیہ کے صدر، بحرن کے امیر، کویت کے امیر اور دیگر رہنما آئے۔ ایک بجکر ۳۸ منٹ پر صدر قذافی مسجد کے صدر دروازے پر آئے۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو نعرہ تکبیر، مجاہد اسلام کے نعروں سے پوری نضا گونج اٹھی۔ ان کے فوری بعد الجزائر کے صدر بو مدین اندر آئے وہ سیاہ چشمہ پہنے ہوئے تھے۔

مؤتمر عالم اسلامی کے سربراہ مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی کی آمد پر بھی نمازیوں نے غیر معمولی جوش و خروش اور احترام کا مظاہرہ کیا۔ مفتی اعظم فلسطین مؤتمر عالم اسلامی کے قیام اور اس کے بعد اپنی مسلسل جدوجہد کے ذریعہ سالہا سال تک تمام دنیا میں اتحاد اسلامی کی تنہا علامت رہے ہیں۔ اور اعلان بالخور سے لے کر عرب اسرائیل جنگ تک انھوں نے مسئلہ فلسطین کو زندہ رکھنے کے لئے بے مثال قربانیاں دی ہیں۔

نماز جمعہ کی اذان سے چند منٹ قبل جب بیشتر معزز مہمان مسجد میں پہنچ چکے تو وزیر اعظم بھٹو بھی صدر پاکستان کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ عوام نے اپنی جگہوں سے اٹھ کر قائد عوام زندہ باد، ذوالفقار علی بھٹو زندہ باد، اتحاد اسلامی زندہ باد کے پر جوش نعروں سے وزیر اعظم کا استقبال کیا گیا وہ صدر قذافی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ایک بجکر ۱۱ منٹ پر اذان شروع ہوئی اور شاہی مسجد کے خطیب عبدالقادر آزاد نے عربی میں خطبہ پڑھا۔ قرآنی آیات اور احادیث نبوی پر مشتمل خطبہ کا بنیادی موضوع اسلامی اتحاد تھا۔

نماز کے بعد تمام رہنماؤں نے سنتیں ادا کیں اور اس کے بعد اسلامی دنیا کے ان عظیم رہنماؤں نے ایک دوسرے کے ساتھ گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ ایک دوسرے سے گلے ملے۔ اس کے بعد تمام رہنما پچھلے دروازے سے جو خاص طور پر اس مقصد کے لئے بنوایا گیا تھا مسجد سے باہر گئے۔ اور وہاں سے پورے شان و شوکت سے جلوس کی صورت میں واپس چلے گئے۔ آج کی نماز میں مہمان مالک کے معزز ارکان کے علاوہ گورنر پنجاب صدیق حسین

قریشی، وزیر اعلیٰ ملک غلام مصطفیٰ کھر، مرکزی وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازمی، نائب وزیر خارجہ عزیز احمد، صوبائی وزیر اہری بی فوج کے چیف آف سٹاف جنرل ٹکا خان، جسٹس یعقوب علی خاں سپریم کورٹ کے جج مسٹر جسٹس یعقوب علی خاں اور اعلیٰ سرکاری افسران نے بھی شاہی مسجد میں نماز ادا کی۔

نماز سے قبل ااتبجے سے ایک بجے تک نماز دینی رہنماؤں نے تقاریر کیں۔ عالم اسلام کے اتحاد اور اسلامی سربراہوں کی کانفرنس کے انعقاد کی اہمیت اور اس کی کامیابی کے بارے میں خیالات کا اظہار کیا۔ قاری غلام رسول نے تلاوت کی۔ مفتی محمد حسین نعیمی نے کہا کہ آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مسلمانوں کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے اور انہیں عزت کی منزل کی طرف گامزن کر دیا ہے۔ انہوں نے وزیر اعظم بھٹو کو بھی شاندار خراج تحسین پیش کیا۔ مسجد وزیر خاں کے خطیب مولانا خلیل احمد قادری نے کہا کہ اسلامی کانفرنس سے عالم اسلام متحدہ ہو گا۔ انہوں نے دعا کی کہ یہ کانفرنس کامیاب ہو، ان کے علاوہ مولانا عبدالحکیم صاحبزادہ کبیر علی، مولانا مقصود احمد، علامہ نصیر اجتہادی اور مولانا ابو بکر غزنوی نے اسلامی کانفرنس کو عالم اسلام کے اتحاد کا پیش خیمہ قرار دیا۔

اسلامی کانفرنس میں شرکت کرنے والے سربراہوں، ان کے رفقاء اور لاہور کے تقریباً دو لاکھ مسلمانوں نے بادشاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی، نمازیوں کی صف اول میں آج دنیا کے ۳۸ مسلم ملکوں کے وفد اور ۸۰ کھڑے مسلمانوں کے نمائندوں کی موجودگی سے مسجد عالمگیری میں دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک ایسا عظیم الشان اور تاریخی اجتماع ہوا جو مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے سوا شاید ہی اس سے قبل دنیا کی کسی مسجد میں منعقد ہو گا۔

بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا عبد القادر آزاد نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔ نماز جمعہ کے اس تاریخی اور عالمگیر اجتماع میں جو لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنس کی برکتوں میں سے ہے۔ اہل لاہور کے لئے ایک بڑی سعادت تھی۔ افریقہ اور ایشیا کے مسلم ممالک کے متعدد ملکوں کے سربراہوں، قائدین اور نمائندوں نے اپنے قومی لباس پہن کر شرکت کی۔ ان کی آمد مسلمانوں کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔

صدرِ قذافی اور وزیرِ اعظم بھٹو کھلی کار میں واپس آئے

شاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد لیڈیا کے صدر قذافی اور وزیرِ اعظم بھٹو ایک ہی کار میں واپس آئے۔ دونوں رہنما جس کار میں سوار تھے اس کی چھت ٹٹا دی گئی تھی۔ دونوں رہنما کار میں برابر کھڑے ہو گئے، راستے میں لاہور کے لاکھوں عوام نے جو دونوں طرف سربراہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے جمع تھے۔ وزیرِ اعظم بھٹو اور صدر قذافی زندہ باد کے پر جوش نعروں سے ان کا خیر مقدم کیا۔ دونوں رہنما اپنے اپنے انداز میں ہاتھ ہلا کر عوام کے جذبات کا جواب دیتے رہے۔

اسلامی کانفرنس میر زمانہ طالبِ علمی کے خواب کی تعبیر ہے (بھٹو)

وزیرِ اعظم بھٹو نے کہا ہے کہ موجودہ اسلامی کانفرنس ان کے زمانہ طالبِ علمی کے ایک خواب کی تعبیر ہے انھوں نے اس سلسلہ میں اپنے طالبِ علمی کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ ۲۶ برس قبل مجھے ایک یونیورسٹی میں طلباء کے ایک اجلاس سے اسلامی ورثے کے موضوع پر خطاب کرنے کے لئے کہا گیا جن طلباء سے مجھے خطاب کرنا تھا وہ تقریباً تمام غیر مسلم تھے۔ اس موقع پر میں نے اپنی تقریر میں استحصا کے خلات اسلامی اتحاد کی تجویز پیش کی اور اسلامی دولت مشترکہ کا خاکہ پیش کیا میں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ اس قسم کی ایک تحریک اگلے بیس برس کے اندر آخری شکل اختیار کرے گی۔ اس وقت مجھے اس بارے میں طرح طرح کے شکوک تھے کہ میرا یہ خواب پورا ہو گا بھی یا نہیں، لیکن آج خدا کا شکر ہے کہ میرے اس خواب کی تعبیر پوری ہو گئی ہے۔

پاکستان نے جنگ دیش تسلیم کر لیا

لاہور ۲۲ فروری — پاکستان نے جنگ دیش تسلیم کر لیا — یہ اعلان وزیر اعظم پاکستان جناب بھٹو نے لاہور ٹیلی ویژن کے سٹوڈیو میں گورنروں، وزرائے اعلیٰ، ارکان اسمبلی اور پارٹس لیڈروں کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا، یہ اجلاس ۱۹ فروری کو طلب کیا گیا تھا لیکن بعض وجوہ کی بنا پر ملتوی ہوتا رہا اور آج شام ۱۲ بجے مکمل ہو سکا۔ وزیر اعظم نے کہا، کہ انھوں نے جنگ دیش کے مسئلے پر بڑی طاقتور یا ہندوستان کی پرواہ نہیں کی لیکن اب یہ دوستوں کا مشورہ ہے، دشمنوں کی رائے نہیں، جناب بھٹو کی تقریر کے دوران سٹوڈیو بار بار تالیوں سے گونجا، جنگ دیش تسلیم کرنے کے فیصلے کا اعلان کرتے وقت وزیر اعظم کی آواز جذبات سے بھر گئی، جب وزیر اعظم تالیوں کی گونج میں واپس جا رہے تھے تو تھوڑی دیر رک کر انھوں نے بھی حاضرین کے ساتھ مل کر تالیاں بجاتیں۔

وزیر اعظم بھٹو کی تقریر کا متن درج ذیل ہے :

میں نے آپ کو اور دیگر صوبوں سے دوستوں کو یہاں آنے کی تکلیف دی ہے، سندھ، سرحد اور بلوچستان سے بھی دوستوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اس میٹنگ کے لئے آئیں۔ دو دفعہ یہ میٹنگ بلائی گئی۔ کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ آپ سے مخاطب ہوں لیکن اب تک موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ چند واقعات ایسے ہوئے جن کے باعث میٹنگ کو ملتوی کرنا پڑا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں آپ سے کیوں ملنا چاہتا تھا، میں نے ہر مشکل وقت میں آپ سے مشورہ کیا ہے اور میری سیاسی زندگی کا دستور یہی ہے، جب میں کہتا ہوں، آپ سے مشورہ کروں تو میں آپ کی ذات سے نہیں بلکہ پاکستان کے عوام سے مخاطب ہوتا ہوں۔ کیونکہ آپ عوام کے نمائندے ہیں۔ اور آج میں اس چھوٹے سے کمرے میں عوام کے نمائندوں سے ملاقات کر رہا ہوں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں کیا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں اور کس مسئلے پر آپ کی رائے لینا چاہتا ہوں۔ یہ مسئلہ جنگ دیش

کا ہے یہ مسئلہ کیوں پیدا ہوا۔ جنگلہ دیش بننے کی وجوہات کیا تھیں۔ اس کا پس منظر کیا تھا۔ آپ سب جانتے ہیں وہاں آزادی یا علیحدگی کی تحریک چلی یا نہیں چلی۔ اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا گیا یا نہیں؟ وہاں جارحیت اور مداخلت ہوئی یا نہیں؟ یہ بھی آپ کو معلوم ہے، دو سال سے اس بات پر بہت بحث اور مناظرے ہو چکے ہیں اس پر بھی بہت بحث ہوئی ہے کہ چھ نکات ملک کی سالمیت کا پروگرام تھا یا علیحدگی کا پروگرام تھا۔ میری ناقص رائے میں یہ پروگرام علیحدگی کا تھا۔

میں نے اس مسئلے پر دو سال تک تقریریں کی ہیں۔ جب سے میری حکومت آئی ہے میں نے یہ بات کہی ہے اور یہ کہہ لی گئی بات نہیں میرا جو فلسفہ تھا وہ میں پہلے دن سے کہہ رہا ہوں آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم پر کوئی دباؤ پڑ رہا ہے اگر دباؤ ہو بھی تو ہم دباؤ میں نہیں آتے۔ ہم پر بڑے طاقتور نے دباؤ ڈالا بلکہ دباؤ سے بھی کچھ زیادہ کیا۔ اور کہا کہ اگر آپ نے یہ فیصلہ نہ کیا تو مشکلات بڑھیں گی لیکن میں نے بڑی طاقتوں یا ہندوستان کی پرہیزگاروں کی۔ لیکن اس وقت یہاں تاریخی اسلامی کانفرنس ہو رہی ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ ابھی بھی دباؤ ہے لیکن یہ دشمنوں کی رائے نہیں، یہ فیصلہ چاہنے والے ہمارے مخالف نہیں۔

یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ یہ کانفرنس اسی مقصد کے لئے بلائی گئی ہے اگر یہ کانفرنس اسی مقصد کے لئے بلائی گئی ہے تو کیا اسرائیل بھی پاکستان نے بنایا ہے اور کیا دو جنگیں بھی ہم نے کرائی تھیں کہ ایک دن مشرقی پاکستان الگ ہو کہ جنگلہ دیش بنے۔ اور ہم کانفرنس کے پہلے اسے تسلیم کر لیں۔ اور کیا اکتوبر کی جنگ ہم نے کرائی تھی۔ لیکن سچی باتیں دنیا جانتی ہے غلط فیصلے سب سے ہو سکتے ہیں، میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ قوم یا عوام کے مفاد کے خلاف غلط فیصلہ نہ کر دے میں نے اس مسئلہ پر بہت سوچا ہے اور اگر اس آخری وقت پر بھی کوئی شخص یا آپ میں سے کوئی درست اٹھ کر یہ بتائے کہ ذوالفقار علی بھٹو ہم اس فیصلے کے سوا کسی دوسرے طریقے سے دوبارہ اکٹھے ہو سکتے ہیں تو میں کہوں گا کہ میں آپ کی بات مانتا ہوں۔ آخر ہمارے پاس ایسا کوئی طریقہ ہے جس سے ہمارے بھائی جنھوں نے ہمارے ساتھ مل کر پاکستان کے لئے قربانیاں اور جدوجہد کی، اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے اس سے کون انکار کرتا ہے اگر یہ

انصاف کی حقیقت ہے تو ہمیں اسے تسلیم کرنا چاہیے اور اگر یہ غلط حقیقت ہے تو ہمارے فیصلے کے باوجود خود مٹ جائے گی۔ کیونکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ غلط حقیقت مٹ جایا کرتی ہے اگر وہاں جارحیت ہوتی ہے تو وہاں کے لوگ خود اس کے خلاف فیصلہ کریں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو جارحیت کا پھل قبول کرنے والی بات ہوگی۔ لیکن یہ تقریروں کی باتیں ہیں دنیا کا دستور ہے اور آدم اور حوا کے زمانے سے یہ طریقہ چل رہا ہے کہ فیصلے جنگ سے ہوتے ہیں یا پر امن طور پر، لیکن صحیح فیصلے جنگ سے نہیں ہوتے امن سے ہوتے ہیں اور اگر امن سے نہ ہوں تو پھر جنگ آخری حربہ ہوتا ہے۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ آج کا دن میرے لئے مبارک ہے یہ نہ سمجھیں کہ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ میں خوش نہیں بعض فیصلوں میں افسردگی ہوتی ہے، میں نہیں کہتا کہ میں یہ تقریر غم کے ساتھ نہیں کر رہا۔ میں نے پورے ملک میں عوام سے باتیں کی ہیں۔ خیبر سے کراچی تک ہر شہر اور ہر صوبے میں جا کر اس مسئلے پر اپنا نقطہ نظر عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔ میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ قومی اسمبلی کی وہ قرارداد میرے پاس ہے جس میں حکومت کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا میں چاہتا تھا کہ آپ کو نہ بتاتا، ایک پریس کانفرنس بھی کر سکتا تھا لیکن میں آپ کے سامنے پیش ہونا چاہتا تھا۔ اگر ہم ماضی کو بھول جائیں اور برصغیر کے حالات اور جنگلہ دیش کے ساتھ تعلقات کو دیکھیں تو میری رائے میں کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور مجھ سے کہا بھی گیا کہ تم دیر کیوں کرتے ہو یہ فیصلہ تو تمہیں بہت پہلے کرنا چاہیے تھا۔

آج لاہور میں ہمارے بھائی اور دوست جمع ہیں وہ ہمیں غلط مشورہ نہیں دے سکتے انہوں نے ہر نازک وقت اور بحران میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔ ان میں سے کئی نے جنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا وہ ہمارے خیر خواہ ہیں ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس سے پہلے بھی اور ان کے لاہور میں آنے پر بھی مشورہ کیا ہے۔ میں نے ان سے کہا۔ آپ بتائیں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ آپ ملت اسلامیہ کے خیر خواہ ہیں آپ ہمیں مشورہ دیں۔ ان سب نے کہا آپ یہ فیصلہ کریں۔ یہ فیصلہ پاکستان کے حق میں ہے۔ یہ رائے دشمن کی نہیں، انہوں نے اپنا رخ بھیجا ہے وہاں سے واپس آکر مجھے دوستوں نے مجھ سے باتیں کی ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ

قوم کا فیصلہ ہے۔ اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو میں حاضر ہوں، عوام انصاف کریں۔ میں انصاف سے نہیں ڈرتا۔ میں ڈرنے والا نہیں۔ اگر یہ ہمارے مفاد کا فیصلہ ہے تو میرے عوام، میرے دوست، میرے مزدور، میرے کسان، میرے دانشور اسے قبول کر لیں گے۔ کیونکہ اس سے ہم اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حکومت پاکستان کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ ہم آج سے جنگ دیش کو منظور کرتے ہیں۔ ان کی حکومت کو تسلیم کرتے ہیں، ان کے ان کا وندیاں آئے گا ہم ان سے بغلیں ہو جائیں گے۔ اور اسلامی کانفرنس میں سے سات کو ڈر مسلمانوں کو نماندگی بھی ملے جائیگی میں نے آپ کو اسی لئے دعوت دی تھی۔ اب آپ عوام کے پاس جانیں اور انھیں یہ پیغام پہنچائیں۔

محیب کی لاہور میں موجودگی میرے خوابوں کی تعبیر تھی۔ آدم ملک

انڈونیشیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر آدم ملک نے اس موقع پر کہا کہ لاہور کی اسلامی سربراہ کانفرنس میں شیخ محیب الرحمن کی موجودگی میرے خوابوں کی تعبیر تھی۔ جکارٹہ روانہ ہونے سے پہلے انھوں نے کہا کہ انڈونیشیا، پاکستان اور جنگ دیش کے درمیان تمام میدانوں میں تعلقات کو معرکے پر لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جاے گی۔ انھوں نے کہا پاکستان اور جنگ دیش کو ماضی بھول جانا چاہیے اور امید کے ساتھ مستقبل پر نظر رکھنی چاہیے۔

انھوں نے کہا۔ ہمیں تاریخ اور دین کی طرف دیکھنا چاہیے اور ان کی رہنمائی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ کانفرنس کے بارے میں انھوں نے کہا کہ میں یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ سارا کام اتنے مختصر وقت میں مکمل ہو جائے۔ لیکن مشترک مقاصد اور نصب العین کی وجہ سے یہ ممکن ہو گیا انھوں نے کہا کہ عالم اسلام کے درمیان اقتصادی تعاون میں اضافے کے وسیع امکانات موجود ہیں۔



مسلم سربراہوں کا عظیم الشان اجتماع

تاریخی اسلامی سربراہ کانفرنس کا افتتاحی اجلاس جو ۲۲ فروری کی شام چھ بجے بیس منٹ پر پنجاب اسمبلی چیمبرز میں شروع ہوا۔ رات کے ساڑھے نو بجے تک جاری رہا۔ اس افتتاحی اجلاس سے خطاب کرنے والوں میں صدر مملکت جناب فضل الہی چودھری، وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو، شام کے صدر حافظ الاسد، لیبیا کے صدر معمر القذافی اور افغان وفد کے قائد مسٹر عبدالرحمن پژواک شامل تھے۔ اسمبلی ہال کے اندر اتنے بہت سے سربراہان مملکت اور حکومتوں کو باہم مل کر مسلمانوں کی فلاح بہبود کے لئے کام کرتے دیکھنا پڑا۔ وجدانی اور دلولہ انگیز تھا۔ مندوبین ایک نیم دائرے میں چار فطروں میں بیٹھے ہوتے تھے۔ جہان گرامی کی آمد شام کو ٹھیک پانچ بج کر ۳۵ منٹ پر شروع ہوئی اور سوا چھ بجے تک سب لوگ اسمبلی ہال میں جمع ہو چکے تھے۔

اسمبلی ہال کے سامنے کانفرنس میں شریک ممالک کے پرچم لہا رہے تھے۔ صدر مملکت کے باڈی گارڈز اپنی بے داغ وردیوں میں ملبوس اسمبلی چیمبرز کے سامنے کھڑے تقریب کی رنگینی میں اضافہ کر رہے تھے۔ جو نہی سربراہان مملکت اور دیگر مندوبین کی کاریں پہنچنا شروع ہوئیں تو چیمبرنگ کراس میں کھڑے بے شمار لوگوں نے نعرہ ہاتے تکبیر سے ان کا خیر مقدم کیا۔ سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل اور کچھ اور عرب رہنماؤں نے روایتی عربی لباس پہن رکھا تھا۔ کچھ افریقی سربراہوں نے بھی ملکی لباس پہنا ہوا تھا۔ یوگنڈا کے صدر عدی امین نے پوری فوجی وردی پہنی ہوئی تھی اور ان کی چوڑی چکلی چھاتی پر تمغے پوری نشان سے چمک رہے تھے۔ الجزائر کے صدر سوری بوبدین اور شام کے صدر حافظ الاسد لاؤنج سٹولوں میں ملبوس تھے۔

یہاں کے صدر معمر القذافی بھی فرجی دردی میں لبوس تھے تنظیم آزادی فلسطین کے رہنما یا سرعزات نے سر پر پول کا روایتی رومال باندھ رکھا تھا اور ان کی آنکھوں پر گہرے شیشوں کا چشمہ تھا۔ تمام سربراہوں اور وفود کے دیگر ارکان کا استقبال صدر مملکت جناب فضل الہی چودھری نے کیا۔ وہ اسمبلی ہال کے مرکزی دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ انہوں نے گہرائی اسٹاپین رکھا تھا اور سر پر جناح کیپ تھی۔ ٹیلیوژن کے کیمروں اور دوسرے بیسیوں فوٹو گرافروں نے اسمبلی ہال کے مرکزی دروازے کو گھیر رکھا تھا۔ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو سیاہ رنگ کی مریڈینکار میں آئے۔ انہوں نے دھاری دار لائونج سوٹ اور گلابی قمیض پہن رکھی تھی۔ ان کے گلے میں فرمی رنگ کی ٹائی تھی۔ شام کو چھ بج کر ایک منٹ پر وہ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔ ان کے ساتھ اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل جناب حسن الہامی اور کانفرنس کے سیکرٹری آغا شاہی کی کرسیاں تھیں۔ ہال کے دونوں طرف کانفرنس کے بڑے بڑے نشان آویزاں تھے۔

کانفرنس کی کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ قاری زاہر قاسمی نے تلاوت کی بعد ازاں مراکش کے وزیر خارجہ طیبی حمانے شاہ جن ثانی کا ایک پیغام پڑھا جس میں عالم اسلام کے استحکام کی دعا کی گئی تھی اور عرب موقف کی حمایت پر حکومت پاکستان کا شکریہ ادا کیا گیا تھا۔ وزیر اعظم بھٹو نے تب سیکرٹری جنرل سے درخواست کی کہ وہ پاکستان کے صدر کو ہال میں لائیں۔ صدر فضل الہی چودھری جب ہال میں داخل ہوئے تو تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر ان کی تعظیم کی۔ صدر فضل الہی نے معزز مہانوں کے سامنے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔

مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی اور عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمود ریاض نے بھی شرکت کی افتتاحی اجلاس میں بلکہ ویش کو اسلامی سیکرٹریٹ کی رکنیت دینے کا اعلان بھی کیا گیا۔ کانفرنس میں بلکہ ویش کی شرکت کی توقع کی گئی۔ کانفرنس میں اکیس ملکوں کے سربراہوں نے شرکت کی۔ بین تنظیموں کے صدر شریک ہوئے اور دوسرے ملکوں کے وفود کی قیادت ان کے وزرائے خارجہ نے کی۔ کانفرنس کے چیئرمین وزیر اعظم مٹو ذوالفقار علی بھٹو نے کرسی صدارت سنبھالتے ہوئے کانفرنس کا افتتاح کیا جس کی تلاوت قرآن حکیم کے ساتھ باقاعدہ کارروائی شروع ہو گئی۔ یہ دنیا نے اسلام کی دوسری سربراہ کانفرنس تھی۔ پہلی کانفرنس ستمبر ۱۹۶۹ء میں مراکش کے دارالحکومت رباط میں منعقد ہوئی جس میں ۲۱ ملکوں نے شرکت

کی تھی جس میں مسلم سربراہوں نے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے خلاف شدید ردِ عمل ظاہر کیا اور اسلامی اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔

سربراہ کانفرنس کے افتتاح کے بعد صدر پاکستان مہر فضل الہی چودھری سیکرٹری جنرل ڈاکٹر تہامی اور مسٹر آغا شاہی کے ساتھ ہال میں داخل ہوئے اور انہوں نے مسلم سربراہوں کو سپانسمہ پیش کیا پھر مراکش کے وزیر خارجہ نے رباط کانفرنس پر مختصر روشنی ڈالی اور وزیر اعظم بھٹو کو دوسری کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں خراج تحسین پیش کیا۔ بعد ازاں مصر کے صدر جناب انور سادات نے ایک قرارداد پیش کی جس میں بنگلہ دیش کو رکن بنانے اور شیخ مجیب الرحمن کو کانفرنس میں دعوت دینے کی تجویز پیش کی گئی، یہ قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہو گئی۔ اس کے بعد صدر قذافی، صدر ہواری بومدین، افغانستان کے نمائندے پڑواک نے تقاریر کیں۔

صدر فضل الہی چودھری نے کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے عوام مسلم سربراہوں کے اس عظیم الشان اجتماع کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں اور میں پاکستانی عوام اور اپنی جانب سے معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ مشرق وسطیٰ کی حالیہ جنگ نے فلسطین کے اس سنگین مسئلہ کو جس پر عربوں اور اسرائیل کے درمیان گذشتہ ربع صدی میں چار مرتبہ جنگ ہو چکی ہے، ایک بار پھر نمایاں کر دیا ہے۔ اس جنگ سے ثابت ہو گیا ہے کہ بے انصافی اور ظلم کی موجودگی میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ آج تمام دنیا کے مسلمان اس ظلم اور نا انصافی کو ختم کرنے کے لئے متحد ہو گئے ہیں انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ اسرائیل طاقت کے بل بوتے پر جس نا انصافی کو عرب ممالک پر مسلط کرنا چاہتا ہے، اسے اسلامی ممالک ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ ہم تمام مسلم ممالک بھی اس معاملے میں ان کے ہم نوا ہیں اور اپنے بھائیوں کی اس جدوجہد میں برابر کے شریک رہیں گے۔

چودھری فضل الہی نے کہا کہ مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی کے واقعہ نے مسلمانوں میں اتحاد کی یہ تحریک پیدا کی تھی اور مراکش کے شاہ حسن نے رباط میں مسلم ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس طلب کر کے بلاشبہ ایک شاندار کارنامہ انجام دیا اور اس کانفرنس نے مسلمانوں میں اتحاد اور اشتراک عمل کے ایک مستقل نظام کی شکل پیدا کر دی۔ آج کی یہ کانفرنس اسی نظام کے تحت ہے اور اس کانفرنس کے محرکین میں بھی شاہ حسن کا نام شامل ہے۔ چودھری فضل الہی نے اسلامی کانفرنس میں چھوٹے ممالک کی بطور رکن شمولیت کا بھی خیر مقدم کیا۔

صدر پاکستان فضل الہی چودھری کے بعد وزیر اعظم پاکستان نے تقریر کی۔ ان کی تقریر کے دوران ہال میں مکمل خاموشی چھائی رہی اور مندوبین نے ان کی تقریر نہایت توجہ اور انہماک سے سنی۔ وزیر اعظم نے جب فلسطین کے مسئلہ کا ذکر کیا تو بارس عرفات نے ڈیسک بجا کر اس کا خیر مقدم کیا۔ وزیر اعظم نے جب جولان اور سیناتی کے محاذ کے شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کیا تو شرکاء نے پرجوش تالیوں سے اس کا خیر مقدم کیا۔ وزیر اعظم نے جب کہا کہ پاکستانی عوام بیت المقدس پر غیر عرب حاکمیت کو تسلیم نہیں کریں گے تو پرجوش تالیاں بجائی گئیں۔

مسلمان سربراہوں کی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں وزیر اعظم بھٹو کی تقریر

وزیر اعظم بھٹو کی تقریر کا متن حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران اسلام! سربراہان مملکت، صدور اور وزراء اعظم کا یہ منفرد اجتماع عالمی حالات کے اس موقع پر ہوا ہے جو اتنا ہی نازک ہے جتنا تخلیقی ہو سکتا ہے۔ یہاں موجود سیاستدان اور رہنما ان تمام مسائل کا گہرا شعور رکھتے ہیں جو اس کانفرنس میں زیر غور آئیں گے۔ مجھے اس کی صدارت کا کہہ کر آپ نے مجھے اعزاز بخشا ہے جو حقیقت میں پاکستان کو خراج تحسین ہے مجھے اس پر ندامت بھی ہے اور فخر بھی، ندامت ذاتی ہے اور فخر قومی۔ یہاں جمع ہو کر آپ نے لاہور کو بھی اعزاز بخشا ہے۔ یہ قدیم شہر نہ صرف پاکستان کی قومی جدوجہد بلکہ عالم اسلام کے ساتھ اتحاد کی علامت بھی ہے۔ یہیں لاہور میں محمد اقبال رہتے تھے۔ جنہوں نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی شاندار نوید دی تھی۔ انہوں نے تصور پاکستان پیش کیا تھا اور مسلمانوں کی خوشیوں اور دکھوں کی ترجمانی کی تھی اور جن کی آواز بیداری اور بغاوت کا پیغام تھی۔ اسی لاہور میں ۳۲ سال پہلے وہ قرار و منظور ہوئی جس سے برصغیر جنوبی ایشیا میں قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلمانوں کی آزادی کی شاندار جدوجہد کا آغاز ہوا۔ کوئی معمولی حقیقت نہیں کہ مسلم لیگ کے اس مشن میں جس میں قرار واد پاکستان منظور ہوئی فلسطین پر بھی ایک متفقہ قرار واد منظور ہوئی تھی۔

قرار واد میں کہا گیا تھا کہ "عالم اسلام سے جو وعدے کئے گئے ہیں۔ ان کے منافی جزوی نوعیت کا فلسطین میں کوئی طریق کار اختیار نہیں کیا جانا چاہیے۔ ہماری یہ طے شدہ راستے ہے اور ہم اس کا واشگاف

لفظوں میں اعلان کر رہے ہیں۔ "قرار داد میں آگے چل کر بیت المقدس میں طاقت کے استعمال کے خطرہ سے خبردار کیا گیا تھا۔ صرف ان ترمیمات کے ساتھ جو برطانوی نوآبادیاتی نظام کے ختم ہونے سے ضروری ہیں۔ یہ قرار داد آج بھی اتنی ہی ناگزیر ہے جتنی ۱۹۴۷ء میں بھٹی تاریخ کے شواہد نہیں بلکہ حکمت خداوندی یہی ہے کہ اس قسم کا انتباہ پھر لاہور سے جاری ہونا چاہیے۔

عالم اسلام کے جو مضمانہ موقف ہیں پاکستان نے ہمیشہ ان کی حمایت کی ہے۔ کیونکہ ان سے پاکستان کا اپنا مفاد وابستہ تھا اور پاکستان اور کے قومی مفاد اور مسلمانوں کی نجات کی کوششیں ایک دوسرے سے کبھی علیحدہ نہیں ہوئیں جب فلسطین کی تقسیم کا فیصلہ ہوا تو لاہور میں اس کے خلاف جو مظاہرہ ہوا۔ اس میں اقبالؒ بھی موجود تھے۔ اس موقع پر انہوں نے واضح کیا تھا کہ فلسطین سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ پوری اسلامی دنیا اس سے متاثر ہوگی۔ بعد ازاں ۱۹۴۷ء میں ہماری آزادی کے فوراً بعد قائد اعظمؒ نے انتباہ کیا کہ فلسطین کی تقسیم سے "سنگین ترین خطرہ وابستہ ہے اور اس سے ایسا تصادم پیدا ہوگا جس کی نظیر نہیں ملے گی اور یہ کہ پورا عالم اسلام ہر اس فیصلہ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا جو تاریخی، سیاسی اور اخلاقی اصولوں پر پورا نہیں اترے گا۔" اس کے فوراً بعد پاکستان نے اقوام متحدہ میں اعلان کیا کہ بیت المقدس کو مغلوب کیا جا رہا ہے۔ ان لفظوں پر کان نہ دھرے گئے مگر کئی عشرے بعد آج بھی یہ بر محل ہیں۔

عرب مشرق وسطیٰ میں جو مسائل درپیش ہیں پاکستان کا ان سے گہرا تعلق ہے۔ ہمارے عزیز ہمسایوں ایران اور ترکی سے بھی گہرے روابط ہیں اور دوسرے ملکوں سے بھی اور اگر میں انڈونیشیا اور ملائیشیا کا خاص طور پر ذکر کروں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں دوسروں کے ساتھ اپنے تعلقات کو کم اہمیت دے رہا ہوں۔ پاکستان کی ثقافت پر ایرانی اور ترکی چھاپ ہے۔ یہ ہمارے لئے انتہائی اطمینان کا سبب ہے کہ یہ تاریخی رشتہ ان ملکوں کے ساتھ اور بھی قریبی گہرے دوستانہ رشتوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ رشتے وقت کی ہر آزمائش میں پورے اترے ہیں۔

افغانستان کے ساتھ بھی پاکستان کے خاصے تاریخی ثقافتی اور روایات کا تعلق ہے۔ اس لئے عالم اسلام کے مسائل کے سلسلہ میں پاکستان کا نقطہ نظر اسلامی اخوت کے عظیم مقاصد کے لئے ہے۔

پیارے بھائیو! یہ قدرتی بات ہے کہ عالم اسلام کے جو رہنما یہاں شرکت کے لئے آتے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں مختلف النوع مسائل ہیں کچھ قومی، دوسرے علاقائی مگر ان سب کا تعلق مسلمانوں کے مفادات سے

ہے مگر یہ کانفرنس اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کے علاوہ اور کسی مسئلہ پر غور نہیں کر سکتی کیونکہ یہ اسی مخصوص مقصد کے لئے بلائی گئی ہے ہم سب اس سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ پہلی سربراہی کانفرنس جو ۱۹۶۹ء میں رباط میں ہوتی تھی۔ بیت المقدس پر اسرائیلی قبضہ کے بعد مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے سوال پر غور و خوض کے لئے بلائی گئی تھی۔ اسی طرح اس کانفرنس کا بھی ایک ایجنڈا ہے یہ ایجنڈا بناتے ہوئے ہم ان دوسرے اہم مسائل سے انکار نہیں کر رہے جو مسلمانوں کے ذہنوں کو جھنجھوڑتے ہیں۔ یہ بھی بہت اہم مسائل ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کا میزبان ملک بین الاقوامی سازشوں کا شکار ہوا ہے اور ایک ایسے مسئلہ سے دوچار ہے جس کے متعلق اس کا موقف انصاف اور مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں تشویش ہے۔ تاہم اگر ہم اس پلیٹ فارم کو اپنے قومی نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے استعمال کرتے تو یہ اس کانفرنس کی کوئی خدمت نہ ہوتی اگر وہ مصلحتوں پر برابری کو ترجیح دیں اگر وہ تاریخی قوتوں کی سمت کو سمجھیں تو وہ وقت آئے گا۔ جب ان مسائل پر بد مزگی اور معذرت کے بغیر غور کیا جائے گا اس وقت کانفرنس کا بنیادی طور پر ان امور پر سے تعلق ہے جو ایجنڈے میں درج ہیں۔ اور جن سے تمام مسلمانوں کی زندگی اور ثقافت وابستہ ہے۔

مشرق وسطیٰ کی صورت حال فلسطین کے مسئلہ کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے پچاس سال پہلے فلسطین کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس وقت فلسطین نام کا صرف ایک ملک تھا۔ مغربی نوآبادیاتی استعمار نے از خود اپنے آپ کو جو حق دیا۔ اس کے بل بوتے پر ایک مغربی قوم نے یہودیوں کو عربوں کے ملک کا حق دار قرار دے دیا۔ اس بات کا اعادہ کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ بنیادی نا انصافی تھی۔ ایک ملک کے لوگوں کو اپنے وطن سے نکالا گیا تھا اور اجنبیوں کو وہاں آباد کیا گیا تھا۔ اس سے پورے عالم اسلام میں غم و غصہ پیدا ہو گیا۔ اس مسئلہ کی تہہ میں یہودیوں اور مسلمانوں یا یہودیوں اور عربوں میں دیرینہ دشمنی نہیں مسلمان کی حیثیت سے ہم کسی طبقہ سے دشمنی روا نہیں رکھتے اور جب ہم یہ کہتے ہیں تو ہم یہودیوں کو اس سے خارج نہیں کرتے یہودیوں کے ساتھ اگر وہ یہودی ہوں تو ہماری دوستی ہے ان یہودیوں کے ساتھ جو صیہونی ہیں اور اپنے فوجی جھٹکے بندی کے نشے سے سرشار ہیں ہم یہاں نوازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔

صدیوں کے دوران ان پر جو مظالم ہوئے اور انہیں نازی ازم کے تحت جو مصائب و آلام

کاشکار ہونا پڑا وہ انسانی تاریخ کے سیاہ اوراق ہیں مگر اس کی تلافی مغربی دنیا کو کرنی چاہیے۔ فلسطین کا المیہ نصف صدی سے مسلمانوں کے ذہنوں کو تھجوڑ رہا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں اس کی تقسیم اور ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی قبضہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ کیونکہ یہ حصہ عالم اسلام کا روحانی مرکز ہے فلسطین کا مسئلہ اس وقت عالمی تنظیم میں پیش کیا گیا تھا جب اس تنظیم میں بین الاقوامی برادری کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس نے فلسطین کی تقسیم کا جو منصوبہ پیش کیا ہے۔ اس کے ارکان کی اکثریت تیسری دنیا کے ملکوں پر مشتمل ہے جو قوموں کے حق خود ارادیت کے حامی ہیں حتیٰ کہ اس وقت بھی مسلمان ملکوں نے مغربی دنیا کو اپنے طویل المیاد مفادات اور مشرق وسطیٰ میں زبردستی پیدا کی جانے والی خلیج کے نقصانات سے آگاہ کر دیا تھا۔ ان یاد دہانیوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اگر موجودہ حقیقتوں کی روشنی میں بھی دیکھا جاتا تو مشرق وسطیٰ کے اس تاریخی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اسرائیل کو مغربی ملکوں کی حمایت حاصل ہے جس کے بل بوتے پر اس نے تشدد کا راستہ اختیار کیا اور جارحیت سے اپنے قدم پھیلاتے اور اس خطہ کے سینکڑوں ہزاروں باشندوں کو بے دخل کر دیا اس کی ہمسایہ قوموں کاموں کا امن سکون غارت کر دیا گیا ہے۔ اس کے صفائی پیش کرنے والے اپنی سلامتی کے حوالے سے طاقت کے استعمال کو ناجائز قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا کہ اپنے ہمسایوں سے معرکہ آرائی کے نتیجے میں اسرائیل کی حیثیت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگی کہ اسرائیل دنیا کی نظروں میں تماشیاں جاتے گا۔ طاقت کے استعمال سے سلامتی اور امن قائم نہیں کیا جاسکتا ۱۹۶۷ء کے بعد اسرائیل اور بھی ڈھٹائی پر اتر آیا اور اقوام متحدہ نے اس کے کڑوتول کی جو مذمت کی اسے نظر انداز کر دیا اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۱۹۷۳ء کی جنگ کا سبب پیدا ہو گیا۔ جنگ کا راستہ اختیار کرنا کوئی خوشگوار فیصلہ نہیں ہوتا کونسی قوم دل سے چاہتی ہے کہ اس کی ترقی رک جائے مگر صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ غاصب کے خلاف جنگ کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ عربوں کے لئے یہ صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے اس کا جس مردانگی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ قابلِ ستائش ہے۔ آئیے ہم انہیں خراج عقیدت پیش کریں جنہوں نے سینائی کے ریگ زاروں اور گولان کی پہاڑیوں میں اپنی جان کی قربانی دی۔ ان شہیدوں نے انصاف اور انسانی قانوں کے لئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی۔ اس جنگ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں جو مشرق وسطیٰ کے مسئلہ کے منصفانہ تصفیہ کے لئے مددگار ہیں۔ دنیا کے ملکوں کی اکثریت نے عربوں کے موقف کی حمایت

کہے۔ افریقی ملکوں نے مسلمانوں پر اصولوں کو ترجیح دے کر عربوں کے ساتھ اپنے اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے۔ جناب بھٹو نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے مزید کہا۔

سامراجیوں نے ہماری افرادی قوت کو اپنی حکمت عملیوں کو پورا کرنے پر لگا دیا۔ اس طرح مسلمان مسلمان کے اور بھائی بھائی کے خلاف ہو گیا۔ دوسری طرف ایسے بھی برابر ہوتے رہے اور تباہیاں بھی جاری رہیں اور دنیا کے تمام مظلوم عوام کی طرح ہم بھی ان سے دوچار ہوتے رہے۔ یورپی ممالک کے درمیان دوسری جنگ عظیم ہونے تک یہ عمل جاری رہا۔ اس کے بعد نوآبادیاتی نظام اپنے انجام کو پہنچا اور تیسری دنیا کی اقوام جس میں مسلمان ممالک بھی شامل تھے آزاد ہوئیں۔ لیکن اس نیم سیاسی آزادی نے بھی خود مختاری کے جال بننے کے سوا اور کچھ نہ دیا۔ ترقی پذیر ممالک کی اقتصادی زندگی بدستور نام نہاد عالمی علاقوں سے منسلک رہی۔ تیسری دنیا بدستور صنعتی ممالک کو خام مال فراہم کرنے کا کردار ادا کرتی رہی۔ تیسری دنیا کو قدرتی وسائل پر بھی تصرف نہ تھا اور اسے یہ اختیار بھی نہیں تھا کہ وہ اپنی پیدا کردہ اشیاء کی قیمت خرید ہی مقرر کر سکے۔ تندریدج ان اشیاء کی قیمتوں اور با اثر اقدام کے صنعتی سامان کی قیمتوں میں ربط پیدا ہوا۔ اس سلسلہ میں ابھی تک توازن پیدا نہیں ہوا۔ تاہم تیسری دنیا کے پاس ابھی کچھ حاصل کرنے کے لئے وقت موجود ہے۔ غربت اور ناداری آج کی دنیا میں زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکتی۔ صنعتی دنیا کی طرف سے تازہ رد عمل کے باوجود ہم نے ابھی تک اپنی اقتصادی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ابھی تک ہم نے ترقی کے لئے سائنس اور ٹیکنالوجی کی فوری ضرورت کا بھی احساس نہیں کیا جو کہ ہماری بقا کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ ہماری کمزوری یا ناکامی کی وجہ روحانی طاقت کی کمی نہیں بلکہ ہمارے اقتصادی ڈھانچہ کی کمزوری ہے کیونکہ نوآبادیاتی نظام کے تاریک ترین ایام میں بھی ہم میں ایمان کی کمزوری نہ تھی بلکہ ہم اقتصادی قوتوں اور علوم کو بروئے کار نہ لاسکے اور نہ ہی اپنے عوام کو اس طرف مائل کر سکے۔

اس خطرے پر مثبت کارروائی سے قابو پانا ضروری ہے۔ مٹھوس اقدامات کرنے ایسے ادارے بنانے ضروری ہیں جو تیل پیدا کرنے والے ممالک کے وسائل کو اس طرح متحرک کریں کہ بنیادی ضرورتوں اور دیگر خدمات کے لئے ان کا تیسری دنیا سے باہر کے ممالک پر نہ صرف انحصار ختم ہو جائے بلکہ تیسری دنیا سے باہر کے ممالک پر نہ صرف انحصار ختم ہو جائے بلکہ تیسری دنیا بھی اقتصادی اعتبار سے مستحکم و مضبوط ہو جائے۔ اس سے وہ امداد تصور نہ کی جائے جو ایک ترقی پذیر ملک سے دوسرے ترقی پذیر ملک

سے دوسرے ترقی پذیر ملک کو خیرات کی شکل میں ملتی ہے بلکہ اس کا تصور یہ ہے کہ تعمیری دنیا کے ممالک میں باہمی اقتصادی تعاون ہو جس سے ان کے انفرادی وسائل مجتمع ہو کر سب کے لئے اقتصادی استحکام کا باعث بن سکیں۔ اسی لئے میں دوسرے لوگوں کے برعکس یہ کہتا ہوں کہ ہمیں روحانی استحکام کی نہیں بلکہ اقتصادی عدم استحکام کا شکار ہیں۔ اقتصادی استحکام کے بغیر کوئی طاقت نہیں کہلا سکتی جب تک ہم اپنے نقطہ نظر کو از سر نو متعین نہیں کریں گے اور مشترکہ مساعی سے اپنی بنیادی اقتصادی اور دفاعی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنی پوشیدہ قوت کو ترقی دینے کی کوشش نہیں کریں گے ہم اپنی ذاتی قوت سے محروم رہیں گے ہم اس استواری سے محروم رہیں گے جس کی ہمیں اپنے سماجی ثقافتی اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے ضرورت ہے مسلم ممالک اب اس مقام پر ہیں کہ وہ نہ صرف آپس میں بلکہ تعمیری دنیا کے دوسرے ممالک سے تعاون کے سلسلہ میں بڑا تعمیری اور منفعت بخش کردار ادا کر سکتے ہیں وہ نہ صرف ایک مشترکہ میراث اور مشترکہ نظرئیے کے حامل ہیں بلکہ ان کی معیشتیں بھی ایسی ہیں کہ وہ ترقیاتی جدوجہد میں ایک دوسرے کے مدد و معاون ہو سکتے ہیں۔

اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم اسلامی اتحاد کے جذبات کو باہمی فوائد اور تعاون کے ٹھوس اقدامات میں تبدیل کریں اسی طرح ہم روحانی اور مادی اعتبار سے مضبوط و مستحکم ہو سکیں گے۔ ہمیں آنے والی نسلوں کو یہ کہنے کا موقع نہیں دینا چاہیے کہ ہمیں صدیوں کی نا انصافیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک تاریخی اور دوبارہ نہ ملنے والا موقع ملا مگر ہم اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے اہل ثابت نہ ہو سکے۔

اس ضمن میں ہو سکتا ہے کہ کسی قسم کی کاروائی سے ہمیں کچھ نیا بوجھ اٹھانا پڑے لیکن مثبت اصولوں سے یہ بوجھ بانٹا جاسکتا ہے۔ آج ایک نئے نقطہ نظر کی واضح نشانیاں ہمارے سامنے ہیں۔ اس سے متاثر ہو کر اور موجودہ مشکلات کے باوجود پاکستان جیسے تیل نہ پیدا کرنے والے ممالک نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ وہ تعمیری دنیا کے اتحاد کو تہہ و بالا کرنے کے سلسلے میں کسی بھی تشدد کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے صنعتی پیداوار کی قیمتوں کے ضمن میں اشیائے صرف کی قیمتوں کے مسئلے کا وسیع تر سیاق و سباق میں کوئی قابل عمل حل تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس میدان میں اقوام متحدہ کو بھی کچھ ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا چاہیے۔ الجزائر نے اس سلسلے میں محدود سطح کی بجائے عالمی سطح پر اس مسئلے پر بحث و تجویز کا جو مطالبہ کیا ہے۔ ہم نے اس کی بھرپور حمایت کی ہے۔ یہ مسائل اگرچہ بظاہر اقتصادی نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت

سیاسی ہیں نہ تاہم اگر باہمی افہام و تفہیم اور صلح صفائی کا رویہ اپنایا جات تو مختلف ممالک کے گروہوں کے درمیان متصادم مفادات کے ضمن میں مصالحت کرائی جاسکتی ہے ہمیں اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی کاوشوں کو ہر قیمت پر مجتمع کرنا چاہیے۔

عزیز بھائیوں! ہم آج یہاں مل بیٹھیں ہیں اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارا رویہ آج کے مسائل ہی نہیں بلکہ واضح طور پر مسلم اتحاد کی بنیاد پر مبنی ہونا چاہیے۔ ہمارے مقاصد کے بعض خطوط واضح ہیں جو کہ ابھی تک باقی دنیا کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اگر باقی نسل انسانی عالم اسلام کے بارے میں مفاہمت کو فروغ دینا ہے تو ہمیں اس پر زور دینا ہوگا۔ سب سے پہلے ہمیں تعصبات کو بھی اسی طرح رد کرنا چاہیے جیسے کہ ہمیں کسی کی بالادستی کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ بات نہ صرف وقت اور جگہ کی حقیقتوں کو تسلیم کرنے سے بلکہ اسلام کے جذبہ سے بھی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ طاقت کا غرور موجود ہے تو یقین کا خربھی ہونا چاہیے ہمارا مذہب ہمیں اس قسم کے کسی بھی احساس کے بارے میں سختی کے ساتھ منع کرتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہم منتخب لوگ ہیں اور ان قوتوں سے مبرا ہیں جو بنی نوع انسان کی منزل کا یقین کرتی ہیں۔ ثانیاً مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں دوسرے انسانی طبقوں کے ساتھ کسی قسم کی مخالفت نہیں ہونی چاہیے۔

مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب ہمیں اس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے کہ ایک دوسری قوتوں کے درمیان تعلقات کے پل قائم کر سکتے ہیں اور جہاں میں یہ توالہ دیتا ہوں وہاں دیکھئے مشرق اور مغرب دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جسے وہ چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے ہم نے تمہیں وسطی درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے لئے گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو۔ درمیان کی قوم یا درمیان کے عوام ہونے کی حیثیت سے ہم پر یہ فرض عائد ہو گیا ہے کہ ہم جھگڑوں کا تصفیہ کرتے ہیں نفرت و حقارت ختم کر دیں۔ ثقافتی اور نسلی برتری کو پاہیں تھمتے کھلیں اور رحم کا سماجی اصطلاح کے طور پر نظریہ قائم کریں جو ہمارے یقین کی بنیادیں ہیں۔ درمیان کے لوگوں کا تصور ایک نئی جدید ترکیبی کو بھی تجویز کرتا ہے۔ ایک رسمی مخالفت کے لئے مشرق کو روحانیت اور مغرب کو مادیت کا مہر دار سمجھا جاتا ہے۔ اسلام اس قسم کی باتوں کو مسترد کرتا ہے۔ مسلمان روحانیت اور مادیت دونوں الفاظ کو قبول کرتے ہیں۔ وہ جو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ روحانیت کے سرچشمہ انسانیت کی قدر اور وہ احساس ہے جو تمام ثقافتی روایات میں مقدس ہے اور جس سے ایک نئی قسم کا انسان بنایا جاسکتا ہے۔

اس کا مقصد تفسیر سے کہیں بڑھ کر ہے اگر وہ ایک حقیقی مسلمان ہے تو وہ بیک وقت مشرقی و مغربی ہے اور مادیت اور روحانیت پرست اور عظمت و وقار کا پیکر ہے۔

مثلاً یہ ہمارے مقصد کی میراث ہے کہ ہم نے تہ وبالا کرنے کے بجائے تیسری دنیا میں یکجہتی کو فروغ دیا ہے۔ یہ اتہام گروہی نہیں بلکہ انسانیت پر مبنی ہے اسلام نسلی امتیاز کی نفی کرتا ہے اور اس مذہب کے نزدیک جدوجہد کی بڑی حیثیت ہے کیونکہ اس نے ہمیشہ ظلم کے خلاف جنگ اور انصاف قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ یک جہتی ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ کی تاریخی یکسانیت کا منظر ہے انہوں نے ایک جیسی نا انصافیوں کو برداشت کیا ہے۔ ایک ہی قسم کے حالات نے جنم لیا ہے اور ایک ہی طرح کی جدوجہد کی ہے۔ یہ ان طاقتوں کی یک جہتی ہے جو استحصال اور انسانی مسائل میں عدم مساوات ختم کرنے کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور اپنی اکثریت کے ورثہ کو حاصل کرنے میں مصروف ہیں اور یہ بات ضروری ہے کہ تیسری دنیا کے مقصد اور متوازن عالمی نظام قائم کرنے کے لئے انسانیت کی جدوجہد میں مسلمانوں کو مرکزی کردار ادا کرنا ہے۔ اس ضمن میں مسلمانوں کے ذہن میں اسلام میں قومیت کا کردار اور اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے اس کی اہلیت کے بارے میں تصور کا ذکر کر دوں گا۔ اس معاملے میں بے یقینی کی صورت حال پائی جاتی ہے۔ ہمارے اندر بھی کئی قومیتیں ہیں۔ جن میں عرب اور غیر عرب شامل ہیں اور ان تمام میں خواہشات کے ساتھ ایک جیسی قوت موجود ہے۔ ان قومیتوں کی تشکیل ہماری توجہ اس تاریخی صورت حال کی طرف دلاتی ہے کہ ہم مختلف جغرافیائی حدود میں مصروف جدوجہد ہیں۔

قومیت عوامی آزادی کی متحرک قوت کی حیثیت سے قومیت عوام کے درمیان استحکام کے ایجنٹ کی حیثیت سے قومیت سماجی اور اقتصادی ترقی کی حیثیت سے ایک طاقت ور ترین قوت ہے۔ جسے ہم کمزور نہیں کر سکتے مزید برآں قومیت انسانی ثقافت کے وسیع خطوط کے لئے ضروری خراج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دوسرے ممالک کے ساتھ مفاہمت کے فروغ اور ان کی اندرون زندگی سمجھنے اور تعلقات بڑھانے کے لئے اپنے ملک اس کی تاریخ اور زبان کے بارے میں سوچھ بوجھ انتہائی ضروری ہے۔ اسلام اس قسم کی باہمی مفاہمت جذبہ اور طریقہ فراہم ہوتا ہے۔ حب الوطنی اور اسلام کے ساتھ وفاداری کو اعلیٰ موافقت کے ساتھ ملاپا جاسکتا ہے۔ مسلمان کی حیثیت سے

قومیت کو تباہ کئے یا نقصان پہنچاتے بغیر ہم اس سے بھی اوپر جاسکتے ہیں۔

لیکن ہم نے یورپ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اور ہم اس کے تجربات سے مفاد اٹھانے سے انکار نہیں کر سکتے۔ قومیت نے ناچاقی پیدا کرنے کے عمل اور غیر محکدار انسانیت کے ایجنٹ کی حیثیت سے مغربی عوام کو ناقابل بیان دکھوں سے نبرد آزما کیا۔ اس نے انسانیت کے افق کو محدود کر دیا۔ اور جنگوں کو پھیلا یا اس کی تاریخ خون آشام ہے اور نہ صرف ہم مسلمانوں کو بلکہ تیسری دنیا کے عوام کو اس قسم کی قومیت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اپنے اعلیٰ قومی وجود کا تصور کئے بغیر جو قومیت کے بٹت پہلوؤں کو بدستے کار لا سکتا ہے۔ ہماری گروپنگ کا کوئی مقصد نہیں اگر وہ ہمیں ان خامیوں کو دور کرنے میں مدد نہیں دیتی جن کے ساتھ یورپ چار سو سال تک دو چار رہا۔ یہ امر ناگزیر ہے کہ ہمیں مملکتوں کی حیثیت سے انسانی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات میں ہمارے درمیان کبھی اختلافات پیدا نہ ہوں۔ اور اس سے زیادہ بے بنیاد بات کوئی نہیں ہوگی کہ قوتوں کے درمیان اختلافات کو راتوں رات ختم کیا جاسکتا ہے لیکن ضروری امر یہ ہے کہ ہمیں ان اختلافات کو اس حد تک نہیں لے جانا چاہیے کہ ایک مسلم قوم دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار ہو جائے یا اس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے۔

اس دور میں جبکہ کوئی قوم تنگ نظری کی حامل نہیں ہو سکتی اور ایسے وقت میں جبکہ مواصلاتی اور اقتصادی قوتیں اقوام اور ممالک کی وسیع تر گروپنگ کے فروغ کے لئے کام کر رہی ہیں۔ عالم اسلام کے درمیان باہمی تعلقات کے قیام کے لئے کوئی معذرت قبول نہیں کی جاسکتی۔

معززین گرامی ہیں یہاں اسلامی برادری کے چند بنیادی نقطہ ہائے نظر پیش کرنے کی جرات کر رہا ہوں جو ہمارے لئے اختلافی نہیں ہیں جیسا کہ ہم بحث و مباحثہ شروع کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ پچیس خود مختار مملکتوں کے درمیان مکمل ہم آہنگی کے بارے میں سوچنا غیر حقیقی امر ہوگا۔ ہر ملک کی اپنی مجبوریات ہوتی ہیں اور لازمی نہیں کہ وہ وہی ہوں جو دوسرا ملک سمجھتا ہے۔ لیکن جبکہ ہم اہم نقطوں اور حکمت عملی کے بارے میں اختلاف کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اتحاد کے مقصد کی طرف بھی تیزی سے بڑھیں گے۔ ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مقصد عظیم ہے۔ ہم اعتماد کے ساتھ سکتے ہیں۔ کہ ہمارا مقصد یکسانیت اور انصاف کا فروغ ہے۔ ہمارا اتحاد کسی نسل، مذہب یا لاندہیت کے خلاف

نہیں اور یہ نفرت و حقارت سے آلودہ نہیں اس کی قوت انصاف کاراستہ ہے۔

اس کانفرنس کو عالمی رائے عامہ کو اس حقیقت کے بارے میں بیدار کرنا چاہیے کہ عربوں کا مقصد تمام چھوٹے بڑے ممالک کا مقصد ہے جو جارحیت کے مخالف ہیں اور علاقہ حاصل کرنے کے لئے طاقت کے استعمال کے حق میں نہیں۔ اس کانفرنس کو دنیا کو متحرک کرنا چاہیے کہ فلسطینیوں کا مقصد ان تمام کا مقصد ہے۔ جو عوام کے اس حق میں یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اپنی منزل خود متعین کرنی چاہیے۔ یہ کانفرنس انسانی شعور پر یقیناً ایک امنٹ مہر لگائے گی کہ ہم اس بات کی کبھی اجازت نہیں دیں گے کہ بیت المقدس کی روحانی حیثیت جنگ کی نظر ہو جائے۔ یہ کانفرنس ترقی پذیر ممالک کے درمیان ان کے مشترکہ مفاد کے لئے بار آور اقتصادی تعاون کے نئے دور کی نقیب ہوگی۔ یہ کانفرنس مشرق وسطیٰ کے عقوبت کے شکار علاقوں میں امن کا معاہدہ کرنے میں اپنا کردار ادا کرے گی۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ یہ کانفرنس ایسے طریق عمل کا آغاز کرے گی جس کے نتیجے میں مسلم عوام کے اقتصادی سماجی اور ثقافتی ادارے مستحکم ہوں گے۔ پیارے بھائیو! — میں اس عظیم اور شاندار اجتماع کا جائزہ لیتے ہوئے میں ۲۶ سال قبل کا وہ وقت یاد کرتا ہوں جب میں ایک نوجوان طالب علم تھا اور مجھے ایک یونیورسٹی کے طلباء کی انجمن سے خطاب کرنے کو کہا گیا۔ اجتماع غیر مسلموں کا تھا اور میری تقریر کا موضوع تھا۔ اسلامی معراج میں نے نوجوانوں کی طرح اس موضوع کی وضاحت کرنے کی کوشش کے بعد میں نے مسلمانوں کے اتحاد پر تقریر کی۔ میں نے مسلم دولت مشترکہ کا ایک خاکہ بھی پیش کیا اور میں یہ پیش گوئی کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ آئندہ بیس برسوں میں اس سلسلے میں ایک تحریک متشکل ہوگی۔ میری زندگی میں ایسے دور بھی آئے جب دوسروں کی طرح مجھے بھی یہ شک ہوا کہ میرا یہ خواب پورا بھی ہوگا یا کہ نہیں۔ آج راہ کی تمام مشکلات کے باوجود میں اپنا سر اللہ کے حضور جھکاتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسے نظارے کا مشاہدہ کرایا ہے جس سے وہ شکوک ختم ہو گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ان تاریخی مواقع کو ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے۔ جو اب ہمیں میسر ہونے میں صدیوں تک ہم نے اس نقطہ عروج کی امید رکھی ہے۔ اب یہ نقطہ عروج آگیا ہے۔ ایک نئے سویرے کی امید اب مایوس میں نہیں ہو سکتی اور نہ مفلسی زیادہ دیر تک ہمارا مقدر نہیں بن سکتی اور جہالت میں اب ہماری شناخت کی علامت نہ ہوگی۔ وزیر اعظم پاکستان نے اپنی تقریر کا اہتمام سورہ بقرہ کے آخری رکوع کی دعاؤں سے کیا۔

اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو تو ہم پر گرفت نہ کرنا۔
 اے ہمارے رب ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوانا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔
 اے ہمارے رب ہم سے درگزر فرما۔ ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہمارا مولا ہے ہمیں
 کافروں کی قوم پر فتح دے۔

کافر نس میں اختلافی مسائل اٹھانے کی کوشش

اسلامی کافر نس میں وزیر اعظم بھٹو نے افغانستان کے نمائندے عبدالرحمن پژواک کی جانب سے
 پختونستان کا مسئلہ اٹھانے کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔ جناب وزیر اعظم بھٹو جو کافر نس کے صدر تھے۔
 افغان مندوب کے سوال کا جواب دینے کے حق سے دستبردار ہو گئے اور کہا کہ میں کافر نس کے وسیع تر
 مفادات کے پیش نظر اس موقع پر جواب نہیں دوں گا۔

وزیر اعظم بھٹو کے اس فراخ دلانہ طرز عمل پر کافر نس کے شرکار نے انہیں شاندار خراج تحسین
 پیش کیا۔ بالخصوص مصر کے صدر انور السادات اور الجزائر کے صدر حواری بونیدین نے وزیر اعظم بھٹو کی
 بڑی تعریف کی۔ صدر السادات نے ایک پوائنٹ آف آرڈر پر کہا کہ دونوں دینی بھائیوں کو اپنے
 اختلافات اس طرح کافر نس میں نہیں اٹھانے چاہئیں۔ ہمیں اس ہال میں داخل ہونے سے پہلے اپنے
 تمام اختلافات بالائے طاق رکھ دینے چاہئیں کیونکہ ہم نہ صرف ایک دوسرے کے دوست ہیں بلکہ بھائی
 بھی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اسلامی رشتے کو کمزور کرنے کی بجائے اسے مضبوط تر بنائیں۔

صدر بونیدین نے صدر السادات کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ کافر نس کے دوران ایجنڈے کی
 سختی سے پابندی ہونی چاہیے۔ ایجنڈہ مشرق وسطیٰ کی صورت حال بیت المقدس اور فلسطین کے
 مسئلے پر مشتمل ہے۔ بعض سوالات کے بارے میں میرے اپنے بھی کچھ اور نظریات ہیں لیکن میں اپنے آپ
 کو ایجنڈے کی شغف تک محدود رکھوں گا۔ اگر مسلمان بھائیوں میں کوئی اختلافات ہیں تو انہیں اسمبلی ہال
 سے باہر زیر بحث لایا جانا چاہیے۔ یہ طرز عمل کافر نس کی کامیابی کی ضمانت ہوگا۔

شیخ مجیب الرحمن اسلامی کانفرنس میں

بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن اپنے ملک کے گیارہ رکنی وفد کے قائد کی حیثیت سے اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور پہنچ گئے وہ الجزائر کے صدر ہواری بومدینے کے خاص ۷۷ بونٹک طیارے میں آئے ہیں وہ پاکستان کی سرزمین پر ۱۰ بجکر ۵۰ منٹ پر اترے صدر پاکستان مسٹر فضل الہی چودھری اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے ان کا خیر مقدم کیا۔ شیخ مجیب الرحمن دونوں رہنماؤں سے بغلیگر ہوئے۔ اس وقت بنگلہ دیشی وزیر اعظم نے سفیر پاکستان مسعود کرمہ اور مونگیا رنگ کی واسکٹ پہن رکھی تھی۔ ان کے اترتے ہی ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ استقبال کرنے والوں سے مصافحہ کرنے کے بعد وزیر اعظم بھٹو اور صدر فضل الہی کے ہمراہ اسلامی چوترہ پر چلے گئے جہاں پاکستان اور بنگلہ دیش کے قومی پرچم لہرا رہے تھے پاکستان کی مسلح فوج کے دستوں نے ان کو سلامی دی لہذا ان انھوں نے گارڈ آف آزر کا معائنہ کیا۔

شیخ مجیب نے پنجابی افسر کو پہچان لیا

بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن کی حفاظت پر سول کپڑوں میں ملبوس جو عموماً مقرر کیا گیا تھا شیخ صاحب نے ان میں سے ایک پنجابی افسر کو پہچان لیا اور مصافحہ کے بعد اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آخر اتنی دیر اکٹھے رہنے والے ایک دوسرے کو کیسے بھلا سکتے ہیں۔

چند اخبار نویس شیخ مجیب کے گرد فوج، پولیس اور سول کپڑوں میں ملبوس حفاظتی پولیس کے سخت گھیرے میں سے ہوتے ان کے قریب پہنچ گئے اور ان سے سوال کیا کہ آیا اخبارات کے لئے ان کے پاس کوئی خبر ہے؟ تو شیخ صاحب نے بوجہ جواب دیا۔ ”لاہور میں میری آمد بجائے خود ایک بہت بڑی خبر ہے۔“

بنگلہ دیش کی طرف سے عربوں کی مکمل حمایت کا اعلان

بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش پاکستان سے تعلقات کے ایک نئے دور میں برصغیر میں امن کے قیام کے لئے مثبت اقدام کرنے کو تیار ہے۔ اسلامی سربراہ کانفرنس کے عام اجلاس میں تقریر کر رہے تھے۔ بنگلہ دیشی وزیر اعظم کی تقریر مختصر تھی انہوں نے وزیر اعظم بھٹو کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں بنگلہ دیشی وفد کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا ہے۔ شیخ مجیب الرحمن نے کہا:

میں سربراہ کانفرنس کے عام اجلاس میں اعلان کرتا ہوں کہ خود بخاری اور مسادات کی بنیاد پر بنگلہ دیش کے پاکستان سے جو تعلقات استوار ہوتے ہیں ان سے برصغیر میں قیام امن کی کوشش کو تقویت پہنچے گی۔ یہیں دل مسرت ہے کہ بنگلہ دیش کے ساڑھے سات کروڑ عوام کو اس فورم سے اپنے ان بھائیوں سے مکمل اتحاد و یک جہتی کا اظہار کرتے کا موقع ملا ہے جو ہمارے عرب بھائیوں کے حق و انصاف پر ہماری موقف کی حمایت کے لئے جمع ہوئے ہیں انہوں نے ان تمام اصحاب اور اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن تہامی کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے ہم سب کو یکجا کرنے کے انتظامات کئے ہیں۔ میں ان تمام ممالک کے معزز مندوبین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے ملک کے بارے میں محبت و شفقت کا اظہار کیا ہے۔

شیخ صاحب نے کہا کہ یہ حقیقت ہے کہ دنیا کو آج جو چیلنج درپیش ہے وہ انتہائی سنگین ہے اور انسانیت قبل ازیں کبھی ایسی بھیبانک صورت حال سے دوچار نہیں ہوئی تھی۔ دنیا ایک طرف تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑی ہے دوسری طرف بہتر زندگی کی سہولتیں حاصل کرنے کے لئے ٹھوس امکانات نظر آ رہے ہیں۔ انسان نے زبردست مادی طاقت حاصل کر لی ہے وہ دنیا کو تہس نہس کرنے کی طاقت بھی حاصل کر چکا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ طاقتور ممالک جنگ کرنے میں اپنی صلاحیتوں کو کس طرح بروئے کار لاتے ہیں۔ ان کی قوت عوام پر مظالم ڈھانے کے لئے وقف رہی جائز حقوق غصب کرتے گئے اور مظلوم عوام پر ناقابل بیان مصائب کے پہاڑ توڑے گئے ہمارے فلسطینی بھائی ایسے ہی ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہیں ضرورت یہ ہے کہ طاقت

تباہی و بربادی کے لئے استعمال نہ کی جائے اسے بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے استعمال کیا جائے، جنگیں نہ کی جائیں پائیدار امن کی بنیاد رکھی جائے۔

بنگالی سیاسی رہنماؤں کی طرف سے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا غیر مقدم

بنگلہ دیش کے سیاسی اور غیر سیاسی حلقوں نے پاکستان کی طرف سے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے اعلان کا غیر مقدم کیا اور کہا کہ پاکستان کے اس اعلان سے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے میں بڑی مدد ملے گی۔ حکمران اور مخالف سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں نے وزیر اعظم بھٹو کے اس دانشمندانہ فیصلہ کی تعریف کی اور کہا کہ انھوں نے اپنی فہم و فراست کی بدولت بہت سے مسائل حل کر لئے ہیں۔ مولانا بھاشانی، عوامی لیگ کے صدر قمر الزمان، حزب اختلاف کے عطا الرحمن اور پروفیسر مظفر احمد نے جناب بھٹو کو مبارکباد دی۔ بنگلہ دیش کے اخبارات نے بھی پاکستان کے اس فیصلہ کا غیر مقدم کیا۔ برطانوی اخبارات نے بھی وزیر اعظم بھٹو کے اعلان کا غیر مقدم کیا اور لکھا کہ اب دونوں ممالک کے درمیان تعاون کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔

شیخ مجیب کی اسلامی کانفرنس میں شرکت سے

دو بھائیوں کا خوشگوار ملاپ ہو گیا ہے

اسلامی کانفرنس میں پاکستان کی طرف سے بنگلہ دیش کو تسلیم کئے جانے کا پر جوش غیر مقدم کیا گیا۔ مصر کے سادات، اردن کے مشرعب المہتمم رفاعی، ایران کے وزیر خارجہ مسٹر خلعت باری اور دوسرے ملکوں کے رہنماؤں نے اس بات پر گہری دلچسپی کا اظہار کیا کہ کانفرنس میں شیخ مجیب الرحمن بھی شریک ہو گئے ہیں اس طرح دو بھائیوں کا پھر سے خوشگوار ملاپ ہو گیا ہے۔ مسلم ممالک کے رہنماؤں نے مصالحت اور مفاہمت کی یہ فضا پیدا کرنے پر وزیر اعظم بھٹو کی کوششوں کو بھی خراج تحسین پیش کیا۔

صدر سادات نے اسلامی کانفرنس کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہ میں دو بھائیوں کے پھر سے ملاپ پر بہت خوش ہوں اور ان کے لئے اپنی بہترین تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں

انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم بھٹو نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے بڑی جرات اور عظیم سیاسی فراست و بصیرت کا ثبوت دیا ہے امید ہے کہ اب یہ دونوں ملک اپنے اختلافات طے کر لیں گے اور امن و سکون کی فضا میں رہیں گے۔ اردن کے شاہ حسین کے خصوصی نمائندے مسٹر فاضل نے بھی اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جناب بھٹو اور شیخ مجیب کے لئے شاہ حسین کی طرف سے مبارک باد اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

شیخ مجیب اور پاکستانی فوٹو گرافر

بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن سربراہ کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کے بعد واپس جاتے گئے تو فوٹو گرافروں نے ان کی تصاویر بنانی شروع کر دیں۔ شیخ مجیب اسمبلی کی سیڑھیوں پر رک گئے تاکہ فوٹو گرافران کی تصاویر بنا سکیں۔ شیخ مجیب نے سن کے فوٹو گرافر مسٹر داؤد سبجانی کو پہچان لیا اور کہا، ہیلو! کیا حال ہے۔ داؤد سبجانی نے شیخ مجیب کا اپنی جانب بڑھایا ہوا ہاتھ تمام لیا اور کہا کہ جناب ۲۱ ماہ تک جنگی قیدی رہ کر واپس آیا ہوں۔ شیخ مجیب نے داؤد سبجانی سے زور سے ہاتھ ملایا اور مسکرا کر چھوڑ دیا۔

سربراہ کانفرنس کے کھلے اجلاس میں سربراہوں کے

تقریر

اسلامی ملکوں کی سربراہ کانفرنس کے کھلے اجلاس میں دوسرے روز ۱۲ ملکوں کے قائدین اور انطاکیہ کے عیسائی وفد کے سربراہ نے تقریریں کیں۔ انھوں نے اسرائیلی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے بیت المقدس کی فوری آزادی کی حمایت کی۔ انھوں نے کہا کہ فلسطینی مہاجرین کے مسئلے کا تصفیہ ضروری ہے۔ اسلامی ملکوں کے قائدین نے مسلم ملکوں کے درمیان گہرے اتحاد و تعاون کی ضرورت پر زور دیا۔ الجزائر کے سربراہ جناب ہراری بومدین نے تالیوں کی گونج میں اعلان کیا کہ الجزائر اسلامی ممالک کے لئے روحانی، ثقافتی رشتے استوار کرنے میں ہر ممکن تعاون کرے گا انھوں نے زور دیا کہ مسلم ملکوں کے درمیان مضبوط و مستحکم اتحاد قائم کرتے کے لئے ان میں گہرے اقتصادی تعاون کی ضرورت ہے۔ انھوں نے کہا بھوک کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا اس لئے اقتصادی خوشحالی کے لئے ہمیں باہمی تعاون کرنا ہو گا اس کانفرنس میں شریک عرب اور افریقی ممالک اگر متحد ہوں۔ اور تعاون کریں تو وہ دنیا کی تیسری اہم طاقت بن سکتے ہیں۔ یوگنڈا کے صدر عدی امین نے ترقی پذیر ممالک کے درمیان تعاون کے لئے تجاویز پیش کیں اور کہا کہ ترقی یافتہ ممالک کے طیاروں کو ترقی پذیر ممالک میں نہ اترتے دیا جائے۔

کھلا اجلاس دو نشستوں میں ہوا جو مجموعی طور پر چار گھنٹے جاری رہا۔ پہلے اجلاس میں تقریر نے کانفرنس کے چیرمین مسٹر مھٹو کی تجویز پر کھلے اجلاس کی یہ آخری نشست شام کو پانچ بجے شروع ہوئی اور سوا چھ بجے ختم ہو گئی۔ شام کے اجلاس میں دوسرے زعماء کے علاوہ جنگلہ کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن نے بھی تقریر کی کانفرنس کے اجلاس کے خاتمہ کے بعد مجموعی تاثر یہ تھا کہ اسلامی کانفرنس کے شرکار مسلم اتحاد اور یک جہتی کی راہ پر آگے بڑھ رہے ہیں۔

اجلاس ۲۴ فروری کو صبح ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ پر شروع ہوا تو بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن بھی ہال میں موجود تھے وزیر اعظم بھٹو نے جو کانفرنس کے چیرمین بھی تھے۔ پرجوش تالیوں کی گونج میں شیخ مجیب الرحمن کا خیر مقدم کیا۔

اجلاس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن بھی موجود ہیں وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمن ہمارے دوستوں، بھائیوں اور ساتھیوں کی نائندگی کر رہے ہیں جن کے ساتھ ہمارے ایمان اور تاریخ کے رشتے ہیں۔ وزیر اعظم بھٹو نے کانفرنس کے شرکاء سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہم ممنون ہیں کہ آپ سب بھائیوں نے ہمارے درمیان مصالحت کے لئے اتنی جدوجہد کی۔ میں پاکستان کی حکومت اور عوام کی طرف سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کے اس اقدام سے مسلم اتحاد اور یک جہتی کے لئے کی جانے والی کوششوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

صدر بومدینے

الجزائر کے سربراہ حوری بومدینے نے اس کانفرنس میں اپنی تاریخی تقریر میں زور دیا کہ مسلمان ملکوں کے درمیان جو روحانی رشتہ قائم ہے اس کو مضبوط بنانے کے لئے ہمیں اپنے مادی وسائل میں بھی اشتراک کرنا چاہیے اور زندگی کے تمام شعبوں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے انھوں نے انتباہ کیا کہ ہم نے اگر ایک دوسرے کے ساتھ اقتصادی تعاون کو فروغ نہ دیا تو ہم غیروں کے دست نگر رہیں گے۔ انسانی تجربے سے یہ بات واضح ہے کہ محض مذہبی تعلقات خواہ اسلامی ہوں یا سیاست پر مبنی ہوں اتنے مضبوط نہیں ہوتے کہ ان سے بھوک اور جہالت کا مقابلہ کیا جاسکے۔ انسان خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

صدر بومدینے نے کہا کہ تیل کی قیمتوں میں اضافہ دراصل ترقی پذیر ملکوں کی مدد سے قدرتی وسائل پر قبضہ کرنے کی احتجاجی جنگ کا حصہ ہے۔ نئی قیمتیں زیادہ نہیں ہیں اس وقت ترقی پذیر ملک تیل کے بحران کا شکار ہیں لیکن اس میں ان کی مدد کے لئے اور ذرائع بھی انتہی

کئے جاسکتے ہیں۔ انھوں نے زور دیا کہ اسلامی کانفرنس دو قرار دادیں منظور کرے۔ ایک قرار داد کے ذریعے پوری اسلامی دنیا عربوں کے انصاف پر مبنی مروت کی حمایت پر عمل پیکار ہوتی اختیار کرے اور دوسری قرار داد میں عالم اسلام کے اتحاد کی شکل واضح کی جائے جب تک کسی بات یا قرار داد پر عمل نہ ہو۔ اسے اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

صدر بومدینے نے کہا کہ مسلم ملکوں نے اگر اقتصادی میدان میں تبدیلی نہ کی تو وہ دوسروں کے دست نگر رہیں گے۔ انھوں نے کہا کہ اسلام انسانیت کا چارٹر ہے اس کے ساتھ ہی ہم اقتصادی شعبوں میں تبدیلی لاسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مہاجر کے لوگوں کو خوراک اور بیماروں کو ہسپتالوں کی ضرورت رہتی ہے انھوں نے کہا اگر میری دونوں قرار دادیں قبول کر لی گئیں تو یہ کانفرنس بامقصد ہوگی۔ اور مسلمانان عالم کی ترقی، طاقت اور اتحاد کا ذریعہ بن جائے گی ہم اگر کمزور رہے تو دنیا سے اپنا نقطہ نظر منوانہیں سکتے۔

انھوں نے کہا کہ عربوں نے مشرق وسطیٰ کے مسائل حل کرنے کے لئے تیل کا ہتھیار استعمال کیا ہے کیونکہ فوجی طاقت کے ساتھ ساتھ یہ موثر ہتھیار ہے۔ تاکہ سینائی کے ریگڑاروں اور جولانہ کی چوٹیوں پر مصری اور شامی شہیدوں کی قربانیوں کو نتیجہ خیز بنایا جائے ابو ذہبی جیسے چھوٹے ملکوں نے بھی امریکا کے لئے تیل بند کر دیا۔ اس سے ترقی پذیر ملکوں کے عوام کو فائدہ پہنچے گا اور استحصال سے نجات حاصل ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ کسی ملک کی حاکمیت اعلیٰ جب ہی قائم رہ سکتی ہے جب اسے اپنے قدرتی وسائل پر قابو ہو انھوں نے افسوس ظاہر کیا کہ ترقی یافتہ ملکوں نے ابھی تک اس تجویز کی حمایت نہیں کی کہ وہ اپنی قومی دولت کا ایک فیصد ترقی پذیر ممالک کی بہبود اور ترقی پر صرف کریں۔ انھوں نے کہا کہ ترقی پذیر ممالک اگر ایک دوسرے سے تعاون کریں تو ہم اپنی بقا کی جہد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس طرح خبر ممالک مالی مشکلات سے دوچار ہیں ان کی امداد کی جائے۔

شیخ مجیب الرحمن

شیخ مجیب الرحمن کانفرنس کا اجلاس شروع ہونے سے پیشتر مال میں پہنچ گئے۔ اور

انھوں نے حروف تہجی کے اعتبار سے چوتھے نمبر پر جنگہ دیش کے لئے مخصوص نشست سنبھال لی۔ وہ واسکٹ اور قمیض پہنا کر میں لبوس تھے ان کے ساتھ وزیر خارجہ ڈاکٹر کمال حسین بھی اپنے ساتھیوں سمیت اپنی نشستوں پر پہنچ گئے۔ وہ ملائیشیا کے نائب وزیر اعظم تن عبدالرزاق سے بغیر ہونے۔ اس دوران شیخ مجیب الرحمن سے صدر سادات نے معائنہ کیا۔ شیخ مجیب الرحمن نے نشست کے پیچھے لیبیا کے صدر معمر قذافی کی نشست تھی۔

شام کے اجلاس میں جنگہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن اور دیگر مہمانوں نے تقریریں کیں۔ اس کے بعد کانفرنس کا پہلا اجلاس ختم ہوا اور بند کرے میں اجلاس شروع ہوا اور مختلف قراردادوں پر غور کرنے کے لئے ورکنگ گروپوں نے کام شروع کر دیا۔

صدر عدی امین

یوگنڈا کے صدر عدی امین نے اس بات پر زور دیا کہ ایران اور عراق کے درمیان دو طرفہ تنازعہ ختم کرنے کے لئے مصالحتی مشن بھیجا جائے عراق کو کانفرنس کا پورا ممبر بنایا جائے جو اب مبصر کی حیثیت سے شریک ہے۔ انھوں نے تجویز پیش کی کہ جو ممالک اسرائیل کی حمایت کر رہے ہیں ان کے مسافر بردار طیاروں کو مسلم ممالک کے ہوائی اڈوں پر اترنے کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ہی انھیں اسلامی ممالک کی فضا پر سے گزرتے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح موقع پر عربوں کے منصفانہ موقف کی حمایت کر سکیں گے۔ اس موقع پر چیرمین نے ان کی توجہ دلائی کہ یہ نازک مسائل ہیں اور ان پر بند کرے کے اجلاسوں پر غور کیا جاسکتا ہے صدر عدی امین نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے تجویز پیش کی کہ عالم اسلام کا ایک مرکزی لیڈر ہونا چاہیے۔ اس طرح ہم وسیع تر اتحاد کو زیادہ موثر بنا سکتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ اسلامی دنیا میں بحران کا ایک سبب یہ ہے کہ ہمارا کوئی ایک قائد نہیں ہے انھوں نے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمن کو خراج تحسین پیش کیا کہ وہ مسلمانوں کی یک جہتی کے پیش نظر باہم مل بیٹھے ہیں۔

تنہ عبدالرزاق

لٹیشیا کے وزیر اعظم تن عبدالرزاق نے اپنی تقریر میں توقع ظاہر کی اگر مسلم دنیا نے اتحاد کی راہ اختیار کی تو وہ اپنے دور اوّل کی عظمت کو پھر حاصل کرے گی انہوں نے کانفرنس میں شیخ مجیب کی موجودگی کا خیر مقدم کرتے ہوئے وزیر اعظم بھٹو کے تدبیر اور فراست کی تعریف کی اور کہا کہ اب اس خطے میں ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا ہے۔

آدم ملک

انڈونیشیا کے وزیر خارجہ آدم ملک نے کہا کہ مشرق وسطیٰ کا تنازعہ صرف اس صورت میں طے ہو سکتا ہے جبکہ اس کے بنیادی اسباب کو دور کیا جائے اس لئے ضروری ہے کہ فلسطین کے مسلمان باشندوں کو وطن واپسی کا حق دیا جائے۔ اسرائیل نے عربوں کے جن علاقوں پر قبضہ کر رکھا ہے انہیں واپس کیا جائے آدم ملک نے کہا کہ بیت المقدس پر صرف مسلمانوں کا حق ہے اور یہ شہر میں عیسائیوں کے حقوق کے بارے میں مسلم ممالک کو عیسائیوں کے ساتھ بات چیت کرنی چاہیے تاہم یہ بات واضح ہے کہ عرب علاقوں کی واپسی کا جو مطالبہ ہم کرتے ہیں بیت المقدس کی واپسی بھی اس کا ایک لازمی حصہ ہے اس لئے تمام مسلم ممالک کو یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ بیت المقدس کو اسرائیل میں ضم کرنے کے لئے جو اقدامات کئے گئے ہیں انہیں فوراً واپس لیا جائے۔

ڈاکٹر آدم ملک نے مزید کہا کہ سربراہ کانفرنس نے مسلمان ممالک کو ایک اجتماعی سیاسی قوت بننے کا نا اور موقع دیا ہے۔ کانفرنس میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اسلامی اخوت کے بھرپور مظاہرے کے لئے راہیں ہموار ہو گئی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی واحد صورت یہ ہے کہ اس بحران کی حقیقی وجوہ ختم کی جائیں جب تک اسرائیل طاقت کے بل بوتے پر ہتھیائے ہوئے عرب علاقے خالی نہ کر دے اور فلسطینی عوام کے حقوق بحال نہ کئے جائیں اس خطے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

انھوں نے مطالبہ کیا کہ بیت المقدس عربوں کو واپس کر دیا جائے۔ انھوں نے تجویز پیش کی کہ مسلم رہنماؤں کو بیت المقدس کے بارے میں عیسائی دنیا کو بھی اعتماد میں لینا چاہیے کیونکہ بیت المقدس عیسائیوں کے لئے بھی مقدس مقام ہے۔

ڈاکٹر آدم ملک نے مسلم رہنماؤں پر زور دیا کہ وہ اسرائیل کو اس بات پر مجبور کر دیں کہ اس نے بیت المقدس پر قبضہ مستحکم کرنے کے لئے جتنے اقدامات کئے ہیں۔ وہ منسوخ کر دے۔

جیو انداکرات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر آدم ملک نے کہا کہ مذاکرات کا پہلا مرحلہ بڑی حد تک کامیاب رہا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ مذاکرات کو مزید موثر بنانے اور ان کے نتائج کو مستحکم بنانے کے لئے عربوں کی بھرپور حمایت کی جائے۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ کا حوالہ دیتے ہوئے انڈونیشی رہنما نے کہا کہ اس سے دو مثبت فائدے حاصل ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ اسرائیلی فوج کے ناقابل تسخیر ہونے کا افسانہ ختم ہو گیا ہے اور دوسرا یہ کہ عربوں میں اتحاد نہ ہونے کا الزام بے حقیقت ثابت ہوا ہے انھوں نے کہا کہ اہل عرب نے بتا دیا ہے کہ وہ اپنے وطن کو آزاد کرانے کا ناقابل تسخیر عزم کئے ہوئے ہے۔ عربوں نے تیل کے ہتھیار کو اتنے موثر طریقے سے استعمال کیا کہ بین الاقوامی اقتصادیات میں ان کے اثر کو واضح طور پر عکس کر لیا گیا انھوں نے دنیا پر یہ بات ظاہر کر دی کہ اس خطے کے امن کو درہم برہم کیا جائے تو دنیا کا کوئی حصہ بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

انھوں نے کہا کہ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ نہ صرف عربوں کی فوجی کامیابی ثابت ہوئی بلکہ ڈیڑھ مہینے کے میدان میں بھی ان کی فتح ہے۔ ڈاکٹر آدم ملک نے تاریخی اسلامی کانفرنس منعقد کرانے پر وزیر اعظم بھٹو کو شاندار خراج تحسین پیش کیا۔

نائیجر کے صدر

نائیجر کے صدر ویری مانی نے کہا کہ اسلامی کانفرنس کو مشرق وسطیٰ اور بیت المقدس کے متعلق قراردادیں منظور کرنے کے علاوہ برادر مسلم ملکوں کے درمیان مزید اقتصادی تعاون

بڑھانے کے امکانات کا جائزہ لینا چاہیے انھوں نے بنگلہ دیش کی شرکت اور پھنسے ممالک کے اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن بننے پر مسرت ظاہر کی اور کہا کہ مسلم برادری میں دوزبرد اضافہ ہو رہا ہے۔ صدر رحمانی نے کہا کہ افریقی ممالک کی اکثریت غریب ہے۔ میرے اپنے ملک کے اقتصادی صورت حال بہت خراب ہے۔ اور صحرائے اعظم کے جنوب میں واقع ممالک سخت خشک سالی کا شکار ہیں۔ کانفرنس کو اقتصادی تعاون بڑھانے کے طریقے بھی تلاش کرنے چاہئیں انھوں نے کہا کہ صنعتی ملکوں کی پس ماندہ دنیا سے ہمدردی محض زبانی جمع خرچ ہوتا ہے۔ دشمن کے خلاف عربوں کی جدوجہد میں افریقہ نے ہمیشہ ان کا ساتھ دیا ہے۔ میرے ملک کا بھی یہ مطالبہ ہے کہ اسرائیل جوارحیت کے ذریعے ہتھیائے گئے علاقے خالی کر دے اور بیت المقدس کو آزاد کرایا جائے۔

گیمبیا

گیمبیا کے وفد کے سربراہ صدر دادا گئے جو اراتے کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مقبوضہ عرب علاقوں کو آزاد کرانے کے لئے مسلم ممالک کو اپنے تمام وسائل سے کام لینا چاہیے اور مسئلہ فلسطین کو حل کر کے لئے کوئی طریقہ کار طے کیا جائے جس سے فلسطینی اپنے وطن کو دوبارہ حاصل کر سکیں۔ انھوں نے کہا کہ تیل پیدا کرنے والے عرب ملکوں کو غیر جانبدار تیسرے ملک کے حقوق کا تحفظ کرنا چاہیے کیونکہ تیسری دنیا نے ہمیشہ عربوں کی حمایت کی ہے۔

وزیر خارجہ تونس

تونس کے وزیر خارجہ حبیب شطی نے پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان مصالحت ہو جانے پر اطمینان ظاہر کیا انہوں نے آج کانفرنس میں عام بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ رباط کانفرنس میں بھی دو مسلم ممالک مراکش اور موریتانیہ میں اختلافات ختم ہو گئے تھے اسی طرح مسلم ممالک میں برادرانہ تعلقات اور تعاون کو فروغ حاصل ہوا اور اسلامی کانفرنس ایک مضبوط ادارہ بن جائیگا۔ مسٹر حبیب شطی نے کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں وزیر اعظم بھٹو کی کوششوں کو سراہا اور کہا کہ ان کی اقتداسی تقریر کانفرنس کے سلسلہ میں ایک تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ پاکستان کا قیام اسلام

کی عظمت اور شان و شوکت کو چار چاند لگانے کے لئے عمل میں آیا تھا اور اسے مسلمانوں کے قلعے کی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان میں کانفرنس کا انعقاد اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ عالم اسلام کے مسائل حل کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

وزیر اعظم گنی

گنی کے وزیر اعظم ڈاکٹر لسانا بیو دگونی نے دوسری اسلامی کانفرنس میں بنگلہ دیش کی شمولیت کا خیر مقدم کیا انھوں نے کانفرنس کے وفد کی تہان نرازی پر مبارکباد دی۔ انھوں نے لاہور کے عوام کی طرف سے گرمجوشی کا اظہار کرنے پر مسرت کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر بیو دگونی نے کانفرنس کا انتظام کرنے پر وزیر اعظم بھٹو کو شاندار خراج تحسین پیش کیا انہوں نے ان کو وزیر اعظم قرار دیا۔ گنی کے صدر شیخ طور کی طرف سے شرکت نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ اس کے باوجود انھوں نے کانفرنس کی کامیابی کی دعا کی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ مشرق وسطیٰ اور عربوں کے لئے گنی کے صدر کے جو جذبات ہیں وہ سب پر عیاں ہیں اور اس سلسلہ میں آپ نجوبی باخبر ہیں۔

یاسر عرفات

تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات کو اجلاس سے خطاب کرنے کی دعوت دی گئی تو انھوں نے کہا کہ کانفرنس میں فلسطین اور بیت المقدس کا اہم مسئلہ زیر بحث آ رہا ہے یہ میرے لئے زندگی اور موت کے مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے میری خواہش ہے کہ میں دوسرے حضرات کی تقریروں کے بعد کانفرنس کے آخری خفیہ اجلاس سے خطاب کروں اس لئے اس وقت میری تقریر ملتوی کر دی جائے انھوں نے مسئلہ فلسطین سے بہرہ روی پر تمام مسلم ممالک کا شکریہ ادا کیا

خلعت باری

ایران کے وزیر خارجہ اور ایرانی وفد کے قائد مسٹر خلعت باری نے کانفرنس کے انعقاد

اور اس کا چیرمین منتخب ہونے پر وزیر اعظم بھٹو کو خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ کانفرنس میں سنئے ارکان بھی شرکت کر رہے ہیں جن میں بنگلہ دیش بھی شامل ہے۔ مصلحت باری نے کہا کہ ایران نے کل ہی بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ آج ہم کانفرنس میں شیخ مجیب کی موجودگی کا خیر مقدم کرتے ہیں انہوں نے مزید کہا کہ ایران نے ہمیشہ عربوں کے مفادات اور حقوق کی حمایت کی ہے اس نے انسانی حقوق کے کمیشن اور اقوام متحدہ میں عربوں کے حق میں قراردادیں پیش کیں اور بین الاقوامی ترقیاتی فنڈ میں بھی ترقی پذیر ملکوں کے لئے بھاری رقم دی ہے ایران عربوں کا ساتھ دیتا رہے گا۔

اسلامی سربراہ کانفرنس کے کھلے اجلاس اس دن ختم ہو گئے اور شام ۶ بجکر ۱۵ منٹ پر کانفرنس کا نختیہ اجلاس شروع ہو گیا جو دوسرے دن بھی جاری رہا۔ کھلا اجلاس دو نشستوں میں ہوا جو مجموعی طور پر چار گھنٹے جاری رہا۔ پہلے اجلاس میں مقررین کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث کانفرنس کے چیرمین جناب بھٹو کی تجویز پر کھلے اجلاس کا وقت سوا گھنٹہ بڑھا دیا گیا۔ کھلے اجلاس کی یہ آخری نشست شام ۵ بجے شروع ہوئی اور سوا چھ بجے ختم ہو گئی۔ شام کے اجلاس میں دوسرے نمائندوں کے علاوہ بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن نے بھی تقریر کی۔

اسلامی سربراہ کانفرنس کے قراردادیں

اسلامی سربراہ کانفرنس نے اعلان کیا ہے کہ اسرائیل ست عربوں کے مقبوضہ علاقے خالی کرانے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لاتے جائیں گے جن پر اس نے جون ۱۹۶۷ء کے بعد طاقت کے ذریعہ قبضہ کیا ہے۔ اسرائیل کو یہ علاقے فوراً اور غیر مشروط طور پر خالی کرنا پڑیں گے۔ ۳۷ رکنی دوسری سربراہ کانفرنس نے مشرق وسطیٰ کے بحران، بیت المقدس کی بازیابی، اہل فلسطین کے حقوق کی بحالی اور تیسری دنیا کے ملکوں کے اتحاد کے سلسلے میں دور رس فیصلے کئے ہیں۔ یہ تاریخی فیصلے ۲۳ فروری کو اسلامی کانفرنس کے تحفیہ اجلاس میں دو قراردادوں میں کئے گئے ہیں جو متفقہ طور پر منظور کی گئی ہیں۔ اجلاس کی صدارت وزیر اعظم بھٹو کر رہے تھے کانفرنس میں تنظیم آزادی فلسطین کو فلسطینی عوام کی واحد نمائندہ تنظیم قرار دیا گیا اور تمام رکن ممالک پر زور دیا گیا ہے کہ وہ اہل فلسطین کے قومی حقوق کی جدوجہد کی حمایت کے سلسلے میں اپنے تمام ذرائع اور وسائل کو بروئے کار لائیں۔

کانفرنس نے فیصلہ کیا کہ بیت المقدس کی آزادی کے لئے جدوجہد جاری رکھی جائیگی مشرق وسطیٰ کے مسئلے کا جو بھی حل ہوگا اس میں اس مقدس شہر پر عربوں کی سادکیت اور بالادستی کو اولین حیثیت حاصل ہوگی۔ مسلمانوں کے لئے اس مسئلے کا کوئی ایسا حل قابل قبول نہیں ہوگا جس میں بیت المقدس کو بین الاقوامی شہر بنانے کی کوششوں کی زبردست مخالفت کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ بیت المقدس کی آزادی اور دیگر مقدس مقامات کی حفاظت کے مسئلے پر کسی قسم کی سودا بازی یا مصالحت نہیں کی جائے گی۔ اس مقصد کے لئے مسلمان ممالک کی طرٹ تعاون اور دوستی کا جو ہاتھ بھی بڑھایا جائے گا اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ قرارداد میں بیت المقدس کی مذہبی اہمیت اور تاریخی حیثیت تبدیل کرنے سے متعلق اسرائیل کے اقدامات کی شدید مخالفت کی گئی اور اس سلسلے میں جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل

کی قراردادوں کو مسترد کرنے پر اسرائیل کی مذمت کی گئی ہے۔ کانفرنس نے پہلی اسلامی کانفرنس اور بیت المقدس سے متعلق اسلامی دذرائے خارجہ کی کانفرنسوں کی منظور کردہ تمام قراردادوں کی بھی توثیق کی۔

قرارداد میں مزید کہا گیا ہے کہ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول اور تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔ اسرائیل نے اس پر قبضہ کرنے کے بعد ان مقامات کی بے حرمتی کی اور اس کے تاریخی اور مذہبی آثار کو تباہ کر کے پوری اسلامی دنیا میں غم و غصے کی لہر دوڑا دی جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی اور مشرق وسطیٰ ایک مسلسل بحران میں مبتلا ہو گیا۔ قرارداد میں ان اسلامی ممالک سے جن کے اب تک اسرائیل کے ساتھ تعلقات ہیں کہا گیا ہے کہ وہ ہر شعبے میں اسرائیل سے اپنے تعلقات و تعاون ختم کر لیں تاکہ مسلمانوں کے اتحاد کو تقویت مل سکے۔

قرارداد میں کانفرنس کے رکن ممالک سے کہا گیا ہے کہ وہ صیہونیت اور یہودی نسل پرست نوآبادیاتی نظام کے خلاف فلسطینی عوام کی جدوجہد کی بھرپور حمایت کریں کیونکہ جب تک فلسطین کے عوام کے حقوق بحال نہیں ہوں گے مشرق وسطیٰ میں پائیدار امن قائم نہیں ہو سکتا۔ قرارداد میں سفارش کی گئی ہے کہ جن ممالک میں تنظیم آزادی فلسطین کے دفاتر نہیں وہ اس کے دفاتر کے قیام کے لئے ہر ممکن سہولت دی جائے۔

ایک اور قرارداد میں اسلامی سربراہ کانفرنس میں شریک ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ بنگال، رومڈیشیا اور جنوبی افریقہ سے ہر قسم کے تعلقات اور تعاون ختم کر لیں۔ نوآبادیاتی نظام اور نسل پرستی کے خلاف جدوجہد کی حمایت جاری رکھی جائے۔

اسلامی کانفرنس کے فیصلے

باخبر ذرائع کے مطابق اسلامی کانفرنس میں شریک ممالک کے سربراہوں نے ۲۴ فروری کو اقتصادی اور سیاسی میدان میں خود کفیل ہونے کے سلسلہ میں اسلامی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل مسٹر حسن الہامی کی رپورٹ میں مندرج متعدد منصوبوں پر غور کیا۔ مسلم یونیورسٹی اور اسلامی نیوز ایجنسی قائم

کرتے اور مسلمان ممالک کا متحدہ بینک قائم کرنے پر اتفاق رائے ہو گیا ہے اور اقتصادی ترقی اور کم وسائل رکھنے والے مسلم ممالک کی امداد کے سلسلہ میں ٹھوس تجاویز تیار کرنے پر غور ہو رہا ہے۔

اسلامی سربراہوں کا تحفہ اجلاس ۲۴ فروری کو شروع ہوا جو چار گھنٹے سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔ ابتدا میں سیکرٹری جنرل محمد حسین الہامی کی رپورٹ پر غور کیا گیا اور اس پر بحث کے دوران صدر معمر قذافی کی یہ تجویز منظور کر لی گئی کہ تمام مسلم ممالک کے مختلف منصوبوں کو سرمایہ فراہم کرنے کے لئے الگ بینک قائم کرنے کی بجائے ایک ہی بینک ہونا چاہیے۔ جس کا نام بینک اتحکام اسلامیہ رکھا جائے۔

بادائق ذرائع کے مطابق اس تجویز کو بھی منظور کر لیا گیا ہے کہ مشرقی اور مغربی افریقہ کے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی اور انھیں عیسائیوں کے مشنری تعلیمی اداروں سے نجات دلانے کے لئے نائیجر میں مغربی افریقہ کے لئے اور یوگنڈا میں مشرقی افریقہ کے لئے دو بینر سٹیاں قائم کی جائیں اس فیصلے پر نائیجر کے صدر دیوری حانی اور یوگنڈا کے صدر عدی امین نے کانفرنس کے ارکان کا شکریہ ادا کیا۔

اسلامی نیوز ایجنسی قائم کرنے کی ضرورت پر متعدد دفعہ روشنی ڈالی اور بالآخر اسلام نیوز ایجنسی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور یہ بھی طے کیا گیا کہ نیوز ایجنسی کے قیام کے لئے ابتدائی سرمایہ کے طور پر ۲۰ لاکھ ڈالر مختص کئے جائیں اور ہر سال ۵۰ لاکھ ڈالر سالانہ خرچ کئے جائیں۔ یاد رہے کہ اسلامی نیوز ایجنسی کا قیام اسلامی ممالک کی پہلی کانفرنس میں بھی زیر غور آیا تھا لیکن اس پر پوری طرح عمل درآمد نہیں ہو سکا تھا۔ لہذا اس مرتبہ اس کے لئے فنڈز مختص کر دیئے گئے ہیں۔

سیکرٹری جنرل کی طرف سے بین الاقوامی اسلامی اقتصادی منصوبہ پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے الجزائر کے صدر مسٹر سوری بو مدین نے کانفرنس پر زور دیا ہے کہ اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لئے منظم معاشی منصوبہ بندی کی جائے ورنہ ہم مغرب کے حکومت سے نجات حاصل نہیں کر سکیں گے۔

کائناتس نے فلپائن کی مسلمان اقلیت کے بارے میں امدادی کاموں کا جائزہ
 بھی لیا اور اس سلسلہ میں وزارت خارجہ کی آئندہ میٹنگ میں رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی گئی
 مقرر عالم اسلامی کے وفد کے قائد مفتی اعظم فلسطین الحاج امین الحسینی نے عالم اسلام کے لئے
 صیہونیت کے پرخطر عزائم پر روشنی ڈالی اور اسے مسلمانوں کے لئے شدید خطرہ قرار دیا۔
 اور اس بات پر زور دیا کہ اس خطرہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں
 یوگنڈا کے صدر مسٹر عدیس امین نے مسلمانوں کے تحفظ کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے
 افریقہ میں مشنریوں کے ذریعہ اسلام کو کمزور کرنے کے واقعات پر روشنی ڈالی اور کہا کہ یہ
 ادارے تعلیم کے ذریعے عیسائی مذہب کو فروغ دے رہے ہیں۔ لہذا ان ممالک میں اسلامی
 تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ صدر قذافی نے اریٹریا کے مسلمانوں کے تحفظ اور صومالیہ کے
 غصب شدہ علاقوں کو خالی کرانے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔



دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس نے آٹھ ممالک پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا، جو کانفرنس کے رکن ترقی پذیر ممالک کی اقتصادی مشکلات دور کرنے کے طریقے وضع کرے گی۔ اس کمیٹی میں ان ممالک کے ماہرین شامل کئے جائیں گے اور ایک ماہ کے اندر اس کا پہلا اجلاس حیدرہ میں ہوگا۔ اس کمیٹی کے قیام کا اعلان کانفرنس کے اختتام پر جاری ہونے والے اعلان لاہور میں کیا گیا ہے۔ کمیٹی الجزائر، مصر، کویت، لیبیا، پاکستان، سعودی عرب، سنگا پور اور متحدہ عرب امارتوں کے ماہرین پر مشتمل ہوگی۔ اس کانفرنس کے اختتام پر دس نکات پر مشتمل اعلان جاری ہوا ہے اس اعلان لاہور میں اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ بیت المقدس سمیت تمام مقبوضہ علاقوں کو اسرائیل سے آزاد کرانے کے لئے عربوں کو بھرپور امداد دی جائے گی۔ اور وہ اس سلسلہ کے حصول کے لئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لائیں گے۔

اعلان لاہور میں کہا گیا ہے کہ تمام اسلامی ممالک اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ ان کے عوام کے درمیان کبھی ختم نہ ہونے والے رشتوں کی بنیاد مساوات، اخوت

انسانی عظمت، نسلی امتیاز اور استحصال سے نجات اور نا انصافیوں کے خلات جدوجہد کے لافانی اصولوں پر ہے۔ اعلان لاہور میں اس عزم کو دہرایا گیا کہ مسلمان ملک ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے اور اپنے اختلافات برادارانہ جذبے سے بات چیت کے ذریعے طے کریں گے۔

اسلامی سربراہ کانفرنس کے اختتام پر جو "اعلان لاہور" جاری ہوا، اس کا مکمل متن مندرجہ ذیل ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمہوریہ افغانستان، جمہوریہ الجزائر، عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش، جمہوریہ چاڈ، عرب جمہوریہ مصر، جمہوریہ گیبون، گیمبیا، جمہوریہ گنی، گنی بساؤ، جمہوریہ انڈونیشیا، دولت ایران، سلطنت لاشیہ، اردن، مملکت مراکش، مملکت سعودی عرب، مملکت کویت، جمہوریہ لبنان، عرب جمہوریہ لیبیا، لائشیا، جمہوریہ مالی، اسلامی جمہوریہ موریتانیہ، جمہوریہ نائیجر، سلطنت اومان، اسلامی جمہوریہ پاکستان، عوامی جمہوریہ مین، مملکت قطر، سنگال، جمہوریہ صومالیہ، جمہوریہ سوڈان، عرب جمہوریہ شام، جمہوریہ تیونس، جمہوریہ ترکی، جمہوریہ لیگنڈا، متحدہ عرب امارتیں، عرب جمہوریہ یمن کے سربراہ مملکت اور نمائندوں نیز فلسطین (تحریک آزادی فلسطین) اور جمہوریہ عراق کے نمائندوں نے جو مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کی۔ یہ کانفرنس لاہور میں ۲۲ فروری سے ۲۴ فروری تک ہوئی۔ عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل مہمان کی حیثیت سے کانفرنس میں شریک ہوئے۔ لبنان کے لاٹ پادری نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔

اسلامی مملکتوں کے سربراہ، بادشاہ، نمائندے اور تنظیموں کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے :

۱۔ ہماری قوموں کے درمیان مشترکہ عقیدہ الٹو رشتہ ہے۔ مسلمان قوموں کا اتحاد اور یک جہتی کی بنیاد پر دوسری قوموں سے دشمنی یا نسل اور ثقافت کے امتیازات پر نہیں بلکہ مساوات، اخوت، انسانی وقار کے مثبت اور لازوال نظریوں پر ہے۔

اور یہ مثبت اور لازوال نظریہ ہے کہ انسان رنگ و نسل کے امتیاز اور استحصال سے آزاد ہوں اور ظلم اور نا انصافی کے خلاف جدوجہد کی جائے۔

۲۔ ہم ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکا کی قوموں کی مشترکہ جدوجہد کے ساتھ ہیں جو وہ سماجی اور اقتصادی ترقی کے لئے کر رہی ہیں اور خوش حالی کے لئے دنیا کی تمام قوموں کی جدوجہد کے حامی ہیں۔

۳۔ آزادی سماجی انصاف پر مبنی عالمی امن کے لئے ہماری کوششیں دوسرے عقائد کے لوگوں سے تعاون اور آشتی کے جذبے سے کی جائیں گی۔ جو اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔

۴۔ ہم یہ عزم کرتے ہیں کہ مسلمان ملکوں کے درمیان یک جہتی کو فروغ دیں گے اور اس کا تحفظ کریں گے۔ ہم ایک دوسرے کی آزادی علاقائی سالمیت کا احترام کریں گے ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ آپس کے اختلافات پر امن طور پر برادرانہ جذبے سے طے کریں گے۔ اور جب کبھی ممکن ہو گا اس مقصد کے لئے برادر مسلم ملک یا ملک کی مصالحانہ کوششوں سے استفادہ کریں گے، یا ثالثی کے لئے ان کی خدمات حاصل کریں گے۔

۵۔ ہم جنگ رمضان میں اسرائیل کی سرحدوں سے متصل عرب ملکوں اور تحریک آزادی فلسطین کے مجاہدانہ کردار اور عربوں کی جدوجہد اور مسلمانوں کی طرف سے ان کی حمایت کو جو اس فیصلہ کن مرحلے پر زیادہ نمایاں تھی سراہتے ہیں۔

۶۔ ہم اسلامی کانفرنس اور اس کے سیکرٹریٹ کی سرگرمیوں کو سراہتے ہیں یہ سرگرمیاں مسلمان ملکوں کے درمیان گہرے اور برادرانہ تعاون اور ان کے دوسرے مشترکہ اقدامات کا ذریعہ ہوں گی۔

مشرق وسطیٰ کے موجودہ صور حال پر غور کرنے کے بعد ہم اعلان کرتے ہیں :

۱۔ عربوں کا مقصد ان تمام ملکوں کا مقصد ہے جو جارحیت کے مخالف ہیں اور جو یہ برداشت نہیں کریں گے کہ طاقت کے استعمال کرنے والے کو صلے میں کوئی علاقہ یا دوسرے

فرائد حاصل ہو جائیں۔

۲۔ عرب ملکوں کی مکمل اور موثر حمایت کی جانی چاہیے تاکہ وہ ہر ممکن طریقے سے مقبوضہ علاقے واپس لے سکیں۔

۳۔ فلسطینی عوام کا مقصد یہ عقیدہ رکھنے والے تمام لوگوں کا مقصد ہے کہ ہر قوم کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے اور آزادی سے فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

۴۔ مشرق وسطیٰ کا مسئلہ حل کرنے اور انصاف پر مبنی پائیدار امن قائم کرنے کے لئے ضروری اور بنیادی شرط یہ ہے کہ فلسطینی قوم کے مکمل قومی حقوق بحال کئے جائیں۔

۵۔ عالمی برادری اور خاص کر ان ملکوں پر جنہوں نے ۱۹۴۷ء میں عرب فلسطین کی تقسیم کرائی فلسطینی عوام کو اس نا انصافی سے نجات دلانے کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو ان پر مسلط کی گئی ہے۔

۶۔ القدس اسلام اور دوسرے آسمانی مذاہب کا سنگم رہا ہے۔ تیرہ سو سال سے زیادہ مسلمانوں نے بیت المقدس کو ان سب لوگوں کے لئے ایک امانت کے طور پر اپنے پاس رکھا جو اس کا احترام کرتے ہیں۔ مسلمان ہی اس کے محبت کرنے والے اور دیانت دار محافظ ہو سکتے ہیں۔ جس کی سیدھی سادھی وجہ یہ ہے کہ صرف مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ تینوں الہامی مذاہب کی جڑیں بیت المقدس میں ہیں لہذا کوئی میثاق معاہدہ یا سمجھوتہ جو متبرک شہر یروشلم پر اسرائیلی قبضہ برقرار رکھنے کو تسلیم کرے یا جس کے ذریعے کسی غیر عرب ادارے یا مملکت کو یہ شہر منتقل کیا جائے یا جس کے ذریعے اسی مقدس شہر کو سووے بازی یا مراعات کا وسیلہ بنایا جائے۔ مسلمان ملکوں کے لئے ناقابل قبول ہوگا۔ بیت المقدس سے اسرائیل کا انحصار مشرق وسطیٰ میں پائدار امن کے لئے پہلی شرط ہے جو تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

۷۔ عرب ممالک خصوصاً لبنان، مصر، اردن اور شام اور عموماً دنیا کے عیسائی کلیساؤں نے بین الاقوامی راستے عامہ اور دنیا بھر کی مذہبی کانفرنسوں میں بیت المقدس اور فلسطین کے دوسرے مقدس مقامات پر عربوں کی بالا دستی کی جس خوبی سے وضاحت کی ہے

اور اس باب میں تعاون کے لئے جو مثبت اقدامات کئے ہیں کانفرنس انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

۸۔ اسرائیل نے مقبوضہ عرب علاقوں کی حیثیت کو تبدیل کرنے کے لئے جو اقدامات کئے ہیں اور خصوصی طور پر بیت المقدس کے متبرک شہر کی حیثیت کو جس طرح وہ تبدیل کر رہا ہے یہ سب بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے اور اسلامی کانفرنس کے رکن ممالک خصوصی طور پر اور پوری اسلامی دنیا اس پر نفرت کا اظہار کرتی ہے یہ کانفرنس انجام افریقی اور دوسرے ملکوں کے اس وقار اور مثبت موقف کو بنظر استحسان دیکھتی ہے، جو انھوں نے عرب مقاصد کی حمایت کے لئے اختیار کیا ہے۔

۹۔ پائیدار اور منصفانہ امن کے قیام کے لئے جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کی اصل بنیاد پر ترجہ منبذوں کی جائے اور فوجوں کی واپسی کا اس کے سرا اور کوئی مطلب نہیں ہے کہ یہ تمام عرب علاقوں سے اسرائیل کے مکمل انخلا اور فلسطینی عوام کے مکمل حقوق کی بحالی کی جانب ایک قدم ہے۔

عالمی اقتصادی صورت حال بالخصوص اسلامی ملکوں کی اقتصادی حالات کا سربراہ کانفرنس میں صدر الجزائر، صدر لیبیا اور دوسرے سربراہان مملکت کی جانب سے کی گئی تقاریر کی روشنی میں جائزہ لیتے ہوئے اور دل اسلامی ملکوں میں غربت، بیماری اور جہالت کے خاتمے، (۱۲) ترقی یافتہ ممالک کی جانب سے ترقی پذیر ملکوں کا استحکام ختم کرانے (۱۳) ترقی پذیر (ترقی یافتہ ملکوں میں تجارت کی شرائط کو بہتر شکل دینے اور خام مال اور مصنوعات کی درآمد کے اصول مرتب کرنے (۱۴) ترقی پذیر ملکوں کو اپنے تدریجی وسائل پر مکمل بالادستی قائم کرنے (۱۵) قیمتوں میں حالیہ اضافے کے پیش نظر ترقی پذیر ملکوں کی تکالیف دور کرنے اور (۱۶) مسلمان ملکوں کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھانے کی ضرورت کے پیش نظر ایک کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل مقاصد کی تکمیل کے لئے راہیں متعین کرے گی، تاکہ رکن ممالک کے عوام کے حالات زندگی بہتر ہو سکیں۔ یہ کمیٹی الجزائر، مصر، کویت، لیبیا، پاکستان، سعودی عرب، نیگال اور متحدہ عرب امارتوں کے نمائندوں اور ماہروں پر مشتمل ہوگی اس

کمیٹی کو مزید ارکان شامل کرنے کا بھی اختیار حاصل ہو گا۔ اس کمیٹی کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنا کام جلد از جلد مکمل کرے اور اپنی سفارشات اسلامی و ذرائع خارجہ کے آئندہ اجلاس میں پیش کر دے تاکہ وہ فوری طور پر غور و خوض کے بعد انھیں عملی جامہ پہنا سکے۔ اس کمیٹی کا اجلاس جدہ میں ہو گا اور اسے سیکرٹری جنرل طلب کریں گے، وہی اجلاس کی تاریخ مقرر کریں گے۔ یہ اجلاس اس کانفرنس کے ختم ہونے کے ایک ماہ کے اندر اندر بلایا جائے گا۔

شالامار باغ میں مسلمان سربراہوں کا والہانہ استقبال

اسلامی کانفرنس میں شرکت کرتے والے سربراہوں کے اعزاز میں ۲۴ فروری کی شام کو وزیر اعلیٰ پنجاب نے شالامار باغ میں استقبالیہ دعوت دی، جس میں پانچ ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی۔ استقبالیہ دعوت میں معزز مہمانوں کے خیر مقدم کے لئے لوگوں نے جس بے پناہ جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ اس سے اس تقریب کے تمام حفاظتی انتظامات درہم برہم ہو گئے بالخصوص لیبیا کے صدر معمر القذافی، تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات، وزیر اعظم بھٹو اور شیخ مجیب الرحمن کی آمد پر لوگ اتنی بڑی مقدار میں اپنی جگہ چھوڑ کر معزز مہمانوں کو دیکھنے اور ان سے ہاتھ ملانے کے لئے راستہ میں جمع ہو گئے کہ ان سربراہوں کو شالامار کے صدر دروازے سے بارہ دری تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔ صدر قذافی زندہ باد، یاسر عرفات زندہ باد، مجیب بھٹو بھائی بھائی کے نعروں سے باغ کی فضا گونج اٹھی۔

جب وزیر اعظم بھٹو شیخ مجیب الرحمن کو ساتھ لے کر بارہ دری کے دوسرے تختہ میں اترے تو وہاں بیٹھے ہوئے در ہزار سے زائد افراد بھی ان دونوں رہنماؤں کو خوش آمدید کہنے کے لئے جمع ہو گئے۔ یاسر عرفات اور صدر قذافی کافی دیر تک بارہ دری کے بعد کے پتہ پر رہے اور لوگ بارہ دری کے نیچے پھرنے کے سامنے اور بڑے حصے کے گرد اتر کر پر جمع ہو کر نعرے لگاتے رہے۔ سینکڑوں افراد نے نیچے سے آڑ گراں کہیں صدر قذافی اور جناب یاسر عرفات کے دستخط حاصل کرنے کے لئے اور پھینکینی شروع کر دیں یہ دونوں رہنما اور ان کے حفاظتی عملہ کے افراد آڑ گراں باب پڑتے رہے اور دستخط کر کے لوگوں کی طرف واپس پھینکتے رہے۔

عوام نے وزیر اعظم بھٹو سے مطالبہ کیا کہ وہ تمام سربراہوں کو بالکونی میں لے کر آئیں۔

اور عوام کو ان کی ایک جھک دیکھنے کا موقع دیں، چنانچہ وزیر اعظم بھٹو تمام سربراہوں کو ساتھ لے کر باہر اس بالکنی میں آئے اور سب نے ہاتھ ہلا ہلا کر عوام کے استقبالیہ نعروں کا جواب دیا شیخ مجیب الرحمن اور وزیر اعظم بھٹو جب بالکنی میں آئے تو لوگوں نے شیخ مجیب سے تقریر کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے ایک شیخ مجیب الرحمن کے سامنے کر دیا۔ لیکن مجیب نے تقریر نہیں کی اور اس کے جواب میں وزیر اعظم بھٹو کی گردن پر برسہ لیا اور عوام نے بڑے جوش و خروش سے ایک بار پھر بھٹو مجیب بھائی بھائی کے نعروں لگائے۔

شالامار باغ کی یہ تاریخی تقریب دو گھنٹے تک جاری رہی معزز مہمانوں کی آمد کا سلسلہ ۲ بجے شروع ہوا۔ اس وقت تک لاہور کے پانچ ہزار سے زائد مدعوین نے اپنی جگہوں پر بیٹھ چکے تھے اس تقریب کے لئے شالامار باغ میں تین و آرائش کا جو اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کی مثال اس سے پہلے کبھی نہیں ملتی۔ اس سے قبل اس باغ میں تقریباً ہر سال کسی ایک غیر ملکی سربراہ کے اعزاز میں استقبالیہ دعوت منعقد ہوتی رہی ہے۔ اور ہر بار بڑی محنت سے باغ کو سجایا جاتا رہا لیکن آج ۲۷ مسلم ممالک کے اعلیٰ حکام اور نمائندے اور ۱۶ سے زائد ممالک کے سربراہ وزراء اعظم استقبالیہ دعوت میں شریک تھے۔ اس لئے باغ کی آرائش و زیبائش بھی اس مناسبت سے پہلے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی۔

باغ کے صدر و دروازے سے بارہ دری تک بائیں جانب کے راستے پر سرخ قالین بچھے ہوئے تھے اور راستوں پر سکولوں کے ننھے بچے اور بچیاں پاکستان کے چاروں صوبوں کے رنگارنگ علاقائی لباس پہنے ہوئے پھولوں کی ٹوکریاں اٹھائے کھڑے تھے، ان کے ساتھ ساتھ سرخ کوٹ اور سفید چپت پاتجائے میں ملبوس چوہداروں کی قطار تھی۔ باغ کی خوبصورت نہر میں جابجا فواروں سے پانی ابل رہا تھا اور راستے کے دونوں جانب رنگین پھتروں کے نیچے لاہور کے معزز شہری کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

بارہ دری میں متعدد سربراہوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی، جسے انتہائی قیمتی قالینوں اور

آرائشی جھاروں سے سجایا گیا تھا۔ بارہ دری کے نیچے باغ کے دوسرے تختے پر بھی دو ہزار سے زائد مہمان بیٹھے تھے۔ جب معزز مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو فوج کے جنیڈانے استقبالیہ دھنیں بجائیں اور سکول کے بچوں نے تالیاں بجا کر معزز مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔

الجزائر کے صدر حوری بومدینے وزیر اعظم بھٹو اور شیخ مجیب الرحمن کے ساتھ باغ میں داخل ہوئے اور عوام نے پر جوش نعروں اور تالیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ ان کی آمد پر باغ میں معزز مہمانوں کی حفاظت کے روایتی انتظامات ختم ہو گئے۔ لوگ استوں پر اتنی بڑی تعداد میں جمع ہوئے کہ ٹیلیوژن اور ریڈیو کے مبصرین کے لئے ان تمام رہنماؤں کے استقبال کے مناظر دیکھنا اور بیان کرنا ممکن نہیں رہا۔ حوری بومدینے اور شیخ مجیب کے ساتھ وزیر اعظم بھٹو بھی بالکنی میں آئے تو لوگوں نے پر جوش نعرے لگائے اور تینوں رہنماؤں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر اتحاد کے مظاہرے کے طور پر ہوا میں لہرائے۔

یسیلی کے صدر معمر القذافی کو بالکنی میں دیکھ کر عوام کا جوش و خروش اتنا بڑھا کہ ایک نوجوان سنگ مرمر کی بنی ہوئی آبنار پر چڑھ گیا اور اس نے صدر قذافی سے ملاقات کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ یہ نوجوان آبنار کے دربان میں پہنچ کر ڈٹ گیا اور گرنے کے قریب تھا کہ صدر قذافی نے حجاب کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے بچھین کر اوپے سے گئے۔ اور اس نوجوان کی آڑ گراف بک پر دستخط کئے۔

معزز مہمانوں کے واپسی کے وقت تاثرات

اسلامی سربراہی کانفرنس کے اختتام پر جب معزز مہمان اپنے اپنے ملکوں کو واپس روانہ ہوئے تو ان کے دل عالم اسلام کے اتحاد و یگانگت، پیار اور محبت اور اسلام سے شینقگی اور لگاؤ کے جذبات سے معمور تھے۔ ان معزز مندوبین میں سے بعض نے کانفرنس کی کارروائی اور عالم اسلام کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اسلامی سربراہوں کی کوششوں کے بارے میں انتہائی امید افزا تاثرات کا اظہار کیا ہے :

جناب عمر ستفان

سعودی عرب کے وزیر خارجہ عمر ستفان نے کہا ہے کہ اسلامی سربراہی کانفرنس کے فیصلوں سے دنیا بھر میں مسلمانوں کے موقف کو تقویت پہنچے گی۔ انھوں نے بتایا کہ کانفرنس کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں اسلام کی سرملبندی کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور تعاون کا جذبہ بیدار ہو گیا ہے۔

پاکستان کے عوام اور وزیر اعظم جناب بھٹو نے جس عہدگی سے کانفرنس کے انتظامات کئے ہیں۔ شاہ فیصل نے اس پر ولی اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ شاہ فیصل اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے پر زور حامی رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ مسلم ممالک کے مسائل پر غور کرنے کے لئے ایسی کانفرنسیں دنیا کے تمام اسلامی ملکوں میں منعقد ہونی چاہئیں۔

مسٹر عمر ستفان نے کہا کہ اسلام کی قدرت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمان ملکوں کی تنظیم اقوام متحدہ کے بعد دوسری سب سے بڑی عالمی تنظیم بن گئی ہے جو افریقی اتحاد تنظیم سے بھی زیادہ بڑی ہے اور وہ ملک جو اسلامی اتحاد کی مخالفت کرتے رہے ہیں اب اسلامی سیکرٹریٹ کا رکن بننے کی کوشش کر رہے ہیں انہوں نے کہا کہ مسلمان ملکوں سے کو

احساس ہو گیا ہے کہ ان کا مستقبل ان کے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ اور انھیں تمام مقاصد کے حصول کے لئے مستحضر ہو جانا چاہیئے۔

سعودی وزیر نے کہا کہ شاہ فیصل اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان اپنی مشکلات پر قابو پالے تاکہ وہ زیادہ سرگرمی کے ساتھ مسلمانوں کی خدمت کر سکے۔ انہوں نے کہا کانفرنس کے سلسلے میں تمام انتظامات ہر لحاظ سے تسلی بخش تھے۔

جناب عدی امین

یوگنڈا کے صدر عدی امین نے کہا کہ مسلمان ملکوں کو اس بات کی ضمانت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ جنگ ویش پاکستان کے ۱۹۵ جنگی قیدیوں پر مقدمے چلانے کے مطالبہ سے دست بردار ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ پر شیخ مجیب اور مسٹر بھٹو سے بات چیت کی تھی اور یہ امر باعث اطمینان ہے کہ شیخ مجیب نے یہ وعدہ کیا تھا کہ پاکستان ہندوستان اور جنگ ویش کے نمائندوں کی کانفرنسوں میں یہ مسئلہ حل کر لیا جائے گا۔

جناب صدر نمیری

سوڈان کے صدر نمیری نے کہا ہے کہ کانفرنس کی کارروائی جس نظم و ضبط کے ساتھ مکمل کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بڑی محنت سے تیار کی گئی تھی مجھے یقین ہے کہ اسلامی اتحاد کے رشتے اور استحکم ہر جا میں گے۔

جناب سندون گوت

گیبون کے وزیر سندون گوت نے کہا کہ میرے لئے اسلامی کانفرنس میں شرکت باعث فخر ہے انہوں نے کانفرنس کے انتظامات کے سلسلہ میں حکومت پاکستان اور پاکستانی عوام کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، انڈونیشیا، ترکی اور سینگال کے وزرائے خارجہ جو اپنے ملکوں کے وفد کے قائد تھے آج وطن واپس چلے گئے۔

جناب العبدی

لیبیا کے وزیر محنت العبدی نے توقع ظاہر کی ہے کہ اسلامی کانفرنس کے نتیجے میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حل مل سکے گا۔ سیرالیون کے وزیر برائے سماجی بہبود و مذہبی امور نے اپنے ملک کے صدر کی طرف سے حکومت پاکستان اور پاکستانی عوام کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا۔

جناب سعید یار سے

صوابیہ کے صدر یحییٰ بن محمد سعید یار سے نے کہا کہ یہ کانفرنس اسلامی دنیا کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ کے طور پر یاد رکھی جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ کانفرنس کی میٹنگوں کے چیرمین جناب بھٹو نے انتہائی خوشگوار ماحول میں جس توجہ اور انتھک محنت کے جذبہ سے کام کیا۔ اس کے لئے وہ تمام اسلامی وفد کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

جناب فرانکوئی ٹومبلیائی

جمہوریہ شاد کے صدر فرانکوئی ٹومبلیائی نے کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس نے میرے ذہن پر بڑے گہرے نقوش چھوڑے ہیں انھوں نے کانفرنس کے منتظمین کے نظم و ضبط کی تعریف کی۔

جناب دریہ

شاد کے وزیر خارجہ مسٹر دریہ نے اسلامی کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ کانفرنس میں بیت المقدس فلسطین اور مقبوضہ عرب علاقوں کے بارے میں نہایت اہم فیصلے کئے گئے ہیں مجھے توقع ہے کہ کانفرنس کے دور رس نتائج نکلیں گے۔

چاؤ کے وزیر خارجہ نے پاکستان اور بنگلہ دیش کے مابین مصالحت اور اسلامی کانفرنس

کے رکن کی حیثیت سے پانچ افریقی ممالک کی شمولیت کا خیر مقدم کیا۔

جناب آدم ملک

انڈونیشیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر آدم ملک نے کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس میں شیخ مجیب الرحمن کی شرکت سے میری دلی آرزو پوری ہو گئی ہے، میرا ملک پاکستان اور بنگلہ دیش کے تعلقات کو خوش گوار بنانے کے لئے مقدور بھر کوششیں جاری رکھے گا۔ اب پاکستان اور بنگلہ دیش کو ماضی کی تلخیاں فراموش کر کے بہتر مستقبل کی تعمیر کے لئے آپس میں تعاون کرنا چاہیئے۔ کو اچی پہنچنے پر انھوں نے کہا کہ میرے لئے یہ بات دلی اطمینان کا باعث ہے کہ سہربراہ کانفرنس میں عالم اسلام کے مسائل اور عرب مقبوضہ علاقوں اور بیت المقدس کی آزادی کے لئے کانفرنس نے متفقہ فیصلے کئے۔

جناب نصیر محمد الحسنی

شمالی مین کے وزیر اعظم مسٹر نصیر محمد الحسنی نے کہا کہ اسلامی کانفرنس کے فیصلوں سے مین اور اسلامی دنیا کے عوام کو بہت سے فائدے پہنچیں گے انھوں نے کہا کہ مین کے آئندہ پنجابالہ منصوبہ پر مارچ سے عمل درآمد شروع ہو گا۔ ہم اس منصوبہ کو اسلامی کانفرنس کے فیصلوں کے روشنی میں مکمل کوشش کریں گے۔ جس سے مینی عوام کی خوش حالی میں زبردست اضافہ ہو گا۔

جناب عبدالعزیز کامل

مصر کے نائب وزیر اعظم عبدالعزیز کامل نے کہا کہ اسلامی سربراہ کانفرنس بہت کامیاب رہی ہے اور اسلام کی تاریخ میں اسے سنگ میل کی حیثیت حاصل رہے گی۔ مسٹر کامل نے کہا۔ وزیر اعظم بھٹو نے اسلامی کانفرنس میں مسلمان ملکوں کے درمیان تمام شعبوں میں تعاون کی بنیاد رکھ دی ہے۔ مقبوضہ عرب علاقوں اور بیت المقدس کی واپسی کے اقدامات کے بارے میں اخباری نمائندوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ہمارے سامنے سب سے بڑا

کام جارحیت کو ختم کرنا ہے۔ عرب علاقوں کی آزادی کی جدوجہد جاری رہے گی اور مجھے امید ہے ہم اپنی زندگی ہی میں یہ مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اقتصادی تعاون بڑھانے کے اقدامات کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلم ممالک دو طرفہ، علاقائی پان اسلامی اور بین الاقوامی تعاون کے معاہدوں سے اقتصادی ترقی کی کوششوں کا دائرہ وسیع کر سکتے ہیں۔

جناب شیخ محمد مکی

مراکش کے وزیر اطلاعات و اذاعات شیخ محمد مکی نے کراچی میں اخباری نمائندوں سے کہا کہ اسلامی کانفرنس بہت کامیاب رہی ہے جس نے مسلمان ملکوں کے درمیان عظیم تر اتحاد کی راہ ہموار کر دی ہے۔ جناب بھڑتے کانفرنس کی کامیابی میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اور مسٹر بھٹو ایک عظیم سیاست دان کی حیثیت سے ابھرے ہیں۔ انہوں نے کہا ہمارا مقصد عرب علاقوں سے کو بیوروکریسی کے جارحانہ تسلط سے آزاد کرانا اور مسلم ممالک کے درمیان حقیقی اتحاد قائم کرنا ہے جسے دشمنوں کی سازشیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔

شام کے وزیر خارجہ لیبیا کے وزیر محنت گیبون کے وزیر معذنیات اور سیرالیون کے دینی امور اور سماجی بہبود کے وزیر اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کے بعد لاہور سے کراچی پہنچنے پر اسلامی سربراہ کانفرنس کو بہت اہم واقعہ اور اجتماع قرار دیا۔ ان وزرائے نے کہا کہ اس تاریخی کانفرنس سے مسلمان رہنماؤں کو مسلمان ملکوں کے درمیان اتحاد کو مزید مضبوط اور مستحکم کرنے کا موقع ملا ہے۔

سربراہوں کی بیگمات اور مہمان خواتین کے تاثرات

اسلامی سربراہی کا نفرنس لاہور میں جہاں مختلف اسلامی ممالک کے سربراہ، مندوبین اور مبصرین نے شرکت کی وہاں کئی زعمائے اسلام کی بیگمات نے بھی اپنی تشریف آوری سے اسلامی کانفرنس کی رونق و دہلا کی اور پاکستانی خواتین کی مسرتوں میں اضافہ کیا۔ چند مہمان بیگمات کے اسٹریو کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

بیگم صفیہ قذافی

عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر کرنل قذافی کی بیگم صفیہ قذافی نے پاکستانی خواتین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا،

پاکستانی خواتین کی ایک بات جو میرے نزدیک بہت پسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ پاکستانی خواتین اسلامی طرز کا باپوہ لباس زیب تن کرتی ہیں۔ پاکستانی خواتین باشعور، تعلیم یافتہ اور خوش شکل ہیں۔ میں ان کے اخلاق و کردار اور اپنائیت کے جذبے سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔ انھوں نے لیبیا کی خواتین کے متعلق خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لیبیا کی خواتین بھی اسلامی طرز کا لباس پہننا بہت پسند کرتی ہیں۔ انھیں مغربی طرز معاشرت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیبیا کی خواتین کو تمام اسلامی حقوق حاصل ہیں انھیں سرکاری شعبوں میں ملازمتیں بھی دی جاتی ہیں۔ لڑکیوں کے لئے اسکول اور کالج میں تعلیم کا بھی انتظام ہے خواتین کے لئے ہفتہ وار اخبار بھی شائع کیا جاتا ہے۔

بیگم قذافی کی گھریلو مصروفیات

اخباری نمائندے کو انھوں نے بتایا کہ وہ گھریلو امور میں کافی دلچسپی لیتی ہیں ان کے

زیادہ تر ترجیح کا مرکز ان کے بچے ڈیڑھ سالہ سیف الاسلام اور دس ماہ کا سعدی ہیں وہ لباس کے معاملے میں سادگی اور اپنے شوہر کی پسند کو اولیت دیتی ہیں۔ بیگم قذافی انٹرویو کے وقت چھو لدار کپڑے کا بیل باٹم پہنے تھیں اور ان کے سر پر ریشمی رد مال بندھا ہوا تھا۔ بیگم قذافی نے بتایا کہ نرسنگ کی تربیت حاصل کرنے کے بعد کرنل قذافی سے ان کی شادی ہو گئی۔

کرنل قذافی بچوں کے ساتھ بہت کم وقت گزارتے ہیں

اپنے شوہر کرنل قذافی کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ وہ اپنا زیادہ تر وقت سرکاری کاموں میں صرف کرتے ہیں، گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ بہت کم وقت گزارتے ہیں۔ بیگم قذافی نے لاہور کے عوام کے جوش و خروش اور جذبہ خیر سگالی کو سراہتے ہوئے بتایا کہ انارکلی میں خریداری کے لئے گئیں تو لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے ان کا خیر مقدم کیا۔ جس نے انہوں نے اندازہ لگایا کہ ان کے شوہر کرنل قذافی پاکستانی عوام میں بہت مقبول ہیں۔

پاکستانی عوام کی خوشحالی اور ترقی کے لئے دعا

انہوں نے کہا کہ میں پاکستانی عوام کی خوشحالی اور ترقی کے لئے دعا گو ہوں اور پاکستان سے جلتے ہوئے ان کے خلوص و محبت اور یگانگت کے انمول تحفے لئے جا رہی ہوں۔

مادام مریم مختار الدادہ

سرخ و سفید رنگت، دراز قامت، سنہرے بال اور نیلی آنکھیں یہ ہیں اسلامی جمہوریہ موریتانیہ کے صدر کی اہلیہ مادام مریم مختار الدادہ اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے اپنے شوہر کے ہمراہ لاہور آئی ہوئی تھیں۔ ان کا تعلق فرانس سے ہے وہ یہیں پیدا ہوئیں اور تعلیم حاصل کی جب وہ تعلیم حاصل کر رہی تھیں ان کی ملاقات مختار الدادہ سے ہوئی۔ اور ۱۹۵۹ء میں دونوں رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئے اور مریم شادی کے تین ماہ بعد اپنے شوہر کے ساتھ موریتانیہ چلی آئیں۔ پیرس کی زینبیاں چھوڑ کر انہوں نے یہاں دیکھا کہ ایک چھوٹا سا گھر

ہے جس میں نہ بجلی تھی نہ پانی، ارد گرد صحرا صرف چند مکانات اور وہ بھی زیر تعمیر، پانی دور دراز علاقوں سے لایا جاتا تھا، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کی حیثیت سے ناز پروردہ تھیں لیکن اپنے شوہر کے ہاں آکر انھوں نے ہر حال میں زندگی بسر کرنے کا عہد کر لیا تھا اور جلد ہی وہ صحرائی زندگی کی عادی ہو گئیں۔

ادام مختار الہ ادا نے بتایا کہ ان کے شوہر کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۵۹ء میں ہوا وہ موریطانیہ پیپلز پارٹی کے سربراہ تھے۔ ۶۱ میں وہ ملک کے صدر بن گئے۔ موریطانیہ کی خواتین کی سیاسی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ موریطانیہ میں واحد سیاسی جماعت موریطانیہ پیپلز پارٹی ہے۔ ۱۹۷۰ء تک وہ خود اس پارٹی کے زمانہ شعبہ کی صدر تھیں۔ اور اپنے شوہر کے شانہ بشانہ عورتوں میں سیاسی بنیادی اور معاشرتی شعور پیدا کرنے کے ترافض انجام دے رہی تھیں ان کی کاوشیں رنگ لائیں۔ اب یہ کہنا بے جا نہیں کہ موریطانیہ کی جدوجہد آزادی میں خواتین نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔

تعلیم کے متعلق انہوں نے بتایا کہ موریطانیہ میں صرف قرآن پاک کی تعلیم رائج تھی اور جدید تعلیم اتنی زیادہ نہ تھی لیکن اب لڑکیوں کے لئے سکول اور کالج ہیں، ذریعہ تعلیم عربی اور فرانسیسی ہے۔ آج کل فرانسیسی زیادہ عام ہے۔ لیکن مستقبل میں ذریعہ تعلیم صرف عربی ہوگا۔

انہوں نے بتایا کہ موریطانیہ میں ڈاکٹر بہت کم ہیں نرسنگ اور دیگر پیشہ دارانہ امور لڑکیاں انجام دیتی ہیں، کئی اعلیٰ عہدوں پر بھی عورتیں فائز ہیں۔ پارلیمنٹ میں دو عورتوں کو نمائندگی حاصل ہے۔ انہوں نے بتایا کہ نئی نسل کے لڑکے لڑکیاں گھروں، سینماؤں اور رقص و موسیقی کا شوق رکھتے ہیں لیکن یہ چیز بے حیائی اور عریانی کی حد تک نہیں ہے۔ موریطانیہ کی سو فیصد آبادی مسلمان ہے۔ یہاں شراب قطعی ممنوع ہے۔ خواتین کے لباس کے متعلق وہ بتانے لگیں کہ خواتین کا لباس دس گز بغیر سلا کپڑا ہوتا ہے۔ وہ اپنے جسم سے اس طرح لپیٹی ہیں کہ آنکھوں اور ناک سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا۔

ادام مریم رومن کیتھولک ہیں لیکن اسلام کے لئے گہری عقیدت رکھتی ہیں۔ اسلامی طرز کا لباس پہنتی ہیں۔ انگریزی اور فرانسیسی کے علاوہ عربی روانی سے بولتی ہیں۔

پندرہ سال میں پہلی بار وہ کسی ملک میں آئی ہیں یہاں تک کہ وہ شادی کے بعد پیرس بھی نہیں گئیں۔ ان کی والدہ کبھی کبھار ان سے ملنے چلی آتی ہیں۔ ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی فائیزہ ہیں۔ بیٹی اور ایک بیٹا سکول جاتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے بچوں کو کبھی غیر ملکی زبان سکھانے کی کوشش نہیں کی، وہ عربی روانی سے بولتے ہیں فرانسیسی بہت کم جانتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ انھیں لکھنے کا بھی شوق ہے۔ اور وہ مختصر مورطانیہ کے عوام کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل چند کتابیں تصنیف کر رہی ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ ان کے شوہر بیوی بچوں کے ساتھ کتنا وقت گزارتے ہیں تو وہ منہس دیں اور کہنے لگیں کہ انھیں یہی تو رونا ہے کہ وہ اپنے قومی امور میں اس قدر مگن رہتے ہیں کہ انھیں اپنے بیوی بچوں کی طرف توجہ دینے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ میں تو خیر ان کی ذمہ داریوں کو سمجھتی ہوں لیکن بچے اپنے باپ کی سب سے زیادہ توجہ کو محسوس کرتے ہیں۔

مختار الداد پاکستانی تاریخ و ثقافت سے کافی دلچسپی رکھتی ہیں۔ انھیں پاکستانی تاریخ کے مطالعہ کا بہت شوق ہے۔ اسی لئے لاہور کے ایک بک سٹال سے انھوں نے پاکستان کی تاریخ سے متعلق چند کتابیں خریدیں۔ وہ شالیار باغ اور شاہی قلعہ کی سیر سے بہت متاثر نظر آ رہی تھیں۔ کہنے لگیں پاکستانی عوام اپنی تاریخ پر جتنا فخر کریں کم ہے

مس میمونہ

مس میمونہ کینے جو یوگنڈا کے وفد کے ہمراہ لاہور کا نفرنس میں شریک ہوئی تھیں یوگنڈا کی خواتین کی سرگرمیوں کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس سے پیشتر یوگنڈا کی خواتین کسی قسم کے ملکی کاموں میں حصہ نہیں لیتی تھیں۔ حالانکہ یوگنڈا کی نصف سے زیادہ آبادی عورتوں پر مشتمل ہے لیکن اب صدیوں سے ملکی کاموں کی ترقی کی جانب خاص توجہ دینا شروع کر دی ہے۔ جس کی وجہ سے عورتیں بھی مردوں کے ساتھ میدان عمل میں نکل آئی ہیں وہ ملک کی انتظامیہ میں شریک ہیں اور اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ یوگنڈا میں اب فرانسیسی کی بجائے عربی زبان کو ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات کے ذریعے فروغ دیا جا رہا ہے۔

لاہر کے عوام کے پر خلوص جذبے کی تعریف کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یوگنڈا میں وہ ایک پاکستانی سے ملی تھیں جس کے حسن سلوک سے وہ بچہ متاثر ہوئیں۔ تاہم انھوں نے پاکستانیوں کا جو تصور قائم کر رکھا تھا انہوں نے اہل لاہر کو اس معیار سے ملنے پایا۔ لاہر آنے سے قبل انھوں نے دو روز کراچی بھی قیام کیا۔ مگر انھیں لاہر زیادہ پسند آیا۔ اسلامی کانفرنس کے متعلق اپنے اور عوام کے احساسات بیان کرتے ہوئے مس میجر نے کہا کہ لاہر کانفرنس ایک عظیم شان کانفرنس ہے اور اسلامی ممالک کے علاوہ دنیا بھر کے لئے اہمیت کی حامل ہے۔

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اس کانفرنس کے ذریعے دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک پیٹ فارم پر اکٹھا کر کے بہت نیک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یوگنڈا کے عوام کی نیک تمنائیں پاکستان کے ساتھ ہیں۔ کانفرنس کے بعد ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔ خدا اس بھائی چارے اور مقدس رشتے کو ہمیشہ قائم رکھے۔ آمینے !

ملائیشیا کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ تن عبدالرزاق کی اہلیہ

بیگم تن عبدالرزاق جو ملائیشیا سے اپنے شوہر کے ساتھ اسلامی سربراہی کانفرنس سے لاہر میں شرکت کے لئے آئی تھیں۔ انھوں نے ایک مقامی اخباری نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ پاکستانی خواتین ہماری بہنیں ہیں میں پاکستانی خواتین کی خوش اخلاقی سے بہت متاثر ہوتی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ پاکستانی خواتین ملائیشیا آئیں تو میں انہیں اپنے ملک کے خواتین سے متعارف کراؤں۔

ملائیشیا کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ تن عبدالرزاق کی اہلیہ راحت ٹون پون انارکلی میں شاپنگ کے دوران عوام کی گر محبوشی اور خلوص کو سراہتے ہوئے کہنے لگیں کہ پہلے بھی میں پاکستان میں آچکی ہوں اور کراچی میں ٹھہری تھی لیکن لاہر میں پہلی بار آئی ہوں میرا خیال ہے کہ لاہر کے عوام میں اپنے مہازوں کے لئے خلوص اور گر محبوشی کے بے پناہ جذبات ہیں۔

انہوں نے کہا کہ مجھے پاکستانی خواتین کی دستکاری اور کام دیکھنے کا موقع ملا اور میں سمجھتی ہوں کہ پاکستانی خواتین چھٹی اور ہنرمند ہونے کے ساتھ ساتھ خوش ذوق بھی ہیں۔ بیگم عبدالرزاق ملیشیا کے شو جو بومیں پیدا ہوئیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ان کی منجھتی ہو گئی اور انہوں نے منجھتی کے بعد اپنے شوہر کو دیکھا۔ ان کے پانچ بیٹے ہیں جو برطانیہ کے علاوہ مختلف ملکوں میں زیر تعلیم ہیں۔

ملیشیا کی خواتین کی معاشرتی، معاشی اور تعلیمی حیثیت کے متعلق انہوں نے بتایا کہ ملیشیا کی عورتیں ہر شعبہ زندگی میں کام کر رہی ہیں۔

ملیشیا کے وزیر اطلاعات کی بیگم

اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے آنے والے ملیشیا کے وفد میں وزیر اطلاعات جناب تنکو کی بیگم بھی شامل تھیں۔

انہوں نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ پہلی بار لاہور آئی ہیں اور لاہور ایک خوبصورت شہر ہے یہاں کے لوگ بھی بہت دلچسپ ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ انھیں پاکستانی خواتین سے ملنے کا موقع ملا ہے ان کا کہنا ہے کہ پاکستانی خواتین بڑی با شعور اور مستعد ہیں۔

منتر تنکو نور عینی نے ملیشیا میں کیمرج تک تعلیم حاصل کی ہے ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

منتر تنکو نور عینی نے ملیشیا کا قومی لباس پہن رکھا تھا انہوں نے بتایا کہ ملیشیا کی خواتین مغربی طرز کا لباس بھی پسند کرتی ہیں۔

جمہوریہ گیمبیا کے صد کی اہلیہ مدام چلے جوارا

مدام چلے جوارا نے بھی اپنے شوہر کے ساتھ اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت سے لاہور کی رونق میں اضافہ کیا۔

جمہوریہ گیمبیا کے اہلیہ مادام چلے جوارا انارکلی پہنچیں تو بازار میں موجود شہریوں کے ہجوم نے تالیاں بجا کر ان کا پر جوش خیر مقدم کیا۔ گیمبیا کے وزیرِ بلدیات کی اہلیہ مادام سیسے ان کے ہمراہ تھیں۔ انہیں پاک عرب دوستی کے نائب صدر مسٹر غلام مرتضیٰ فراق نے انھیں پاکستانی کاریگروں کی تیار شدہ دو بہترین مثالیں تحفہ کے طور پر پیش کیں جو انھوں نے قبول کر لیں۔ مادام چلے جوارا نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ وہ پاکستان میں اپنے مختصر قیام کے دوران بہت لطف اندوز ہوئیں اور پاکستانی شہریوں کی مہمان نوازی نے انھیں بہت متاثر کیا ہے۔

مصری نیوز کاسٹر مسز سمیت مصطفیٰ

مسز سمیت مصطفیٰ اسلامی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں ۱۴ فروری سے لاہور ٹیلیوژن پر عربی نیوز کاسٹر (عربی میں خبریں نشر کرتی ہیں) کے فرائض سرانجام دیتی رہی ہیں ان کے ہمراہ مصر سے احمد رضا خلیفہ، مسٹر فوزی اور شام سے مسٹر خالد دنے مارچ بھی آئے تھے یہ حضرات عربی خبروں کے لئے ڈسک پر کام کرتے رہے۔

مسز سمیت مصطفیٰ کا تعلق قاہرہ سے ہے قاہرہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ ۱۹۵۵ میں قاہرہ ریڈیو اور ۶۰ میں قاہرہ ٹیلی ویژن سے منسلک ہو گئیں جہاں اب وہ چیف انارڈنر اورنگراں پروگرام تعلیم بالغاں ہیں مسز مصطفیٰ نے بتایا کہ مصر میں صرف قاہرہ ٹیلیوژن اسٹیشن ہے جو دو چینل پر پروگرام نشر کرتا ہے۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسز مصطفیٰ نے کہا کہ مصری عوام مشرق وسطیٰ کے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ اسلامی کانفرنس میں اس مقصد کے لئے ٹھہرے اور مثبت اقدامات کئے جائیں گے کیونکہ ارضِ فلسطین اور بیت المقدس کی آزادی ہر مسلمان کے سب سے بڑی خواہش ہے۔

مسز مصطفیٰ نے کہا کہ اسلامی بلاک کا قیام عالم اسلام کی سرمنڈی اور مسلم برادری کو اخوت اور محبت کے مضبوط بندھنوں میں باندھنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ مسلمانوں کے مسائل کا حل صرٹ اور صرٹ اتحاد میں مضمر ہے
 بڑی طاقتیں ہمیں آپس میں لڑا کر اپنے لئے فائدے حاصل کرتی رہی ہیں لیکن اب وقت آ گیا ہے
 کہ دنیا بھر کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلامی محاذ بنالیں۔ پاکستان کے وزیر اعظم نے
 دنیا بھر کے مسلمانوں کو یکجا کر کے بڑا مبارک قدم اٹھایا ہے اور ترقی رکھنی چاہیے کہ وہ اسلامی
 برادری کی نلاح و بہبود پر منتج ہوگا۔

منز مصطفیٰ نے پاکستان اور پاکستانی عوام کے متعلق اپنے احساسات اور تاثرات بیان
 کرتے ہوئے کہا کہ میں پہلی بار پاکستان آئی ہوں۔ لیکن مجھے یہاں اپنائیت و دوستی مہمان نوازی
 خلوص اور عبت کا بھرپور احساس ہوا ہے ۛ

اسلامی سربراہ کا نفرنس کے سربراہوں اور وفد کی واپسی

اسلامی سربراہ کا نفرنس میں شرکت کر خیر الے تقریباً تمام سربراہ اور وفد کے قائدین واپس چلے گئے۔ یسویا کے صدر جناب معمر قذافی تا حال پاکستان میں ہیں وہ پاکستان کا سہ روزہ سرکاری دورہ شروع کر رہے ہیں یہاں ہوائی اڈے پر صدر فضل الہی چودھری نے معزز مہمانوں کو پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ گزشتہ روز مصر کے صدر انور سادات، شام کے صدر حافظ الاسد، ملائیشیا کے وزیر اعظم تن عبدالرزاق، قطر کے امیر شیخ خلیفہ بن حمد الثانی، دبئی کے حکمران شیخ راشد بن سعید المکتوم، بحرین کے امیر شیخ عیسیٰ بن سلمان الخلیفہ، افغانستان وفد کے سربراہ عبدالرحمن پژواک، بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمن، گیبون کے وزیر معدنیات علی سوبائے، سیرالیون کے وزیر سماجی بہبود اے بی ایس جتہ، متحدہ عرب امارتوں کے صدر ادریس ابوظہبی کے حکمران شیخ زید بن سلطان النہیان، ترک وزیر خارجہ تدران گنیش، مالی کے وزیر خارجہ کرنل چارلس مومباسو، مختلف اوقات میں بذریعہ طیارہ اپنے وطن روانہ ہو گئے۔ صدر فضل الہی چودھری، گورنر پنجاب نواب صادق حسین قریشی، وزیر اعلیٰ ملک غلام مسطفیٰ اکھر، قومی اسمبلی کے سپیکر صاحبزادہ نازدق علی خاں، سینٹ کے چیرمین حبیب اللہ خاں، صوبائی وزراء اور بری بحری فضائیہ کے چیف آف اسٹاف انجینئرز الراداع کہنے کے لیے ہوائی اڈے پر موجود تھے تمام معزز مہمانوں کو قہریں فوجوں کے چاق و چوبند دستوں نے سلامی دی اور انہوں نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا اور روانگی سے قبل انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ آج صبح بھی کئی معزز مہمانوں کو پاکستان سے روانہ کیا۔ الجزائر کے صدر حورحیہ بومدینے پکنگ گئے ہیں۔

واپس جانے والے دیگر مہمانوں میں سعودی عرب کے شاہ فیصل، سوڈان کے صدر میجر جنرل جعفر النمیری، ماریطانیہ کے صدر مختار الدادا، اومان کے امیر سلطان سعید قابوس بنہ سعید، گنی کے وزیر اعظم علی ناصر محمد، ایران کے وزیر خارجہ ڈاکٹر عباس علی خلعت باری، صرب

کے صدر میجر جنرل محمد سعید باری، تینس کے وزیر خارجہ، انڈیشیا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر آدم ملک اور نیگال کے وزیر خارجہ ایس سیک شامل ہیں۔

تمام معزز مہمانوں کو نہایت شاندار اور باوقار انداز میں رخصت کیا گیا۔ پاکستان کے صدر فضل الہی چودھری، وزیر اعظم بھٹو، گورنر پنجاب نواب صادق حسین قریشی، پنجاب کے وزیر اعلیٰ غلام مصطفیٰ کھر، قومی اسمبلی کے سپیکر، سینٹ کے چیرمین، صوبائی وزراء بری بھری نضائی افواج کے چیف آف اسٹاف انجینیئرز الوداع کرنے کے لئے ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ تمام معزز مہمانوں کو پاکستانی افواج کے چاق و چوبند دستوں نے سلامی دی۔ اور ٹرانس بجائے گئے۔ معزز مہمانوں نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ طیارے میں داخل ہونے سے قبل انہیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی دریں اثنا لبنان کے وزیر اعظم مسٹر تقی الدین الصلح اور وزیر خارجہ مسٹر فوادنافی بھی رات کو کراچی روانہ ہو گئے۔ جہاں سے وہ بیروت جائیں گے قبل ازیں صبح لبنانی رہنما علامہ اقبال کے مزار پر گئے۔ یوگنڈا کے صدر عدی امین بھی آج شام واپس چلے گئے۔

متحدہ عرب امارتوں کے صدر شیخ زید بن سلطان الہیان بھی اپنے وطن روانہ ہو گئے۔ صدر فضل الہی چودھری اور گورنر پنجاب نے انجینیئرز ہوائی اڈے پر الوداع کہا۔

لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مفتی اعظم السید امین الحسینی نے کہا کہ ان کے نزدیک اسلامی کانفرنس کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس سے مستقبل قریب میں دلے یکجا ہوں گے اور عمل میں اتحاد پیدا ہو گا۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ وزیر اعظم بھٹو فلسطین اور یروشلم کی آزادی کے لئے ہر ممکن قربانی دیں گے۔

اسلامی سربراہوں کی طرف سے کانفرنس کی کامیابی پر وزیر اعظم بھٹو کو مبارکباد

موریطانیہ کے صدر مختار الدادانے وطن واپس جاتے ہوئے ایک پیغام میں وزیر اعظم بھٹو کو کانفرنس کی کامیابی پر مبارکباد دی اور پاکستان اور لاہور کے عوام کا شکریہ ادا کیا ہے۔ صدر مالیہ کے صدر محمد سعید باری نے اپنے پیغام میں جہاں پاکستانی عوام کا شکریہ ادا کیا ہے اور کانفرنس کو کامیاب قرار دیا ہے وہاں کانفرنس کے چیرمین کی حیثیت سے جناب بھٹو کو مبارکباد دی ہے۔

سوڈان کے صدر جعفر نمیری نے اپنے پیغام میں یقین ظاہر کیا ہے کہ اسلامی بھائی چارے کو تقویت ملے گی۔ اور اللہ کی دی ہوئی روشنی میں عوام مزید متحد ہوتے جائیں گے۔

انقرہ روانہ ہونے سے پہلے ترک وزیر خارجہ سٹران گینر نے کہا۔ ترک اور پاکستان کے عوام کی خواہشات کے مطابق ترکی اور پاکستان کے تعلقات میں مزید اضافہ ہو گا۔

مصر کے نائب وزیر اعظم عبدالعزیز کمال نے کراچی سے روانہ ہوتے ہوئے اسلامی سربراہ کانفرنس کو عظیم کامیابی اور اسلامی تاریخ میں ایک عظیم واقعہ قرار دیا ہے۔

انڈونیشیا، ترکی، سنگا پور کے وزرائے خارجہ بھی کراچی پہنچے۔ مراکش کے شیخ محمد میک نمیری نے کہا: مسلمان ملکوں کے درمیان عظیم تر اتحاد کا راستہ ہمارا ہو گیا ہے۔ وزیر اعظم بھٹو ایک عظیم مدبر کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں

شمالی یمن کے وزیر اعظم علی ناصر نے روانگی سے پہلے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں کہا: اسلامی کانفرنس کے فیصلوں پر جب ملکر آمد ہو گا تو اس سے سارے عالم اسلام کو فائدہ پہنچے گا۔ چڈ کے صدر ڈومبالے نے کہا: کانفرنس سیر اور دیگر افریقی ملکوں کے لئے عظیم تجربہ تھی گیمبا کے صدر جانی اور صومالیہ کے وزیر خارجہ بھی چڈ کے صدر کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔

صدر کرنل قذافی نے پاکستان کا دورہ کیا۔

لیبیا کے صدر معمر القذافی ۲۶ فروری سے ۲۸ فروری تک پاکستان کا سرکاری دورہ کریں گے۔ مادام قذافی اور وفد کے دیگر ارکان ان کے ہمراہ ہوں گے۔ ۲۶ فروری کو اسلام آباد پہنچنے پر انہیں استقبال دیا جائے گا۔ اس کے بعد لیبیا کے صدر جناب بھٹو سے باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت کریں گے۔ سہ پہر کو واہ فیکٹری کے معائنے کے لئے جائیں گے۔ رات کو وزیر اعظم بھٹو ان کے اعزاز میں دعوت دیں گے۔ ۲۷ فروری کو جناب قذافی تیار درجائیں گے۔ جہاں وہ پاک فضا کا مظاہرہ دیکھیں گے۔ وہ بذریعہ طیارہ درہ خیبر اور وار سک ڈیم اور تربیلا ڈیم دیکھیں گے۔ اور شام کو کراچی روانہ ہو جائیں گے۔ کراچی میں معمر القذافی سپارکو کا معائنہ کریں گے۔ وہ اور لیبیا کے وفد کے دیگر ارکان ۲۸ فروری کو کراچی سے واپس وطن روانہ ہو جائیں گے۔

قذافی سٹیڈیم

صدر

قذافی

کی تقریر

• بھٹو، قذافی بھائی بھائی • مرحبا، مرحبا یا قذافی مرحبا

• جوش و غروش کا عالم قابل دید تھا

• ہر فقرے پر نعرے ہر فقرے پر تالیاں

• محبت اور دوستی کے عظیم مظاہر • وہاں میلے کا سماں تھا

• قذافی کو قذافی سٹیڈیم کا تقریبی ماڈل پیش کیا گیا

دو برس پہلے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے زندہ دلاں لاہور سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان اور لیبیا کی گہری دوستی اور صدر معمر القذافی کی پاکستانی عوام سے بے پناہ محبت کے جواب میں لاہور سٹیڈیم کا نام قذافی سٹیڈیم رکھا تھا اور آج دو برس بعد اسی سٹیڈیم میں لیبیا کے صدر معمر قذافی نے پاکستانیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ لاہور کے شہریوں اور دوسرے شہروں سے آئے ہوئے عوام نے تالیوں اور نعروں کی گرج میں کرنل قذافی سے اپنی عقیدت محبت اور دوستی کا اظہار کیا۔

جلسہ طے شدہ پروگرام کے مطابق ۳ بجے سہ پہر شروع ہونا تھا مگر لوگ ۱۲ بجے ہی آنا شروع ہو گئے، لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں سے عوام کی ایک بڑی تعداد ٹرکوں، بسوں اور کاروں کے ذریعے جلسہ گاہ پہنچی۔ لاہور کے شہری بسوں کی چھتوں پر بھی سوار ہو کر آئے۔ جلسہ گاہ سے باہر میلے کا سماں تھا مردوں کے علاوہ خواتین بھی جلسہ میں شریک ہوئیں۔

جلسہ گاہ میں چاروں طرف پاکستان اور لیبیا کے پرچم لہرا رہے تھے اور سیٹج کے پیچھے پاکستان لیبیا دوستی پائندہ یاد کا بہت بڑا بینر لہرا رہا تھا۔ جلسہ گاہ میں ۱۲ گھنٹے اور سیٹج بنایا گیا تھا جس کی دائیں طرف پاکستان اور بائیں طرف لیبیا کا سہ رنگا پرچم لہرا رہا تھا۔ جلسہ گاہ میں خوش آمدید پاکستان لیبیا دوستی زندہ باد کرنل قذافی زندہ باد اور قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو زندہ باد کے بینرز بھی لگائے تھے۔ یہ بینر پاکستان پیپلز پارٹی کے پرچم کے رنگوں پر مشتمل تھے۔

کنل قذافی نے بجکر ۱۱ منٹ پر جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ وزیر اعظم بھٹو وزیر اعلیٰ پنجاب ملک غلام مصطفیٰ اکھر اور لیبیا کے وزیر اطلاعات ابو زید وردی تھے۔ کنل قذافی نے فوجی وردی پہن رکھی تھی۔ جب وہ سیٹج پر پہنچے تو جلسہ گاہ تالیروں کے شور میں ڈوب گئی۔ کنل قذافی نے ہاتھ ہلا کر عوام کے نعروں اور جذبات کا جواب دیا اور دروازوں پر ہاتھ جوڑ کر مسلمانوں کے اتحاد کا سنبل بنایا۔ اس کے بعد وزیر اعظم بھٹو اور کنل معمر قذافی نے ہاتھ میں ہاتھ ملا کر عوام کے نعروں اور تالیروں کا جواب دیا۔ اور جناب بھٹو نے کنل قذافی کا برسہ لیا تقریر سے پہلے صدر قذافی کو قذافی سٹیڈیم کا ایک نفرتی ماڈل تاہم عوام جناب بھٹو نے خود پیش کیا۔ یہ ماڈل عوام نے دیکھا تو خوب تالیاں بجنیں۔

صدر قذافی کی تقریر کے دوران جلسہ گاہ میں عوام نے انتہائی جوش و جذبے کا مظاہرہ کیا اور ہر فقرے پر تالیاں بجاہیں اور نعرے لگائے، جلسہ گاہ سے ”مرحبا مرحبا یا قذافی مرحبا“ اسلام زندہ باد، بھٹو قذافی بھائی بھائی“ بھٹو قذافی شیر ہے باقی ہیر پھیر ہے۔ اور نعرہ بحیر اللہ اکبر کے نعرے گونجتے رہے کچھ لوگ دفور جذبات میں اچھل اچھل کر نعرے لگاتے رہے کنل قذافی نے پر جوش انداز میں تقریر کی۔ پروفیسر ظہور احمد نے اردو میں ساتھ ساتھ ترجمہ کیا جلسہ گاہ میں نظم کا اچھا مظاہرہ کیا گیا۔ اور اتنے عجم کے باوجود کسی بھی قسم کا خوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

قذافی سٹیڈیم میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

وزیر اعظم جناب بھٹو نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا فیصلہ پاکستان کے بہترین مفاد میں ہے انھوں نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمن کی لاہور کانفرنس میں شرکت سے دونوں علاقوں کے بھائیوں کے درمیان تعاون کو فروغ حاصل ہوگا۔ اور ہم ایک دوسرے کے قریب آجائیں گے۔ انھوں نے یہ بات ۲۵ فروری کو قذافی سٹیڈیم میں عظیم الشان جلسے میں صدر لیبیا معمر القذافی کے خطاب سے قبل تعارفی تقریر کرتے ہوئے کہی۔ ان کی تقریر کے دوران فضا تالیروں اور اللہ اکبر کے نعروں سے گونجتی رہی۔

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا دروازوں ملکوں کے درمیان دوستی اور تعاون

کے قیام کی طرت پہلا قدم ہے دوڑوں ملکوں کے عوام آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہم میں تعاون بڑھتا چلا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے شیخ مجیب الرحمن نے بنگلہ دیش کے دورے کی دعوت دے دی ہے جو میں نے قبول کر لی ہے۔ میں پٹن میدان میں جلسہ عام سے خطاب کروں گا اور بنگلہ دیش کے عوام سے کہوں گا کہ وہ ماضی میں غلطیاں معاف کر دیں تاکہ ہم نئے دور کا آغاز کر سکیں۔ انہوں نے کہا کہ جنگ میں گولی گولی کا تعاقب کرتی ہے۔ اسی طرح دوستی اور تعاون کی جانب ایک قدم کے بعد دوسرا قدم خود بخود بڑھ جاتا ہے وزیر اعظم نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا درست قدم ہے جو بڑی غور و فکر کے بعد اٹھایا گیا ہے اور قوم کے بہترین مفاد میں ہے انہوں نے کہا کہ میں انسان ہوں، مجھ سے غلطی ہو سکتی ہے لیکن میں قومی مفاد سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اس تقریب کے سب سے بڑے مقرر کرنل قذافی ہیں اس لئے میں اپنی تقریر کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ میں مغرب پنجاب کا دورہ شروع کرنے والا ہوں جس میں قومی اور بین الاقوامی امور پر مفصل تقریریں کروں گا انہوں نے کہا کہ ملک میں جمہوریت کا دور دورہ ہے اس نقطہ نظر کے مخالفین کو اپنے خیالات کے اظہار کی پوری آزادی ہے ان کے اعتراضات کا دوسرے دورے میں جواب دوں گا۔ میرا عوام سے رابطہ ہے جو ہمیشہ برقرار رہے گا۔ انہوں نے مشکل وقت میں پاکستان کا ساتھ دینے پر قذافی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ قذافی انقلابی لیڈر ہیں جو اصولوں پر یقین رکھتے ہیں انھیں کوئی آزمائش اپنے عزم کی تکمیل سے نہیں روک سکتی۔

لیبیا کے مرد مجاہد صدر معمر القذافی کا لاہور کے عوام سے خطاب

عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر کرنل معمر القذافی نے اعلان کیا ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ کے لئے اب پاکستان تنہا نہیں رہا ہے بلکہ پورا عالم اسلام اس عظیم ملک کے ساتھ ہے جو اسلام کا سب سے بڑا قلعہ ہے۔ جس کو دشمن طیارہ میٹ کرنے کے لئے سازشیں کر رہا ہے۔ دشمن کی ان سازشوں اور ریشہ دوانیوں کو ناکام بنانے کے لئے ضروری ہے کہ پاکستانی عوام اپنے داخلی انتشار کو ختم کر دیں اور صوبائی، لسانی اور علاقائی تعصبات کو ختم کر کے اپنے عظیم قائد ذوالفقار علی بھٹو کے پیچھے

جمع ہو جائیں، جن کو عوام نے اپنے ورڈوں سے منتخب کیا ہے، صدر قذافی، قذافی ٹیڈیم لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے، جس میں وزیر اعظم بھٹو بھی موجود تھے معزز مہمانوں کی تقریر سے قبل وزیر اعظم نے ان کا تعارف کر لیا، جلسہ میں لاکھوں افراد عالم اسلام کے عظیم رہنما کی تقریر سننے کے لئے موجود تھے۔ صدر قذافی نے نہایت پر جوش اور ولولہ انگیز تقریر کی جس کے دوران عوام بلند آواز میں اللہ اکبر صدر قذافی زندہ باد کے نعرے بلند کرتے رہے۔ صدر قذافی نے یقیناً ظاہر کیا۔ کہ ایک دقت آئے گا، جب جہاد کی دعوت نئے سرے سے عام ہوگی جس کے بعد اسلام دوبارہ سر بلند ہوگا اور یہ دعوت پاکستان کی طرف سے ہوگی۔ اس لئے کہ دشمن پاکستان کو ختم کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے انھوں نے کہا کہ لیبیا کے عوام پاکستان کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر لیبیا کے عوام اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ انھوں نے کہا صرن اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے ہمیں دنیا کی مشکلات کم ہو سکتی ہیں۔

صدر قذافی کے تقریر کا مکمل متن درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

میرے پیارے مجاہد بھائی ذوالفقار علی بھٹو اور میرے عزیز پاکستانی بھائیو! میں سب سے پہلے آپ کو لیبیا کے عوام کی جانب سے جو آپ کے بھائی ہیں حمایت اور تائید کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔ آپ کے اور ہمارے درمیان جو فاصلہ ہے۔ وہ ہمیں آپس میں ملنے سے نہیں روک سکتا کیونکہ یہ فاصلہ ہمارے آبا و اجداد کو بھی یہاں آنے سے نہیں روک سکا تھا جو اللہ کا پیغام لے کر اس سر زمین میں آئے تھے جب ہمارے پیارے رسول اللہ کا پیغام لے کر آئے تھے تو وہ پیغام بھی پھیلا تھا۔ کیونکہ دعوت حق ایک ایسی طاقت ہے جس کی راہ میں کوئی صحرایا فاصلہ حائل نہیں ہو سکتا۔ اللہ اکبر کسے آواز تمام حدود و قیود سے آزاد ہے اور دنیا کی ہر طاقت سے بڑا ہے۔

میرے عزیز بھائیو! جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس ختلہ پاکستان میں کروڑوں لوگ

اللہ کے دین کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ تو ہمیں انتہائی خوشی ہوتی ہے ہم پاکستان کو ایشیا میں اسلام کا سب سے بڑا قلعہ سمجھتے ہیں جو آگے بڑھتا جائے گا۔ اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ اسلام کا یہ عظیم قلعہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ آپ کا جو چیلنج درپیش ہیں یسٹ کے عوام کہ ان کا اتنا ہی احساس ہے جتنا آپ کو ہے اور آپ کے بھائی صرت باتوں میں ہی نہیں بلکہ پوری طاقت کے ساتھ آپ کی حمایت کرتے ہیں۔ میں یہ باتیں کہہ کے آپ کی خوشامد نہیں کر رہا بلکہ یسٹ کے عوام کے حقیقی احساسات کی ترجمانی کر رہا ہوں۔ ہمارے ان احساسات سے ہی ساری دنیا کو پتہ چل جانا چاہیے کہ ہم نے اتحاد کا فیصلہ کر لیا ہے اور اب ہمارے عمل کا وقت آگیا ہے۔

میرے بھائیو! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری اور ہمارے دشمنوں کی کشمکش ابھی ختم نہیں ہوئی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جیسے خاص طور پر پاکستان میں آپ کو ضرور سمجھ لینا چاہیے۔ اور اسے پیش نظر رکھ کر پوری تیاری کرنی چاہیے اور اقتصاد و سیاسی فوجی اور روحانی قوت پیدا کرنی چاہیے۔

میرے عزیز بھائیو! مشرقی اور مغربی پاکستان کی علیحدگی پر ہم نے بھی وہ تلخی اور غم محسوس کیا تھا جو آپ کو ہوا تھا۔ اسی لئے ہم نے کہا تھا کہ جب تک پاکستان بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرتا لیڈیا بھی اسے تسلیم نہیں کرے گا۔ لیکن اس تلخی اور غم کے باوجود مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کرنے اور ایک ساتھ مل کر کھڑے ہونے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم قائد پاکستان جناب بھٹو کے اس جرات مندانہ اور دلیرانہ فیصلے کو تسلیم کریں۔ جو انھوں نے بنگلہ دیش کے متعلق کیا ہے مجھے یقین ہے کہ وزیر اعظم بھٹو نے یہ فیصلہ کسی ڈریا دباؤ کے تحت نہیں کیا بلکہ بہادری کے ساتھ اور مسلمانوں کی بہتری کی خاطر کیا ہے آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کے قائد بھٹو اتنے بہادر اور طاقتور آدمی ہیں کہ کسی طرح نرم نہیں پڑ سکتے۔

میرے بھائیو! ماضی پر روتے رہنا اچھا نہیں بلکہ ہمیں ماضی سے سبق حاصل کر کے حال کے مسائل پر قابو پانا اور مستقبل کے مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے ہمیں چاہیے کہ ہم

اپنے بنگلہ دیشی مجاہدوں کا ہاتھ پکڑیں ان کی مدد کریں تاکہ انھیں مشکلات سے نجات ملے۔ دشمن چاہتے تھے کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان علیحدگی اور مخالفت رہے۔ لیکن آپ کے قائد نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے دشمنوں کی اسیروں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آئیے ہم یہ عہد کریں کہ اپنی سرزمین کے ایک ٹکڑے سے بھی کبھی دستبردار نہیں ہوں گے۔

اس علاقہ میں آپ کو ایک بہت خطرہ لگا رہا ہے اور اسلام کے دشمن ابھی تک اپنے مقصدوں پر عمل کے لئے فوراً شور سے کام کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ چھوٹے ملکوں کو اپنی اغراض کے لئے استعمال کریں۔ لیکن ہم ان سے نہیں ڈرتے۔ ہم چیلنج کا مقابلہ چیلنج سے اور طاقت کا مقابلہ طاقت سے کریں گے۔ آپ یقین کریں کہ آپ اکیلے اور تنہا نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے اور ہمارے مسائل ایک ہی عالم عرب اور پاکستان میں یہ کوششیں کی جا رہی ہیں کہ ہمیں غافل بنا دیا جائے لیکن ہم ان کا مقابلہ کریں گے اور ہمارا عزم ہے کہ اس علاقہ میں اسلام کا پرچم کبھی سرنگوں نہیں ہوگا۔ اللہ سب پر غالب آئے گا وہی سب سے بڑی طاقت ہے۔ بڑے ملک بڑی طاقتیں نہیں ہیں۔

اسلام کے دشمن ابھی باز نہیں آئے اس لئے ہمارا جہاد جاری ہے اور جو یہ سوچتا ہے کہ اسلام کا پیغام رک جاتے گا وہ سخت غلطی پر ہے اور ہمارے لئے بھی یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ اسلام حملہ کرنے کے بجائے اپنا دفاع کرے۔ اسلام صرف نازک اور دعاؤں کا نام نہیں۔ اسلام جہاد کی تیاری اور طاقت کا نام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ دشمنوں کے مقابلے کے لئے جو تیاری کر سکتے ہو کرو۔ ہمیں اس ارشاد پر عمل کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس طاقت کی کمی نہیں ہر سکتی کیونکہ مسلمان کی طاقت ہتھیار ہی نہیں اسلام کی روحانی قوت ہے اور ہمارا دشمن روحانی قوت کہیں سے نہیں لا سکتا۔ خواہ اس کے پاس کتنی ہی مادی اور فوجی قوت ہو وہ کبھی ہم سے بلند نہیں ہو سکتا۔ ہمارے دشمنوں کے اتحاد کی بنیاد دنیاوی فائدے اور مصلحتیں

ہیں لیکن ہم ایک ایسے دین کی خاطر متحد ہیں جو ہمیشہ رہے گا دنیاوی مصلحتیں عارضی چیز ہیں اس لئے دشمنوں کا اتحاد بھی عارضی ہے لیکن ہمارا دین دائمی ہے اس لئے ہمارا اتحاد بھی ہمیشہ برقرار رہے گا۔ ہمارا اتحاد ایمان اور عقیدے پر مبنی ہے اور دشمن کے پاس کوئی عقیدہ یا ایمان نہیں۔

میرے عزیز بھائیو! آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے مسائل اور مشکلات ختم ہو جائیں گی یا ہمارے دشمن اپنی حرکتوں سے باز آجائیں گے، ہمارا فرض ہے کہ ہم دشمن کے مقابلے کے لئے ہمیشہ تیار رہیں۔

ایک دن ایسا بھی آئے گا، جب جہاد کی دعوت تازہ ہوگی اور ایسا زمانہ بھیجے آئے گا جب اسلام دوبارہ سر بلند ہوگا، یہ وہ وقت ہوگا جب مجاہدوں کے قافلے میدان عمل میں اتریں گے۔ اور اسلام کی فتح ہوگی اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم دشمن کے مقابلے میں جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ اسلام کی یہ نئی دعوت پاکستان سے اٹھیں گی اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے دشمن پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم مصمم ارادہ کرتے ہیں کہ دشمن کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

پاکستان میں سب سے پہلے داخلی اتحاد کی ضرورت ہے اس لئے میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ گرد ہوں اور ٹکڑوں میں تقسیم نہ ہوں۔ پاکستانی قوم ایک بہت بڑی جماعت ہے اس کے اتحاد کی بنیاد دوستی اور ہمدردی پر ہونی چاہیے۔ دنیاوی مصلحتوں پر نہیں آپ صوبائی تقاضوں اور علاقائی مصلحتوں کو اپنے اندر تغیریت نہ پیدا کرنے دیں کیونکہ دشمن داخلی فتنوں اور گردہی جھگڑوں کے ذریعے پاکستان کے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان کا مفاد علاقائی زبانوں اور سیاسی جماعتوں سے بالاتر ہے۔ آپ کا دشمن داخلی فتنے پیدا کر کے آپ کو غافل کرنا اور پھر حملہ کرنا چاہتا ہے اور یہ بات ہم آپ سے دور لبیا میں رہ کر بھی محسوس کرتے ہیں۔ جب ہمیں پاکستان کے خلاف دشمنوں کی سازشوں کا علم ہوتا ہے تو ہم اپنا دل تھام کر رہ جاتے ہیں لیکن ہمارا فیصلہ ہے کہ ہم ایک محاذ بنا کر دشمن کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں۔

میرے بھائی! آپ نے اپنے قائد ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں متحدہ جہاں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ، اس کے رسول اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کو اور آپ کا حکم وہ ہے جسے آپ نے خود اپنے دلوں سے منتخب کیا ہے، ووٹ ایک عہد نامہ ہے اور مسلمان کبھی اپنے عہد سے نہیں پھرتا۔ آپ کا فرض ہے کہ خطرات کے مقابلے کے لئے اپنے عظیم قائد کی مدد کریں اور آپس میں اتحاد پیدا کریں۔ اتحاد اور تنظیم کے ذریعے فوجی قوت حاصل کریں۔ یہ بات آپ کی اقتصادی طاقت کے لئے بھی ضروری ہے اور ان مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے جو جنگ دیش کے قیام کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمیں اس معرکے سے متحد ہو کر گزرنا چاہیے دشمن ہمیں آپس میں رڑانا چاہتا ہے۔ اور اگر آپ سچے مسلمان ہیں تو اپنے قائد ذوالفقار علی بھٹو کے پیچھے صفیں باندھ کر متحدہ جہاں ہیں۔ اور طاقت کا مظاہرہ کریں۔ اس معرکے میں آپ یا ہم اکیلے نہیں کینے کہ آپ ہمارے ساتھ او ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم ایک ہیں۔

جب آپ داخل اتحاد پیدا کریں گے تو آپ کے وہ بھائی جو پاکستان سے باہر ہیں آپ کے قائد کی مدد پر آمادہ ہوں گے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں کیونکہ جس عقیدہ کے لئے آپ لڑ رہے ہیں، وہی ہمارا عقیدہ ہے آپ کی سرزمین اسلام کی سرزمین ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ ہماری سرزمین کا دفاع کر رہے ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ہوں کیونکہ آپ کا دشمن ہمارا بھی دشمن ہے۔

بھائی! وہ زمانہ گیا جب اسلام کمزور تھا وہ دن گئے جب مسلمان ملکوں پر سامراجیوں کا قبضہ تھا اور اب ہم آگے بڑھنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم نے دنیا پر ثابت کرنا ہے، کہ اسلام طاقت کا دین ہے اور عمل اور تعمیر کا دین بھی ہے آئیے ہم یہ ثابت کریں کہ اسلام ہی دین حق ہے اور دنیا کے مسائل اور مشکلات حل کر سکتا ہے۔ ستمبر میں جب ہم لیبیا میں انقلاب لانے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام کے انقلاب کا ہر اول دستہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ستمبر کی وہ انقلابی قوت آپ کی بھی قوت ہے جس نے ثابت کیا ہے کہ اسلام سب سے سچا دین ہے اور سب سے بڑی طاقت ہے۔ ہم نے دنیا میں پہلی مرتبہ اسلامی شریعت کو نئی روشنی میں

پیش کیا۔ اور سب سے پہلے دنیا میں اسلام کے انقلابی اور اقتصادی سوشلسٹ پروگرام کو پیش کیا ہمارے اس نظریہ حیات کو یورپ اور امریکہ میں بھی قبول کیا جا رہا ہے اور وہاں کی نئی نسل کو پتہ چل گیا ہے۔ کہ ان کے معاشروں کی بنیاد کسی کتاب پر نہیں تھی۔ وہ تنگ اور تاریک راہوں پر چل رہے تھے۔ اس بات کا اظہار انھوں نے اخلاقی حدود کو ٹھکانے کی تحریکوں سے کیا۔ مثال کے طور پر ہتھیاروں کی تحریک چل پڑی۔ ایسی تحریکوں کے لوگ لیبیا میں بھی آئے، جن سے پی خود ملا اور جب انھیں اسلامی تعلیمات اور حقیقت کا علم ہوا تو وہ حیران رہ گئے۔ ان میں سے کئی نے اسلام قبول کر لیا اور ہمارے ساتھ نمازوں میں شریک ہو گئے۔ یہ بات ہمارے ایمان اور اسلام پر ہمارے یقین کو نچتہ کرتی ہے اور یہی یقین ہے کہ مستقبل ہمارا اور ہمارے دین کا ہے بغیر مسلم معاشروں کی نئی نسل نے محسوس کر لیا ہے کہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں اور انھیں ابھی مزید احساس ہو گا کہ وہ اسلام کے بغیر اپنے بنیادی مسائل حل نہیں کر سکتے۔ اور اس روحانی قوت کے ذریعے ہی ہم طاقتور ہر مسئلہ کا جرات کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ یہی ہمارا مستقبل ہے اور دشمن کو اس حقیقت کا علم ہے۔

پاکستانی بھائیو! ہم جانتے ہیں کہ آپ کو درپیش چیلنج کا پس منظر کیا ہے کیونکہ یہی بھی اسی چیلنج کا سامنا ہے لیکن اگر ہم مومن ہیں تو چیلنج کا مقابلہ چیلنج سے اور طاقت کا مقابلہ طاقت سے کریں گے۔ عالم اسلام کے پاس بہت بڑی بڑی قوتیں موجود ہیں اور ہم پاکستان اور لیبیا کے عوام ان طاقتوں کو ابھارنے کے لئے تیار ہیں۔

قرآن ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم دشمن کے خلاف طاقت ور ہوں اور ایسی طاقت پیدا کریں جس سے دشمن خوفزدہ ہو جائے اس لئے ہمیں دشمن کو دبانے کے لئے تیاری کرنی چاہیئے۔ اور یہ تیاری صرف اسلام کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ جب تمہیں کوئی سزا دے تو اسے اسی طرح سزا دو۔ اسی لئے ہمیں چیلنج کا مقابلہ چیلنج سے کرنا چاہیئے۔ یہی یہ جان لینا چاہیئے کہ پاکستان کے خلاف اب بھی چیلنج موجود ہے اس ملک اس سرزمین، اس قوم اور اس قوم کے بہادر قائد ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف چیلنج

موجود ہیں جن کا مقابلہ ہم متحد ہو کر کریں گے۔

بھائیو! ہم نہیں سمجھتے کہ پاکستان کو شکست ہوتی ہے کیونکہ حقیقت میں وہ جنگ اس وقت ہوتی تھی جب حالات ٹھیک نہیں تھے پاکستانی قوم اتنی طاقتور ہے کہ دشمن اس پر غلبہ نہیں پاسکتا اور اسلام کا لشکر کبھی پیٹھ نہیں دکھاتا۔ اور مومن کبھی جہاد سے دستبردار نہیں ہوتے اس لئے آپ خود اعتمادی پیدا کریں، آپ طاقت ور ہیں۔ لیبیا کے عوام آپ کے بھائی آپ کے ساتھ ہیں۔ معرکہ جاری ہے اور ہم نے فتح کا عزم کر رکھا ہے۔ آپ آپس میں اتحاد پیدا کریں۔ اپنے وسائل کو استعمال کریں دشمن کے مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور یقین کر لیں کہ اللہ سب پر غالب آئے گا۔ لیبیا کے عوام آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ کے لئے خون کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ میں اپنی قوم کی جانب سے آج آپ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ ہماری طاقت آپ کی طاقت ہے اور ہمارے وسائل آپ کے وسائل ہیں۔ ہمارا دشمن ہمارے خلاف تیار ہی کر رہا ہے اس لئے اسے علاقے کے مسلمانوں کے اختلافات ختم کر دینے چاہئیں۔ پاکستان کا دشمن جگہ دشمن افغانستان ایران یا لیبیا نہیں، بلکہ ہمارے حقیقی دشمن وہ ہیں۔ جو پاکستان، ایران، جگہ دیش سے، افغانستان اور لیبیا کے دشمن ہیں۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ یہ تصویر ہمارے ذہنوں میں واضح طور پر ہونی چاہیے۔ تاکہ ہم دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں انھوں نے کہا کہ ہم جنگ کی دعوت نہیں دے رہے اور نہ ہی یہ بات ہے کہ ہم امن نہیں چاہتے۔ بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم اپنے آپ کو تیار کریں۔ دشمن نے ہمارے خلاف فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اور اسلام کے ٹکڑے کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ ایسے موقع پر ہمیں ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ دشمن کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیے۔

انقلاب آنے سے لیبیا میں اقتصادی و سیاسی لحاظ سے ترقی ہونا شروع ہو گئی ہے اور اسلام ابھرنے لگا ہے پاکستان میں اسلامی طاقت ابھرنے لگی ہے اور مجھے پاکستان میں بھی اسلام کی شکل نظر آ رہی ہے۔ اب یہ ممکن نہیں کہ یہیں اللہ کے منعم

سے شکست ہو، ہم دشمن کے سامنے پر عزم ہیں غافل نہیں۔ یہیں آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیے تاکہ صفوں کے اندر انتشار پیدا نہ ہو۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ان چیزوں کا مقابلہ کریں۔ اور طاقت کی تعمیر کریں۔

انہوں نے کہا کہ یہاں کھڑے ہو کر میں یہ بات محسوس کرتا ہوں کہ جیسے میں بھی آپ ہی میں سے ہوں۔ اور آپ کے بھائی جو میرے ساتھ جو فوجی افسر ہیں سمجھتا ہوں وہ صرف لیڈیا کی فوج کے افسر نہیں بلکہ پاکستانی فوج کے بھی افسر ہیں۔ میرا پاکستان کا دورہ کسی اجنبی شخص کا اجنبی ملک کا دورہ نہیں ہے اور اگر آپ بھی لیڈیا میں آئیں تو وہ بھی آپ کے لئے اجنبی نہیں ہو گا مجھے افسوس ہے کہ ہم نے متحد ہونے میں پہلے ہی کافی وقت ضائع کر دیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم ماضی پر رونے کی بجائے مستقبل کی تیاری کریں طاقت جمع کریں ہمارے دل ایک ساتھ ہیں اور ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی آخری فتح ہم اپنے خون سے لکھ کر دیں۔ آپ کی آزادی ہماری آزادی ہے۔ آپ کی عزت ہماری عزت ہے۔ آپ کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ایک ہو جائیں اور یہی بات ہے جس کا ہمیں عہد کیا گیا ہے تاکہ ہم ایک ہو جائیں طاقت ایک ہو جائے، ایک امت بن کر دشمن کا مقابلہ کریں ایک ہو کہ اسلام کی حفاظت کریں۔ اللہ کی جماعت بن جائیں ایک ساتھ رہیں یہاں تک کہ اسلام کی فتح ہو۔ دشمنوں کو شکست دیں حق غالب ہو اور یہاں تک کہ اسلامی پاکستان فتح یاب ہو جائے۔

صدّ قذافی سے اسلام سے خلوص محبت کے الفاظ سن کر حلیہ میں یا قذافی مرحبا۔ یا قذافی مرحبا کے نعرے گونجتے رہے اور جب کرنل قذافی نے دشمن کے مقابلے میں تیار رہنے کے عزم کا اظہار کیا اور صدّ قذافی نے جب پاکستان کے استحکام اور بقا کے لئے امداد اپنے مادی وسائل پاکستان کیلئے استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ کہا کہ لیڈیا میں آپ کے بھائی آپ کے لئے حبان کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں تو ہ منٹ تک سٹیڈیم میں تالیان بختی رہیں اور فصا میں نعرہ بکیر بلند ہوتے رہے۔

پاکستان اور لیبیا میں اقتصادی معاہدہ

اسلام آباد میں پاکستان اور لیبیا نے سیاسی، اقتصادی، سائنسی اور باہمی فائدے کے دیگر شعبوں میں تعاون بڑھانے کے لئے ایک مشترکہ وزارتیں کمیشن قائم کرنے کا معاہدہ کیا ہے۔ معاہدے پر ۲۸ فروری کو ایک سادہ تقریب میں دستخط ہوئے۔ معاہدہ ابتدائی طور پر دس سال کے لئے ہو گا تاہم اس کے بعد اس میں خود بخود مزید دس سال کے لئے توسیع ہو جائے گی۔ کمیشن میں پاکستان کی نائبہ کی وزیر مملکت برائے امور خارجہ عزیز احمد اور لیبیا کی نمائندگی لیبیائے وزیر خارجہ کریں گے۔ وزارتیں کمیشن کی تشکیل کے معاہدے پر گورنر ہاؤس کراچی میں منعقد ہونے والی ایک سادہ تقریب میں لیبیا کے سربراہ کرنل قذافی اور جناب بھٹو نے دستخط کئے۔ معاہدے کے مطابق کمیشن کا اجلاس چھ ماہ میں کم از کم ایک بار ضرور ہو گا۔ ضرورت پڑنے پر اجلاس کسی وقت بھی بلا یا جاسکتا ہے کمیشن کا اجلاس طرابلس اور پاکستان میں ہوا کرے گا۔ پہلا اجلاس مارچ میں طرابلس میں ہو رہا ہے۔ معاہدہ ابتدائی طور پر دس سال کے لئے ہو گا۔ اور کسی فریق نے اسے منسوخ کرنے کی درخواست نہ کی تو دس سال کے بعد اس میں خود بخود مزید توسیع ہو جائے گی۔ معاہدہ کی تین سو کے لئے فریقین کو کم از کم چھ ماہ کا نوٹس دینا ہو گا۔

کمیشن دونوں ملکوں کے مابین سیاسی، اقتصادی، سائنسی، ثقافتی شعبوں میں تربیتی تعاون بڑھانے کے اقدامات تجویز کرے گا اور ان پر عمل درآمد کرائے گا۔ دونوں ملکوں کی نجی شعبوں میں صنعتی و تجارتی سرمایہ کاری کریں گے اور مشترکہ کارخانے لگائیں گے۔ معاہدے کے تحت دونوں ملکوں کے مابین تجارت کو فروغ دیا جائے گا اور سائنسی تحقیق کے شعبہ میں تعاون کیا جائے گا۔ فنی تعاون کے سلسلے میں فریقین فنی ماہروں اور انجینئروں کا تبادلہ کریں گے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ثقافتی تبادلوں کریں گے۔ وزارتیں کمیشن مشترکہ کمیٹیاں تشکیل دیں گے جو اس بات کا جائزہ لیں گی کہ کن منصوبوں میں تعاون ہو سکتا ہے۔

پاک لیبیا مشترکہ اعلامیہ

لیبیا کے سربراہ کرنل معمر القذافی کے تین روزہ سرکاری دورے کے اختتام پر جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا ہے۔ اس میں کرنل قذافی اور وزیر اعظم بھٹو نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں کے درمیان تجارت کی شرائط طے کرنے کے لئے فوری طور پر بین الاقوامی کانفرنس بلائی جائے۔ دونوں لیڈروں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اعلان لاہور میں اسلامی ملکوں کو پیش آنے والی معاشی دشواریوں کے ازالہ کے لئے ڈھانچہ وضع کر دیا گیا ہے اس سلسلے میں وزیر اعظم بھٹو نے اسلامی سربراہی کانفرنس کے دوران صدر قذافی کی اس تجویز کا خیر مقدم کیا تھا کہ مختلف ملکوں کو تیل کی فراہمی کے سلسلے میں زمرے بنا دیئے جائیں۔ دونوں ملکوں کے رہنماؤں نے فلسطینی عوام کے حقوق کی بحالی کا اعادہ کیا۔

جناب بھٹو نے اس بات کی پھر یقین دہانی کرائی کہ حکومت پاکستان اور عوام جنہوں نے ہمیشہ ہی اپنے عرب بھائیوں کا ساتھ دیا ہے آئندہ بھی عربوں کے حق دانصات پر مبنی موقف کی حمایت کرتے رہیں گے۔ مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ دونوں لیڈروں نے افریقی ملکوں کی طرف سے عربوں کی بھرپور حمایت کا خیر مقدم کیا اور اس بات کا اعادہ کیا کہ نوآبادیاتی نظام نسلی امتیاز اور استحصال کے خلاف افریقی عوام کی جدوجہد کی حمایت جاری رہے گی۔

اعلامیہ کے مطابق فریقین نے دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات کا بھی جائزہ لیا اور اس بات پر مکمل اطمینان کا اظہار کیا کہ لیبیا اور پاکستان کے درمیان پہلے ہی بہت گہرے تعلقات ہیں۔ دونوں رہنماؤں نے سیاسی اقتصادی، سائنسی، ثقافتی اور دیگر مفید شعبوں میں تعاون بڑھانے کا بھی فیصلہ کیا انھوں نے مشترکہ وزارت کمشن قائم کرنے کے ایک معاہدہ پر بھی دستخط کئے گئے۔

دونوں رہنماؤں نے امید ظاہر کی کہ دوسری تاریخی اسلامی سربراہی کانفرنس کے فیصلوں پر تمام رکن ممالک پوری طرح عمل کریں گے اور اس کانفرنس میں اسلامی اتحاد کا جو شاندار مظاہرہ ہوا ہے اس اتحاد کو نہ صرف برقرار رکھا جائے گا بلکہ مزید مستحکم کیا جائے گا۔ جناب قذافی نے یقین دلایا کہ لیبیا کے عوام ضرورت پڑنے پر ہمیشہ اپنے پاکستانی بھائیوں کے شانہ و شانہ رہیں گے۔

اسلامی نفرنس کی قراردادوں پر عمل درآمد ضروری ہے

پاکستان افریقا کے معاہدہ تعاون پر وزیر اعظم بھٹو کا اظہار اطمینان

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ہے کہ اسلامی سربراہ کا نفرنس میں منظور کی جانے والی قراردادیں انتہائی مفید اور تعمیری تھیں۔ ۲۸ فروری کو کراچی کے ہوائی اڈے پر ریڈیو پاکستان کی بیرونی سروس کو اسٹریڈیو دیتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ ان تمام قراردادوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بنیادی مقاصد پر مسلمان ملکوں کے درمیان مکمل اتحاد ہے۔ اسلامی سربراہ کا نفرنس سے بنیادی سوالوں کے متعلق مسلمان ملکوں کے درمیان مکمل اتفاق رائے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اسلامی سربراہ کا نفرنس کی قراردادوں پر عمل درآمد کے متعلق سوالات کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ ان قراردادوں پر عمل درآمد کرایا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان قراردادوں پر عمل درآمد کرایا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی ان قراردادوں پر عمل درآمد کرانے کے لئے مسلمان ملکوں کا عزم بھی مستحکم ہوتا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ ان پر عمل درآمد کرانے بغیر ہم اپنا اعتماد برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اور مختلف سطحوں پر آپس میں زیادہ سے زیادہ ملاقاتوں کے ذریعے اس اعتماد کو بڑھایا جاسکتا ہے۔

وزیر اعظم سے پوچھا گیا کہ آیا اقوام متحدہ کی ہنگامی فوج قائم کئے جانے کا امکان ہے یا نہیں وزیر اعظم نے کہا کہ آئندہ کیا ہوگا اس کے بارے میں میں پہلے سے کوئی قیاس نہیں کرنا چاہتا اور نہ ان کے متعلق بہت زیادہ خوش فہمی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ آج کی دنیا تلخ حقائق کی دنیا ہے اس لئے بہتر یہ کہ ہم اپنے پاؤں زمین میں گاڑے رکھیں۔ اور قدم بہ قدم آگے بڑھیں میں مستقبل کے بارے میں تصوراتی اور خیالی محل تعمیر کرنا چاہتا ہوں تاہم اگر مل جل کر کام کریں تو ہم اپنے مقاصد پالیں گے۔ وزیر اعظم سے پوچھا گیا کہ یورپی مٹھی کی طرز پر مسلمان ملکوں کی مشترکہ مٹھی کے قیام کا کوئی امکان ہے وزیر اعظم نے کہا کہ اس سوال کے بارے میں میرا وہی جواب ہے کہ پاکستان اور افریقا کے درمیان تمام شعبوں میں تعاون بڑھانے کیلئے مشترکہ وزارتی کمیشن کے قیام کے سلسلہ میں وزیر اعظم بھٹو اور صندقدانی کے درمیان ہونیوالے معاہدے کے بارے میں جناب بھٹو نے کہا یہ ایک بہت اچھا معاہدہ ہے۔

صدر کونل معمر القذافی کے لٹیاور لیونیورسٹی سے تقریر

عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر کونل قذافی نے کہا کہ پاکستان دنیا میں اسلام کا مضبوط ترین ستون ہے اور متحد ہو کر اور خون دے کر اس کی حفاظت کریں گے وہ ۲۷ فروری کو لٹیاور لیونیورسٹی میں طلباء سے خطاب کر رہے تھے اس موقع پر وزیر اعظم بھٹو بھی موجود تھے۔ صدر قذافی کی تقریر کے دوران طلباء نے پر جوش انداز میں تالیاں بجائیں اور اللہ اکبر، مرحبا، پاک لیبیا دوستی زندہ باد اور اسلام زندہ باد کے نعرے لگائے۔

صدر قذافی نے کہا کہ جب بھی کوئی مشکل وقت آ یا اور جب بھی کسی نے ہمیں للکارا تو ہم متحد ہو کر مقابلہ کریں گے۔ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اور دشمن کو عبرتناک شکست فاش دیں گے انھوں نے کہا یہ محض الفاظ ہی نہیں انشا اللہ ہم اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے۔ کہ ہم دشمن کو للکار پر کس طرح بھٹتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ پاکستان کی سرحدیں کفر سے ملتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے ماننے والے شیطانی قوتوں پر غلبہ حاصل کرتے رہیں گے انھوں نے کہا کہ پاکستانی عوام خدا کے مومن بندے ہیں۔ اور وہی آخر کار فتح یاب ہوں گے۔ کیوں کہ نبی کا مقدر ہے کہ وہ بدی پر غالب ہو۔ انھوں نے کہا محسن منہ سے الفاظ نکال دینے سے کام نہیں چلے گا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اللہ پر کامل یقین رکھتے ہوئے تاریکی کی طاقتوں کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے۔

کونل قذافی نے کہا کہ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ مادی قوت بھی حاصل کرنی چاہیئے اور اس جدوجہد میں ہم کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اگر خون بہانے کی ضرورت بھی پیش آئی تو اس سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ اور ہم اپنے اس عزم کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے انھوں نے کہا میں پاکستان میں اسلام کی قوتوں کو غالب آتے دیکھ رہا ہوں اس لئے میرا یقین نچتہ ہو گیا ہے کہ ہم ہی غالب ہیں گے کونل قذافی کی تقریر سے قبل وزیر اعظم بھٹو مائیک پر آئے اور کہا کہ قذافی ایک انقلابی رہنما ہیں اس لئے ہمیں سپانسمے وغیرہ کی رسموں کی ضرورت نہیں انھوں نے کونل قذافی سے کہا

کہ وہ تقریر کریں تاہم انھوں نے سامعین سے کہا کہ وہ اپنے معزز مہمان کی تقریر نظم و ضبط سے سنیں اس دوران طلباء مسلسل تالیاں بجاتے اور زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے۔ تقریر شروع کرنے سے قبل کرنل قذافی نے روایتی انداز سے وزیر اعظم بھٹو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سر سے بلند کیا اور اتحاد کی علامت ظاہر کی۔ اس سے قبل جب کرنل قذافی اور وزیر اعظم بھٹو سیلی کا پٹر کے ذریعے اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں آئے تو طلباء نے ان کا والہانہ استقبال کیا اور پرجوش انداز میں تالیاں بجائیں۔ ہر کوئی صدر قذافی اور وزیر اعظم بھٹو سے ہاتھ ملانے کے لئے بقیاب تھا لیکن ڈانس تک پہنچنا بہت مشکل کام تھا۔

اسلامیہ کالج میں پشاور یونیورسٹی سے خطاب کے دوران صدر قذافی نے مزید کہا کہ وہ عوام کے سامنے لفظی باتیں نہیں کرتے وہ اپنے الفاظ کو مثبت اقدامات کر کے صحیح ثابت کر دیتے ہیں کہ اپنی منزل کی طرف بڑھنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ منزل کے حصول کے لئے ہر چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔

راولپنڈی سے کراچی روانگی سے قبل ہوائی اڈے پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ وہ پاکستانی عوام کی طرف سے اپنے پرجوش اور والہانہ استقبال سے انتہائی متاثر ہوئے ہیں انھوں نے کہا ہم پاکستان کو مضبوط و خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان کا مضبوط اور خوشحال ہونا لیبیا کا مضبوط ہونا ہے۔

صدر قذافی اور وزیر اعظم کل کار میں ہوائی اڈے پر پہنچے اور پی آئی اے کے خصوصی بڑنگ طیارے میں کراچی کے لئے روانہ ہوئے انھیں الوداع کہنے والوں میں سینٹ ڈیفومی اسمبلی کے چیرمین اور ارکان شامل تھے۔

صدر قذافی نے پشاور میں ولولہ انگیز قضائی مظاہرہ دیکھا

عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی نے جمرو میں پاک فضائیہ کے شاہینوں کے شاندار اور ولولہ انگیز مظاہرے دیکھے جو ایک گھنٹے تک جاری رہے۔ اس موقع پر وزیر اعظم جناب بھٹو، گورنر سرحد محمد اسلم خٹک، پاک فضائیہ کے چیف آف اسٹاف ایر مارشل ظفر چودھری

بری فوج کے چیف آف سٹاف جنرل نکا خاں اور دیگر اعلیٰ فوجی افسر بھی موجود تھے پاک فضائیہ کے جدید لڑاکا طیاروں نے نشانہ بازی بمباری اور نیپام بم پھینکنے کے حیرت انگیز کارنامے دکھائے، انھیں دیکھ کر پاک فضائیہ کی مہارت و برتری کا احساس اجاگر ہوتا تھا۔ جرود میں معزز مہمان کا استقبال ایئر مارشل ظفر چودھری نے کیا۔ اس سے قبل جب پاکستانی عوام کے محبوب رہنما عرب جمہوریہ لیبیا کے صدر جناب کرنل قذافی راولپنڈی سے پشاور پہنچے تو ہوائی اڈے پر ان کا نہایت شاندار اور تاریخی استقبال کیا گیا۔ وزیر اعظم جناب بھٹو بھی ان کے ہمراہ تھے ہزاروں لوگوں نے انھیں دیکھ کر جوش و خروش سے نعرے لگائے اور تالیاں بجاتیں۔ ہزاروں لوگوں نے مرحبا مرحبا۔ صدر قذافی زندہ باد۔ بھٹو قذافی کھائی کھائی کے نعرے بلند کئے تو صدر قذافی نے اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ اٹھا کر ان کے نعروں کا جواب دیا اور موٹروں کے جلوں میں شہر روانہ ہو گئے انھوں نے پشاور یونیورسٹی میں طلباء کے ایک اجتماع سے بھی خطاب کیا اور بعد ازاں وزیر اعظم جناب بھٹو کے ہمراہ تربیلا بند دیکھنے گئے۔

فضائی مظاہرہ میں جسے ہزاروں عوام تے بھی دیکھا۔ میراج لڑاکا و بمبارک ۱۹، ایف ۸۶۔ لڑاکا بمبار، ٹی ۳۷ جیٹ اور سی۔ ۳۰ اڈانسپورٹ طیاروں نے حصہ لیا۔ وزیر اعظم بھٹو اور صدر قذافی کا جرود پہنچنے پر انتہائی پر جوش خیر مقدم کیا گیا لوگ حفاظتی انتظامات توڑ کر دونوں رہنماؤں کے قریب جا پہنچے۔ دونوں رہنما جوہنی سفیر رنگ کے ہیلی کاپٹر سے نیچے اترے عوام نے انھیں گھیر لیا اور فلک شگات نعرے لگائے۔

فضائی مظاہرہ میں سب سے پہلے دو ایف ۸۶ سیبر طیارے نیچے پرواز کرتے ہوئے پاکستان اور لیبیا کے پرچموں کو سلامی دیگر گزرے اور ۳۷-۳ قسم کے تربیتی طیاروں نے پرواز کے مظاہر کئے قطاروں میں پرواز کے بعد بم کے دھماکہ کا مظاہرہ بھی کیا۔ بعد ازاں میراج طیاروں نے غرطے لگائے کا مظاہرہ کیا۔ ان کے بعد سیبر طیاروں نے مشین گنز سے نشانہ بازی کا مظاہرہ کیا اور اپنے تمام ہتھیار مکمل طور پر تباہ کر دیئے بعد ازاں چار لڑاکا و بمبار طیاروں نے ٹیڑھی اور پیچیدہ زاویوں کی پروازوں کے دوران کامیاب نشانہ بازی کا مظاہرہ کیا۔ مظاہرے کے اختتام پر پاک فضائیہ کے سربراہ ایئر مارشل ظفر چودھری نے صدر قذافی کو فضائیہ کے نشان والا قالین پیش کیا۔

کراچی میں صدر قذافی کا والہانہ استقبال

یہاں کے صدر معمر القذافی اپنے تین روزہ سرکاری دورہ کے آخری مرحلہ میں وزیراعظم بھٹو کے ہمراہ کراچی پہنچنے پر لاکھوں عوام نے بے مثال اور والہانہ خیر مقدم کیا۔ ہوائی اڈے کی عمارت عوام سے کچا کچھ بھری ہوئی تھی۔ جوہنی صدر قذافی طیارے سے باہر آئے۔ شیر اسلام زندہ باد اور پاک لیبیا دوستی زندہ باد کے نعروں سے ہوائی اڈہ گونج اٹھا، خیر مقدم کرنے والوں میں گورنر و وزیراعلیٰ سندھ، صوبائی کابینہ کے ارکان اور دوسرے اعلیٰ حکام شامل تھے ہوائی اڈے سے شہر تک کا ۱۲ میل لمبا راستہ استقبالیہ دروازوں، پاکستان اور لیبیا کے پرچموں اور بینروں سے سجایا گیا تھا۔

ہوائی اڈے پر عوام کے زیر دست ہجوم کے بعد حفاظتی انتظامات بھی برقرار نہ رہ سکے۔ لوگ صفیں توڑ کر اپنے محبوب رہنما کو دیکھنے آگے چلے گئے۔ پولیس بڑی مشکل سے انھیں کاڑھ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئی۔

صدر قذافی کی آمد سے قبل ہوائی اڈے پر لوگوں کے بوجھ سے ایک ٹین کی چھت گر گئی جس سے اکیس افراد زخمی ہو گئے۔ زخمیوں کو فوراً ایمرنسوس کے ذریعے ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ کراچی الیکٹرک کمپنی کا ایک ملازم بھی زخمی ہوا۔ صدر قذافی کل بانی پاکستان حضرت قائد اعظم کے مزار پر حاضری دیں گے۔

صدر قذافی کی کراچی میں تقریر

آج رات کراچی میں گورنر سندھ کی ضیافت میں تقریر کرتے ہوئے صدر قذافی نے کہا کہ کل جب ہم پاکستان سے رخصت ہوں گے تو ہمیں یوں محسوس ہوگا جیسے ہماری روحیں ابھی تک آپ کے ساتھ ہیں۔ صدر قذافی نے کہا میں نے اکثر اس بات کو دہرایا ہے، کہ پاکستان اور لیبیا کے درمیان برادرانہ جذبات کو عملی شکل دی جائے، میں جانتا ہوں کہ دو دن پاکستان جیسے عظیم ملک کے دورے کے لئے ناکافی ہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں

کہ ہم برادرانہ سطح پر پھر ملیں گے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں ایک دوسرے کے سمجھنے کی ضرورت نہیں ہم جب بھی چاہیں مل سکتے ہیں۔

صدر قذافی نے کہا۔ میرے اور میرے ساتھیوں کے پاس اس مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں جو ہمیں پاکستان میں ملی۔ انھوں نے کہا کہ میں اس بات سے بڑا متاثر ہوا ہوں کہ پاکستان کے ایک صوبے پر ایک خاتون کی حکومت ہے اور یہ اسلامی شریعت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ شریعت نے مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق دیئے ہیں میرے ملک میں بھی خواتین کا معیار ملبد کہنے کے لئے بڑی کاوش کی جا رہی ہے ہزاروں خواتین تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اور لیبیا کی تسی نرسیں ہسپتالوں میں اپنی پاکستانی بہنوں کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔

انھوں نے کہا ہم ترقی چاہتے ہیں لیکن اگر ہم مغربی معاشرے کی پیروی نہیں کریں گے انھوں نے کہا کہ لیبیا کی خواتین کی اسلامی شریعت کے مطابق حوصلہ افزائی کی جاتی ہے انہوں نے اپنی مہمان نوازی پر پاکستان کے باشندوں کا شکریہ بھی ادا کیا۔

لیبیا کے مرد مجاہد کو انتہائی گم محوشی سے رخصت کیا گیا

لیبیا کے صدر معمر قذافی نے ۲۸ فروری کو کراچی میں کہا کہ دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس کی کامیابی کا سہرا میرے دوست جناب بھٹو کے سر ہے۔ اور عالم اسلام کے لئے یہ سربراہ کانفرنس غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اسلامی کانفرنس اور پاکستان کے سہ روزہ سرکاری دورے کے اختتام پر وطن روانہ ہونے سے پہلے کراچی کے اڈے پر ریڈیو پاکستان کی بیرونی سروس کو انٹرویو دیتے ہوئے صدر قذافی نے کہا کہ سربراہ کانفرنس سے مسلمان ملکوں کے درمیان تعلقات کو مستحکم بنانے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اس کا سہرا جناب بھٹو کے سر ہے جنھوں نے کانفرنس کی کارروائی انتہائی عمدگی اور قابلیت سے انجام دی۔ اور مسلمان ملکوں کے لیڈروں کی رہنمائی کی مختلف ممالک کے لئے تیل کی الگ الگ قیمتیں مقرر کرنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صدر قذافی نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جنگ

اب بھی جاری ہے۔ اور اگر اسرائیلی عربوں کے غصب شدہ علاقوں سے دستبردار نہیں ہو گا تو وہ سارے عالم اسلام کو فلسطینیوں کو شانہ نشانہ پائے گا۔

صدر قذافی سے جہاد فنڈ کے قائم کرنے کے متعلق ان کی تجویز کے بارے میں بھی سوال کیا گیا اس کے جواب میں صدر قذافی نے یاد دلایا کہ سربراہ کانفرنس میں ایک قرارداد منظور کی گئی ہے جس میں اسلام کے مقاصد کو مستحکم بنانے اور مسلمان ملکوں کے درمیان سے تعاون کو بڑھانے کے سلسلہ میں مستقل بنیاد پر فنڈ قائم کرنے کی تجویز ہے۔

لیبیہ کے صدر نے کہا کہ میری تجویز پر مثبت رد عمل ظاہر کیا گیا تھا۔ آخر میں صدر قذافی نے اپنے پتپاک اور والہانہ استقبال کے لئے پاکستان کی حکومت اور عوام کا شکریہ ادا کیا۔ صدر قذافی نے یہ انٹرویو عربی میں دیا۔ صدر قذافی پاکستان کا دورہ کر کے جس کی یادیں پاکستانیوں کے دلوں میں ہمیشہ تازہ رہیں گی۔ ۲۸ فروری کو سہ پہر کراچی سے طرابلس واپس روانہ ہو گئے۔ ہوائی اڈے پر پاکستان کے دوست ملک لیبیہ کے صدر کو انتہائی گرمجوشی کیساتھ الوداع کہا گیا انھیں الوداع کہنے والوں میں وزیر اعظم بھٹو، گورنر سندھ وزراء اور اعلیٰ حکام ہوائی اڈے پر موجود تھے۔

امام العصر شیخ الاسلام، جلیل القدر
فرزند توحید، جلالتہ الملک

شاہ فیصل

عظمت کے نشانات



شاہ فیصل کو عبدالعزیز ابن سعود کے چالیس بیٹوں میں تیسرا درجہ حاصل ہے۔ شاہ فیصل
جب چھوٹی عمر میں تھے تو اس وقت بھی ان کی خداداد صلاحیتوں سے یہ عیاں ہوتا تھا، کہ وہ
انتہائی تاملناک مستقبل رکھتے ہیں، انھوں نے بچپن ہی میں قرآن حکیم پڑھا اور جب ذرا بڑے ہوئے
تو گھڑ سواری میں تربیت حاصل کی۔ دور جوانی میں انھوں نے اپنے والد کے ساتھ کئی فوجی مہمات
میں حصہ لیا۔

۱۹۳۱ء میں جب ابن سعود نے اپنی سلطنت کو مستحکم کر لیا تو شاہ فیصل کو وزیر خارجہ نامزد

کیا گیا۔ اس حیثیت میں انھوں نے یورپ اور امریکا کا تفصیلی دورہ کیا۔ ۱۹۵۲ء میں جب ان کا والد کا انتقال ہوا تو شاہ فیصل کے بڑے بھائی شاہ سعود سعودی عرب کے شہنشاہ مقرر ہوئے لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے آپ کو اس عہدے کا اہل ثابت نہ کر سکے۔ چنانچہ سعودی عرب کو تیل سے جتنی آمدنی ہوتی تھی، شاہ سعود اسے محلوں کی تزئین و آرائش، کیرٹک کاروں کے خریداری اور اقربا پروری پر خرچ کر دیتے تھے۔

۱۹۵۸ء میں ملک کے خزانہ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ شاہ سعود نے شاہ فیصل کو وزیراعظم بننے کی دعوت دی۔ ۱۹۶۳ء میں شاہی خاندان کے افراد نے محسوس کیا کہ حالات بہت خراب ہو چکے ہیں۔ لہذا اب شاہ سعود کو دستبردار ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے شاہ سعود کو مجبور کیا کہ وہ شاہ فیصل کی حمایت میں دستبردار ہو جائیں۔ شاہ فیصل نے پس پیشی کے بعد یہ ذمہ اری قبول کر لی۔ شاہ فیصل اور شاہ سعود کی عادات و اطوار میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ شاہ فیصل بہت مذہبی اور اصولوں کے پابند واقع ہوئے ہیں وہ سگریٹ نہیں پیتے اگر کبھی کبھار شوق کریں تو تنہائی میں سگریٹ پیتے ہیں شراب کو ہاتھ تک نہیں لگاتے اور ان کا بیشتر وقت تفریحی سرگرمیوں کی بجائے مملکت کے فرائض کی انجام دہی میں گزرتا ہے انھوں نے اپنی زندگی میں چار شادیاں کیں۔ اس وقت ان کی ایک اہلیہ ہیں جس کے بطن سے چار لڑکیاں اور پانچ لڑکے ہیں۔ لڑکیاں پردے کی سختی سے پابند ہیں۔ ان کے متعلق بہت کم سننے میں آتا ہے۔ البتہ ان کے لڑکے آکسفورڈ، کیمبرج اور پرنسٹن کالجوں کے تعلیم یافتہ ہیں۔

شاہ فیصل کو اگر دنیا کا سب سے مختل شہنشاہ کہا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ زیادہ محنت کرنے والے دوسرے منتظمین کی طرح وہ بھی اس کی بیماری کا شکار ہیں۔ قبل ازیں وہ ۱۸ گھنٹے کام کرتے ہیں لیکن اپنی بیماری کی وجہ سے وہ اب ۱۴ گھنٹے کام کرے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جب ان سے ان کی صحت کے بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ کہتے ہیں۔ "ابھی تک زبردہ ہوں۔"

شاہ فیصل سحر خیز ہیں، صبح اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں پھر محنت ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد ریاض میں واقع اپنے پتھر سے صدارتی محل کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ شاہ سعود نے، کرڈر ڈالر کی لاگت سے ایک محل تعمیر کروایا تھا لیکن شاہ فیصل اسے استعمال نہیں کرتے۔ وہ آرائش و زیبائش

کے مخالف ہیں چنانچہ جب ایک ماہر زیاتش نے محل میں شاہ فیصل کی خواب گاہ سے ملحق ایک لٹینان
باتھ نصیب کیا تو شاہ فیصل نے حکم دیا کہ اسے وہاں سے فوراً ہٹا دیا جائے انھوں نے کہا کہ ہمارا
خاندان ساوگی کا قائل ہے۔

جمہرات کی صبح کو شاہ فیصل ایک مجلس کا انعقاد کرتے ہیں۔ یہ رسم عالم عرب میں زمانہ قدیم
سے چلی آرہی ہے۔ اس مجلس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں عورت، مرد، غریب، امیر،
چھڑا، بڑا ہر شخص شہنشاہ سے اپیل کر سکتا ہے۔ شاہ فیصل یہ شکایات عملی اقدام کے لئے متعلقہ
وزیروں کے حوالے کر دیتے ہیں یا موقع پر ہی فیصلہ سنا دیتے ہیں۔ بعض خواتین شاہ فیصل کو اس
وقت بھی روک لیتی ہیں جب وہ کار پر جا رہے ہوتے ہیں اور ان کے آگے اپنی درخواست پیش
کرتی ہیں۔ ہر روز دوپہر کے وقت شاہی محل کے صدر دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ہر اس
شخص کو جس کو محل کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔ وہ شاہ فیصل کے ساتھ ظہرانے
میں شامل ہو سکتا ہے۔ اس موقع پر سرکاری افسران اور دوسرے کارکن لوگ شامل ہوتے ہیں جنہیں
اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے محل کے اندر داخل ہونا پڑتا ہے۔ شاہ فیصل کی ظہرانے کی میز
۴۰ نشستوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ سہ پہر کو وہ ایک غیر رسمی دعوت منعقد کرتے ہیں۔ جس میں سو کے
قریب قبائلی لیڈر اور کاروباری لوگ مدعو ہوتے ہیں۔

شاہ فیصل انگریزی، فرانسیسی اور ترکی زبان جانتے ہیں لیکن سرکاری امور کی انجام دہی
کے لئے عربی زبان کو ترجیح دیتے ہیں جب وہ غیر ملکی افراد سے ملتے ہیں تو ایک مترجم ان کی معاونت
کرتا ہے۔ لیکن بعض اوقات وہ مترجم کی بھی تصحیح کرتے ہیں۔ شاہ فیصل کے بارے میں مشہور ہے
کہ وہ دوسروں کی بات بڑے محل سے سنتے ہیں اور اس عرب ضرب المثل پر یقین رکھتے ہیں، کہ
خدا نے انسان کو ایک زبان اور دو کان عطا کئے ہیں تاکہ ہم جتنی باتیں کرتے ہیں اس سے
دو چنڈ سن سکیں۔

سعودی عرب میں فی الحقیقت کسی سیاسی جماعت یا کسی فرد واحد کی حکومت نہیں ہے بلکہ
حکومت اور صرف قرآن کی حکمرانی ہے اور اس سر زمین کا قانون صرف اسلام ہے۔ یہاں زندگی کے
ہر شعبے میں قرآنی اصولوں اور ضابطوں کی کار فرمائی ہے۔ شاہ فیصل اپنے عوام پر ایک قبائلی

سرباہ کی طرح حکومت کرتے ہیں۔ اور اگر کسی معاملے میں مشورہ لینا ہو تو اس سلسلہ میں اپنے وزراء اور سوتیلے بھائیوں سے رجوع کرتے ہیں۔ سعودی عرب میں مذہب کے اصولوں کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ نماز کے اوقات میں دکانیں بند کر دی جاتی ہیں۔ جرائم کی سزا قرآنی احکامات کے مطابق دی جاتی ہے مثلاً زنا کی سزا سنگسار ہے اور چوری کا جرم ثابت ہو جانے پر ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ قتل کی سزا موت ہے۔

سعودی عرب کا ۹۸ فیصد حصہ بنجر اور بیابان ہے اور ریگستانوں پر مشتمل ہے گرمیوں میں دوپہر کو درجہ حرارت ۱۲۰ ڈگری تک پہنچ جاتا ہے رات نسبتاً ٹھنڈی ہوتی ہے۔ سعودی عرب کی صحیح آبادی کے بارے میں جتنی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم محتاط اندازوں کے مطابق یہ آبادی ۲۴ لاکھ سے ۸۲ لاکھ کے درمیان ہے ملک میں کاریگروں اور فنی ماہرین کی کمی ہے اس وقت یہاں ۳ لاکھ سے زائد غیر ملکی باشندے کام کر رہے ہیں۔ تعمیر و مرمت کے شعبوں میں زیادہ تر کمپنی اور دفاتروں میں اردنی باشندے لازم ہیں۔ سعودی عرب میں تیل جیسی دولت کی دریافت کوئی پرانی بات نہیں ہے۔ بنجر اور بیابان سرزمین غیر ملکیوں کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتی تھی۔ پھر ۱۹۳۳ء میں کیلی فورنیا کی ایک تیل کی کمپنی کی دریافت کی امید ہے کہ اس سرزمین میں وارد ہوئی۔ ۱۹۳۸ء میں تیل کا پہلا کنواں کھودا گیا۔ اور اس کے بعد کی تحقیقات نے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ وسیع و عریض تپتے ہوئے ریگستان کے سینے میں سیالے سونے کی صورت میں تیل کا سمندر موجزن ہے کون کہہ سکتا تھا کہ آگے چل کر یہ دولت مغربی ملکوں کی شاہ رگ ثابت ہوگی اور اس شاہ رگ پر عربوں کا ہاتھ ہوگا۔

شاہ فیصل بیرونیوں کو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں اور مسجد اقصیٰ پر یہودیوں کی عملداری، انھیں کسی لمحہ چین نہیں لینے دیتی۔ ان کی صرف ایک خواہش ہے کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے حضرت عمر کی مسجد میں نماز پڑھ سکیں۔

پاسبان حرمین شریف رئیس الاسلام

رئیس الاسلام و پاسبان حرمین شریف نفیلت مآب جلالتہ الملک شاہ فیصل درے دے

آج تک اسلام کی جو خدمت کر چکے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ و مخفی نہیں ہے۔ اس عالم کی ہماہمی و رونق اقوام کے دم سے ہے۔ مگر اقوام کی زندگی کچھ افراد یا کسی ایک فرد کے دم سے وابستہ ہوتی ہے۔ قومیں مرقی ہیں اور زندہ ہوتی ہیں اور کچھ فرد ایسے ہوتے ہیں جن کا مرنا قوموں کا مرنا ہوتا ہے اور وہ اپنے ظہور کے اندر ایک پوری قوم اور ملک کی زندگی کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔

ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو جاتے ہیں آگ کی ایک چنگاری آتش کدوں کو شعلوں سے بھر دیتی ہے۔ ایک بیج ہزاروں شاخیں اور پھل پیدا کر دیتا ہے۔ شوار کا ایک دانہ پورے تاج کی زمینت بڑھا دیتا ہے۔ کیڑے کے ایک پھول سے پوری بستی مہک جاتی ہے یہی حال قوموں اور ملکوں کا بھی ہے۔ قوموں میں جب زندگی آتی ہے تو ہزاروں افراد کے ذریعہ نہیں بلکہ ہمیشہ سرچشمہ حیات ایک یا چند نفوس ہی ہوتے ہیں۔ ایک ہی انسان چاہیے جو انسان ہو اور پوری قوم اور پورے ملک و ملت کو زندہ و تابندہ کر دے۔

قیس سا پھر کوئی اٹھانہ بنی عامر سے
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ہی ایک شخص

اور کہ بقول غالب سے

کون ہوتا ہے حریف سے مرد افکن عشق
لب ساتی پہ مکر رہے صلہ میرے بعد

جلالہ الملک موجودہ دور اسلام کے ایک ایسے ہی فرزند جلیل، سزنامہ صحیفہ عظمت و جلال و ارفع منار الملت والا سلام ہیں جو تن من و دھن سے اسلام کی خدمت کر رہے ہیں اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو وہ جہاں بھی کہیں ہیں متحد و منسلک کرنے میں دن رات کوشاں ہیں۔ اور فروغ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہیں۔ اور ان کی مساعی جمیل ملت اسلامیہ کو متحد کرنے کا راستہ بالکل صاف کر دیا ہے۔ اور بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی اب مسلمانوں کی کامیابی کے لئے رکاوٹ نہیں بن سکتی اور ہم پر ایسی راہ

عمل کھول دی۔ کہ جب تک ہم خود اپنے کو شکست نہ دیتا چاہیں ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ ان کی ذات گرامی ہمیں قربانی، استقامت اور اتحاد کا سبق دیتی ہے۔ قربانی سے مقصود یہ ہے کہ مقصد کی راہ میں ہم ہر طرح کی تکلیف و مصیبت بھیلنے کو تیار رہیں۔ اور استقامت سے مراد یہ ہے کہ جاوہ استقلال پر جمے رہیں۔ اور کبھی اس سے منہ نہ موڑیں اور اتحاد سے مقصود یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک مرکز پر متحد ہو جائیں اور اپنے مسائل کا حل باہمی طور پر خود آپ تلاش کریں۔ سیاسیات عالم کے سم سم نہ تلاش کرتے پھریں۔ وہ کون سا عقدہ ہے جو باہمی فکر و تدبیر سے حل نہیں ہوتا۔ وہ کون سا ظلم ہے جسے مسلمانوں کا باہمی اتحاد پاش پاش نہیں کر سکتا۔ اگر ہمارے یہ باہمی فاصلے مٹ جائیں تو منزل کو فاصلے دور نہیں۔ اگر ہم بھوٹی منزلوں کے قریب میں نہ آتے اور آپس میں ہم قدم ہو کر اسلام کے تیلے ہوئے راستے پر چلتے رہتے تو نہ جانے اب کہاں ہوتے۔

منزلوں کے قریب نے مارا

چلتے رہتے تو اب کہاں ہوتے

شیخ المجاهد نوح محبوب الاسلام والمسلمین، ضنیع ملت بطل العظیم کرتار
 مہر القذافی سیف الاسلام



ہم نئے زندگی کے مطرب ہیں
 زمزمے ولولے میں ڈھالیں گے
 اپنے ساز طرب کے تاروں سے
 تیرہ ماحول کو ابالیں گے
 مردہ جسموں فسرہ نبضوں میں
 روح بھونکیں گے جانے ڈالیں گے
 وہ سز موت کے حصاروں سے
 زلیست آواز دے رہے ہیں
 توڑ کر ہر طرح کے زنجیریں
 ساتھ آؤ ملے کے بڑھے چلیں

یکم ستمبر ۱۹۶۹ء۔ لیبیا کی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب کا نام ہے۔ شاہ ادریس آنکھوں
 کے علاج کی غرض سے ترکی گئے ہوئے تھے۔ ان کا ولی عہد رنگ رلیوں میں محو تھا۔ یکم ستمبر
 کی شب کو ایک تقریب ہو رہی تھی جس میں شاہ کے وفادار فوج اور پولیس کے حکام ہمارے
 خاص تھے۔ کرنل تذانی اور ان کے ساتھیوں نے پچا پہ مارا اور ان سب کو گرفتار کر لیا اور
 صبح سات بجے تک طرابلس فوجیوں کے قبضے میں تھا۔ اور لیبیا میں شاہ ادریس کی حکومت
 کا تختہ الٹ چکا تھا۔

یکم ستمبر کو کرنل تذانی برسر اقتدار آئے اور گیارہ دسمبر ۱۹۶۹ء کو ایک حکم نامہ جاری
 کیا جس سے ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کی تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کا کام شروع ہو
 گیا۔ عدالت عالیہ کے چیف جسٹس جناب علی منصور کی زیر کمان ایک کمیٹی قائم کر دی گئی۔ برسر
 اقتدار آتے ہی کرنل تذانی نے شراب، جوا اور زنا کاری کا لیبیا میں خاتمہ کر دیا۔ غیر ملکی
 کو وہاں سے نکال دیا۔ امریکیوں سے طرابلس میں (WHEELUS BASE) اور طرابلس
 سے طبرقہ میں (EL-ADAM BASE) خالی کر والئے۔

کرنل تذانی کو عیش و عشرت سے کوئی علاقہ نہیں، سپاہیانہ جفاکش اور سادہ زندگی

بسر کرتے ہیں اسلام سے ان کو عشق ہے۔ قرآن حکیم کو سرمایہ حیات سمجھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم ہر وقت گھراور دفتر میں ان کے پاس ہوتا ہے۔ اپنی ایمان افروز اور دلہلہ انگیز تقاریر عربی زبان میں کرتے ہیں۔ عربی زبان سے ان کو فریفتگی کی حد تک لگاؤ ہے۔

ایک بار ایک فرانسیسی نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ میرا ذہن آیات القرآن کی تفہیمات نے تیار کیا ہے۔ نہ رسو کی کتابوں نے۔ کتابیں میں نے حسب ضرورت پڑھی ہیں مگر کسی کتاب نے مجھے ایسا متاثر و متحرک نہیں کیا جیسا قرآن حکیم نے۔ قرآن میرا مرشد ہے، مربی ہے، رہنما ہے، اس کے بارے میں بلا خوف تردید یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر روسی کمیونسٹ کشادہ دل سے قرآن پڑھیں اور اسے سمجھیں تو خیمہ اسلام میں آجائیں۔ اور دنیا سے اسلام کو مٹانے کی بجائے کیونترم کو مٹانا شروع کر دیں۔

دنیا ایک رزم گاہ ہے۔ میدان کارزار ہے اور جس چیز کو عمل کہا جاتا ہے دراصل یہ ایک حریفانہ کش مکش و آزمائش کا نام ہے۔ جس طرح جنگ میں رہنے والے سپاہیوں کو فتح و شکست کے سوا چارہ نہیں۔ وہ کبھی زخمی کرتے ہیں اور کبھی خود زخمی ہوتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں بھی جو مخلوق بستی ہے اسے کامیابی اور ناکامی سے چارہ نہیں۔ کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ ہماری تلوار اور دشمن کی گردن ہو۔ کیوں نہ ہم اپنے سینوں کو زخموں سے آراستہ کریں۔ بستر پر آرام کرنے والوں کو رونا چاہیے۔ کہ پاؤں پر کاٹنا چھو گیا۔ لیکن سپاہی کو زخم لگا کر بھی ات نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کی جگہ تو بستر نہیں بلکہ میدان جنگ ہے۔ شکست و زخم کا خوف ہے تو میدان جنگ میں قدم ہی نہ رکھو اور تلواروں سے بچنا چاہتے ہو تو تمھارے لئے بہتر جگہ پھولوں کی سیج ہے۔ چلو گے تو ٹھوکر کھاؤ گے۔ لڑو گے تو زخم سے چارہ نہیں۔ بس اگر ٹھوکر کھا چکے ہو تو آنکھیں کھولو اور بیٹھ کر رونے کی جگہ تیزی سے چلو۔ کیوں کہ جتنی دیر بیٹھ کر تم نے گھٹنا سہلانا ہے اتنی دیر میں قافلہ اور دور نکل جائے گا۔

دل میں منزل کی لگن ہو تو میرے ہم سفر

پھول بن جاتا ہے ہر خار ذرا تیز چلو

پھر اگر دشمن کی کاٹ نے زخمی کیا ہے تو بھاگتے کیوں ہو۔ آپس کی سر پھٹول کیا معنی،

یہ لسانی و طبقاتی جھگڑے کیسے۔ یہ سیاسی و معاشی خلفشار و اتبلا کس لئے۔ مایوسیوں اور نا کامیوں کا یہ داویلا تمہیں زندگی سے اور دور لے جائے گا۔ مایوسی خود کشی ہے اور امید زندگی۔ اور زیادہ عزم صمیم اور چابک دستی سے پیکار جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ جب تک دوسروں کو زخمی کرتے تھے زیادہ ہمت مطلوب نہ تھی لیکن زخم کھا کر تم نے معلوم کیا کہ دشمن توقع سے زیادہ قوی ہے اور اب پہلے سے زیادہ ہمت اور مستعدی مطلوب ہے۔

زندگی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ ہر فرد ایک پیچہ امید ہو اور اپنے دل کو امید کی جلوہ گاہ سمجھتا ہو۔ مصیبتیں زندہ قوموں کو مایوس نہیں کرتیں بلکہ غفلت سے ہوشیار کرتی ہیں۔ اور عبرت و تنبیہ کی صورت میں ان کے سامنے آتی ہیں۔ وہ مصائب کے طوفان کو دیکھ کر بھاگتی نہیں۔ بلکہ اس راہ کو ڈھونڈ کر بند کرنا چاہتی ہیں جہاں سے طوفان نے آنے کی راہ نکالی ہے جب تو یہ عزم صمیم کے ساتھ ڈٹ جاتی ہیں تو مصائب ان کے لئے رحمت ہو جاتے ہیں اور نا کامیاں ان کے لئے کامیابی کا دروازہ کھول دیتی ہیں وہ جس قدر کھرتی ہیں اس سے زیادہ پالیتی ہیں۔ اور جس قدر گرتی ہیں اتنا ہی زیادہ مستعدی سے اٹھتی ہیں۔ وہی دنیا جو کل تک ان کے لئے نامرادیوں کا دوزخ ہوتی ہے یکایک کامیابیوں کا بہشت بن جاتی ہے۔ یہی بہشت امید ہے جس کے رہنے والوں کی نسبت کہا گیا ہے کہ کامیابی و فیروز مندی کے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ غم و اندوہ کی سوزش و قیش کا انھیں حس تک نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتیں۔

اور اسی طرح قومی زندگی کے ایام مات اور انسانی ارتقاء کے حیات کا سد باب اس دن سے شروع ہوتا ہے جس دن کا شانہ دل سے امید کا جنازہ اٹھتا ہے اور مایوسی کا لشکر فنا مند ہوتا ہے۔

دنیا میں واقعات کا مطالعہ کرنے کے لئے ہمیشہ دو طرح کی نظریں رہی ہیں۔ ایک امید کی اور دوسری نا امید کی۔ اور اسلام ہم کو ہمیشہ امید کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام ایک قوت الہیہ ہے جس کی زندگی انسانوں اور قوموں سے وابستہ نہیں بلکہ قوموں کی زندگی اس کی متابعت اور معیت سے وابستہ ہے۔ پھر تو یہی مسئلہ سکتی ہیں۔ انسان فنا ہو سکتے ہیں پر اسلام نہیں

مٹ سکتا۔ اسلام فنا نہیں ہو سکتا۔ ایک لافانی قوت فانی کیسے ہو سکتی ہے وہ اپنے خدائے
لازوال کی غیر فانی قوت کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کیونکہ وہ صداقت ہے
اور صداقت کب نہ تھی، کب نہ ہو گی ؟

اسلام کا ظہور ہمارے ظہور کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ ہم نے اس کے دم سے اپنی ہستی
کو بوجہ قرار رکھا ہے آج سے تیرہ سو برس پہلے جب غار حرا سے حق کی روشنی پھوٹی تھی، تو
کیا ہمارا ہاتھ اس کا محافظ تھا۔ کیا بدر اور حنین کے میدانوں میں ہم تھے۔ وہ تین سو فاقہ
کش تھے اور آسمان سے نازل ہونے والے وہ فرشتے جنہوں نے تین ہزار مشرکین و کفار کو
خاک و خون میں ملا دیا تھا۔ ہم سے پہلے جس قوت نے ہمیشہ علم توحید کی حفاظت کی ہے۔ کیا
وہ آج ہماری بجائے کسی دوسری قوم کو بھیج کر نہیں کر سکتی۔

اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں کتنی قومیں آئیں اور اپنی اپنی باری میں حفاظت اسلام کی
خدمت انجام دیں۔ جب تک انہوں نے اسلام کا ساتھ دیا اور اپنے اعمال و اعتقادات
میں اس سے منہ نہ موڑا۔ اس وقت تک وہ بھی ان کے ساتھ رہا۔ لیکن جب انہوں نے اپنی
صلاحیت اور قابلیت کھردی۔ اور اس مقصد کو بھول گئے جس کی انجام دہی کے لئے زمین کی
وراثت ان کو دی گئی تھی تو ان کا دور کار فرما کر ختم ہو گیا اور اللہ نے اپنے دین کی حفاظت
کی امانت کسی دوسری جماعت کے سپرد کر دی۔ وہ اپنے کلمہ مقدس کی حفاظت کے لئے ہمارا
محتاج نہیں بلکہ ہم اپنی زندگی کے لئے اس کے دین میں کی خدمت گزاری کے محتاج ہیں۔
جیسا کہ سورہ نسا میں ارشاد ہوا ہے :

اگر تم اس کے آگے نہ بھگو گے تو وہ تمہارا کچھ محتاج نہیں ہے کیونکہ آسمانوں
اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کے زیر حکم ہے اور وہ بے نیاز اور
ہمہ صفت موصوف ہے اگر وہ چاہے تو اے مغرور انسانوں تم سے اپنی زمین
کو خالی کر دے اور اس کی جگہ دوسری قوموں کو لایا کر دے اور وہ ایسا کرنے
کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

میزبان قمتہ الاسلامیہ

وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو

پاکستان میں ہونے والی کانفرنس عالم اسلام کی تاریخ میں ایک اہم تاریخی واقعہ ہے۔ یہ برصغیر میں مسلم عوام کی احیائے اسلام کی اس تحریک کا حصہ ہے جس کا خواب جمال الدین افغانی نے دیکھا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس کی تعبیر پیش کی۔ اور قائد اعظم نے اس کے لئے برصغیر میں ایک ایسی ریاست تشکیل کی جس کا بنیادی مقصد اتحاد عالم کی تحریک کے لئے جدوجہد کرنا ہے۔ آج اتحاد عالم اسلامی کی تحریک اسلامی کانفرنس کی حیثیت میں ہمارے سامنے ہے۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے ایک زبردست جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ یہ کانفرنس حقیقی معنوں میں پاکستانی عوام کی قومی امنگوں کی آئینہ دار ہے اور یہ اقدام میزبان قمتہ اسلامیہ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے تدبیر، فراست اور سیاسی بصیرت کا ٹھوس نتیجہ ہے۔

جناب بھٹو کی سیاسی و ملی کوششوں کا جائزہ

اسلامی سربراہ کانفرنس کے میزبان وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو ۱۹۵۴ء سے پاکستان کی سرگرم سیاست میں عملی حصہ لے رہے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں وہ عورت ۲۰ سال کی عمر میں پاکستان کے وزیر تجارت مقرر ہوئے۔ پاکستان کی تاریخ میں ذوالفقار علی بھٹو سب سے کم عمر مرکزی وزیر تھے۔ مسٹر بھٹو کو اپنے طالب علمی کے زمانہ سے ہی سیاست اور بین الاقوامی امور سے گہری دلچسپی رہی ہے۔ ان کے والد ماجد شاہنواز بھٹو برصغیر جنوب ایشیا کے ایک سرکردہ لیڈر تھے انہوں نے سندھ کو برٹش سے پرنسپلٹنسی سے علیحدہ کرنے کی جدوجہد میں سجدہ نمایاں اور کلیدی کردار انجام دیا۔ سندھ کی پرنسپلٹنسی سے علیحدگی کا واقعہ آخر کار پاکستان کے قیام میں ایک سنگ میل ثابت ہوا۔ قائد اعظم

محمد علی جناح، بھٹو خاندان کے ایک دوست اور ذوالفقار علی کی پسندیدہ شخصیت اور آئیڈیل تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے زمانہ طالب علمی کے دوران بمبئی میں عملی سیاست کا آغاز برصغیر میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کے حصول کی تحریک میں حصہ لے کر لیا۔

بمبئی میں ہائی اسکول تک تعلیم مکمل کر کے ذوالفقار علی بھٹو اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ چلے گئے۔ جہاں انہوں نے ۱۹۴۷ء میں لاس اینجلس میں یونیورسٹی آف سدرن کیلیفورنیا میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۹ء میں انہوں نے برکلی کی یونیورسٹی آف کیلیفورنیا میں داخلہ لے لیا۔ ایک باعمل اور سرگرم طالب علم کی حیثیت سے بین الاقوامی مسائل پر بحث کے لئے انہوں نے کالج کی مختلف انجمنوں اور اداروں کو ذریعہ بنایا، ان کے اوائل زمانہ کی تقریروں میں سے ایک اپریل ۱۹۴۸ء میں لاس اینجلس میں "ورثہ اسلام" کے عنوان پر ان کا خطاب تھا جس میں انہوں نے کہا۔

"میں آپ کو اسلام کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ اسلام جو درحقیقت کی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ایک روشنی تھی اور جو آج بھی اندھیروں کو چمکانے والا ایک نور ہے اور جو آسمان کے لئے کل کے لئے بھی ایک روشنی ہے۔ اسی بنیاد پر میں اسلام کے مستقبل کا تصور کر سکتا ہوں۔"

اسلام کے بارے میں ذوالفقار علی بھٹو کا یہی تصور تھا جو ان کی ملکی اور بیرونی پالیسیوں کی تشکیل کے عمل میں رہنمائی کرتا رہا۔ انہوں نے اپنی پارٹی پاکستان پیپلز پارٹی کی تشکیل اور اس کے انتخابی منشور کی بنیاد بھی سماجی انصاف کے اسلامی اصول پر ہی رکھی۔ اور ملک کے لئے خارجہ پالیسی کی تشکیل میں بھی اسلام کے عادلانہ سماجی اصولوں کو انہوں نے بنیادی قدروں میں شامل رکھا۔ اور پاکستان کو اسلامی سربراہ کا نقش کی میراثی کی سعادت حاصل کرنے کا موقع بخشا۔

برکلی سے جہاں سے ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۵۰ء میں پولیٹیکل سائنس میں بی اے (آنرز) کیا۔ انہوں نے مشہور قانون دان پروفیسر ہاسن کیلین سے قانون پڑھا۔ اس کے بعد وہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے کرائسٹ چرچ کالج گئے۔ جہاں سے انہوں نے ۱۹۵۲ء میں ایم اے جوہر کس پروڈنٹس میں ایم اے (آنرز) کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے ایک سال کے بعد انھیں لندن ان بار میں بلا یا گیا۔ پھر یونیورسٹی آف ساؤتھمپٹن میں انھیں بین الاقوامی قانون کا لیکچرر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۵۴ء میں وہ پاکستان آ گئے اور سندھ مسلم لاکالج کراچی میں قانون دستوریہ پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۴ء سے

لے کر ۱۹۵۸ء تک وہ کراچی میں منزلی پاکستان ہائی کورٹ میں بیرسٹر کی حیثیت سے پریکٹس کرتے رہے۔ ایک کامیاب وکیل اور اچھے پروفیسر کی حیثیت سے اپنی صلاحیتوں کا ارباب منوالینے کے باوجود قانون کو زیادہ وقت دینے سے قاصر تھے۔ کیونکہ وہ اندرون سندھ کی سیاست میں عملی حصہ لے رہے تھے۔

۱۹۵۸ء میں ذوالفقار علی بھٹو کو ایب خاں کی حکومت میں وزیر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۶۲ء میں بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے تحت انھوں نے لاٹکانہ سے قومی اسمبلی کا الیکشن جتیا اور اس کے بعد وہ مرکزی حکومت میں مختلف وزارتوں پر ۱۹۶۶ء تک فائز رہے اور ۱۹۶۶ء میں انھوں نے ایب خاں سے پالیسی پر اختلافات کی بنیاد پر وزیر خارجہ کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ وہ آٹھ سال تک مختلف وزارتوں پر فائز رہے جن میں تجارت، ایندھن، بجلی، قدرتی وسائل، امور کشمیر، قومی تعمیر نو، اطلاعات، سیاحت، اقلیتی امور شامل تھیں۔ آخری بار ۱۹۶۳ء سے لے کر ۱۹۶۶ء تک وزیر خارجہ کی حیثیت سے ملک کی خدمات دیتے رہے۔

۱۹۵۸ء میں وزیر تجارت مقرر ہونے سے بھی پہلے مختلف بین الاقوامی کانفرنسوں میں انھوں نے امور خارجہ پر اپنے علم و واقفیت سے خاصی شہرت حاصل کی۔ ۱۹۵۷ء میں انھوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں منعقدہ بحری قانون کی کانفرنس میں پاکستان کے وفد کی قیادت کی بحیثیت ایک مرکزی وزیر، وزیر خارجہ کے عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے بھی انھوں نے اپنی مختلف وزارتوں کے دوران اسی پالیسیاں وضع کیں جن سے پاکستان کے دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات پر عمدہ اثرات مرتب ہوئے مثلاً ایندھن، بجلی اور قدرتی وسائل کے وزیر کی حیثیت سے ۱۹۶۰ء میں ان کی سرکردگی میں پاکستان کا ایک وفد ماسکو گیا جہاں انھوں نے سوویت یونین کے ساتھ تیل کے ایک معاہدہ پر دستخط کئے۔ اقتصادی تعاون کے میدان میں روس کے ساتھ پاکستان کا یہ پہلا معاہدہ تھا۔

بحرین و کشمیر کے تنازعہ پر بھارت کے ساتھ ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں پاکستانی وفد نے ۶۳-۱۹۶۲ء میں گفت و شنید کے چھ دور مکمل کئے۔ ۵۹ اور ۱۹۶۰ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں وہ پاکستانی وفد کے چیئرمین رہے۔ ۱۹۶۳ء میں وزیر خارجہ مقرر ہونے کے

کے بعد ایک بار پھر ۶۳ء میں انھوں نے جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد کی قیادت کی اور اس کے بعد ۶۳ اور ۶۵ء میں بھی پاکستانی وفد کی قیادت کی اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے نہایت اہم اجلاسوں میں بھی پاکستانی وفد کی قیادت کی۔

ذوالفقار علی بھٹو نے وزیر خارجہ کے عہدے پر دائر رہنے کے دوران پاکستان کے لئے جو کاروائی انجام دیئے ان میں سے عوامی جمہوریہ چین اور پاکستان کے درمیان ۱۹۶۳ء میں سرحدوں کے تعین کے ایک معاہدہ پر دستخط اور اس کے بعد آئندہ سال برلن کے ساتھ سرحدوں کے تعین کے معاہدہ کی تکمیل شامل ہیں۔ بعد ازاں اپریل ۶۴ء میں بھٹو صاحب نے جکارتہ میں منعقدہ دوسری افریقا ایشیائی کانفرنس کے لئے وزیر خارجہ کے اجلاس میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔

دو ماہ بعد انھوں نے استنبول میں آر سی ڈی علاقائی تعاون برائے ترقی (ایران، ترکی اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط) کے سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ جولائی ۶۵ء میں انھوں نے الجزائر میں منعقدہ افریقا ایشیائی وزیر خارجہ کانفرنس میں حصہ لیا اور اس کے بعد قاہرہ میں منعقدہ پاکستان متحدہ عرب جمہوریہ، انڈونیشیا اور عوامی جمہوریہ چین کے سربراہوں کی کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔

۱۹۶۶ء میں تاشقند کانفرنس کے بعد ذوالفقار علی بھٹو ایوب حکومت سے مستعفی ہو گئے اور ۱۹۶۷ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان پیپلز پارٹی کی مندرجہ ذیل نصب العین کے ساتھ تشکیل کی :

- ۱۔ اسلام ہمارا مذہب ہے۔
- ۲۔ جمہوریت ہماری سیاست ہے۔
- ۳۔ سوشلزم ہماری معیشت ہے۔
- ۴۔ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

اس یقین کے بعد کہ حکومت عوام کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی مسائل پر عوام کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۶۸ء میں ایوب خاں کی حکومت کیخلاف

عوام کی تحریک کی قیادت کی۔ حکومت نے ان کی تحریک کو ختم کرنے کی کوشش کے تحت جناب بھٹو کو نومبر ۱۹۶۸ء کو جیل میں ڈال دیا۔

۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو بالغ راستے وہی کی قیاد پر ملک میں انتخابات ہوئے۔ ووٹوں کی گنتی سے ظاہر ہوا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی نے ووٹنگ کے روایتی قبائلی نظام کو پارہ پارہ کر دیا۔ عوام کو بیدار کر دیا اور عوام کو احساس دلایا کہ سماجی، اقتصادی اصلاحات سے ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوگا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی نے مغربی پاکستان میں قومی اسمبلی کی ۱۳۸ نشستوں میں سے ۸۲ نشستیں جیتی اور پنجاب سندھ سرحد اور بلوچستان کی صوبائی اسمبلیوں کی ۲۳ نشستوں میں سے ۲۲ نشستیں حاصل کیں۔ خود جناب بھٹو لاہور، ملتان، لاڑکانہ، پیرن اور ٹھٹھہ کے انتخابی حلقوں سے بیک وقت ۵ نشستوں پر منتخب ہوئے۔

ذوالفقار علی بھٹو نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۰ء کو ۴۴ سال کی عمر میں اس وقت پاکستان کی صدارت کا عہدہ سنبھالا جب یحییٰ خاں عوام کے غم و غصہ سے بچنے کے لئے عہدہ صدارت چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے اور پاکستان کے داخلی امور میں بھارت کی مسلح مداخلت کے نتیجے میں ملک دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ جناب بھٹو نے یحییٰ خاں کے بعد صدارت کے ساتھ ساتھ چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کی ذمہ داری بھی سنبھالی مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کی تیاریوں کا کام بھی شروع کر دیا اور اس کے پہلے قدم کے طور پر مارشل لا کی جگہ ملک کو ایک عبوری آئین دیا۔ اپریل ۱۹۷۱ء میں جب قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا تو ذوالفقار علی بھٹو کو صدر منتخب کر دیا تھا انہوں نے عبوری آئین نافذ کر کے مارشل لا اٹھالیا۔ پاکستان کے سربراہ مملکت اور اعلیٰ ترین مشنم کی حیثیت سے قومی اسمبلی سے انہوں نے متفقہ اعتماد کا ووٹ حاصل کیا۔

جنگ کے صرت ۶ ماہ بعد جناب بھٹو نے شملہ میں مذاکرات کی میز پر وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو مغربی پاکستان ۱۷ کی جنگ میں کھو چکا تھا جس میں پانچ ہزار مربع میل علاقہ بھی شامل تھا۔ اور یہ سب کچھ انہوں نے کشمیر پر پاکستان کے موقف سے دستبردار ہونے بغیر حاصل کیا۔

پاکستان سپینز پارٹی نے اکثریت میں ہونے کے باوجود آئین پر مکمل اتفاق رائے حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد کے لئے پارٹی نے قومی اسمبلی میں نمائندگی کرنے والی تمام

دوسری سیاسی جماعتوں سے مذاکرات کئے۔ چنانچہ آئین اتفاق راستے سے پاس ہوا۔ اس آئین کے تحت ۲ اگست ۱۹۷۳ء کو جناب بھٹو وزیر اعظم منتخب ہوئے اور اس کے دو روز بعد آپ نے یہ منصب سنبھالا۔

فلسطین کے عوام کا مفاد ذوالفقار علی بھٹو کو ہمیشہ عزیز رہا ہے جس کا اظہار آپ ۱۸ اکتوبر کو تہران کی ایک پریس کانفرنس میں کسے ہیں۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو آرٹ اور ادب سے بھی شغف رکھتے ہیں جب کبھی انھیں وقت ملتا ہے تاریخ اور حاضرہ حالات سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنے ذوق کی تسکین کرتے ہیں آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں: ”منہر آن انڈی پنڈنس“ دی لار آف دی سیر فائنڈ“ دی پرنسپل سچریشن ان پاکستان“ دی گرینڈ ٹریجڈی“ پاکستان اینڈ دی الائنمنٹ“ پیس کیپنگ“ ہائی دی ری این اور“ پالیٹکس آف دی پیپل“ قابل ذکر ہیں۔

سفرِ اخوت

جناب ذوالفقار علی بھٹو کو صدارت کی کرسی سنبھالنے کے ساتھ ہی جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں تاہم ان کا ایک کارنامہ تو یہ کہیے کہ انہوں نے اس سیاسی و سفارتی خلا کو پر کر دیا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت نے بہت شکست دی تھی۔ اندرون ملک و بیرون ملک بھارت جو سب سے بڑا ہتھیار ہمارے خلاف استعمال کیا کرتا تھا وہ کند ہو گیا۔ کیونکہ اب وہ یہ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا کہ پاکستانی عوام تو فوجی آمروں کے تسلط سے پسے جا رہے ہیں۔ جناب بھٹو نے اس بنیادی بات پر بھی اپنی اولین توجہ مبذول کی کہ انھوں نے اپنی حیثیت کو عالمی برادری میں تول کر دیکھا۔ کہ پوری دنیا میں وہ کس پڑے میں گریں تو ان کا وزن سب سے زیادہ موثر و کارگر قوت کے طور پر محسوس کیا جائے گا۔

جیسے ہی انھیں اندرونی نظم و نسق کے بھٹیڑوں سے قدرے سانس لینے کی فرصت ہوئی تو انھوں نے برادر ملک ایران کے شہنشاہ اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی کو مشورہ کے لئے پاکستان آئے کی دعوت دی اور پھر دوسرے ہمسایہ مسلمان برادر ملک افغانستان کے اعلیٰ حضرت شاہ ظاہر شاہ سے ملاقات کے لئے وہ خود کابل چلے گئے اس کے بعد انھوں نے وسیع پیمانے پر دوسرے مسلمان ملکوں کے سربراہوں سے صلاح و مشورہ کا بیڑا اٹھایا اور مشرق وسطیٰ اور شمال افریقہ کے ملکوں کا صرف پانچ دن کے اندر دورہ مکمل کر کے وطن لوٹ آئے۔ اور دو روز قیام کے بعد وہ ایک عظیم تر ہمسائے اور دوست ملک چین کے سربراہوں سے باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت کے لئے ۲۱ جنوری کو پکنیگ روانہ ہو گئے۔ ایران، ترکیہ، مراکش، تیونس، الجزائر، مالدیپ، مصر اور شام جیسے اہم ترین آٹھ مسلمان ملکوں کے دورے پر جناب بھٹو ۲۴ جنوری کو روانہ ہوئے اور ۲۸ جنوری تک تین برسوں میں پانچ دن کے اندر دس ہزار میل سے زائد کا فاصلہ طے کیا۔ جناب بھٹو نے مسلمان ملکوں کے دورے پر انقرہ روانہ ہونے سے پہلے کراچی میں تاجروں

کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ وہ عید کے موقع پر ملک سے باہر ہوں گے۔ کیونکہ ان کے نزدیک قومی وقار بحال کرنے سے پہلے کسی قسم کی عید یا خوشی کسے تقریب منانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نے قوم سے کہا کہ وہ پاکستان کی پاکیزہ پیشانی سے بدنامی کا داغ مٹانے میں ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ آپ نے یہ اعلان کیا کہ وہ جب تک قومی وقار کو بحال نہیں کر دیتے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ چنانچہ انہی احساسات و جذبات کو اپنے سینے میں دفن کئے پاکستان کا یہ سوگوار زخم خوردہ اور بے چین صدر اپنے برادر ملکوں کے عوام کے لئے سیما بی کیفیات کے تحفے دامن تار میں سمیٹے کماچی کے ہوائی اڈے پر پہنچا۔ جہاں پر روانگی سے پہلے پون گھنٹہ تک روسی سفیر سے بات چیت کی۔ اور اسے یہ منوانے کی کوشش کی کہ روس ان کے غیر ملکی دورہ کی تکمیل تک نام نہاد بنگلہ دیش کا ڈھونگ تسلیم کرنے سے گریز کرے۔ آپ نے اپنے ملک کی وکالت کرتے ہوئے روسی سفیر سے کہا کہ "میرا ملک ہیشمار مشکلات میں پھنسا ہوا ہے اس لئے جب تک یہیں مشرقی پاکستان کے لیڈروں سے براہ راست معاملات طے کرنے کا موقع نہیں ملتا، روس کو چاہیے کہ وہ پاکستان کو اپنے بائے میں خوش فہمی کے احساسات برقرار رکھنے کا موقع دے۔ تاہم روسی سفیر سے اس گفتگو کے بعد صدر بھٹو کا بڑنگ طیارہ صبح۔ ایکڑ ۵ منٹ پر انقرہ کے لئے پرواز کر گیا۔ اور راستے میں کچھ دیر کے لئے تہران کے ہوائی اڈے پر اترا۔

ایران

ایران کے شہنشاہ اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی نے تہران کے ہوائی اڈے پر جناب بھٹو کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اگرچہ تہران میں اس وقت سخت بریباری ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود شہنشاہ اپنے معزز مہمان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ایرانی وزیر اعظم جناب عباس ہمدانی بھی ان کے ساتھ تھے۔ دونوں ملکوں کے رہنماؤں میں سے ڈیڑھ گھنٹہ کی طویل بات چیت اس امر کی غماز تھی کہ دونوں ملکوں کے سربراہوں کو باہمی دلچسپی کے امور پر سخت سوچ بچار کی اشد ضرورت تھی۔ موسم کی شدت کا اندازہ اسی بات

سے لگایا جاسکتا تھا کہ وہاں پر درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی ۱۶ درجہ کم تھا۔ لیکن دونوں ملکوں کے سربراہوں نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ ان کے سینے محبت و خلوص کی گرمی و تپش سے برف نہ پڑے اور دشمنان اسلام کے پھیلاتے سازشوں کے بحال نہ رہیں۔ چنانچہ ان کی مانند اڑا کر رکھ دیں گے۔ جس وقت صدر بھٹو کا طیارہ تہران کے ہوائی اڈے پر اترا تو شہنشاہ ایران نے کے خصوصی دستے نے گاڑ آتے ہی پیش کیا۔ جناب بھٹو کے استقبال کے لئے روس، برطانیہ، اور متحدہ مسلمان ملکوں کے سفیر ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ ایران میں مقیم پاکستانی باشندے بھی بھاری تعداد میں اپنے صدر جناب بھٹو کی دید کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جناب بھٹو کا طیارہ فقہا میں نمودار ہوا تو ہوائی اڈہ جناب بھٹو زندہ باد، پاکستان پائندہ باد اور شہنشاہ ایران تابندہ باد کے فلک شکافت نعروں سے گرج اٹھا۔

جناب بھٹو طیارے سے اترتے ہی سب سے پہلے پاکستانی باشندوں سے ملنے کے لئے ان کی طرف پلکے، جس سے مجمع بے قابو ہو گیا اور فرط جذبات سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو مرتی بکڑ چکے۔ بہت سے جوشیے پاکستانی طالب علم دیوانہ وار ہمارے صدر زندہ باد کے نعروں سے لگاتے رہے۔ شہنشاہ اور جناب بھٹو دونوں کس منٹ تک ان جوشیے نہ جوازوں کے زنجیر میں رہے۔ دونوں ملکوں کے سربراہوں میں بعد ازاں ایک گھنٹہ تک اپنے مشیروں کی موجودگی میں گفتگو ہوئی اور نصف گھنٹہ تک دونوں سربراہوں نے علیحدگی میں بات چیت کی۔

ایران اور پاکستان کے سربراہوں کی بات چیت مکمل ہو جانے کے بعد ایک مشترکہ اعلان جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان حالیہ جنگ کے دوران میں دونوں ملکوں سے جن افراد کو قیدی بنایا گیا ہے انہیں جلد از جلد واپس بھیج دیا جائے۔ جنرل اسمبلی کی ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء اور سلامتی کونسل کی ۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء کی قراردادوں کا احترام کیا جائے۔ اور ان پر بلا تاخیر عمل کیا جائے۔ اعلامیہ میں مزید کہا گیا کہ اس علاقے کے ملکوں کو اپنے مسائل حل کرنے کے لئے طاقت کے استعمال کے گریز کرنا چاہیے۔ دونوں ملکوں کے سربراہوں نے اقوام متحدہ کے نمبر ملکوں پر بھی زور دیا کہ وہ پاکستان اور بھارت کے درمیان

پا تیار امن کے قیام، مستقل جنگ بندی اور بین الاقوامی سرحدوں کے احترام میں دونوں ملکوں کی فوجوں کی اپنے اپنے علاقوں میں واپسی کے لئے موثر طور پر کوشش کریں اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل کی منظور کردہ متعلقہ قرار دادوں پر عمل درآمد کرانے کی جدوجہد کریں۔ دونوں سربراہوں نے اس امر پر بھی اتفاق کا اظہار کیا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین آئندہ تعلقات کا فیصلہ دونوں حصوں کے منتخب نمائندوں کے درمیان مذاکرات کے ذریعے ہونا چاہیے۔ اور اس بات حیت میں کوئی غیر ملکی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔

پی آئی اے کا بزنس طیارہ جناب بھٹو اور ان کی جماعت کے دوسرے ارکان جن میں نصرت بھٹو، جناب بھٹو کے خصوصی معاون مسٹر رفیع رضا اور وزارت امور خارجہ کے سیکرٹری جناب سلطان محمد خاں پاک فضائیہ کے سربراہ انڈیا مارشل اے رحیم اور پی آئی اے کے مینیجنگ ڈائریکٹر انڈیا مارشل ظفر چودھری کے علاوہ آٹھ خبر رساں ایجنسیوں اور اخباروں کے نمائندے بھی شامل تھے کہ لے کر جب انقرہ پہنچا تو وہاں پر بھی موسم سخت خراب تھا اس لئے انقرہ سے تقریباً ۴۵ میل کے فاصلے پر ایک فوجی ہوائی اڈے پر مہمان طیارے کو اترنے کا اشارہ دیا گیا۔ جو نہی طیارہ فضا میں نمودار ہوا تو نیچے عوام و خواص کے جم غفیر سے فلک شکات نعروں کی صدا میں آسمان کو چیرنے لگیں۔ طیارہ اڈے پر اترا تو سب سے پہلے جناب بھٹو دروازے پر نمودار ہوئے۔ اور اس کے ساتھ ہی عظیم ترکیہ کی سرزمین تہذیبوں کی گھن گرج سے جوش مسرت کے ساتھ تھر تھراتے لگی۔ ترکیہ کے عظیم عوام کی طرف سے اپنے دوست پاکستان کے منتخب صدر کو ۲۱ تہذیبوں کی سلامی دی گئی۔ بعد ازاں ترکیہ کی تینوں مسلح افواج کے چاق و چوبند دستوں نے صدر پاکستان کو نہایت ہی جوش و خروش کے ساتھ گارڈ آف آنر پیش کیا ہوائی اڈے پر ترکیہ کے بزرگ رہنما اور بوڑھے صدر جناب جودت ثنائی وزیر اعظم جناب ارم اور اعلیٰ حکام موجود تھے ہر طرف بڑی باری کے سبب سفیدی کی چادر بچھی ہوئی تھی شدید سردی ہواؤں کے جھونکے جسموں پر ٹھوکریں لگا رہے تھے۔ لیکن سن رسیدہ بوڑھے ترک صدر جودت ثنائی بخ بستہ ہواؤں میں کھڑے تھے۔ ان کی اہلیہ بھی بیگم بھٹو کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے پر موجود تھیں ان کے خلوص و محبت کا اندازہ تو اس بات سے لگایا جاسکتا تھا کہ واپسی پر بھی

شدید سردی برف باری اور یخ بستہ ہواؤں کے باوجود جناب جودت ثنائے ہوائی اڈے پر جم کر کھڑے رہے۔ صد بھٹونے ان سے درخواست بھی کی کہ وہ موسم کی خرابی کے سبب واپس تشریف لے جائیں لیکن طیارہ فصائیں بلند ہوتے تک وہ نیچے کھڑے ہاتھ ہلا کر جناب بھٹو اور ان کی جماعت کو الوداع کہتے رہے ان کی بیگم بھی برابر اپنے واجب الاحترام شوہر کے پہلو میں کھڑی رہیں۔

ترکیہ

جناب بھٹو نے ہوائی اڈہ سے مختلف تقریبات میں شمولیت کے بعد سب سے پہلے انقرہ پہنچ کر جدید ترکیہ کے بانی جناب مصطفیٰ کمال آتاترک کے مزار پر حاضری دی ازاں بعد وہ ترکیہ کے ایوان صدر پہنچے جہاں انھوں نے میزبان صدر سے فوری طور پر بات چیت شروع کر دی۔ وزیر اعظم ارم اور ترک وزیر خارجہ بھی اس گفتگو میں شریک ہوئے۔ جناب بھٹو کے ساتھ بات چیت میں ایئر مارشل اے جیم اور پاک وزارت خارجہ کے سیکرٹری جناب سلطان محمد خاں شریک تھے۔ رات کو صدر ثنائے ہمان صدر کے اعزاز میں ایک پرتار ضیانت کا اہتمام کیا جس میں حزب اختلاف کے سب سے بڑے بزرگ رہنما خصوصاً جناب آتاترک کے دست راست جناب عصمت انزلی بھی شریک تھے۔

جناب بھٹو کو جبرہنی جناب عصمت انزلی سے ملا یا گیا تو وہ میرا بیٹا کہتے ہوئے صدر سے لپٹ گئے اور پھر ترکیہ کے معمر ترین سیاست دانے اور عظیم قومی رہنما جناب عصمت انزلی کی آنکھوں میں آنسو اڑ آئے۔ جذبات عقیدت و احترام کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت دنیا پیش کر سکتی ہے؟ بزرگ رہنما کے آنسوؤں کا یہ نذرانہ پاکستان کے لئے اتنا قیمتی ہے کہ ہم اسے کبھی نہیں بھلا سکتے اس لئے سے

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے

وفا تم ہو تو یہ مٹی بہت عزیز ہے ساقی

جناب بھٹو نے عثمانہ میں معزز میزبانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ ہمارے

اپنے عظیم ترین دوست اور برادر ملک ترکیہ میں اپنے بھائیوں کے سامنے یہ اعتراف کرتے ہوئے
 دلی بوجھ لگا محسوس کر رہا ہوں کہ ہمیں سخت ترین ہزیمت و ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن
 یہ سب کچھ ہماری اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ہوا۔ اگر ہم وہ غلطیاں نہ کرتے تو
 پاکستان کے خلاف تباہی کی سازش کبھی کامیاب نہ ہوتی۔ آپ نے کہا کہ ہمارے خلاف سب سے
 پہلے قومی جارحیت کا ارتکاب کیا گیا۔ اور آج ہمیں سیاسی اور سفارتی جارحیت کا نشانہ بنایا
 جا رہا ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کے دوست ملک ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ اور ہمیں
 غیر ملکی دباؤ سے آزاد رکھتے ہوئے ہمارے مسائل حل کرنے میں مدد دیں۔

جناب بھٹو نے انقرہ میں ترک وزیر خارجہ کی قیام گاہ پر پریس کانفرنس سے بھی خطاب
 کیا اور مختلف سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ روس بھارت دفاعی معاہدے نے بڑے عظیم
 پاک و ہند کو سخت بحران کی کیفیت سے دوچار کر دیا ہے۔ نئی صورت حال میں پاکستان ہو سکتا ہے
 کہ سنٹر یا سینٹر اور دوسرے معاہدوں پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو جائے آپ نے کہا کہ ان
 معاہدوں پر پاکستان کی قومی اسمبلی میں ہی کوئی حتمی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اخبار نویسوں کو
 بتایا کہ ویسے میری پارٹی ایسے معاہدات کے پہلے ہی خلاف ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں صدر بھٹو نے کہا کہ مسز انڈرا گاندھی اور شیخ مجیب الرحمن
 کے ساتھ کسی مشترکہ بات چیت کا کوئی جواز موجود نہیں ہے۔ تاہم وہ بھارت سے برابری اور
 حق و انصاف کی بنیاد پر بات چیت کے لئے ہر وقت تیار ہیں اور شیخ مجیب الرحمن سے بھی کسی
 بیرونی دباؤ کے بغیر الگ گفتگو ہی کو وقت کا تقاضا تصور کرتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ مجھے قومی
 امید ہے کہ اگر عالمی برادری دونوں بازوؤں کے منتخب رہنماؤں کو باہمی مشاورت اور بات چیت
 کا موقع فراہم کر دے تو ہم آپس میں کسی تصفیہ پر پہنچتے ہیں کامیاب ہو جائیں گے۔ دونوں
 بازوؤں کے تعلقات اس گفتگو کے بعد یقیناً بحال ہو جائیں گے۔ آپ نے کہا کہ پاکستان کا حصہ
 دونوں حصوں کے عوام کی مشترکہ جدوجہد کا ثمرہ ہے اس لئے عارضی واقعات و حادثات انہیں
 مستقل طور پر ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے۔ آپ نے دنیا بھر کے ملکوں کو یہ مشورہ
 دیا کہ ان حالات میں وہ "بگلمہ ویشے" کو تسلیم کر کے ہمیں نئی مشکلات میں پھنسانے سے گریز کریں

آپ نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمن سے ہماری بات چیت اس وقت تک سرد مند نہیں ہو سکتی۔
جب تک بھارت کی فوجیں مشرقی پاکستان پر سے اپنا تسلط ختم نہیں کرتیں۔

ترکیہ اور پاکستان کے حدود اور نمائندوں کی بات چیت کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ بھی جاری کیا۔ جس میں اس امر پر مکمل اتفاق و اتحاد کا اعلان کیا گیا کہ برصغیر پاک و ہند میں امن و امان کی بحالی و استحکام کے لئے ضروری ہے کہ جنرل ایل کی دسمبر ۱۹۷۱ء کی قرارداد پر بلا تاخیر عمل کیا جائے۔ اقوام متحدہ کے رکن ممالک کا فرض ہے کہ وہ ایسی فضا پیدا کرنے میں مدد دیں کہ دونوں ممالک کے مابین مستقل جنگ بندی کی راہ ہموار ہو سکے۔ اس مقصد کے تحت یہ ضروری ہے کہ دونوں فوجیں اپنی مسلمہ بین الاقوامی حدود کے اندر واپس چلی جائیں۔ جموں و کشمیر میں بھی سابقہ جنگ بندی لائن کا احترام کرتے ہوئے دونوں ملکوں کی فوجیں متنازعہ علاقہ خالی کر دیں۔ مشترکہ اعلامیہ میں اس امر پر بھی زور دیا گیا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے منتخب رہنماؤں کے سرپرستوں کے بغیر آپس میں گفتگو کا موقع دیا جائے اور بھارت کو چاہیے کہ وہ ایسی بات چیت سے پہلے اپنی فوج مشرقی پاکستان سے نکال دے۔

ترکیہ کا دورہ مکمل کر کے جب ۲۵ جنوری کو پاکستان کے صدر اپنی جماعت کے ہمراہ انقرہ سے رباط (مراکش) روانہ ہوئے تو کچھ ہی فاصلے پر ان کی جماعت کے کسی رکن نے ریڈیو پر یہ خبر سنی کہ روس نے نام نہاد جنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا ہے اگرچہ پاکستان کے اس وقت کے صدر اور عوام کے لئے یہ خبر حیران و تعجب خیز نہیں تھی لیکن پھر بھی اس خبر کی اہمیت اور اس سے پیش آمدہ اثرات پر فوری غور و خوض کا تقاضا تھا کہ اس کی بلا تاخیر تصدیق یا تردید ہو تاکہ مراکش پہنچتے ہی ہوائی اڈے پر موجود اخبار نویسوں کے سامنے جناب بھٹو اپنے اثرات اطمینان سکون کے ساتھ ظاہر کر سکیں۔ چنانچہ ہوائی جہاز کو واپس انقرہ لایا گیا اور نقضاً سے پاکستانی سفارت خانے کے ساتھ ریڈیائی رابطہ قائم کیا گیا۔ پرن گھنٹہ تک صدر کا طیارہ انقرہ کی فضا میں چکر لگاتا رہا جس کے بعد ہمارے سفارت خانے نے خبر کی تصدیق کر دی گویا کہ ایک عالمی سازش ہے روس کے کردار کی بھی تصدیق ہو چکی تھی جس کے بعد صدر پاکستان کا طیارہ پھر سے اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔

مراکش

جناب بھڑپی آئی اے کے خصوصی طیارے میں بدھ ۲۶ جنوری کو انقرہ سے مراکش کے دارالحکومت رباط پہنچے۔ تریوں عکس سرور ہا تھا کہ تاریخ نے اپنے دھارے کو بدل ڈالا ہے۔ کیونکہ مراکش کی قومی تاریخ میں پہلی بار یہ واقعہ پیش آیا کہ مراکش کے شاہ حسن ہوانی اڈے پر جناب بھڑپی کے استقبال کے لئے بہ نفس نفیس موجود تھے۔ پروڈکٹر کے مراکش قواعد کے تحت بادشاہ کبھی اپنے محل سے باہر جا کر کسی بھی مہمان کا استقبال نہیں کیا کرتا۔ بلکہ غیر ملکی مہمان ہمیشہ شاہ کے محل میں پہنچ کر ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ مراکش کے شاہ نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ صدر پاکستان کا استقبال کیا، جس کے بعد دونوں سربراہوں میں نہایت ہی دوستی اور اخوت کی فضا میں بات چیت شروع ہو گئی۔

جن اصحاب نے اس گفتگو میں شرکت کی ان میں جناب بھڑپی کے خصوصی معاون جناب رفیع رضا، وزارت خارجہ کے سیکرٹری جناب سلطان محمد خاں، مراکش میں پاکستان کے سفیر جناب طیب رحیم، وزارت خارجہ کے ڈائریکٹر جنرل جناب محمد یونس اور مراکش کی جانب سے وزیر اعظم کریم عمرانی۔ وزیر خارجہ جناب بہینتی، ٹاسی کا بینہ کے ڈائریکٹر جناب احمد عکس اور وزارت خارجہ کے مستقل سیکرٹری جناب ابی سقال شامل تھے۔

مراکش کے شاہ حسن ثانی نے اس امر پر بے پایاں مسرت کا اظہار کیا کہ وہ ان کی حکومت اور عوام، برادر ملک پاکستان کے صدر اور ان کی بیگم کا مراکش کی تاریخ میں پہلی بار استقبال کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پاکستان کے ساتھ مراکش کے گہرے تاریخی، ثقافتی، اقتصادی اور دینی رشتے ہیں اس لئے دونوں ملکوں کے یہ بندھن ابدی حیثیت رکھتے ہیں۔

دونوں ملکوں کے سربراہوں اور وفد نے باہمی دلچسپی کے امور پر نہایت ہی دوستانہ اور قریبی برادرانہ ماحول میں بات چیت کی اور محسوس کیا کہ دونوں کے نظریات میں نہایت وسیع پیمانے پر ہم آہنگی اور فکر و خیال میں یگانگت موجود ہے۔ چنانچہ بات چیت کے بعد جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا اس میں انہی احساسات کے اظہار کو اولیت دی گئی اور کہا گیا کہ دونوں

ملک بین الاقوامی معاملات و مسائل کے حل میں یکساں خیالات و نظریات کے حامل ہیں۔ دونوں ملکوں کے نزدیک یہ انتہائی ضروری ہے کہ قوموں کی برادری بین الاقوامی امن و امان کے قیام کے لئے اقوام متحدہ کے چارٹر پر عمل درآمد کرتے ہوئے ملکوں کی سالمیت و یک جہتی کی خاطر ایک دوسرے کے معاملات میں ہرگز مداخلت نہ کرے۔ برعظیم پاک و ہند کے معاملات کے منصفانہ تصفیہ کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہیں ہے کہ دونوں ملک ایک دوسرے کے علاقوں سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں اور جنگی قیدیوں سے انسانی سلوک روا رکھیں اور ان کی فوری واپسی کا اہتمام کریں۔

مشترکہ اعلامیہ میں یہ بھی کہا گیا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین براہ راست رابطے کے لئے دونوں حصوں کے منتخب نمائندوں کو غیر ملکی مداخلت اور دباؤ کے بغیر بات چیت کا موقع ملنا چاہیے۔

مشرقی وسطے کے معاملے میں بھی دونوں ملکوں نے برادر عرب ممالک کے موقف کی حمایت کا اعلان کیا اور انہیں بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور کہا کہ عربوں کے علاقے سیردیس سے تسلط سے غیر مشروط طور پر آزاد ہوئے چاہئیں۔ افریقہ میں موجودہ حکومت کو امن عالم کے لئے خطرہ قرار دیتے ہوئے دونوں سربراہوں نے کہا کہ افریقہ ابھی تک غیر ملکی تسلط سے آزاد ہونے کی جدوجہد میں مصروف ہے اور اس کی تحریک آزادی میں وہ مغلوب و مظلوم قوموں کے ساتھ ہیں۔

الجزائر

جناب ذوالفقار علی بھٹو ۲۵ جنوری کی شام کو مراکش سے الجزائر کے دارالحکومت الجزائرہ پہنچے تو الجزائر کے سخت جان و سخت کوشش مجاہد صدر حوری بومدین نہایت ہی ہتیاہی کے ساتھ ان سے بغل گیر ہوئے۔ اگلے روز جناب بھٹو اور ان کی جماعت نے نماز عید الجزائرہ کی جامع مسجد میں ادا کی جہاں ملت اسلامیہ کے اتحاد و ترقی کی خاص طور پر دعائیں مانگی گئیں۔ الجزائر کے مفتی اعظم نے اپنے خطبے میں کہا کہ تمام مسلمان ملکوں کو صرف اتحاد اپنا مقصد قرار دے دینا چاہیے۔ کیونکہ اس کے بغیر امت مسلمہ کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا۔

کہ وقت آگیا ہے کہ اب دنیا کے مسلمان ملک ایک ہی مقصد کے تحت مشترکہ جدوجہد کرنے کو اپنا شعار بنالیں۔ مفتی اعظم نے کہا کہ عربوں کو یہودیوں کے ہاتھوں اور پاکستان کو بھارتی سارج کے ہاتھوں جو ہریت و مذمت اٹھانی پڑی وہ سخت تکلیف دہ ہے۔ نماز عید کے بعد دونوں سربراہ الجزائر شہر کے قبرستان گئے اور فاتحہ پڑھی۔ قبل ازیں الجزائر کے صدر بومدین نے جناب بھٹو کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے پر اخبار نویسوں کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں پاکستان کے عوام کے قومی وقار بحال کرانے کی کوششوں میں الجزائر کی حمایت کا مکمل یقین دلاتا ہوں کیونکہ ہم جھگڑوں کو تشدد کے ذریعے سلجھانے کے مخالف ہیں آپ نے کہا کہ پاکستان اور الجزائر کے تعلقات ہمیشہ اچھے رہے اور اب یہ اور بھی مستحکم ہو جائیں گے۔ رات کے وقت جناب بھٹو کے اعزاز میں صدر بومدین کی طرف سے ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا اور بات چیت بھی ہوئی الجزائر اور پاکستان کے سربراہوں کی بات چیت کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ دونوں ملک اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق ملکوں کے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت کے مخالف ہیں۔ اور ان کے نزدیک بین الاقوامی جھگڑوں میں طاقت کا استعمال قطعی طور پر اس عالم کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ دونوں ملک قوموں کے علاقائی استحکام اور بین الاقوامی حدود کے احترام پر یقین رکھتے ہیں اور دونوں کا خیال ہے کہ عظیم پاک و ہند میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک دوسرے کے علاقوں سے فوجیں نہیں نکالی جائیں اور جنگی قیدیوں کو واپس نہیں کیا جاتا۔

دونوں ملکوں نے اس امر پر بھی اتفاق کا اظہار کیا کہ غیر ملکی مداخلت نے عظیم پاک و ہند کے معاملات کو الجھا دیا ہے۔ اور پاکستان کے دونوں حصوں کے لیڈروں میں بھی بات چیت میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

دونوں ملکوں نے فلسطینی عوام کو بھی ان کی جدوجہد آزادی میں بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور افریقہ کی موجودہ صور حال پر زبردست تشویش کا اظہار کیا۔

دونوں ملکوں نے باہمی تعلقات کو مضبوط تر کرنے اور بڑھاتے پر بھی خاص طور پر زور دیا۔ صدر بومدین نے جناب بھٹو کو ایک بار پھر الجزائر کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔ جب کہ

وہ خود پاکستان کا دورہ کرنے کی دعوت پہلے ہی قبول کر چکے ہیں۔

تیونس

الجزائر سے ۲۶ جنوری کو ہی صدر پاکستان تیونس دارالحکومت پہنچے تو ہوائی اڈے پر تیونس کے وزیر اعظم جناب ہادی لزنی نے ان کا استقبال کیا۔ بہت سے دوسرے تیونسے رہنما اور اعلیٰ ترین افسر بھی اس موقع پر موجود تھے۔ ازاں بعد جناب بھٹو سیدھے ایوان صدر گئے۔ اور تیونس کے معمر ترین سیاست دان راہنا ۶۹ سالہ جناب حبیب بورقیہ جتینی دیر بھی جناب بھٹو سے ہمکلام رہے۔ ان کی آنکھیں ساون بھادوں کی بھڑی کی مانند آنسوؤں کا سیلاب اگلتی رہیں جناب بورقیہ کی یہ کیفیت اور ان کی عمر کا ہی یہ تقاضا تھا کہ وہ صدر بھٹو کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے پر خود پہنچنے کی سمیت نہ کر سکے۔ جناب بورقیہ یوں زار و قطار رو رہے تھے جیسے پاکستان پر گزرنے والے حادثات خود ان ہی پر گزرے ہوں۔ ان کی کیفیت درد راز ملکر سے کی باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت میں تاریخی حیثیت سے لاثانی تھی۔

لیبیا

عید کے دن ہی جناب بھٹو انہی جماعت کے ہمراہ الجزائر اور تیونس کا دورہ مکمل کر کے لیبیا کے دارالحکومت طرابلس (تریپولی) پہنچے تو ہوائی اڈے پر لیبیا کے جوان سال آتش بجاں ۳۸ سال کا صدر معمر قذافی نے ان کا استقبال کیا۔ دنیا نے قبل ازیں تیونس کے صدر کو زار و قطار متواتر روتے ہوئے دیکھا تھا یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نرم دل ہو گئے تھے۔ اس لئے روتے رہے۔ لیکن نہیں یہاں تو ایک نوجوان اور پیشہ در فوجی صدر معمر قذافی نے آگے بڑھ کر نہایت گرمجوشی سے جناب بھٹو کو بازوؤں میں لپیٹ لیا اور پھر ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ لیبیا پہنچ کر جناب صدر بھٹو نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی قوم کے نام عید کا ایک پیغام بھیجا جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ ”ہم شکست کا داغ مٹانے بغیر عید کی خوشیاں منیں نہ سکیں گے آپ نے یہ بھی کہا کہ ”ہماری قوت کا انحصار تعداد پر نہیں اتحاد پر ہے۔“

جناب معمر القذافی اور جناب بھٹو کے مابین بات چیت شروع ہوئی۔ جس کے بعد ایک طویل مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا۔ جس میں مشترکہ مفادات کے تمام مسائل پر سیر حاصل تبصرہ اور دونوں ملکوں کے مشترکہ و متحدہ موقف کی وضاحت کی گئی۔ دونوں ملکوں نے عالمی برادری سے یہ درخواست کی کہ وہ برعظیم پاک و ہند میں حالات معمول پر لانے میں اپنا فرض سرگرمی سے ادا کریں۔ دونوں ملکوں نے برعظیم مقبوضہ علاقوں سے فوجیں واپس لانے اور جنگی قیدیوں کی واپسی پر بھی زور دیا۔ انہوں نے اس امر پر بھی اتفاق کا اظہار کیا کہ پاکستان کے دونوں حصوں کے مستقبل کا فیصلہ باہمی رضامندی اور بات چیت سے ہونا چاہیے جس کے لئے منتخب رہنماؤں کی آپس میں بات چیت ضروری ہے فلسطین اور افریقہ کے مسائل پر بھی دونوں ملکوں نے یکساں موقف کا اظہار کیا۔ اس کے بعد جناب بھٹو جب شام کے دورے پر گئے تو ان کا گرہ بخشی سے استقبال کیا گیا۔

شام

جناب بھٹو اور حافظ الاسد کے مابین گفتگو کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ برعظیم میں پائیدار جنگ بندی کے لئے اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل ضروری ہے اعلامیہ میں مزید کہا گیا کہ دونوں سربراہوں نے برادراتہ مفاہمت کی قضا میں برعظیم کے حالیہ واقعات پر تبادلہ خیالات کیا۔ شام کی حکومت اور عوام نے پاکستان کی جو حمایت کی ہے جناب بھٹو نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ دونوں سربراہوں نے کہا کہ جنگی قیدیوں اور شہریوں کے ساتھ انسانی حذبہ اور جنسیت کے مطابق سلوک کیا جائے انہوں نے عرب علاقوں سے اسرائیلی فوجوں کے فوری انخلا پر بھی زور دیا۔ جناب حافظ الاسد نے پاکستان کا دورہ کرنے کی دعوت بھی منظور کر لی۔

شام سے واپسی سے قبل جناب بھٹو نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور کہا کہ اگر شیخ مجیب الرحمن چاہیں اور مشرقی پاکستان میں قومی شکست کے اسباب کی تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر کریں تو پاکستان ایسی کارروائی میں پورا تعاون کرے گا۔ آپ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ۳۰ ہزار پاکستانیوں کی موت تو بہت بڑی بات ہے۔ مجھے تو ایک پاکستانی کی موت پر

بھی سخت صدمہ ہوتا ہے۔ تاہم آپ نے کہا کہ حکومتیں اپنی مصالحتوں کے مطابق ایسے اعداد و شمار جاری کیا کرتی ہیں۔ آپ نے کہا کہ چند افراد کی طاقتوں کی سزا پوری قوم کو نہیں ملنی چاہیے۔ آپ نے کہا کہ اگر پاکستان کی طرف سے کچھ زیادتی ہو تو دنیا چیخ اٹھتی ہے۔ لیکن پاکستان کے ساتھ جو زیادتی مسلسل ہو رہی ہے۔ اس پر یہی "انصاف پسند دنیا" خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے آپ نے کہا کہ یہ زیادتی نہیں ہے کہ ریڈ کراس کے ارکان کو بھی پاکستان کے جنگی قیدیوں سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

جناب بھٹو کو پروگرام کے مطابق سوڈان بھی جانا تھا لیکن وقت کی کمی کے سبب وہ وہاں بھی نہ جاسکے۔ وطن لوٹتے ہوئے راستے میں انہوں نے عراق کے صدر اور عوام کے نام بھی خیر سگالی کا ایک پیغام بھجوایا اور پھر وہ اسلام آباد واپس پہنچ گئے۔

قائد انقلاب

قائد عوام

زندگی شمع کی مانند جلتا ہوں ندیم
بچھ تو جاؤں گا مگر صبح تو کر جاؤں گا

اندھیروں کی بلند و بسیدہ دیواریں روشنی کو روکنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر یہ
اجالے کو نہیں روک سکتیں۔ خدا کی اس زمین پر جہاں اس سے پہلے اندھیروں کی یورش
تھی، اب نہیں ہے۔ اب اجالا ہے، لیکن وہ جواب تک اپنے آپ کو اندھیرے میں
سمجھ رہے ہیں۔ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ یہ اجالے کا نہیں ان کی نظر کا فریب ہے۔ اور
اس اجالے اس نئی سحر کا نام عوامی انقلاب ہے۔ جس کو روکنے کی بہت کوشش کی گئی،
لیکن یہ رکنا نہیں۔ اس کے اجالے امنڈتے ہی چلے آئے ہیں۔ اور ہر طرف مسکتے گنگنا
رنگوں کا ایک طوفان اٹھنے لگا ہے اور بہتی بہتی خوشبودوں کے اس مدوجزر اور انقلاب
کے پس منظر میں گونا گوں خصوصیتوں کی حامل ایک قوت و توانائی متحرک ہے جسے قائد انقلاب
کہا جاسکتا ہے۔ اور یہ جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اسی کے دم خم سے ہوا ہے۔ اس اجالے کی
ایک ایک کرن پر اس کا نام کندہ ہے۔ اور آنے والے وقت کا وقائع نگار اسے نئے افق
نئے آفتاب کے نام سے موسوم کرے گا۔ تاریخ پاکستان اسے ذوالفقار علی بھٹو قائد عوام
کہے گی۔ یہ اور بات ہے کہ سیاسی حقیقت کی سرسامی کیفیت، قوت و اقتدار حاصل کرنے

کی کشمکش کا جنوں، ذاتی پسند و ناپسند کا ہڈیان اور شخصی مفاد پرستی کا تعصب اسے تسلیم نہ کرے
لیکن مسلمات پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نہ حقیقت و واقعیت کو ایسے بدلا جا سکتا ہے
اُل حقیقتیں کبھی بدلا نہیں کرتیں۔ اگر سوچتے، سمجھتے اور دیکھتے سننے کی حسیات میں کوئی نقص
پیدا نہ ہو چکا ہو تو اس سے کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے۔ یہ انقلاب ایک عوامی انقلاب نہیں
جو صرف اس لئے رونما ہوا ہے۔ کہ عبرتوں اور بصیرتوں کا موجب ہوتا کہ ہرے وقت کے
آواز سنیں۔ اور اندھے ابدی و ازل قانون کا ایک نیا معجزہ دیکھ سکیں۔ حق و صداقت کی آواز
کو کوئی قوت نہیں روک سکتی۔ صداقت ہمیشہ سے ایک ابھرتے والا جو ہر ہے جسے جھوٹ کی
جسیم چٹانوں سے دبایا نہیں جا سکتا۔ پاکستان میں مسلمانوں میں اس نئی حرکت کی تاریخ پچھلے چند
سالوں سے شروع ہوتی ہے پھر ذرا غور کیجئے کہ اس نئی حرکت کے بیج کون جگہ پکڑنے، پھرنے
اور ابھر کر طبع ہونے کے لئے کتنی مدت لی ہے اور اسباب ظاہری میں سے کیا سامان تھا جو اسے
میسر ہوا۔ زمین بظاہر ناموافق تھی اور چند آوازوں کے سوا جن کے دبانے کے لئے رسیا نہ د
حاکمانہ اقتدار کی تمام قوتیں مستعد تھیں۔ کون تھا جس نے اس کی آبپاشی کی ہر۔ اقتدار جن ہاتھوں
میں تھا ان میں سے ایک متنفس بھی نہ تھا جس نے ساتھ دیا ہو۔ با ایں ہمہ درخت پیدا ہوا اور
اس کی شاخیں پھیلنے لگیں۔

ایک بہت بڑی بصیرت جس کی صدا اس انقلاب سے نکلتی ہے یہ ہے کہ جو کرٹشیں
حق اور سچائی کے اعلان کے لئے کی جائیں۔ خواہ زمانہ کتنا ہی ان کی مخالفت کرے وہ سب
دریا کی طرح اپنی راہ خود نکال لیتے ہیں اور کبھی ان لوگوں کی محنت خالص نہیں جاتی جو حق و
صداقت کا ساتھ دیتے ہیں۔ کارساز قدرت کا وعدہ ہے کہ وہ کسی کام کرنے والے کا کام ضائع
نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں ہر جگہ یہی فرمایا گیا ہے لہذا وہ تمام حامیان حق و صداقت مبارک باد
کے مستحق ہیں جنہوں نے پچھلے چند سالوں میں قوم میں آزادی خیال اور طلب حقوق کی تحریک پیدا
کرنے میں حصہ لیا۔

حق و صداقت کا اعلان کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لئے بہت بڑے صبر و تحمل اور
نظم و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتنی پاک ہستیاں ہیں جنہوں نے دنیا میں اس کے بیج بوئے

اور اپنی زندگیاں اس کی آبپاشی میں صرف کر دیں پھر کتنے جانفروشان حق و صداقت ہیں جنہوں نے اپنے
 شکستے امید اور خونہائے حسرت و آرزو سے اس بیج کے پودے کو سینچا مگر باایں ہمہ قوم سے
 وہ صلہ نہ پایا جس کے وہ مستحق تھے۔ ان کے خلوص کو عیاری سمجھا گیا ان کی صداقت کو شعبہ بازی
 کا نام دیا گیا۔ ان کی قیادت کی قدر نہ کی گئی جن پر سخت الفاظ کا پتھراؤ کیا گیا سب سے بڑی شدت
 کے ساتھ اختلاف کا اظہار کیا۔ زبان کے پورے زہریلے پن کے ساتھ مخالفت کی۔ یہ کیسی افتاد
 ہے۔ کہ اونچے اٹھے تو نیچے پھلانگ لگانے کے لئے، زمانے سے مہلت بھی پائی تو اپنے ہی خلاف
 سازش اور آپس ہی میں دراندازی کرنے کے لئے۔ یہ کیسی کشاکش ہے جس سے دم گھٹا جا رہا ہے
 اور یہ کیسی کشادہ ہے جس نے گڑھوں پر گہر ہیں ڈال دی ہیں۔ جو سوچا گیا ہے بری طرح سوچا گیا
 ہے جو ہو رہا ہے بہت رسوا کن ہے۔ اب تو یہ بھی نہیں سوچا جا رہا کہ سوچنا کیا ہے ان جھٹلاؤں
 کی سرگزشت کیا ہو گی جن میں رعایت دی گئی ہے تو صرف غاصبوں کو۔ اس پر خاش و پیکار کا انجام
 کیا ہو گا جس میں پناہ دی گئی ہے۔ تو صرف دشمنوں کو، اور یہ ان کی روداد ہے جو حال کے اجالے
 میں آکر اضی کے اندھیرے کے کسی نشان کو نہیں پہچان سکے۔ جنہوں نے سنساتے ہوئے ذرات کے
 رخساروں پر جبر و استبداد کے طمانچوں کی خراشیں نہیں دیکھیں جو روشنیوں کے شہر میں اپنی بینائی
 کھو چکے ہیں جن میں بصیرت کی کوئی رت باقی نہیں رہی۔

بیماروں کی بستی کے یہ ان بیماروں کی سرگزشت ہے جو اب تک یہ نہ جان سکے کہ ان کی
 بیماری کیا ہے ایک سرسامی کیفیت ہے جس میں بولنے والے صرف بڑا رہے ہیں۔ یہ وہ
 گنگے ہیں جو اب بولنے پر آئے ہیں تو نہیں سمجھ پا رہے کہ بولیں تو کیا بولیں۔ سواکھوں نے
 زبانوں سے وہ سب کچھ اگلنا شروع کر دیا جو حلق اور ہونٹوں کی استطاعت میں ہے یہ کتنے
 دکھ کی بات ہے کہ لوگوں نے اپنے دکھوں کو لا علاج بنا رکھا ہے اندھیرے میں میڑھے
 میڑھے راستے پر چلتے رہے اور جب سیدھے راستے پر پڑے گئے تو یہی بھول گئے کہ
 جانا کہاں ہے۔

میں تم سے مخاطب ہوں — تم سے — جو کل کے آدمی ہو اور آج کی
 باتیں سن کر بوکھلا رہے ہو۔

وقت کہتا ہے۔۔۔ آگے بڑھو۔۔۔ مگر تم ہو کہ رات کے بھاگتے ہوئے
آسیب کے پیچھے رٹھکتے چلے جاتے ہو۔

تمہارے چہروں پر وہ عجیب سی ہیمیائی کیفیت ابھی تک طاری ہے۔ جس نے
تمہاری سوچنے سمجھنے اور دیکھنے سننے کی صلاحیتوں کو سلب کر لیا ہے۔ تم پتھر میں
ڈھل گئے ہو۔

کانوں کے ہوتے ہوئے تمہارے کانوں میں نئے سویرے کے ناقوس کی آواز
نہیں پڑ رہی اور آنکھوں کی موجودگی میں تم اپنی بنیائی کا احساس کھو بیٹھے ہو۔ آنکھیں
ہیں مگر تمہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے

جدید شہر ہے لیکن نظر پرانی ہے

تمہارے فکر میں جذبہ کا انتشار ہے۔۔۔ وحدت فکر اور تدبیر کا تسلسل
موجود نہیں۔

تم خواب کو حقیقت اور حقیقت کو خواب سمجھتے ہوئے زندگی کی صداقتوں کو
بھٹلا رہے ہو، اب تک جو کچھ ہو چکا ہے تمہارے نزدیک وہ ہوا ہی نہیں۔

پاکستانی جنگی قیدیوں کا مسئلہ

جنگی بے گھروں کا مسئلہ

کرپشن

زرمبادلہ

گرافٹ

خارجہ پالیسی

صنعتی اصلاحات

لیبر اصلاحات

زرعی اصلاحات

بیمہ زندگی اور بینک قومی ملکیت میں

- _____ پولیس اصلاحات
- _____ قانونی اصلاحات
- _____ نئی ج پالیسی
- _____ درآمدی پالیسی
- _____ بنکاری کی اصلاحات
- _____ خواتین اور ان کا مستقبل
- _____ مرکزی و صوبائی حکومتوں کی تشکیل
- _____ اعلیٰ سرکاری افسروں کی سیکورٹی
- _____ ایٹمی توانائی
- _____ سندھ کے لسانی ہنگامے
- _____ روپیہ کی قیمت میں کمی
- _____ قومی اسمبلی کے ضمنی انتخابات
- _____ جھگی مکینوں اور بے گھروں کے لئے مراعات
- _____ آئین پاکستان
- _____ بھارت اور جنگی پاکستانی قیدیوں کی واپسی
- _____ اسلامی سربراہی کا نفرین
- _____ بینظیر بھٹو
- _____ پاسپورٹ کا اجراء
- _____ سمگلنگ کی روک تھام
- _____ سیلاب اور سیلاب زدگان کی امداد
- _____ آبادی میں اضافہ
- _____ مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام
- _____ قومی ترقیاتی رضا کار پروگرام

سپاہ دانش

انتظامی اصلاحات

عوامی فوج کی سکیم

رجسٹریشن سکیم

کھیل

سمندری حدود میں توسیع

اور جماعت احمدیہ، قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا عظیم کارنامہ عوامی انقلاب، عوامی حکومت ہی کا کارنامہ ہی تو ہے اور یہ فقط ایک شخصیت کی بے مثل قیادت سے ہوا ہے۔ پاکستان کی ترقی و تعمیر کی شاہراہ میں کھڑے ہوئے گڑے ہوئے کوہائے بے ستون کو پاش پاش کرنا صرت ایک کوہن کی کاوش اور ان ٹھک کر کشوں کا نتیجہ ہے۔

قائد عوام ————— قائد عوامی انقلاب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے جو ناممکن تھا اس کو ممکن کر دکھایا ہے اور تم نے اس کے عرصہ کیا دیا ہے

سنگ ہیں ناوک دشنام ہیں رسوائی ہے

یہ تیرے شہر کا انداز پذیرائی ہے

اور میں تم سے بھی مخاطب ہوں ————— تم سے —————

جو چڑھتے سورج کی طرت پیٹھ کئے کھڑے ہو اور اپنے سائے کے سوا کچھ نہیں دیکھ رہے اور سمجھتے ہو کہ تم سب کچھ دیکھ رہے ہو۔

اور میں حیرت سے دیکھتے ہوئے یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری ٹانگوں کا کھریا ہوا توازن اور زبان کا بگڑا ہوا لب و لہجہ بجال کب ہوگا۔

اور میں تم سے مخاطب ہوں جنہوں نے پاکستان میں رہتے ہوئے پاکستانی ہوتے ہوئے پاکستان کو تباہ کرنا اپنا شعار بنالیا ہے۔

میں کہتا ہوں پاکستان کو تباہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اسے ایک ایسی تجربہ گاہ

بناؤ جس کے ذریعے بے ربط اور منتشر کوششوں کے نتائج کی بے یقینی اور تصورات و
نظریات کی بے ترتیبی ختم ہو جاتے۔

پاکستان زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

قائد عوام زندہ باد

قائد عوام پائندہ باد

یہ نعرہ ہمارے لئے صدائے جبریں ہے۔

ہماری اجتماعیت انفرادیت سے زیادہ اہم ہے۔

ہم ہر نوع کے افراد کا مجموعہ ہیں۔

ہمارا مقصد یک جہتی ہے یک رنگی ہے۔

اور اگر تمہیں اس بات کا علم و عرفان نہیں تو اس کا علم و عرفان حاصل کرو۔

شاید اس تلخ حقیقت کو نہ ماننے کوئی

تازہ حالات ہمیں تازہ سبق دیتے ہیں

اور کہہ

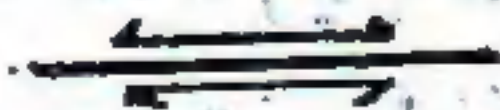
دنیا سنے تو قصہ غم ہے بہت طویل

ہاں تم سنو تو قصہ غم مختصر بھی ہے

ہمارے نزدیک علم ہی ایک ایسی روان دواں قوت کا نام ہے جو انسانی شعور

اور آگہی کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتی ہے۔ اگر ہماری موجودہ علمی استعداد نئی دریافتوں

اور وقت کے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکی تو وہ اپنا وقار کھو بیٹھے گی۔



کیا اب بھی؟

کسی کو محبت کی عظمت سے انکار ہے؟
مشاہیر عالم کے حسن و عشق کی چاشنی سے لبریز

الفت نامے

مکاتیب شوق

مرتبہ

عطشِ درازی

جن میں مشرق و مغرب کے رنگ و بو کا اک طوفان
سمیٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔ ان خطوط کے لکھنے والے
لوگ اپنے زمانے کی عالم، فاضل اور دانشور ہستیاں ہیں
لیکن

یہ سبھی کائنات کی اولین حقیقت "محبت" کی عظیم قوت
کے آگے سرنگون ہیں

یوں یہ کتاب گویا محبت ہی محبت ہے

کیا انھیں پڑھ کر بھیجے؟

کسی کو حسین اور رنگین الفاظ استعمال کرنا نہ آئے گا؟

کیا اب بھی؟ — کسی کو الفت نامہ لکھنے سے انکار ہو گا —؟

عمدہ لکھائی آفٹ چھپائی بلا جلد آٹھ روپے مجلد دس روپے

مکتبہ میمری لائبریری لاہور



یہ شخص بہت پریشان رہتا ہے

اصل میں آج کل زندگی اتنی پیچیدہ ہو گئی ہے کہ ہر شخص کبھی نہ کبھی پریشان ہو جاتا ہے۔ مالی پریشانی، حیوانی، روحانی، ذہنی پریشانی، کاروبار، اولاد، جنس، بڑھاپا، ازدواجی الجھنیں، ہر طرح کی پریشانی —
لیکن

ہر شخص یہ نہیں جانتا کہ پریشانیوں سے ٹھیکارا کیونکر ہو؟
دنیا کی سب سے مقبول کتاب: میٹھے بولے میں سے جادو ہے
کے مصنف ڈیلے کاننگیو نے ایک کتاب لکھی ہے

پریشان ہونا چھوڑے، دنیا شروع کیجئے

اسے کتاب نے لاکھوں انسانوں کو اندھیروں سے نکالے کہ کامیابی اور مسرت سے ہم کنار کیا ہے۔
۴۵۶ صفحات مضبوط پچڑے کی جلد: قیمت ۱۸ روپے میری لائبریری میں ۱۵ روپے

مکتبہ میری لائبریری لاہور ۱

حکام ملت اسلامیہ

میری لائبریری
(۲۲۴)